DUE DATE

Late Fine Rs. 1-00 per day for first 15 days
Rs 2-00 per day after 15 days of the due date

محاسن الاخلاق

حصۂ اول و دوم

مولفہ

خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ فیلو الہ آباد یونیورسٹی

اس کتاب میں بہت سے عمدہ مضامین اخلاق انگریزی اعلیٰ درجہ کی اخلاقی کتابوں سے انتخاب کرکے لکھے ہیں

سنہ ۱۹۲۱ء

مطبع چشمۂ فیض دہلی میں منشی محمد عطاء اللہ کے اہتمام سے مطبوع ہوئی

اشتہار

کتب اخلاق مصنفہ جناب خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ الہ آباد یونیورسٹی کے ... العلوم مسلمانان
ان مضامین میں علوم ... کسی مسئلہ کا ذکر ... طور پر ... کا بیان ... الہیہ کا ... کا ...
... فضائل و ... اور ... کا حال ... کا ذکر کیا ہے ... جو ...
... بیان ... اخوان ... قیمت ... کی ... مضمون ... کا ذکر ...
بیان ... کی ... کی ... اور ... کی ...
اچھا ... بیان ... علم الاخلاق ... وہ ... کیا ...
... کیا ... کی ... کو ... کیا ... کی ... کیا ...
... وہ ... کیا ... انسان ...
... کی ... انسان کی
... کی ... باتوں کی ... کتاب ... گفتگو سے ... خیالات ...
اگر ... انسان کی زندگی کے ... وہ تماشا کرتا ہے ... تحقیق ...
کیا ... کیا ... آئینہ کی طرح ... انسان ...
... علم الاخلاق کی سیر کا شوق ہو وہ ان مضامین کو ...
بھی زیادہ ... الف لیلیٰ کی داستانوں و افسانوں کی برابر ... دل ...
اس کے ... افسوس ہے کہ انسان ... علم الاخلاق کی سیر ...
... قیمت ... محصول ... طرح سے ہو سکتی ہو ... ہندو ... علم ...
انگریزی ... تفصیل ان مضامین کی یہ ہے

تہذیب الاخلاق یا ہنود ہندوؤں کی کتابوں سے ... مضامین قیمت ... محصول ... صفحہ ۱۵۲
مکارم الاخلاق مسلمانوں کی کتابوں سے ۲۴۶ مضامین قیمت ۱۲ محصول ۱۰ صفحہ ۵۰۴
محاسن الاخلاق انگریزی کتابوں سے ۲۲۵ مضامین قیمت ... محصول ... صفحہ ...
۱۲۱۸ ۵ ... ۱۰

اشتہار مکارم الاخلاق

قیمت ۱۲ ... محصول ۱ ...

نہایت مستند و معتبر اعلیٰ درجہ کی علم اخلاق کی عربی فارسی کتابوں سے انتخاب کر کے ۲۴۶ مضامین اخلاق
آٹھ بارہ بابوں میں لکھے ہیں اور ایک باب میں ... مضامین متفرق لکھے ... باب اول میں خدا تعالیٰ کی قدرت کا ملہ ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[illegible] مخدومی شمس العلماء [illegible] خان [illegible] عرض کرتا ہوں کہ دنیا
میں یہ ایک مفید خیالات کا مجموعہ [illegible] گذشتہ [illegible] حال کر [illegible]
[illegible] مخالف [illegible] مجموعہ تمام
[illegible]
[illegible] کا [illegible] گروہ [illegible]
[illegible] قوموں [illegible]
[illegible]
[illegible] تفصیل اس اجمال کی [illegible] ہوگی [illegible]
[illegible] سمجھا گیا

[illegible] جیسے ارباب [illegible] ہوش و [illegible] کہ [illegible] خیالات
[illegible] ایک خیالات کا سرمایہ جمع ہوا [illegible] خیالات [illegible]
رہتے ہیں جیسے سمندر سے پانی کے بخارات اوپر جاتے ہیں [illegible] اونچے چھوڑ جاتے
[illegible] آہستہ آہستہ پانی کی جھڑی برسا کر [illegible] کو نہال کر دیتے ہیں ویسے ہی جب انسان کے
نیک و اچھے خیالات [illegible] ہوتے ہیں تو وہ تمام خیالات [illegible] ہو کر لطیف
ہو جاتے ہیں اور انسان کے دل و دماغ پر اپنی جھڑی برسا کے [illegible] دنیا کی نیکیوں کا پودا
[illegible] کرتی ہیں جیسے آتشی شیشہ [illegible] کے جمع ہونے کا [illegible] ہوتا ہے
ایسا ہی دلوں کے منور کرنے میں ان نیک خیالات کا [illegible] ہوتا ہے جب تک کہ انسان کا دماغ [illegible]

کے خیالات کا مختصر مجموعہ نہیں بنتا وہ روشن دماغ اور روشن ضمیر نہیں ہو سکتا۔ نیک اور سچے خیالات گویا
علمی و دولت کے خزانے۔ آب حیات کے چشمے۔ نور کے فرشتے۔ جواہر کے حقے جنکی چمک کبھی ماند نہیں ہوتی
خوشنما و معطر پھولوں کے گلدستے جنپر کبھی پژمردگی نہیں آتی خصائل و عادات انسانی کی سیر
ساری قوتوں کے حصن حصین۔ دل و دماغ کے زیور۔ علم و عمل کے پھلوں کی اصل۔ تہذیب اخلاق کے
سانچے۔ انسان کو اشرف المخلوقات کے تخت پر بٹھانے والے۔ بصیرت و طینت و نیت کو پاک کرنیوالے
اس سے زیادہ عمدہ کوئی تحفہ زمانہ کے ہاتھ سے انسان کو اب تک نہیں ملا۔ نیک و سچے خیالات پر تاثیر
کے قطرے بھی اعجاز کرتے ہیں جب وہ الفاظ کا لباس نہیں پہن کر کے ہوا میں اڑتے ہیں تو قطرے
بوندوں کی طرح پڑ کر ان کی صورت کو ایسا پائدار کر دیتے ہیں کہ وہ ایسی ایمنٹ ہو جاتی ہیں کہ مدتوں
تک زمانہ زیارت کیا کرے اور ارباب خیال اپنے ذہن کو ان سے پر کیا کریں۔
جب میں نے دیکھا کہ انسان کی تعلیم و تہذیب کی تکمیل جب تک نہیں ہوتی کہ اسکا دماغ سچے
خیالات کا مخزن نہ ہو تو میں نے یہ ارادہ کیا کہ اپنی زبان میں ان خیالات کو بیان کروں۔ اس
مطلب کے واسطے میں نے ان مشہور کتابوں کا باغ اپنے ذہن کی آنکھوں کے روبرو لگایا کہ جنمیں
اعلیٰ ایسے خیالات بلند موجود تھے کہ جنکو زمانہ دراز سے بے شمار آدمی پڑھتے چلے آتے ہیں اور
معلوم نہیں کب تک پڑھتے چلے جائینگے۔ جب یہ باغ مرتب ہو گیا تو میں نے اول اپنے ذہن سے
کہا کہ تو اس باغ میں باغبان بنکے جا اور جو پھول تجھکو پسند آئیں ان کو مع شاخ اور پتوں کے
قلم کر کے اپنے تاگے سے باندھ کے ان کا گلدستہ بنا دے (یعنی اصلی خیالات کو انتخاب کر کے اپنی زبان
میں نقل کر دے) پھر میں نے اس سے کہا کہ اب تو گلفروش بن کر اس باغ میں جا اور اپنے پسند کے پھول توڑ
اور انکا گہنا۔ بدھی۔ سہرا۔ ہار۔ گجرا بنا (یعنی خیالات کی کچھ صورت بدل ڈال) پھر اس سے کہا کہ تو شہد
کی مکھی بن کے جا اور خوب گلگشت کر کے پھولوں کا رس چوس اور اپنے معدہ میں شہد بنا (یعنی خیالات
کی ایسی نئی صورت بنا دے کہ کوئی پہچانے نہیں کہ پہلے ان کی کیا صورت تھی) مگر مجھے معلوم نہیں کہ
اب کے شہد بنا یا موم۔ اہل مذاق اسکو انگلی لگا کے زبان پر رکھیں اگر انکو لذیذ معلوم ہو تو

لذت اٹھائیں نہیں تھوک دیں۔ ذہن نے مجھ سے یہ بھی فرمائش کی کہ اب مجھے مکڑی بن کے جانے کی
کی اجازت دیجئے کہ میں اپنے بدن سے مادہ نکال کر جال پھیلاؤں میں نے اُسے منع کیا کہ جو جالا تو خود
تنے گا وہ ہوا کے جھونکوں میں اُڑ جائیگا۔ خود اُس میں پھنس کر مُردہ کی طرح لٹکے گا۔ مکھیاں بھی معلوم
نہیں اُس میں پھنسا سکے گا یا نہیں (کوئی خیال نیا اصلی میں نے نہیں لکھا) ہاں میں نے ان خیالات کے
باغ میں مضامین کی طلب میں تراشیں (یعنی پڑھا ہم بھر اُنکو ہضم کیا (دل بہلایا) اُن کا ذخیرہ اپنے حافظہ
میں ایک بلند مقام پر جمع کیا اور اُسکی شیرینی کے ایسے مزے اُڑائے کہ جس سے میری زندگانی کی تلخیاں
کم ہو گئیں پس یہ ثمر مجھے یہی ریاضت کا مل گیا اسی پر قناعت کرتا ہوں۔ کچھ زیادہ طمع نہیں کرتا
خلاصہ یہ ہے کہ میں نے ان خیالات کے بیج بتادئے ہیں کہ جس سے اہل خیال نئے خیالات کے کھیت کے
کھیت ہرے بھرے پھولے پھلے جتنے بڑے اور زرخیز چاہیں لگائیں۔

میں نے اس کتاب میں شرقی و غربی خیالات کی دو تصویریں ایسی بنائی ہیں کہ پیٹھ سے پیٹھ لگائے
بیٹھی ہیں ایک مشرق کی طرف دیکھ رہی ہے یعنی پیچھے کی طرف اور دوسری مغرب کی طرف
یعنی آگے یوں وہ دونوں اپنی صورتوں سے اگلے پچھلے خیالات کو بیان کر رہی ہیں۔ گو خیالات
بہت سے اقسام کے ہو سکتے ہیں مگر میں اپنی کتاب کا آغاز ان خیالات سے شروع کرتا ہوں جو اخلاق کی تہذیب
و تحسین سے متعلق ہیں یا اُن کے وہ اصول بیان کرتا ہوں کہ جنہیں قانون قدرت اور سنت الٰہی کی طرح
تبدیل و تحویل نہیں نہ کبھی زمانہ اُنکو بدل سکا نہ بدل سکے گا۔ تہذیب اخلاق کے خیالات بد اخلاقی پر
لعنت کرتے ہیں اور خوش اخلاقی کی نخوت پر ملامت کرتے ہیں اسلئے انسان کو بالطبع وہ ایسے ناگوار
معلوم ہوتے ہیں جیسے کہ عیب بتلانے والے آدمی۔ مگر جب تک انسان اپنے بچپنے کی بیوقوفیوں کی جوانی
میں اور جوانی کی شہوت پرستیوں کی بڑھاپے میں اصلاح نہیں کرتا وہ پیرانہ سالی میں لڑکوں کا سا
احمق اور حیوانوں کا سا شہوت پرست رہتا ہے۔ اسلئے تہذیب نفس اور تزکیہ قلب کے لئے ان خیالات
کی تقدیم ضرور ہے۔ تہذیب اخلاق میں مذہب کو بڑا دخل ہے۔ ہر قوم کا اخلاق اسکے مذہب کا نتیجہ ہے
میں نے مذہب کو چھوڑ دیا اور نتیجہ کو لے لیا۔ آم کھائے پیڑ نہیں گنے۔ اصل درختوں کو چھوڑ دیا پھل لے لیے

لیے لیا ہے [illegible] احکام و مقدمات [illegible] بیان کر کے دوزخ و بہشت کی راہیں بتائی [illegible] کہ بہشت میں [illegible]
دوزخ میں [illegible] کیا [illegible] کی [illegible] بیان [illegible] کی کتاب [illegible]
[illegible] اس کتاب کے پڑھنے [illegible] تہذیب اخلاق [illegible]
[illegible] شخص [illegible] کتابوں [illegible] مضمون [illegible]
[illegible] کتابوں [illegible]
[illegible] کی کتابوں [illegible]
پڑھنے کے [illegible]
[illegible] بیان [illegible]
اول [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
حاصل ہوگا [illegible] تشبیہات و استعارات و تمثیلات [illegible]
ایسے علوم [illegible] ان [illegible] ہونگے [illegible]
اور [illegible] علم ہوگا - وہ ان کے [illegible]
[illegible] اولاد [illegible] فقط

فہرست مضامین محاسن الاخلاق حصہ اول

محاسن الاخلاق

(۱) خدا تعالیٰ کی حمد

اے جہان آفریں تو ہی اس عجیب غریب جہان کی جان اور روشنی ہے۔ یہ تیری ہی پرتو افگنی ہے کہ دن کو دنیا چمکتی ہے اور رات کو مسکراتی ہے۔ اے فلک آرا یہ تیرا ہی رنگ شہود ہے کہ جب آفتاب شام کو شفق میں اپنی شعاعوں کو رخصت کرتا ہے تو اپنے رنگ کا بار لطافت اور نزاکت کے ساتھ دکھاتا ہے۔ اے انجم افروز یہ تیرا ہی ظہور ہے کہ جب ملاؤس شب اپنے بازوؤں پر سارے تاروں کو لے کر رقص کرتا ہے تب تو ایک تاریکی اور بے شمار روشنیوں کو دکھاتا ہے۔ اے بہار پیرا یہ تیری ہی چمن آرائی ہے کہ بہار نوخیز اپنی خوشبوؤں سے ہواؤں کو معطر کرتی ہے اور اپنے ہاتھوں سے پھولوں کو گوندھتی غرض جس جا نظر جاتی ہے وہاں تیری ہی شان کبریائی آنکھوں کے سامنے آتی ہے اور جو چیز نگاہ تلے آتی ہے وہ تیرے ہی نور لا یزالی کو دکھاتی ہے۔ سب جلوے تو ہی تو ہے۔

(۲) خدا تعالیٰ کا ہونا

اگر دریا رواں ہو تو کون اس کے شورش اور اگر پانی کے تلاطم کا غم شور مچ رہا ہو تو کون دریا و سمندر کے ہونے سے ۔ کوئی چیز بنی ہوئی دکھائی جائے تو کون اس کے بنانے والے سے انکار کر سکتا ہے۔ اگر قفس میں کسی غلام کو کوئی ظالم بند کرے وہ پیاسا مارے

[illegible] اپنے چاروں طرف دیکھ کر [illegible] گھڑی [illegible]

[illegible] کو [illegible] آکاش [illegible] کے آگے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(۳) مدبّر عالم کا ہونا ضروری ہے

جب ہم بہت زندوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپس میں متحد و متفق ہو کر تناسب اندازہ کے ساتھ اپنا عمل کر رہے ہیں تو ہم کو یقین ہوتا ہے کہ کسی کی عقل مدبر نے ان کو جمع کیا ہے اور ایسی تدبیریں ان میں کی ہیں کہ وہ باہم اتفاق کے ساتھ کام دے رہے ہیں پس جب ہم اس عالم میں دیکھتے ہیں کہ بہت زور آور ہیں جو مل کر صدہا اثر اپنے عمل سے پیدا کرتے ہیں جو نہایت آباد و مفید ہیں اور وہ یہ عمل ہمیشہ کرتے رہتے ہیں۔ نہ ان کی تعداد کا شمار اعداد کے احاطہ سے باہر ہے تو ہم کہتے ہیں کہ مدبر عالم کا ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس کے ہونے کی شہادت ایسی ہے کہ کوئی شہادت منافی اس کے نہیں پائی جاتی +

آدمی یہ خیال ہرگز نہیں کرتا کہ الف بے تا پے کے حرف لے کر ان کو زمین پر پھینک دیں تو نظم و نثر کی ایک چھوٹی سی کتاب تصنیف ہو جائے گی پس جب ایسی چھوٹی کتاب ایسی تصنیف نہیں ہو سکتی تو اس عالم کی بڑی مجلد کتاب کیونکر بغیر مصنف تصنیف ثابت ہو سکتی ہے کیا آدمی یہ تصور کر سکتا ہے کہ کوئی شخص دیوار پر رنگ نہیں ملوں کی پچکاریں دیا کرے تو اس سے خود بخود ایک آدمی کی تصویر ٹھیک میں بن جائے گی جب تصویر بے مصور نہیں بن سکتی تو خود آدمی بغیر بنانے والے کے کیسے بن سکتا ہے۔

اگر ہندوستان کے دور کے اضلاع سے بیس ہزار اندھے آدمی چلیں تو کیا یہ خیال میں آسکتا ہے کہ وہ برسوں کے بعد دہلی کی چھاؤنی میں میدان قواعد کے درمیان سپاہ کی طرح جمع ہو جائیں گے۔ اور قواعد اور صف بندی لشکر کی سی کریں گے ہرگز نہیں پس جب ان جاندار اندھوں کی نسبت یہ بات سمجھ میں نہیں آتی تو کب سمجھ میں آسکتا ہے کہ بے جان مادے کے بے شمار اجزا اس طرح جمع ہو جائیں کہ ان سے اس عالم کی ترتیب ترکیب اس کمال کے ساتھ ہو جائے +

ہر آدمی مزدور اور اہل حرفہ کے گر نہ قدرتی اشیاء اتنی کثرت سے جمع ہیں کہ وہ صنعت

مجھے [illegible] اگر [illegible] ان میں کچھ [illegible] دیکھ سکتے ہیں کہ وہ
[illegible] کرتا ہوں وہ مچھلی [illegible] پانی کے اندر
[illegible] کرتی ہے [illegible] سکتا ہے کہ میں اچھا [illegible] حفاظت میں [illegible]
[illegible] زیادہ مشہور [illegible]
[illegible]

[illegible]

کرنے کی ضرورت ہو وہاں چولی بنائی ہے جیسے کہ ہونٹ ہے اور کولھے ہیں سارے شہر کے نالوں میں جو نلوں اور نالیوں کے ذریعہ سے پانی پہنچتا ہے۔ اس ہی وہ صنعت کہاں ہے جو انسان کی رگوں اور شریانوں میں خون کے دورہ کے لئے رکھی گئی ہے بس یہ سارے عضو ہیں اور تدبیریں مدبر عالم کی شہادت دیتی ہیں جن میں آدمی کو جو ذرا بھی عقل سے بہرہ رکھتا ہے شبہ نہیں ہو سکتا۔

(۴) سب جگہ اللہ ہی اللہ ہے

وہ فلسفہ و مذہب کس کام کا ہے جو یہ نہ بتلاتے کہ سب کچھ وہی ذات پاک ہے اور اس کے سوا خاک بھی نہیں۔ سارا عالم اُسی کی عبادت گاہ ہے۔ نہ اس سے باہر ہم ایک قدم رکھ سکتے ہیں نہ اکیلے دم لے سکتے ہیں۔ کہیں جاؤ کہیں آؤ جہاں کسی شے کو دیکھو اس میں اسی کی صنعت کاملہ اور قدرت بالغہ جلوہ گر نظر آئے گی۔ یہ جو ہزاروں نورانی عالم ستارے و سیارے، نہایت منتظم باقاعدہ ایک مناسب اندازہ کے ساتھ داروں میں ہی دورہ کر رہے ہیں ان کو دیکھو بھالو۔ ان ستاروں پر اس طرح پھرانے والا کون ہے تو وہ کہیں گے کہ وہی ایزد کارساز ہے۔ پہاڑوں کو دیکھو کہ ان کی کیسی چوٹی بادلوں سے سرگوشی کرتی ہے کوئی کالی گھٹا سے اپنا رنگ ملاتی ہے۔ کوئی برف کا لبادہ اوڑھے برفستان بن رہی ہے۔ ان سے پوچھو کہ کس نے تمہیں ایسا بنایا تو وہ کہیں گے کہ اسی قیوم زمانے ہماری بنیاد قدم کی زمین جو ہم یوں ڈال رکھے ہیں۔ سمندر کے پانیوں کو دیکھو کہ جن کے بے انتہا تلاطم کا شور مچ رہا ہے ان سے پوچھو گے تو وہ کہیں گے کہ ہم اس کنارہ سے اس کنارہ تک ستودہ مالک الملک کی مناجات کا شور مچاتے ہیں جس نے ہم کو حکم دے رکھا ہے یہاں تک آؤ اور اس سے آگے قدم نہ بڑھاؤ۔ دریاؤں کو دیکھو کہ وہ کس طرح سمندر سے ملتے ہیں اور کبھی چپکی کو چھوڑتے نہیں سستی کہ اس کو آنے دیتے نہیں۔ ان سے پوچھو تو وہ بولیں گے پیشتہ عدی ہم گواہی کریم بے منت نے بخشی ہے جس نے ہم کو چشمہ سے نکال کر

[illegible] زمین کو [illegible] یہاں کوئی اقلیم خط استوا پر گرمی سے مار [illegible]
[illegible] کوئی اقلیم قطبین پر سردی کے مارے برف بن رہی ہے۔ کہیں پہاڑ [illegible]
[illegible] ہو رہی ہے۔ کہیں سبز و شاداب میدانوں سے بھری ہوئی ہے۔ اس سے [illegible]
[illegible] جس جگہ پہنچ گئی ہے وہ اسی عنصر عالم کی [illegible] ہوئی [illegible]
[illegible] اپنے تمام ان سب کو [illegible]
[illegible]

[illegible]

خدا کا ذکر کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے عیش و عشرت میں خلل نہ ڈالو۔ اگر امراء عظیم اور حکماء حکیم
کے سامنے خدا کا نام لیتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ایسے ذکر کسی مجلس جاہلوں کے روبرو
کرنا چاہیے۔ جب مقدس لمعنی جاہلوں کے روبرو اس کا نام لیا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں
جنکو یونانیوں نے فرصت دی ہے اور جو اس کو اچھی طرح سمجھتے اور جانتے ہیں ان سے کہو
بنی آدم کا بڑا حصہ ہر قسم کا ایسا ہی کہ جو کام ایسے کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے
کہ وہ خدا کو دل سے یاد رکھتا ہو۔ اور اپنی زندگی اس طرح بسر کرتا ہے کہ گویا خدا
ہی نہیں۔ ایسے آدمی بڑے احمق اور خارج از عقل ہیں جو یہ نہیں جانتے کہ خدا کے
دھیان سے زیادہ کوئی چیز دل کو اطمینان اور تسلی دینے والی نہیں +
(تنبیہ ہم نے اوپر جو لکھا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ تو اس سے مراد ان کے زبان سے کہنے
سے نہیں ہے بلکہ ان کے کاموں کے لینے سے ہے)

(۶) غم

ہمارے پاس غم کس کس رنگ سے آتا ہے۔ اور کیا کیا رنگ اپنے دکھاتا ہے اور ہمارا
بناتا ہے۔ کوئی بشر فرد ایسا نہ ہوگا جو اس سے خالی ہو جب محبوب دور ہو مطلوب نہ ملتا
ہو۔ لذائذ جسمانی حرص شہوات نفسانی کی ہوس پوری نہ ہوتی ہو۔ مرادیں نہ آتی ہوں
ان سب صورتوں میں کاہش جان کے لئے غم ہمارے پاس موجود ہے۔ بعض خدا شناس
جو عشق الٰہی کا غم رکھتے ہیں وہ اس کو محمود جانتے ہیں اُن کو دانائی اور نیکی کا لباس
پہنا کے خوبصورت بناتے ہیں اور اس کا نام غم زدا کہتے ہیں یعنی ایسا غم جو دنیا
کے تمام غموں سے آزاد کرتا ہے۔ مگر غم کوئی غم ہو کسی بھیس میں ہو۔ وہ ہماری جان
کا تکلیف دینے والا ہے۔ ہمارا دشمن ہے ہم کو احمق اور سست بناتا ہے۔ ہماری
نامردی کمینگی۔ کم ظرفی ظاہر کرتا ہے۔ اپنے تئیں غم سے آزاد کرنا بڑی جوانمردی
و مرتبانِ استقلال کا کام ہے۔ ہر شخص کا ظرف غم کی برداشت کا جدا جدا ہوتا ہے

[illegible] کہ ایک صوبہ کا استقلال سے [illegible]
سے بڑی طاقت پڑتی ہے وہ الملوک اور شعرا [illegible]
میں دب جاتے ہیں کہ ایک شاہ ایران کا ذکر ہے [illegible]
[illegible] ہاتھ میں [illegible]
[illegible] نگاہ [illegible]

[illegible] بادشاہ

[illegible]

سنتے ہیں تو اُس وقت ہمارے سارے قوائے عقلیہ معطل ہو جاتے ہیں غم کے مارے ہم بُت بن جاتے ہیں ہمارا چہرہ ایسا بگڑ جاتا ہے کہ کوئی مصور بھی اس کا نقشہ نہیں بنا سکتا ہے جب ہم خوب رو چکتے ہیں تو دل ذرا ہلکا ہو جاتا ہے کچھ غم کا حال بیان نہیں ہو سکتا ہے بعض واقعات یکایک ایسے غم آلود رونما ہوتے ہیں کہ ہم مر جاتے ہیں عشق و محبت کی حکایتوں روایتوں میں تم نے بارہا پڑھا ہوگا کہ عاشق کے پاس معشوق کے مرنے کی خبر آتے ہی اس کا دم آخر ہو گیا محبت غضب کا جذبہ انسانی ہے کہ شدت کی بہت میں الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتا۔ مگر ہاں خفت کی حالت میں اس کا ذکر ہو سکتا ہے جب معشوق عاشق کے سامنے ہوتا ہے تو شوق سارے ہوش حواس عقل کو معطل کر دیتا ہے۔ زبان گنگی۔ کان بہرے۔ آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں غرض درد عشق کا غم وہ بلا ہوتا ہے کہ جس کا سہنا نہایت دشوار ہوتا ہے جیسا کہ غم کی ناگہانی سننے سے انسان کا حال ہوتا ہے کہ اوسان ٹھکانے نہیں رہتے اور کبھی جان نکل جاتی ہے۔ اسی طرح خوشی کی خبر جو یکایک آتی ہے تو انسان ایسا بے خود ہو جاتا ہے کہ کوئی کام اس وقت نہیں کر سکتا اور بعض وقت مر جاتا ہے جس کو شادی مرگ کہتے ہیں۔ عاقل ہوشیار دانشمندوں کے دلوں پر نہ غم کا ایسا اثر ہو نہ شادی کا۔ اُن کی دلائل عقلیہ کا زور اس شادی و غم کے جذبوں کو کمزور کر دیتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں کوئی چیز اور حالت ایسی نہیں ہے کہ جس کے لئے غم و اندوہ کا بار جان پر سوار کیا جائے۔ اُن کی فرط نشاط اور قلت حزن اس سبب سے رہتی ہے کہ وہ کسی چیز کے ساتھ ایسے دل بستہ نہیں ہوتے کہ اس کے فوت ہونے سے اندوہ گین ہوں۔ واقعات ناگوار پر اضطرار و اضطراب کا اظہار زنانہ پن ہے یا کمینہ پن ہے یا حماقت تم اپنے تئیں اس برائی سے بچاؤ جب غم سامنے آئے تو جوانمردانہ اس کا مقابلہ کر کے اپنے سامنے سے ہٹا دو۔

(۷) زمانہ آئندہ کے افکار دنیوی

انسان بھی کیا خوش گذران ہوتا اگر اس کی جان کے پیچھے زمانہ آئندہ کے افکار کا عذاب نہ ہوتا۔ کہتے ہیں کہ جو زمانہ آئندہ کا فکر زیادہ رکھتا ہے وہی خوش کم رہتا ہے۔ انسان پر

[illegible] ہر ایک آدمی کی نادانی اور غلطی [illegible] کی وجہ سے خود [illegible] نتیجہ
نہیں ہوتا اور ان پر قناعت نہیں کرتا اور جس شخص نے اپنا زمانہ گذشتہ بے فکری میں [illegible]
[illegible] اپنی ہی زمانہ آئندہ کی [illegible] ہے [illegible] کا غلطی و نادانی [illegible]
[illegible] اور [illegible] خود اپنے ہی [illegible] علاج [illegible] ایک شخص [illegible] اپنے خود [illegible]
[illegible] اپنے آگے [illegible] افکار اور سوچ [illegible]
[illegible] کا اثر نہیں ہوتا [illegible] کی طرح [illegible]
[illegible] ایک ہی [illegible] اطوار کی نسبت جو بار بار [illegible]
تو اپنا کام کرے اور اپنے [illegible] ایسے ہی کہ صرف آپ [illegible] ہی سمجھنے کے لائق نہیں
[illegible] دل پر نقش کا سمجھا جانے کے لائق ہے۔ اگرچہ اس میں صرف لفظی [illegible]
ہیں مگر انسان کے کل فرائض زندگی اس کے کسی ایک [illegible]
[illegible] دوسرے [illegible] شامل ہیں [illegible] لئے کہ جو شخص صحیح [illegible] اپنا کام کرے گا [illegible]
پیچھے [illegible] گا کہ میں کیا ہوں میں کس لائق ہوں اور کیا کر سکتا ہوں [illegible]
اپنے [illegible] سمجھے گا [illegible] ضرور [illegible] کے کام [illegible] ڈالنے کے [illegible] غلطی نہیں کرے
یہاں تک ہو سکے گا وہ سب سے زیادہ اپنی [illegible] سے محبت کرے گا اپنی [illegible]
فضول کام اپنے ذمہ نہیں لے گا۔ تمام [illegible] فائدہ [illegible] اور [illegible] احتراز کرے گا۔
غرض وہ آئندہ زمانہ کے ناحق [illegible] افکار اپنے پیچھے نہیں لگا سکے گا۔ نادانی اور دانائی میں
بڑا فرق ہے [illegible] دانائی کی تمام آرزوئیں پوری ہوں تو بھی وہ [illegible] زمانہ آئندہ
کی اور [illegible] اس کو چلی جاتی ہے۔ دانائی جو [illegible] افضل ہے [illegible] اس پر قناعت کرتی ہے
اور [illegible] بعض آدمی عاقبت اندیشی اور آئندہ کے فکر [illegible] کو [illegible] سمجھتے ہیں
انسان نے زمانہ آئندہ کا [illegible] حیات تک ہی نہیں کیا بلکہ اس کے اور آگے بھی وسعت
دی ہے اور اس کے واسطے یہ بات [illegible] کہ [illegible] میرا نام [illegible] کے ساتھ یاد کیا جا

کوئی بات میری یادگار باقی رہے میری تجہیز و تکفین بڑی دھوم دھام سے ہو کیونکہ
کا بڑا خیال بادشاہوں اور امرا کو ہوتا ہے۔ تخت سلطنت پر جو بادشاہ جلوہ افروز ہو
خواہ اچھا ہو یا برا اُس کی رائے تسلیم اور اطاعت رعایا ظاہر کرتی ہے کیونکہ یہ جو ہو رہا ہو اس
سے کچھ تعلق نہیں رکھتا اُس کی ذات سے نہیں مگر رعیت کے دل میں عزت و محبت ایسی
بادشاہ کی ہوتی ہے کہ جو عادل ہو۔ بعض ملکوں میں رسم اچھی تھی کہ جب بادشاہ مرجاتا تو دفن
کرنے کے وقت قبر پر اُس کی خوبیوں اور برائیوں کا اعلان کیا جاتا تاکہ اُس کے قائم مقام ہو
نے کے لئے ایک عمدہ نصیحت ہو۔ برخلاف اس کے بعض ملکوں میں یہ بری رسم ہے کہ سب بادشاہوں
کی یکساں ماتم داری کی جاتی ہے اور کوئی اُس کی برائی علی الاعلان نہیں بیان کرسکتا
بادشاہوں کے خوشامدی درباریوں کا دستور ہے کہ وہ اپنے بادشاہ کی تعریف ایسی
مبالغہ سے کرتے ہیں کہ جس سے معلوم ہو کہ دنیا میں اور کوئی بادشاہ اس کی برابر نہیں اور اگر کسی
کسی خاص گروہ یا سلطنت پر بادشاہ کا کوئی خاص احسان ہو تو پھر وہ اُسکو آسمان پر چڑھا دیتے
ہیں۔ مگر انصاف یہ ہے کہ جب بادشاہ مرتا ہے تو بادشاہ اور رعایا کے درمیان فرمانروائی اور
فرمانبرداری کا تعلق منقطع ہوتا ہے۔ اس لئے اصل حال جو بادشاہ کے اوصاف کا ہو وہ
بیان کیا جائے کہ اُن سے رعایا کی آزادی پر کیا اثر ہوا۔ اُس کی عدالت نے کیا کیا کام کئے
جس سے آیندہ ایک مثال عمدہ قائم مقام کے روبرو رہے۔ حکیم سولن کا ایک مقولہ تھا کہ آدمی
جب تک مرے نہیں اُس کو خوشحال نہیں کہہ سکتے۔ اُس پر ارسطو نے یہ اور حاشیہ چڑھایا کہ اگر
آدمی مر جائے اور بدنام ہو۔ اُس کی اولاد خراب خستہ حال ہو تو کیا ایسے آدمی کو بھی
ہم خوشحال کہہ سکتے ہیں؟ نہیں۔ پس اس کے نزدیک سولن کا مقولہ یہ ہونا چاہئے کہ ہم
انسان کو خوشحال کبھی نہیں کہہ سکتے اگرچہ اُس کی تمام دلی آرزوئیں زندگی میں بر آئی ہوں
وہ مر بھی گیا ہو۔ انسان اس بات پر بھی مرتا ہے کہ آیندہ روزگار میں اُس کی کوئی
یادگار رہے۔ اُس کی صدہا حکایتیں اور روایتیں مشہور ہیں ایڈورڈ اول شاہ انگلستان

[illegible] پادشاہ [illegible] میدان [illegible]

[illegible] ولایت [illegible]

[illegible] والی [illegible]

[illegible]

وہ لوگ ہیں جو مُردہ ہو کر زندہ رہتے ہیں وہ اپنی بے حسی کو حواس ادراک کرکے مسرور رہتے
ہیں حکیم سنیکا سے کسی شخص نے پوچھا تھا کہ مر کر کہاں جاؤ گے تو اُس نے جواب دیا کہ وہاں
جہاں وہ چیزیں ہیں کہ جو ابتک نہیں پیدا ہوئیں ورنہ وجود اُن کا ہوگا۔

(۸) کاہلی

ہم دیکھتے ہیں کہ اگر زمین اُفتادہ بے چین و بے تردد کے مدت تک پڑی رہے اور اُس میں کچھ
بویا جوتا نہ جائے تو وہ اپنی قوت نمو سے اسی بے تردد حالت میں سرسبز ہو جائے گی ہزار
طرح کی گھاس پھوس جھاڑ بوٹی پیدا کر دے گی جن سے انسان کو کچھ فائدہ نہ ہوگا
زمین کا اصلی کام یہی ہے اگر وہ لینا چاہیں تو اُن کو جوتیں اور اُن کو تیار کرکے بیج بوئیں جن کے
پھل ہمارے کام آئیں ایسے ہی ہم عورتوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ مرد سے آشنا نہیں ہوتیں
اور گوشت کے لوتھڑے بے جان اور بے ڈول وہ جنتی ہیں اب اگر اُن سے فطرت
کے موافق کامل اولاد جنوانی چاہیں تو ایک اور قسم کا تخم اُن کے اندر ڈالیں پس بعینہ
یہی حال انسان کے دلوں کا ہے کہ اگر اُن کو خاص مطالعوں میں جو اُن کو مقید و وابستہ
کر دیں لگاؤ تو وہ ہزاروں طرح کے بیہودہ خیالات میں دوڑتے ہیں عالم خیالات میں جس کی
انتہا کہیں نہیں ہے آوارہ و سرگردان پڑے پھرتے ہیں جیسے سورج چاند کا پرتو بھرے پانی کے
برتن میں چاروں طرف پڑا پھرتا ہے کبھی نیچے اُتر گیا کبھی اونچی چھت پر جا چمکا۔
اسی طرح دل ڈانواڈول رہتا ہے اگر وہ کسی مقصد پر قائم نہیں ہوتا تو آوارہ و سرگردان
پھرتا ہے کہیں اُس کو قیام نہیں ہوتا اُس کا حال ایسا ہے جیسا کہتے ہیں کہ جو چیز سب جگہ میں
رہتی ہے وہ کسی جگہ نہیں رہتی۔ وہ بیماروں کے سے خواب دیکھتا ہے جس سے نکمے خیالات
و تصورات پیدا ہوتے ہیں۔ جب مجھے کوئی کام نہیں ہوتا اور فرصت ملتی ہے تو اُس فرصت
میں طبیعت کے اندر بہت سے خیالات پیدا ہوتے ہیں طبیعت کا حال ایسا ہو جاتا ہے جیسا
اس گھوڑے کا جو باگ تڑا کر سوار کے تلے سے بھاگ جائے۔ وہ مطلق العنان ہو کر خود اپنا

[illegible] اس کو تاثیر [illegible] طبیعت کی [illegible]

[illegible] ان سے [illegible] کو [illegible]

[illegible] اور [illegible]

[illegible]

(۹) بھولے آدمی

ایک شخص [illegible] حافظہ [illegible]

[illegible]

[illegible] حافظہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] حافظہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

سچی حکایت کو جھوٹ بنایا ہے اُس کی بنا راستی پر ہے جس کا نقش دل اُن کے حافظہ
پر جما ہوا ہے جس کی بنیاد دل میں زیادہ مستحکم اور استوار اُن کے اختراعی جھوٹ سے بڑی ہے علاوہ
ہے کہ سچ کی برابر جھوٹ کی بنیاد مستحکم نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ضرور ہے کہ اُن کے دروغ میں اسی
ایسا فروغ دکھائے اور جس سچ پر جھوٹا ملمع چڑھایا ہے اُس کی قلعی کھل جائے اور وہی
راستی جو اُن کے دل کے اندر دور رہی ہے اُن کے ذہن سے اس اختراعی جھوٹ کو بھلا دے
دوسری صورت جس میں ایک جھوٹی بات کو نئے سرے سے گھڑ کر اختراع کرتے ہیں اُس کے
مقابل کوئی سچی بات اپنی دل پر منقش نہیں ہوتی کہ وہ اس سے جنگ زرگری کرے پہلی
صورت میں تو سچ کو جھوٹا لباس پہنایا تھا اُس کا لباس اُتار کر اصل حقیقت کا دیکھ لینا آسان
تھا مگر دوسری صورت میں جھوٹ کا پتلا بنایا ہے یہاں جھوٹ کے پکڑے جانے کا خوف کم
ہے اس کے ساتھ یہ اندیشہ ضرور ہے کہ اگر حافظہ میں اس پتلے کے بنانے کی ترکیب خوب
منقش نہیں ہے۔ تو وہ ذہن سے نکل جائے گی پھر قلعی کھل جائے گی۔ تم نے بہت سے
آدمی دیکھے ہونگے کہ وہ جیسا وقت اور موقع دیکھتے ہیں ایسی باتیں بنا دیتے ہیں کچھ
جھوٹ سچ کا خیال نہیں کرتے۔ ایک ہی معاملہ میں ایک شخص سے کچھ کہہ دیتے ہیں اُس کی
جانب مخالف سے کچھ اور فرما دیتے ہیں اس کا سبب ہوتا ہے کہ اُن کے دل میں کوئی بات
ایمان اور صداقت کے ساتھ متمکن نہیں ہوتی فقط یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم لوگوں کی مرضی
کے موافق باتیں بنا کے اُن کا دل خوش کر دیں ایسی باتوں کے کرنے سے وہ اپنا نام
صلح کل رکھتے ہیں اور اُس پر فخر کرتے ہیں اگر کوئی شخص اُن کی ساری باتوں کو جو ایک
معاملہ میں کرتے ہیں لکھ لے اور اُس کو غور سے دیکھے تو معلوم ہوگا کہ اِن کی باتیں کیسی دروغ
اور دغا سے بھری ہوئی ہیں جس کا نام انھوں نے صلح کل رکھا ہے دوسرا سبب نفاق ہے
جب تک آدمی کسی ایک ہی معاملہ میں مختلف اوقات میں مختلف پیرایوں میں اظہار راے
کرتا ہے۔ اور اصل حقیقت اُس کے دل میں جمی نہیں ہوتی تو اُن سب کا یاد رکھنا حافظہ کی قدرت سے باہر

[illegible] اپنی کہی ہوئی بات کو بھول جانا بڑوں کی عجیب غلطی ہے
[illegible] ہر ایک [illegible] کو لازم ہے [illegible] شاعری کی باتوں میں جھوٹ
[illegible] کی ساری ہوتی برائی نہیں ہے ہم انسانوں میں جو باتیں [illegible]
[illegible] بیان میں کذب شامل ہو تو انسانوں کے بھی
[illegible] شاعری [illegible] قصہ [illegible] جھوٹ [illegible]
[illegible] جھوٹ [illegible]
نقصان کر رہا ہے۔

[illegible] بچوں کو ان کی [illegible] پر [illegible] جھوٹ [illegible]
خوب گوشمالی کرتے ہیں مگر وہ یاد رکھیں بچوں کو [illegible] قصے [illegible]
[illegible] دونوں [illegible]
[illegible] اگر جھوٹ کا چسکا اس [illegible] زبان کو [illegible]
[illegible] بچے [illegible] کی بیماری ان کو
[illegible] شعر میں ایسی ہی [illegible]
[illegible] کا [illegible] ان کے [illegible]
[illegible] ہوتے ہیں کہ وہ بھی [illegible] مگر [illegible]
[illegible] کچھ فائدہ ہو یہ بات زیادہ [illegible] کا [illegible]
[illegible] اپنے [illegible] فائدہ [illegible] جھوٹ [illegible]
[illegible] کا [illegible] جھوٹ [illegible]
[illegible] برا جانتے ہیں [illegible] لوگ برا سمجھتے ہیں [illegible]
[illegible] اخلاق [illegible] فضیلت کی [illegible] ہے جب
[illegible] طرف [illegible] کی طرف [illegible] فضیلت [illegible] کی

یعنی نیکی برائی ہو جاتی ہے کیونکہ فضائل بمنزلہ اوساط کے ہیں اور رذائل بمنزلہ اطراف کے دائرہ کا مرکز معین ہوتا ہے اور محیط سے سب سے زیادہ وہی نقطہ بعید ہوتا ہے اور اور نقطے غیر متناہی محیط سے قریب تر ہوتے ہیں بس اسی طرح ہر فضیلت کے مقابل رذائل غیر متناہی ہیں اور ایسے ہی طریق فضیلت پر چلنے کی استقامت خط مستقیم پر حرکت کرنے کے مشابہ ہے اس کا اعتبار ذہنی ہے۔ دو نقطوں کے درمیان ایک ہی خط مستقیم ہوتا ہے۔ اور خطوط غیر مستقیم غیر متناہی ہیں پس استقامت طریق کمال پر ایک ہی نہج سے ہو سکتی ہے اور اس کے اطراف کے مناہج غیر متناہی ہیں اگر جھوٹ کی صورت سچ کی طرح ایک ہی ہوتی تو جھوٹ سے سچ کا جان لینا کچھ مشکل نہ ہوتا۔ ہم اس کی صورت واحد کو معکوس کر کے سچ معلوم کر لیتے مگر اصول مذکورہ کے موافق تو جھوٹ کی ہزاروں صورتیں ہیں اس لئے اس سے سچ کا دریافت کرنا بڑا مشکل ہے جھوٹ ایسی برائی ہے کہ خدا جھوٹے کے سایہ سے بچائے ایک حکیم کا قول ہے کہ جو شخص ہماری زبان نہ جانتا ہو اس کی صحبت سے کتے کی صحبت اچھی ہے کیونکہ غیر زبان کا آدمی صحبت میں آدمی کا قائم مقام نہیں ہو سکتا ہے۔ ایسے ہی جھوٹے کی صحبت سے خاموش آدمی کی صحبت اچھی ہے بلکہ وہ جانوروں کی صحبت سے بدتر ہے *

(۱۰) سپیچ یعنی تقریر

خدا ساری خوبیاں کسی انسان کو نہیں دیتا ہے۔ ایسے ہی ہم دیکھتے ہیں کہ کسی مقرر کی تقریریں ساری بلاغت و فصاحت کی خوبیاں نہیں ہوتیں ہم تقریریں دو قسم کے آدمیوں کی زیادہ تر سنتے ہیں ایک واعظین کی جو بازاروں میں کھڑے ہو کر یا ممبروں پر بیٹھ کر وعظ یا سنگھاسن پر براجکر کتھا سناتے ہیں۔ دوسری وکلا کی جو سب قسم کی عدالتوں میں مقدمات کے اندر تقریریں کرتے ہیں کبھی کبھی مجالس قومی میں بھی ان دونو قسم کے آدمیوں سے کسی کی یا کسی غیر آدمی کی تقریریں سنتے ہیں۔ اب بعض مقرروں کو تو یہ دیکھتے ہیں کہ ان میں وہ بلا کا تقریر کا ملکہ ہوتا ہے کہ ہر وقت ہر موقع پر تقریر کرنے کو آمادہ ہیں ان کو

کچھ تامل کی ضرورت ہو نہ پہلے سے تیار رہنے کی حاجت ہو بلکہ بے تکلف تقریر کے لئے کھڑے ہوجاتے
ہیں نہ اُن کے چہرہ پر کوئی تشویش ہوتی ہو نہ اُن کی زبان میں لکنت نہایت خوش بیانی کے
ساتھ تقریر شروع کرتے ہیں نہ کہیں بیچ میں ٹھیرتے ہیں یہ معلوم ہوتا ہو کہ ایک دریا اُمڈا چلا آتا ہے
جو کہیں نہیں رُکتا۔ دوسرے وہ مقرر ہیں کہ جب تک پہلے سے خوب سوچ بچار کر اور بہت محنت اور مشقت
اُٹھا کر تیار نہ ہوں تو کوئی بول منہ سے نہیں نکال سکتے پہلی قسم کی تقریر وکلا کی اور دوسری قسم
کی واعظین کے لئے مناسب حال ہو۔ واعظین کو فرصت زیادہ رہتی ہے اوقات اور مضامین وعظ
متعین ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی امر خلاف اندازہ نہیں ہوتا بس ایسی صورت میں وہ فراغت سے اپنے وعظ
کے لئے تقریر کو تیار کرسکتے ہیں برخلاف اس کے وکلا کم فرصت ہوتے ہیں اُن کے کام کی قلت اور
کثرت کا وقت متعین نہیں ہوتا۔ عدالت کی فہرست مقدمات میں اُن کا نام چڑھا ہوتا ہے وہ پہلے
سے نہیں جانتے کہ طرف ثانی ہم پر کیا اعتراض کریگا ہماری اثبات کے رد کرنے میں کیا دلائل لائیگا
اس لئے ضرور ہے کہ اُن میں ذکاوت سرعت فہم انتقال ذہنی۔ حاضر جوابی ایسی ہو کہ اُدہر طرف ثانی
کے منہ سے اعتراض پورا نہ نکلنے پائے کہ اُن کے ذہن میں اُس کا جواب آجائے غرض جب تک
وکیل میں مادہ تقریر نہ ہو اُسکے یہ پیشہ نہیں پھبتا۔ ہم اپنے ملک میں اس سبب سے کہ وکالت دولت
کمانے کا بڑا ذریعہ ہے جیسا وکلا کو تقریر میں بڑا زبردست دیکھتے ہیں صاحب علم و لیاقت ہونے پر بھی
ہیں ایسا واعظین کو نہیں دیکھتے اُن کی تقاریر میں رزانت و متانت کم ہوتی ہو۔ کوئی معقول اعتراض
اُن پر ہوتا ہو تو جواب دینا مشکل پڑتا ہے۔ بہت محنت و مشقت سے اُس کے جواب کو تیار کرتے ہیں
جیسے پانی اپنے دباؤ کے زور سے جلدی جلدی بوتل یا لوٹے کی ٹونٹی سے زیادہ نہیں نکل سکتا
اسی طرح تقریر اُن کے منہ سے بہ نسبت تنگی ذکاوت کے نہیں نکل سکتی بعض آدمیوں کا بیان جیسا
صاف اور فصیح ہوتا ہو ایسی تحریر نہیں۔ اگر کسی مضمون کو کہیں تو مرغوب طبائع ہو اور لکھیں تو کسی کو
پسند نہ آئے بعض آدمیوں کی تقریروں میں چراغ کی سی چراند ہوتی ہے کہ وہ اپنے گرد پھیلتی ہے
بعض اوقات موقع ایسے پیش آجاتے ہیں کہ تقریر میں خود بخود بلاغت پیدا ہو جاتی ہو اور مقرر

کو خبر نہیں مولوی کہ تقریر کے زور نے میرے منہ سے کیا نکلوا دیا۔

(۱۱) تقریر میں فصاحت سے زیادہ طرز ادا حسن و خوبی آوازی اثر پیدا کرتی ہے۔
بعض فصحا و بلغا کلام اپنے الفاظ کے ساتھ وہ حرکات خوش نما کرتے ہیں کہ پھر واں کی جاتی پھبن یا انکا مطلب آ جاتا ہے۔ فصاحت کلام بعض اوقات بد آوازی کے سبب خاک میں مل جاتی ہے۔ بعض فصحا کے کلام نے پہلے ہزاروں کے دلوں پر اثر کیا اب وہ اثر نہیں کرتے تو اس کا سبب یہ ہے کہ ہم اس فصیح کی حرکات کو اس کے کلام کے ساتھ ادا نہیں کر سکتے یعنی پوری نقل نہیں اتار سکتے۔ فصاحت کلام کے ساتھ اس کا انداز بیان بھی ہو تو کلام کا اثر پیدا ہو۔ غرض اول کلام فصیح کی لیاقت حاصل کرنی اور پھر اس کے ساتھ وہ حرکات کرنی کہ جس سے سامعین کے دل میں کلام سحر کا اثر کر جائے نہایت ہی مشکل ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ کلام کو اس خوبی سے ادا کرے کہ اس کے سننے میں پڑھنے سے زیادہ لطف آئے۔ جو کچھ زبان سے کہے اس کی تصویر اپنی حرکات میں اتارتا جائے۔ افسوس ہے کہ ہمارے ملک میں نہ ویسی تقریریں سننے میں آتی ہیں نہ ایسی کے ساتھ وہ حرکات شیریں دیکھتے ہیں کہ کلام کا اثر دلوں پر ایسا ہو کہ ابھی کے موافق افعال سرزد ہونے لگیں ہمارے ہاں سے اس فن کا رواج ہی اٹھ گیا ہے شاید اس کے جاننے والے ڈھونڈنے سے دو چار ملینگے۔

(۱۲) غیب دانی

اگر ہم زمانہ کی تاریخ لے کر یہ لکھنا شروع کریں کہ انسان نے اپنی غیب دانی کے لئے کیا کیا علم مثل جفر و رمل ایجاد کئے۔ کیسے کیسے فال نامے اور تعبیر نامے و جنتریاں و جنم پترے تصنیف کئے۔ پرندوں کے اڑنے سے اور ان کے پر اکھیڑنے سے۔ جانوروں کی زبان دانی سے ان کی قربانی سے ان کے خون سے۔ ان کے دل اور جگر اور اعضا سے مردوں کی روحوں سے کیا کیا شگون لئے۔ آسمان پر ستاروں کے مقامات اور ادوار جنتریں اپنے لئے سعد و نحس ٹھیرائے۔ تو ہم کے رم کاغذ سیاہ ہوں اور مضمون ختم نہ ہو۔ انسان زمانہ ماضی کو

حساب لگا کے بتاتے ہیں کیا یقین کرتے ہیں کہ اس سال وبا آئے گی اناج مہنگا ہوگا قحط پڑیگا احمق ہی یقین کرینگے کہ ستاروں کے مقامات سے زمین پر نحوست پھیلے گی۔ نباتات بغیر ان کے حکم کے زمین سے سر نہ نکالینگے۔ عاقل تو یہ جانتا ہے کہ ستاروں سے پہلے خدا تعالیٰ نے نباتات پیدا کئے ہیں۔ تم بھول کر بھی کبھی نجومیوں۔ رمالوں جفر والوں۔ فال گویوں خواب کی تعبیر دینے والوں کے پاس نہ جاؤ۔ وہ خیالی اپنے فریب کے اصل ڈھکوسلے بناتے ہیں۔ بھولے بھالوں کو دام میں پھنساتے ہیں۔ تم سے چھ پیسے لے کر جب یہ مژدہ تم کو سناتے ہیں کہ تمہارے ہاتھ بہت دولت آئے گی تو ان سے ہنس کر کہو کہ آج مہربانی فرماکر ہمارے چھ پیسے واپس کیجئے اور جب دولت آئے تو ساری آپ لے لیجئے ؏

(۱۴) خوف

اس مضمون میں خوف الٰہی کا ذکر نہیں کرونگا۔ نہ جاہل گنواروں کا خوف بیان کرونگا جو بھوت پلید چڑیلوں مردوں کی ارواحوں کے چمٹنے سے اور جن دیو آسیب کے سر پر چڑھنے سے پیدا ہوتا ہے۔ یہاں فقط اس خوف کا بیان ہے جو انسان کو انسان ہونے کے سبب سے پیدا ہوتا ہے۔ خوف بھی کیا حیرت انگیز اور تعجب خیز چیز ہے کہ کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ کونسی کمانیاں دبا دیتا ہے کہ جس سے سارے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں وہ کونسا پھندا گلے میں ڈال دیتا ہے کہ ہماری آواز نہیں نکلتی اور نکلتی ہے تو لڑکھڑاتی ہوئی۔ وہ کونسی کل چلا دیتا ہے کہ دل ہلنے چھاتی اچھلنے لگتی ہے۔ وہ کونسا پمپ لگا دیتا ہے کہ آنکھوں سے اور کیا آنکھوں کہاں سے پانی بہنے لگتا ہے۔ وہ کونسی جونکیں لگا دیتا ہے کہ خون ہمارا سوت کے چہرہ کو ہلدی سا زرد بنا دیتی ہیں وہ کونسی آگ بدن میں لگا دیتا ہے کہ خون خشک ہو جاتا ہے۔ وہ کونسی برف جسم پر چھڑک دیتا ہے کہ بدن پر لرزہ چڑھ آتا ہے۔ وہ کونسے پر لگا دیتا ہے کہ میدان جنگ سے ہم پرندوں کی طرح اڑ جاتے ہیں کہ دشمن کے ہاتھ نہیں آتے۔ وہ کونسی میخیں ہمارے پاؤں میں جڑ دیتا ہے کہ ہم پاؤں نہیں

ہلا سکتے ہیں ہاتھ پاؤں ہلا کے اپنا سر دشمن کے ہاتھ سے کٹواتے ہیں ۔ وہ کو اس صدمہ
دل و دماغ پر پہنچتا ہے کہ عقل و ہوش نہیں رہتے ۔ باولوں کی طرح بھاگنے لگتے ہیں
یا مردہ بن کے لیٹ سے ہوجاتے ہیں خوف کی جلوہ گاہ رزم ہے وہاں وہ بڑے تماشے دکھاتا ہے
سپاہیوں کا برا حال کرتا ہے چہرہ کا رنگ اُن کا رنگ برنگ کا رنگتا ہے ۔ بندوقوں کی آواز میں
اور توپوں کی دھواں دھار سے کسی کا دل دہلا جاتا ہے کسی کو تلواروں کی دیک پروں
کی چمک سے سہا جاتا ہے ۔ کسی کو گولوں کے آنے سے لرزاتا ہے ۔ کبھی میدان جنگ میں سپاہ کثیر کو سپاہ
قلیل سے شکست دلاتا ہے ۔ ایک دشمن کا ان دوسرے دشمن سے مرتا ہے ۔ بھاگنے میں بھی
یہ اندیشہ پیچھے لگا رہتا ہے کہ معلوم نہیں کہ دشمن ہی فتح کیا سلوک کریں تو سب کے منہ چھپ چھپ کے
اندر میں جلخانہ میں بھجوائیں عورتوں کا لباس پہنا کر چلکی سپاہیں جڑ جاتی ہیں جب سپاہ
دشمن کے ڈر سے بھاگتی ہے تو اس کا عجب حال ہوتا ہے کہ نہتی عورتیں ان کی ہتیار رکھوا لیتی
ہیں بچے ان کو روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ سپاہی ایسے سٹپٹاتے ہیں کہ بھیڑوں کے گلے
ان کو دشمنوں کے سوار نظر آتے ہیں اور سرکنڈوں کے درخت نیزے معلوم ہوتے ہیں اور
جھاڑیاں برچھیاں دکھائی دیتی ہیں دوست دشمن معلوم ہوتے ہیں ۔ رات کو سوتے سوتے
دشمن کے خوف سے چونک اُٹھتے ہیں امن میں بھی امن نہیں ہوتے کبھی ایسے بدحواس ہو کر بھاگتے
ہیں کہ کنوئیں سے بچکر کھائی میں جا پڑتے ہیں کبھی ہاتھ پاؤں اُن کے ایسے بھول جاتے
ہیں کہ وہیں جگہ سے تلواریں بھی سر پر پڑیں تو ہل نہیں سکتے ۔ اس خوف سے خدا کی پناہ ہے
کوئی مصیبت اس سے زیادہ نہیں ہے جن لوگوں کو اپنی جائداد کے جاتے رہنے کا غلام
بننے کا ۔ غریب ہو جانے کا ۔ جلاوطن ہونے کا ۔ قید ہونے کا خوف لگا رہتا ہے ان کو
دن کا کھانا رات کی نیند حرام ہو جاتی ہے وہ ہر وقت ایسے رنج و الم میں مبتلا ہوتے
ہیں کہ جو حقیقت میں غلام ۔ غریب ۔ قیدی ۔ جلاوطن ہیں بھی کہیں زیادہ وہ ان سے خوش
رہتے ہیں لڑائیوں میں جو احمق سپاہی ہوتے ہیں وہ پھر دوسرے روز میدان کارزار میں

اپنے جوہر دشمن کے مقابلہ میں دکھاتے ہیں مگر جن کے دل پر دشمن کا خوف بیٹھ جاتا ہے اُن سے دشمن کی طرف مُنہ بھی نہیں ہو سکتا۔ بعض وقت جب آدمی کے جی میں خوف بہت پڑتا ہے تو وہ اپنے تئیں ہلاک کر ڈالتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خوف کی مصیبت موت کی آفت سے بھی زیادہ تکلیف دیتی ہے۔ یہ ایک بڑا دلچسپ مضمون ہے کہ دنیا میں خوف کے سبب سے کن کن کارخانوں کا انتظام ہو رہا ہے۔ اگر لڑکوں کو اُستاد کا، رعایا کو بادشاہ کی سیاست کا، سپاہ کو سپہ سالار کا، شریروں کو حاکم کا، اشرافوں کو اپنی عزت و آبرو کا خوف نہ ہو تو پھر انتظام ملکی کو دیکھو کیسا درہم برہم ہو جاتا ہے +

(۱۵) جہاں خوف نہیں وہاں امید نہیں۔ معاملات ملکی میں جہاں خوف آیا حماقت آگے سے ساتھ آئی۔ خوف ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ خوف ہی شرارت اور تکبر کا بادشاہ ہے۔ خوف ہی تمام برائیوں کا انجام ہے۔ جس چیز سے خوف ہوتا ہے اُس سے نفرت ہوتی ہے۔ خوف اگرچہ اندھا ہے مگر چالاک اور بہت مضبوط ہے۔ اکثر وہ چھپا رہتا ہے۔ بہادر کو موت وہ تکلیف نہیں دیتی جو نامرد کو خوف رنج پہنچاتا ہے۔ خوف بالطبع ایجاد شجاعت سخاوت کا مانع ہے۔ غلامی کی قوم میں اور مشرقی سلطنتوں میں مشہور اور نیک نام ہونا خوف سے خالی نہیں ہے جو شخص خوف نہیں رکھتا وہ دنیا میں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ خطا کی بہ نسبت خوف زیادہ ہے جو دل اداکرتا ہے۔ انسان خود بخود خوفوں کے آسیبوں کو سر چڑھاتا ہے۔ ان کی بنیاد سوا خیال کے اور کہیں نہیں ہوتی۔ وہ ایک بھوت پلید کی طرح اپنے تئیں چھپاتا ہے جس کا آثار شکل بھی معلوم نہیں ہوتا کہ بھوت لپٹا ہے یا خالی خوف ہے +

(۱۶) جب تک ہم مر نہ جاویں فیصلہ نہیں ہو سکتا کہ ہم خوشحال ہیں یا بدحال

حکمت یہ حال کو عقل سے بہرہ ور وہ یہ کہتا ہے کہ میں اپنے تئیں جب تک خوش نصیب صاحب اقبال جانوں کہ میرا خاتمہ بالخیر ہو۔ یہ جو کچھ مجھ کو جاہ و عزت و دولت حاصل ہے وہ اعتبار اور بھروسے کے قابل نہیں آج ہی کل نہیں زمانہ کا رنگ یکساں رہتا نہیں اور ہزاروں بنتے اور بگڑتے ہیں

یہ واقعات سے بھری پڑی ہے اگر آج ایک شخص کے سر پر تاج تھا تو کل وہ [illegible]
دشمن کی ٹھوکروں سے پامال ہو گیا۔ دیکھو شاہجہاں جیسے [illegible] جس کے ساتھ ہندوستان
کی سلطنت تھی وہ آخر عمر میں بیٹے کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر سلطنت سے بالکل ساقط الاختیار
کر دیا۔ تواریخ میں [illegible] ایام غدر ۱۸۵۷ء کا حال دیکھ لو جب انگریز فرمانروا کچہریوں میں
بیٹھ کر [illegible] تھے تو چند گھنٹے بعد اپنے ہی نوکروں کے ہاتھ [illegible] گرفتار ہو کر آج
[illegible] ہندوستانی بستی
[illegible] جگہ پھانسی کی
[illegible] گرائے میں
[illegible] اگر پھانسی کی رسی
[illegible] بیگمات نرم اچھوتوں
[illegible] مقولہ مشہور ہوا کہ ہمارے
[illegible] آدمی نہیں کر سکے
[illegible] کو سائی رس گرفتار ہوا اور قتل کا حکم دیا تو وہ قتل گاہ کو چلا [illegible]
[illegible] سائی رس کو اس کی خبر ہوئی۔ [illegible] اس کا سبب
پوچھا تو جواب پایا کہ سولن نے مجھے یہ سبق سکھایا تھا [illegible] کہ آدمی خواہ
کیسا ہی خوش اقبال و فارغ البال ہو مگر جب تک اس دنیا سے انتقال نہ ہو ہم اس کو خوش حال
نہیں کہہ سکتے کیونکہ انسان کے حال میں ایسے انقلاب غیر متوقع واقع ہوتے ہیں کہ جن کا
پہلے سے [illegible] وگمان بھی نہیں ہوتا سب کچھ بات کی بات میں ہی بدل جاتا ہے [illegible] اقبال
ادبار بننے میں کچھ دیر نہیں لگتی۔ جیسے عمارات عالیشان کے طوفان باد و باراں دشمن
ہیں کہ ہمیشہ ان کی بیخ کنی کے درپے رہتے ہیں ایسے ہی کوئی قوت مخفی ہے کہ انسان کی
[illegible] وعزت و شان کی دشمن ہے کہ ہمیشہ اس کے گھٹانے اور مٹانے کے درپے رہتی ہے

اقبال چند دنوں میں عزوجاہ کے سامان جمع کرتا ہے۔ وہ ذرا سی دیر میں اُس کو برباد کر دیتی ہے
آناً فاناً میں پاؤں میں زنجیر طلائی کو اور گردن میں طوق زریں کو آہنی بنا دیتی ہے۔ برسوں کی
کمائی کو ایک دن میں آگ لگا کر خاک بنا دیتی ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ سولن کا مقولہ انھیں اقبال مندوں
سے تعلق ہے جو دنیا کی دولت و حشمت و شان و شوکت رکھتے ہیں نہیں وہ اُن بزرگوں سے بھی متعلق
ہے جو دنیا کی دولت پر لات مارتے ہیں اور اُس کے آنے کی نہ خوشی کرتے ہیں نہ جانے کا غم نفس
کشی سے کام رکھتے ہیں۔ وہ بھی بعض دفعہ موت کے وقت ایسے بہک جاتے ہیں کہ ساری ریاضت عبادت
اُن کی کی کرائی اکارت جاتی ہے۔ مرنے کا وقت سب وقتوں سے زیادہ نازک ہوتا ہے۔ انسان
کی زندگی کی کسوٹی یہی دن ہوتا ہے کہ آدمی نرا آدمی رہ جاتا ہے۔ سارا لباس ظاہری اُتر جاتا ہے
پارہ پارہ ہو جاتا ہے جو دل کے اندر اُس کی بات ہوتی ہے وہ باہر آتی ہے۔ جو بات وہ کہتا ہے زبان
سے نہیں کہتا بلکہ دل سے۔ جن باتوں کو برسوں چھپائے رکھتا ہے وہ ان کو آپ ظاہر کئے بغیر
نہیں رہتا۔ بعض آدمی جن کو سب نیک جانتے تھے مرتے وقت وہ خباثتیں اپنی ظاہر کرتے
ہیں کہ پھر کوئی ان کو نیک نہیں کہتا۔ برخلاف اس کے بعض آدمی مرتے وقت وہ خوبیاں
ظاہر کرتے ہیں کہ زندگی میں جن باتوں میں بدنام تھے ان کو مٹا دیتے ہیں۔ غرض جب تک
کسی آدمی کا خاتمہ بالخیر جب ہو جائے تو یہ جانیں کہ وہ بڑا خوش اقبال اور صاحب نصیب تھا
(۱۷) بعض عاقلوں نے اس مضمون کو یہاں تک بڑھایا ہے کہ وہ مرنے کے بعد بھی کسی کو خوش
اقبال جب تک نہیں کہتے کہ اس کا نام نیکی کے ساتھ زندہ نہ رہے۔ مرنے کے بعد بعض آدمیوں
کے لئے وہ کرتوت اور کوتک چھوڑتے ہیں کہ جس سے کوئی اُن کا نام تعظیم کے ساتھ نہیں لیتا وہ
کبھی خوش اقبال نہیں ہوتے

(۱۸) ایک آدمی کا نفع دوسرے آدمی کے نقصان یا خرچ سے ہوتا ہے

بہتیرے رزق کا پیشہ آدمیوں کی تجہیز و تکفین سے متعلق ہے جیسے گورکن مہابرہمن غسال کفن فروش یہ بنظر حقارت
سے دیکھے جاتے ہیں ان کی منفعت آدمیوں کے مرنے پر موقوف ہے اس لئے وہ بدخواہ

خلائق سمجھے جاتے ہیں اور ان کی کمائی کو بے برکت کہتے ہیں لیکن اگر انصاف سے دیکھو تو جو الزام ان کی منفعت پر لگتا ہے وہ علی العموم سب کی منفعت پر عائد ہو سکتا ہے۔ دنیا میں کسی کو کوئی سودا ایسا نہیں حاصل ہوتا کہ جس میں دوسرے کا زیان یا خرچ نہ ہوتا ہو۔ سوداگر دوکانداروں کا نفع صرفوں سے۔ زراعت پیشوں کا فائدہ اناج کی گرانی سے۔ معماروں کی منفعت مکانوں کے گرنے سے۔ وکیلوں و ججوں کا نفع ناحق کے باہمی قضایا و فسادوں کے نالشوں سے۔ مذہبی پیشوں کو منفعت عیال داری اور موت سے۔ حکیموں (جو اپنے دوست کی صحت سے بھی خوش نہیں ہوتے) کو فائدہ بیماریوں کی کثرت سے۔ سپاہیوں کو (جو اپنے ملک کے امن سے بھی خوش نہیں رہتے) جنگ و پیکار سے حاصل ہوتا ہے۔ ہر شخص اپنے دل میں سوچ لے کہ کوئی نفع بھی کو نہیں حاصل ہوتا ہے جس میں دوسرے کا خرچ یا نقصان نہیں ہوتا ہے۔ تو نیچر کا کلیہ قاعدہ ہے کہ جب تک ایک چیز فنا نہ ہو دوسری چیز پیدا نہیں ہوتی۔ غذا نشوونما نہیں پاتی جب تک وہ دوسری چیز کو تحلیل و فنا نہیں کرتی۔ جب کوئی چیز اپنی حد سے بڑھ کے شکل بدل لیتی ہے تو اس کی صورت سابق فنا ہو جاتی ہے۔ ایک کی فنا میں دوسرے کی بقا ہے۔ ایک کے فائدہ میں دوسرے کا زیان ہے۔

(۱۹) عادت و رسم و رواج

عادت کا مادہ عود ہے جس کے معنی پھر آنے کے ہیں پس جس چیز کو آدمی پھر پھر بار بار کرتا ہے اسے عادت کہتے ہیں۔ عادت کا قانون وہ ہے کہ جس کو ہم نے ایسا مان رکھا ہے کہ اس میں تبدیلی کرنی آسان نہیں بلکہ نہایت مشکل ہے۔

عادت کی معلمی و کارفرمائی

عادت انسان کی بڑی معلم اور کارفرما ہے۔ وہ اپنی معلمی اور کارفرمائی سے کاموں کے کرنے میں بڑی متقنی ہے۔ اپنے کام کی ابتدا ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں سے سہج سہج شروع کرتی ہے کہ جو کسی کی نظر نہیں پڑتی ہے۔ وہ بہت ہی ہولے ہولے اپنے قدم رکھتی ہے کہ کسی کو اس کی

آنے کی خبر نہیں ہوتی - اُس کو آگے بڑھانے میں زمانہ معاون ہوتا ہے - رفتہ رفتہ منزل مقصود
اُس کے قدموں کو پہنچا دیتی ہے - پھر وہ اپنے چہرہ سے نقاب اُٹھا لیتی ہے - غالب جابر
قہرمان کی صورت میں نمودار ہوتی ہے - اور انسان کی تمام قوتوں سے کہتی ہے کہ اگر کسی میں قوت
مقابل ہو تو میرے سامنے آجائے - کسی قوت میں مقابلہ کرنے کا یارا کیا یہ مقدور بھی نہیں ہوتا کہ اس کے
سامنے آنکھیں کرے - سر جھکا کر اُس کی قدرت کو تسلیم کر لیتے ہیں - نیچے ایک مثال لکھتے ہیں جس سے
ہمارے بیان کی توضیح ہوتی ہے کہ ایک گنوار کے گھر میں گائے نے بچھڑا دیا - اُس کی لڑکی نے
بچھڑے کو کندھے پر چڑھا کر روز پھرانا شروع کیا - ایک مدت کے بعد لڑکی جوان ہوئی بچھڑا بیل
ہو گیا - اُسے جوانی میں گردن پر لئے اِس طرح پھرتی تھی جس طرح لڑکپن میں - دیکھا عادت نے
کیا بیل کو ہلکا بنا دیا ہے کہ اس طرح لئے پھرتی تھی

(۲۰) غذا میں عادت کو بڑا دخل

طبابت کی کتابوں میں کھانے پینے - سونے جاگنے اور سب کاموں کے واسطے ہدایتیں
لکھی ہیں - مگر ان سب ہدایتوں پر عادت غالب رہتی ہے - اگر طبیب لکھے کہ فلاں چیز کھانی زہر ہے
تو عادت اُس کو جھوٹا کر کے دکھا دیتی ہے - کہ دیکھو میں نے زہر کھلا کر کیسا اس کو جیتا جاگتا رکھا
ہوا ہے سنکھیا زہر قاتل ہے مگر عادت اس کو غذا بنا دیتی ہے - تم نے بعض آدمی دیکھے ہوں گے
کہ سیروں سنکھیا کھا جاتے ہیں ایک بادشاہ نے سوا زہروں کے کچھ اور کھایا نہیں ایک عورت
ساری عمر صرف مکڑیاں کھایا کی - بہت سی قومیں مختلف اقالیم میں رہتی ہیں کہ جنکی غذا وہ
اشیا ہیں جن میں سے ہر ایک کو ہم زہر سمجھتے ہیں - اگر ایک وقت ہم اُن کے ساتھ کھائیں تو
کھا کر پھر پانی نہ مانگیں - لقمہ اجل ہو جائیں - کنجروں کو دیکھو کہ کیا کیا زہریلے جانور پکا پکا کر
مزے سے کھاتے ہیں - موش - سانڈے - بسکھپرے - گوہیں - سانپ وغیرہ - بعض قومیں وہ
ہیں کہ وہ ہماری غذا کو زہر جانتی ہیں - جس طرح ہم گوشت اناج وغیرہ کو کھاتے ہیں اگر وہ
کھا لیں تو فوراً مر جائیں

(۱۲) عادت حواس کو بیوقوف بناتی ہے اور احساس موقوف کرتی ہے

عادت موسم کی سختیوں سے بے خبر کر دیتی ہے۔ شکاریوں کو دیکھو کہ وہ بعض جگہ ساری ساری رات برف میں اور بعض جگہ پہاڑوں پر تمام دن دھوپ میں پڑے رہتے ہیں مگر اُن کے بدن کو خبر نہیں ہوتی۔ گھونسے لڑنے والے گھونسوں سے کچھ ایذا نہیں پاتے۔ ایک چیز خواہ کیسی ہی عجیب ہو اگر اُس کے دیکھنے کی عادت ہو جائے تو وہ پھر کچھ تعجب نہیں پیدا کرتی۔ دریاؤں کے آبشار اس زور شور کی آواز سے گرتے ہیں کہ کانوں کے پردے پھٹے جاتے ہیں۔ اہل مصر کو جو اُس کے سننے کی عادت ہو گئی ہے تو اس آواز کا احساس اُن کے کانوں پر نہیں ہوتا۔ اسی پر قیاس کر کے فیثاغورث نے ایک مسئلہ بے سر و پا گھڑ رکھا تھا کہ آسمانی مجسم کرے باہم ملصق ہیں اور وہ آپس میں رگڑتے ہیں کہ جن سے صدائے موسیقیہ پیدا ہوتی ہیں اور اُن میں ایسے تال سر ہوتے ہیں کہ جن پر ستارے ناچتے ہیں۔ یہاں ہیں پر جو ہم کو اُن کی آواز نہیں سنائی دیتی اس کا سبب یہی ہے کہ وہ بڑے زور شور سے ہمیشہ نکلتی رہتی ہے کہ اُن کا احساس ہمارے کانوں میں ایسا ہی نہیں ہوتا جیسا مصر کے آبشاروں کی آواز کا اہل مصر کے کانوں کو۔ لہاروں۔ ٹھٹھیروں۔ چکی پیسنے والوں کے کانوں میں اُن کے کاموں کی آوازیں اپنا اثر کرتیں تو وہ بہرے ہو جاتے مگر عادت ان آوازوں کا احساس کانوں پر نہیں ہونے دیتی۔ ریل گاڑیوں کی چلنے کی گھڑگھڑاہٹ کی آواز ہوتی ہے۔ مندروں اور گرجاؤں میں گھنٹے کس زور شور سے بجتے ہیں ان کے آس پاس جو لوگ رہتے ہیں ایسے عادی ہو جاتے ہیں کہ اُن کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ کب گاڑیاں آئیں اور کہاں گھنٹے بجے۔ باوجودیکہ یہ گاڑیاں نہ مسلسل آتی ہیں نہ گھنٹے برابر بجتے ہیں اُن کے آنے اور بجنے میں ایک وقفہ اور عرصہ ہوتا ہے۔ مگر یہ عرصہ و وقفہ کچھ عادت میں خلل نہیں ڈالتا بلکہ خود اُس میں داخل ہوتا ہے۔ ہم اپنے کپڑوں کو عطر میں بسا لیتے تو دو تین روز تک تو اُن کی خوشبو ہماری ناک میں آتی ہے مگر پھر عادت قوت شامہ کو

اسکا احساس نہیں ہونے دیتی - ہماری خوشبو سے اور لوگ اپنا دماغ معطر کرتے ہیں پر ہمکو محسوس نہیں ہوتی ❖

(۲۲) عادت کے باب میں افلاطون کی رائے

لٹو سے ایک لڑکا کھیل رہا تھا - افلاطون نے بہت سخت سست اس کو کہا - اس پر لڑکے نے کہا جناب کیوں ایسی ذرا سی بات پر اتنا گرم ہو کے جھڑکتے ہیں - افلاطون نے کہا کہ اس کو ذرا سی بات سمجھنا تیری غلطی ہے - کوئی عادت چھوٹی بات نہیں ہوتی - انسانوں میں جو بڑی بڑی برائیاں ہم دیکھتے ہیں ان کی ابتدا چھوٹی عمر میں ایسی ہی ذرا ذرا سی باتوں کی طرف مائل ہونے سے ہوتی ہے - اس لئے بچوں کی تادیب کا آغاز ماں کی گود سے ہونا چاہئے - وہ ماں باپ بڑی خطا پر ہیں جو اپنے بچوں کی ایسی شوخیوں سے خوش ہوتے ہیں - انہوں نے کتے کے تاک کر پتھر مارا - بلی کے ایک ڈنڈا جمایا - مرغی کے بچے کی گردن مروڑ دی - وہ باپ بڑا احمق ہے جو اپنے لڑکے کے دلیر اور دلاور ہونے کی نشانیاں یہ سمجھتا ہے کہ وہ لوگوں سے بے دھڑکی سے لڑتا ہے - لوگوں کے بڑے بڑے نام لے کر پکارتا ہے - نوکروں کے لڑکوں کو دبا لیتا ہے جو لحاظ کے سبب اس سے نہیں بول سکتے - یا وہ ذکاوت اور ذہانت کی علامت اپنے لڑکے میں یہ جانیں کہ وہ اپنے ساتھ کے کھیلنے والوں کو خوب فریب دیتا ہے اور الٹی چالیں چلتا ہے - ان کو یہ خوب سمجھ لینا چاہئے کہ یہ باتیں ظلم و ستم - دغا فریب کے درختوں کے بیج ہیں جنکو عادت نشوونما دیکر بڑا درخت بنائے گی اور اس کے زہریلے پھل چکھائے گی - اس کو بڑی غلطی سمجھو جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بچوں کو ایسی چھوٹی چھوٹی بری باتوں سے کیونکر روکیں وہ بڑے ہونے پر خود چھوڑ دینگے - ان کو خوب یاد رکھنا چاہئے کہ جو بچپن میں پیسے سے جوا کھیلتا ہے وہ بڑے ہونے پر روپیوں سے جوا کیوں نہ کھیلیگا -

بازیاں بدتے ہیں وہ رو بہو کیسے کیوں نہ بدینگے۔ بچوں کی تادیب اول ہی سے ایسی ہونی چاہیے کہ اُن کے دل میں برائیوں سے نفرت قلبی ہوجاے۔ برائیوں کی جو قدرتی مکروہ صورت ہے وہ اُن کے سامنے اس طرح لائی جائے کہ وہ اُس کے خیال سے بھاگنے لگیں خواہ وہ کیسی ہی خوب صورت بن کر آئیں مگر یہ اُن کو منہ نہ لگائیں بلکہ دل میں اُنکا تصور بھی نہ لائیں۔ لڑکے جو کھیل کھیلیں اُن میں چیند نہ کریں۔ بچوں کا اخلاق اِن کھیلوں ہی میں کیا جاتا ہے۔ یہی اُن کے سنجیدہ کام ہوتے ہیں چھوٹے لڑکوں کی تادیب انہی ہوتی ہے۔ کھیل کے اندر اُن کے دل میں یہ خیال ہی نہیں آتا کہ کوئی کھیل فریب کریں چیند کرکے بازی جیتیں جو لڑکے کھیل میں چیند کرتے ہیں وہ بڑے ہوکے ہر معاملات میں دغا فریب ضرور کرتے ہیں۔ غرض جو گناہ صغیرہ کو حقیر جانتے ہیں وہ گناہ کبیرہ کرنے لگتے ہیں +

۳۳) عادت ایک اعضا کا کام دوسرے اعضا سے لے سکتی ہے

بعض آدمی ایسے دیکھنے میں آتے ہیں کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے بعض اعضا لے کر نہیں پیدا ہوئے مگر اعضاء معدوم کا کام اعضاء موجود کو عادت نے سکھا دیا۔ ایک شخص کا ذکر ہے کہ وہ بن ہاتھوں کے پیدا ہوا۔ تو وہ ہاتھوں کے سارے کام پاؤں سے کرتا تھا۔ اور ان پیروں کو ہاتھ کہتا تھا۔ اِن سے وہ سیتا تھا۔ سوئی پروتا تھا۔ کپڑا قطع کرتا تھا۔ چوسر گنجفہ کھیلتا تھا بستول چھوڑتا تھا۔ ٹوپی اوڑھ لیتا تھا۔ بالوں میں کنگھی کرلیتا تھا۔ یہ سارے کام وہ ایسی پھرتی سے کرتا تھا جیسے کہ اور آدمی ہاتھوں سے کرتے ہیں۔ یہ اپنے کرتب جابجا دکھاتا پھرتا تھا جب کوئی اُس کو کچھ دیتا تھا تو وہ پاؤں سے اُسکو ایسا لپک لیتا تھا جیسے کہ ہم ہاتھوں سے لپکتے ہیں + ایک اور شخص بن ہاتھوں کے پیدا ہوا۔ جو اپنی گردن اور کندھوں سے دودھاری تلوار چلاتا تھا جسکو ہوا میں وہ اچھال دیتا تھا اور پھر لپک لیتا تھا۔ خنجر مار دیتا تھا۔ کوڑا ایسا ہی لگاتا تھا جیسا کوئی کوچوان مارتا ہے +

(۲۴) اعتقادات اور عقلی احکام پر عادت کا سبقت لیجانا

جب عادت کا مقابلہ ضعیف ہو جاتا ہے تو وہ دل پر اپنے خوب خوب نقش جما دیتی ہے اور یہ نقش بہت دل کو گھول کر اپنے اثر دکھاتے ہیں اعتقادات اور عقلی ارادوں اور عزموں کی گردن پر عادت سوار ہوتی ہے جدھر چاہتی ہے ادھر لے جاتی ہے - بڑی بڑی قومیں اور سمجھدار آدمیوں کو جیسی عادت آتی بنائی ہے ویسی کوئی رائے وہمی خیالی الا دہندہ نہیں لگی مگر ان مذہبی بیماریاں ان سے منتفی ہیں جہاں عادت کا بس چلا وہاں وہ خود آیت و قوانین بن گئی عقل انسانی کی رسائی اس تک نہیں ہو سکتی - اور مذہبی روشنی بھی اس کی تاریکی کو دور نہیں کر سکتی - اسی فیصلہ میں کیا ہے کہ جو حکیم تجربہ کا مشاہدہ کرتا پیچیدگی کا شکار ہوا اس کو بڑی شرم کی بات ہے کہ وہ حق و صدق کے واسطے استفہام ان لوگوں سے کرے کہ جنکا دل عادت کے بس میں ہے *

(۲۵) عادت نے جو رسوم میں ندرت پیدا کی ہے

دنیا کے قسموں میں کوئی بیہودہ سے بیہودہ بات مضحکہ کی نہ گذری ہوگی جس کو عادت نے کہیں کہیں آدمیوں کے افعال میں داخل کر دیا ہو اس کی مثالوں کا ذکر کرتے ہیں بعض جگہ ایسے آدمی ہیں کہ ان کے سلام کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جب کسی کو تعظیماً سلام کرتے ہیں اسکی طرف پہلے پیٹھ پھیر لیتے ہیں اور اس کی صورت نہ دیکھتے ہیں اور سلام کرتے ہیں ایک جگہ ایسی ہے کہ جہاں بادشاہ تھوکتا ہے تو اس کے دربار میں شاہزادیاں اور امیرزادیاں اپنا ہاتھ اس کے لینے کے لئے دوڑاتی ہیں - ایک اور قوم ہے کہ جس میں یہ رسم ہے کہ بڑے بڑے امرا ریشمی کپڑے لیکر بادشاہ کے پیخانہ لینے کے لئے دوڑے جاتے ہیں - ایک ایسی قوم ہے کہ جس میں بادشاہ سے باتیں لوگ نلیوں کے اندر سے کرتے ہیں - صرف بیوی بچے بادشاہ کے بات بغیر نلی کے کلام کر سکتے ہیں - بعض قوموں میں عورتیں اپنے خاوندوں کے ساتھ میدان جنگ جاتی ہیں - اور لڑتی ہیں اور افسری کی عزت حاصل کرتی ہیں -

بعض قومیں ہیں جن میں ناک۔ ہونٹھ گال میں زیور پہنتے ہیں۔ اور پستانوں اور سرینوں کے
بڑے بڑے سونے کے لٹکانے پہنتی ہیں۔ بعض قوم میں ناخن اور چھوٹی تھوں سے
بھری ہوئی انگلیوں کو صاف کرتے ہیں۔ بعض قوم میں سوا بادشاہ کے ہر سب کی اولاد
محروم الارث ہوتی ہے۔ بھائی بھانجوں کو وراثت ملتی ہے۔ کہیں صرف بھانجوں کو۔ بعض
قوموں میں جائداد اور اسباب کا یہ انتظام ہے کہ بادشاہی مجسٹریٹ تمام زراعت کی نگاہ سے
اور تقسیم پیداوار لوگوں کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ ہر شخص بحسب ضرورت پیداوار لے لیتا ہے
کسی قوم میں بچوں کے مرنے پر روتے ہیں بوڑھوں کے مرنے پر دعوتوں کے جلسے کرتے
ہیں۔ لیکن عورتیں خاوندوں کے بیوفائی کے سبب انہیں چھوڑ دیتی ہیں اور اور خاوند
کر لیتی ہیں لیکن عورتوں کی وہ در ر شا ہوتی ہے کہ ہر دو اپنے دیس کی تمام عورتوں کو
لڑوا لیتے ہیں اور ہمسایہ سے اور عورتیں مول لے کر آباد کر لیتے ہیں۔ کہیں مرد بے سبب بیوی
طلاق دے سکتا ہے مگر بیوی خواہ کیسا ہی سبب ہو مرد کو طلاق نہیں دے سکتی ہے
خاوند کو اختیار ہوتا ہے کہ اگر بیوی بانجھ ہو تو اسے بیچ ڈالے۔ کسی قوم میں مردوں کی
لاشوں کو ابال کر پکتے ہیں اور اس کا ایک شوربا بنا لیتے ہیں اور شراب میں ملا ملا کر کھاتے
ہیں۔ بعض قوموں میں مردوں کو کتوں اور پرندوں کے کھانے کے لئے رکھ دیتے اور
اسی کو اچھا سمجھا وہ جانتے ہیں۔ بعض قومیں یہ یقین کرتی ہیں کہ روحیں کھلے میدانوں میں
آزاد پھرتی ہیں اس لئے وہاں ان کے لئے بہشت کا سامان تیار رکھتے ہیں اور جانتے ہیں
کہ ان کی آواز کی گونجیں جو ہوتی ہیں وہ ان کی باتوں کا جواب روحیں دیتی ہیں۔ بعض
قومیں یہ سمجھتی ہیں کہ روحیں پانی پر رہتی ہیں۔ اور تیرتی جاتی ہیں اور تیر کر دور [illegible]
جاتی ہیں۔ بعض قومیں کندھے اونچا کرنے اور سر کے جھکانے کو نہایت اطاعت کی علامت
جانتی ہیں۔ بعض قومیں بادشاہوں کے دربار میں جوتیاں اتار کر جاتی ہیں۔ بعض جگہ بادشاہ
محلوں میں جو خواجہ سرا رہتے ہیں ان کی ناک اور ہونٹھ کاٹ کر بدصورت بنا دیتے ہیں کہ محل کی

کوئی عورت اُن پر عاشق نہ ہو جائے۔ بعض قومیں پیچھے ہیں اور آنکھیں اپنی نکال ڈالتے ہیں
کہ مراقبہ میں شیطانوں کو اچھی طرح دیکھیں اور بعض گوشہ گیری کے لیے باتیں ذہن میں اچھی طرح
آئیں۔ ہر شخص اپنے پیشے اور شوق کے موافق اپنا معبود مقرر کرتا ہے۔ سیاہی شیر یا بومڑی کو
پوجتے کوئی مچھلی کو اور علیٰ ہذا القیاس دیگر اہل پیشہ۔ بعض قوموں میں قسم کھانے کا یہ طریقہ ہے
کہ نیچے زمین کو چھوتے ہیں اور اوپر آسمان کو دیکھتے ہیں۔ بعض قومیں گوشت مچھلی دونوں کچا
کھاتے ہیں۔ بعض قوموں میں قسم کھانے کا یہ طریقہ ہے کہ آدمیوں کی قبر پر انگلی رکھتے
ہیں۔ بعض قوموں میں یہ دستور ہے کہ ہر سال نوروز کو بادشاہ ہر شاہزادہ اور امیر اور اپنے
متوسلین کے گھر تحفۃً آگ بھیجتا ہے۔ اُس کے آنے پر پہلی آگ ساری بجھا دی جاتی ہے۔ اُس
کے پاس ہمسایہ کے لوگ سب اُس نئی آگ کو لیتے ہیں اگر نہ لیں تو بادشاہ کے بد
خواہ سمجھے جاتے ہیں۔ بعض قوموں میں یہ دستور ہے کہ اگر کوئی بادشاہ تخت سلطنت ہاتھ
اٹھا کر تارک الدنیا ہو جائے تو ضرور ہے کہ جو اُس کا قائم مقام ہو وہ بھی سلطنت کو چھوڑ کر
تارک الدنیا ہو اور کوئی تیسرا شخص سلطنت کرے۔ بعض قومیں حسب ضرورت مختلف سلطنت
کی صورتیں بدلتی رہتی ہیں۔ کبھی بادشاہ کو معزول کر کے کسی بڑے بوڑھے کو بادشاہ بناتے
کبھی سلطنت جمہوری قائم کر لیتے ہیں۔ بعض قوموں میں عورت اور مرد دونوں کا قطع
اور ختنہ ہوتا ہے۔ بعض قوموں میں اگر سپاہی لڑائیوں کے میدانوں میں ستر یا کم دشمنوں کے
سات سر بادشاہ کے روبرو پیش کرے تو وہ امرا میں داخل ہو جاتا ہے۔ بعض قوموں میں
سلام کرنے کا یہ دستور ہے کہ زمین پر ایک انگلی ٹیکتے ہیں اور پھر اُس کو آسمان کی طرف اٹھاتے
ہیں۔ بعض قوموں میں مرد سر پر اور عورت کندھے پر بوجھ اٹھاتے ہیں۔ بعض قوموں میں
عورتیں کھڑی ہو کر اور مرد پالتی مار کر پیشاب کرتے ہیں۔ بعض قوموں میں دوست
آپس میں ایک دوسرے کو تحفتاً ناخون بھیجتے ہیں یہ کمال اتحاد کی نشانی ہے۔ بعض قوموں
میں چار گوتھ بچا کر شادی کرتے ہیں۔ بعض قوموں میں بچوں کو دو دو ماہ چار پر تک

آٹھ بارہ برس تک پلاتی ہیں بعض قوموں میں بچے کو پیدائش کے روز دودھ پلانا [illegible] سمجھا
جاتا ہے بعض قومیں سب طرح کے نباتات کھاتی ہیں جن میں بدبو ہو بعض قومیں اپنی سب
چیزوں کو کھلا رکھتی ہیں مکانات اُن کے بڑے تکلف کے ہوتے ہیں اُن کا ساز و سامان بیش بہا
ہوتا ہے مگر دروازہ گھر کی یا صندوق قفل لگانے کے لیے نہیں ہوتا وہاں چوروں کو
حسب مرضی ہوتی ہے بعض قومیں عورتوں کو سپاری کے ٹکڑے دانتوں کے تلے دبا کر رکھتی
ہیں۔ ناخونوں کے بڑھانے کو عیب سمجھتی ہیں بعض قومیں ساری عمر سر کے بال منڈا دینا
لازم سمجھتی ہیں بعض قومیں داہنے ہاتھ کے ناخون کترواتی ہیں اور بائیں ہاتھ کے ناخون
بڑھاتی ہیں اس کو ایک علامت سمجھتی ہیں اور بہادری کی نشانی اور خوبصورتی جانتی
ہیں بعض میں سر کے آدھے بال داہنی طرف کے بڑھاتی ہیں اور بائیں طرف آدھے بال
منڈاتی ہیں اور بعض کے پاس کے اضلاع کے آدمی آگے پیچھے کے بال سر پر بڑھاتی ہیں
اور بیچ اور ادھر کے بال منڈاتی ہیں بعض قوموں میں والدین اپنے بچوں کو اور خاوند
بیویوں کو مہمانوں کے حوالہ کر دیتی ہیں۔ اور اُن سے کچھ روپیہ لیتی ہیں بعض قومیں
میں جلسوں میں بغیر کسی تعلق و قرابت کے بچوں کو آپس میں بدل لیتی ہیں بعض قومیں
اپنے بیویوں کا گوشت کھاتی ہیں بعض قومیں اس کو برا نہیں جانتیں کہ بیٹا باپ کو ایک
خاص عمر پر مار ڈالے بعض قومیں اپنے بچوں کو ماؤں کے پیٹ کے اندر ہی مار ڈالتی ہیں
اور جب وہ پیدا ہوتے ہیں تو مائیں نہیں پال پوس کر اُن کو دیتی ہیں کبھی یہ نہیں ہوا
کم دیتی ہیں۔ ایک عادت نے یہ نہیں سکھایا کہ عورتوں کی سلطنت جمہوری ہو اور وہ
میدان جنگ میں صف آرا ہوں۔ اُن کی فوجیں آپس میں لڑ رہی ہوں۔ عادت بعض وقت
وہ کام کرتی ہے جو تعلیم کا کام کرے حکمت بعض جاہل گنواروں میں وہ وہ دانائی کی
خوبیاں پیدا کر دی ہیں کہ اگر حکیم اپنا سرمایہ اور ساری حکمت خرچ کرتے تو بھی وہ نہ پیدا
ہوتیں بعض قومیں ایسی ہیں کہ وہ موت کو نہایت حقارت سے دیکھتی اور سمجھتی ہیں کہ مرنا کوئی

غیرت سمجھتی ہیں۔ وہ غضب کا استقلال ہوتا ہے کہ سات برس کے بچے پرانے کوٹھے پر ہیں کہ وہ مرجائے مگر اس کے چہرہ کا رنگ متغیر نہیں ہوتا۔ دولت کو ایسا ناچیز جانتے ہیں کہ کیسہ اگر پڑا ہوا ہو تو اس کے اٹھانے کے لئے نہیں جھکتے۔ بعض اضلاع میں ساری خدا کی نعمتیں پیدا ہوتی ہیں مگر وہاں کے باشندے صرف ساگ روٹی پانی پر گذارہ کرتے ہیں اور کسی چیز کو نہیں کھاتے عادت ہی کا معجزہ تھا کہ ایک مقام میں سات سو برس تک کسی عورت کی ایسی کوئی حرکت نہیں معلوم ہوئی کہ وہ عصمت کے خلاف ہو +

(۲۶) دنیا کا کوئی برا بھلا کام ایسا نہیں ہے کہ جس کو عادت نے نہ کیا ہو یا وہ نہ کرتی ہو یا وہ آیندہ نہ کرے۔ اسی لئے ایک حکیم نے اس کو خطاب ملکہ جہان یا شہنشاہ عالم کا دیا ہے ایک شخص باپ کو مار رہا تھا جب لوگوں نے اسے لعنت ملامت کی تو اس نے کہا کہ یہ ہمارے خاندان کی عادت ہے۔ اسی طرح میرے باپ نے میرے دادا کو اور میرے دادا نے میرے پردادا کو مارا تھا۔ اور پھر اپنے بیٹے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ جب اس کی عمر میری برابر ہو تو وہ مجھے مارے گا جب بیٹا باپ کو گلی میں گھسیٹتا ہوا لیجاتا تھا تو باپ نے کہا کہ اب ٹھیر جا۔ یہ دروازہ جو تیرے سامنے ہے یہیں تک میں نے اپنے باپ کو گھسیٹا تھا۔ یہی حد ہمارے ہاں باپ کے گھسیٹنے کی مقرر ہے۔ ارسطو کا قول ہے کہ طبیعت کو بھی عادت ضعیف کر دیتی ہے اور اس کے خلاف کام کرانی ہے۔ خلقت کے سبب سے آدمی ایک دوسرے کو اتنا برا نہیں کہتے جتنا کہ عادت کے سبب سے +

(۲۷) عادت کی ایک حکایت ظرافت آمیز

اس حکایت لکھنے کے لئے ہم نے تھوڑی سی جگہ کاغذ میں سے چرائی ہے اہل فرانس کا قاعدہ ہے کہ انگلیوں سے ناک کو سنک کر رینٹھ پھینکنے کو گنوار پن سمجھتے ہیں اس کو رومال میں نکال کر جیب میں رکھتے ہیں۔ ایک شخص ظریف اور حاضر جواب بڑا تھا اس نے یہ اپنی عادت ڈالی کہ انگلیوں سے ناک سنکتا اور رینٹھ کو نکال کر پھینک دیتا۔ اس پر بہت سے آدمی اس کی طرف منہ پھیر لیتے اور

اس کو تو غلیظ سمجھتے ایک دن اس نے کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ میری اس نفاست کے کام کو لوگ غلیظ جانیں اور اپنے غلیظ کام کو نفیس سمجھیں بھلا یہ کیا نفاست ہے کہ ایک کپڑہ رومال میں ناک کی غلاظت لی جاوے اور پھر تہ کرکے جیب میں رکھی جاوے۔ اور اُس کا بوجھ ہر وقت ساتھ رکھا جائے۔ یہ غلاظت کا کام ہے یا میرا کام غلیظ ہے کہ میں ناک کی غلاظت کو ایسا ہی بدن سے دور کر دیتا ہوں جیسے کہ اور غلاظتیں دور کی جاتی ہیں۔ باوجودیکہ دلیل اُس کی لاجواب تھی مگر عادت اس دلیل کو کب سُننے دیتی تھی۔ لوگ اُس کی اس حرکت سے کراہیت ہی کرتے رہے بلکہ وہ بھی مجبور تھا کہ اپنی عادت نہ چھوڑ سکا +

(۲۸) خرق عادت

بچپن کی جہالت تھی جو اس کی اصالت سے انسان میں یہ بات پیدا ہوئی ہے کہ وہ خرق عادت کو سمجھ نہیں مانتا۔ عادت نے یعنی ایک چیز کو ایک ہی طرح ہمیشہ دیکھنے نے عقل کو اندھا کر دیا ہے کہ وہ دوسری طرح دیکھ ہی نہیں سکتی۔ یہ دلیل برخلاف اُن لوگوں کے بیان کی جاتی ہے جو معجزات اور خرق عادت کے قائل نہیں یہ عادت ہی کہ ہم وحشیوں کو جس تعجب کی نظر سے دیکھتے ہیں اُسی تعجب کی نگاہ سے وہ ہم کو دیکھتے ہیں ہم اُن کو اور وہ ہم کو دیکھ کر متعجب ہوتے ہیں اگر آدمی انصاف کی نظر سے دیکھے تو دونو کے تعجب کے لئے ایک ہی دلیل ہے۔ عقل انسانی کا ایک رنگ ہی جو سب انسانوں کی رایوں اور طریقوں میں چھا ہوا ہے خواہ وہ کسی صورت کی ہوں اُس کا مادہ بے انتہا ہے۔ اس کی بوقلمونی بے حد ہے جس کو تم اوپر کے بیان سے سمجھ سکتے ہو +

(۲۹) جن قوانین کو شخص کہتے ہیں کہ وہ نیچر (فطرت) سے پیدا ہوئے ہیں۔ وہ عادت سے پیدا ہوتے ہیں جن عادتوں کا رواج اقوام میں مروج ہے اُنکا ادب اس قوم کے ہر فرد میں موجود ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ان کے اختیار کرنے میں میری عزت و آبرو ہے اس لئے وہ کبھی ان سے بطیب خاطر جدا ہونا نہیں چاہتا۔ کریٹ میں جب کسی پر لعنت بھیجتے تھے تو دیوتاؤں سے

یہ دعا اُس کے لیے کرتے تھے کہ وہ بُری عادتوں میں مبتلا ہو۔ عادت کی زبردست قوت نے
اپنے جال کے پھندوں میں ایسا پھنسایا ہے کہ اس بے تحمل کر یہ سوچنا مشکل ہے کہ اُس کے
ارشادات اور ہدایات کے اچھے بُرے ہونے کا وزن کریں۔ اور سوچیں کہ وہ کیا ہیں جب
پیدا ہوئے ہم نے ماں کے دودھ کے ساتھ اس قوت کی عادت کو چوسا۔ باپ کے نطفے کے اثر نے
اُس کو ہمارے دلوں میں موجود کیا۔ آنکھ کھول کر خود دنیا کو دیکھا تو اُس کی سرحد میں
عادت کا غلبہ اور جلوہ دیکھا۔ چاروں طرف اُسی کی تعریف کا غلغلہ سُنا اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ اسی کے طریق پر چلنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ ایسا ہی سے یہ نتیجہ نکلتا ہے
کہ جو چیز ہماری عادت سے دور ہے وہ عقل سے بھی دور ہے۔ گو اس استدلال کا بہت سا حصہ
نامعقول ہے مگر واللہ اعلم بالصواب کیوں وہ عالم کو مقبول ہے۔ ہر قوم اپنی ہی عادتوں
سے خوش رہتی ہے اور اُسکو پسند کرتی ہے۔ انھیں کو بھلا جانتی ہے۔ ایک شخص مسمی لی عادات
دارا نے یونانیوں سے کہا تھا کہ جو قومیں مردوں کو کھا جاتی ہیں اُن کی (اُن کا یہ مقولہ تھا کہ
آدمی کے پیٹ سے زیادہ کوئی عمدہ مدفن آدمی کے لیے نہیں ہے) عادت کو تم کیوں نہ سب
چھڑا دیتے تو یونانیوں نے جواب دیا کہ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ وہ اُن کو دی جائے
جس سے وہ اپنی یہ عادت چھوڑ دیں جب بتدریج اُن کو یہ فہمائش کی گئی کہ تم یونانیوں کی
طرح مُردوں کو جلایا کرو تو اس تحریک کو انھوں نے نہایت خوف سے سنا۔ ہر ایک آدمی ایک ہی
کام کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے کیونکہ عادت نے اصلی صورت چیزوں کی ہم سے چھپا دی ہے
تو انہیں عادت کی پابندی کے لیے کوئی وجہ پوچھنے کی ضرورت نہیں بغیر سمجھے بوجھے اُس پر
عمل کرتے ہیں تمام خانگی امور میں۔ شادیوں میں بیاہوں میں تجہیز و تکفین دینے میں
وصیت ناموں میں۔ خرید و فروخت میں یہ وہ قوانین ہیں اُن کے سمجھانے کی ضرورت
ہے نہ زبان سے کہنے کی حاجت ہے بغیر اُس کے سب بسر و چشم قبول کرتے ہیں ؛

(۳۰) علم کا اظہار بیہودہ طور پر

بعض عالم علم کا اظہار ایسا بیہودہ طور پر کیا کرتے ہیں کہ جن سے علم کی قدر و منزلت کم ہوتی ہے اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے اہل علم کی حقارت ہوتی ہے۔ عالم کہلانے سے غیرت آنے لگتی ہے یہ سبب دنیا میں بہت آدمیوں کی پیدا ہوگئی تھی اور ہے کہ آدمی میں علم کی وجہ سے وہ لیاقت کم ہو جاتی ہے جو فرمانروائی اور حکومت کے عہدوں و سپاہ کی افسری و حکمرانی کے لیے درکار ہے۔ تم پوچھو گے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس شخص کا دل علم کی دولت سے مالا مال ہو اس میں ایک شخص عقل و فہم اتنی بھی نہ ہو جتنی کہ ایک جاہل گنوار میں ہوتی ہے جس سے وہ اپنی اصلاح اور ترقی کر لیتا ہے بتانے جواب کے لیے بعض بڑے بڑے عاقل عالم حکیموں کی رائیں اور مباحثوں کا خلاصہ لکھتا ہوں جب کسی عالم کے ذہن میں بیگانہ خیالات اور بڑے بڑے مضامین جمع ہو جائیں تو اس کے دماغ میں لغات اور علوم کا ہجوم اصل دماغ کو بھینچ کر چھوٹا کر دیتا ہے اور یوں اپنے لیے جگہ خالی کر لیتا ہے۔ جیسے جڑ میں بہت پانی دینے سے درخت بالکل جل جاتا ہے۔ یا ڈوب جاتا ہے اور بہت تیل پڑنے سے چراغ بجھ جاتا ہے اسی طرح بہت مطالعہ کی شدت سے فہم کی جودت سلب ہو جاتی ہے ہزاروں خیالات اور مضامین ایسا سمجھو کہ آن کر گھیرتے ہیں اور دق کرتے ہیں انہیں کو ان قیدوں سے رہائی اور آزادی نصیب نہیں ہوتی کہ وہ خود اپنی جدت اور جودت دکھائے۔ دماغ علوم اور لغات کے بوجھ کے تلے دب کر ضعیف و ناتوان ہو جاتا ہے۔ مگر بعض عاقل اس بات کو نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے دماغ میں جتنی چیزیں آتی جاتی ہیں اتنا ہی وہ پھولتا اور پھیلتا جاتا ہے۔ اسی لئے پہلے زمانہ میں اکثر عالم فاضل منتظم کامل اور افسری سپاہ کے قابل ہوتے تھے۔ علما اور حکما کا فرقہ ایک ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنی تکمیل نفس کے خیال میں ایسا پھنسا رہتا ہے کہ وہ دنیا کے معاملات و مقدمات پر التفات نہیں کرتا وہ ایسا بے خبر ہوتا ہے کہ اگر اس کے ہمسایہ کا حال اس سے پوچھو تو وہ یہ نہیں جانتا کہ کیا کام وہ کرتا ہے بمشکل یہ بتا سکتا ہے کہ وہ انسان ہے یا کوئی اور حیوان ہے۔ بادشاہ اور گڈریے۔ چرواہے

گو اُسکے میں کچھ تمیز نہیں کرتا۔ وہ جانتا ہے کہ کامل گڈریہ ہو وہ ہے۔ اپنی بھیڑوں کے گلہ کی اُون کترنے میں مصروف رہتا ہی مگر گڈریہ سے زیادہ سخت اور نا ہموار اِن کاموں میں بادشاہ ہے اگر کوئی شخص اِس سے یہ کہے کہ میرے پاس دو دس سو دہات ہیں تو وہ اپنے تئیں یہ سمجھ کر میں دنیا کا مالک ہوں اِس جائداد پر ایک قہقہہ لگائیگا اور کہیگا کہ کیا یہ بھی کوئی جائداد ہے اگر کوئی شخص اِس کے سامنے یہ شیخی کرے کہ میرے خاندان میں امارت اور شرافت سات پشت سے چلی آتی ہے تو وہ کہیگا کہ بیچر کی تصویر کا تصور ہمارے ذہن میں درست نہیں ہر شخص کے باپ دادا دولت مند غریب بادشاہ غلام مہذب وحشی ہوتے آئے ہیں اگر تم کسی پیغمبر کی پندرہویں نسل میں بھی ہو تو تم کو اس پر کچھ فخر اور غرور کرنا نہیں چاہیے اس کو بخت و اتفاق جاننا چاہیے۔ ایسے حکیموں کو بھی لوگ احمق جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ کسی کام کے نہیں نہ وہ مجسٹری کے ڈھب کے ہیں نہ کچہری کے نہ کپتانی کے۔ اِن کو ایک نرالی قسم کا آدمی سمجھ کر ان کے اوضاع اور اطوار پہ ہنستے ہیں۔ بعض اہل دنیا اِن کو نہایت ذلیل اور خوار سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ دنیا کی ادنیٰ او معمولی چیزیں بھی نہیں سمجھتے ہیں اور اپنے پندار اور غرور پر مرتے ہیں الگ وہ عالم ہیں کہ جو اپنے تشخص اور تعزز پر مرتے ہیں۔ بات بات میں علمیت کا اظہار کرتے ہیں رات دن اس بتلانے اور جتلانے میں بسر کرتے ہیں کہ ہم دنیا کے معمولی عہدوں اور کاموں کے سرانجام کرنے کے لیے نہیں پیدا ہوئے بلکہ اِن کاموں کے انصرام کرنے کے واسطے جو اوروں سے سرانجام نہیں ہو سکتے۔ اپنی ذات کو اوروں سے برتر جانتے ہیں۔ طرز معاشرت بھی اپنی نرالی رکھتے ہیں گفتگو بھی اُن کی انوکھی ہوتی ہے۔ اوروں کی طرح بولنے سے اُن کو ننگ و عار آتا ہے بات کا بتنگڑ بناتے ہیں بڑے بڑے الفاظ خرچ کرتے ہیں وہ موٹے موٹے لفظ بولتے ہیں کہ لغت میں بھی ڈھونڈھنے سے نہیں ملتے۔ ایسے لوگ حکومت اور فرماں روائی کے عہدوں اور سرداری کے لیے سزاوار نہیں ہوتے جو اُن کے اوضاع و اطوار سے کمینگی اور رذالت ٹپکی پڑتی ہے۔ اِن کو لوگ سفلہ اور اوچھا اور چھچھورا جانتے ہیں جو لوگ اپنی حکمت میں بک بک کرتے ہیں اور کام

کچھ نہیں سکے وہ تجارت کے قابل ہوتے ہیں علم حکمت میں انھیں حکما کو فخر حاصل ہوتا ہے جو
علم صناعت میں اپنا ہنر و جوہر دکھاتے ہیں ہندس ارشمیدس کو یہ خیال آیا کہ مجھپر لازم ہے کہ
اپنے علم کو اپنے ملک کی حفاظت کے کام میں لاؤں۔ اسی سوچ بچار میں رہتا تھا کہ یکایک
اُس کے ذہن نے ایسی کلیں اختراع کیں جن کو اُس نے بنایا تو وہ ملک کی حفاظت کے کام آئیں جو کسی
کے خیال میں بھی نہیں آئی تھیں۔ باوجودیکہ یہ کام ایسی عظمت و شان کا تھا مگر وہ اُس کو
ہمیشہ لڑکوں کا کھیل سمجھتا تھا۔ اور اپنا دلچسپ نہ بتلاتا رہا جب حکیم اپنی حکمت عملی دکھاتا ہے
تو لوگوں پر کھلتا ہے کہ اُس کا ذہن کس رتبہ اور شان کا ہے اور وہ کس بلندی پر چڑھا ہے
اور شاید علم اُسکا کیسا وسیع ہے۔ حکیم تھیلز نے باتوں باتوں میں کہہ دیا تھا کہ دولت جیسی
حقیر اور ذلیل چیز کے واسطے کیوں اتنے لوگ محنت و مشقت اٹھاتے ہیں اُس پر ایک شخص نے
جھنجھلا کر کہا کہ آپ کی بھی حالت لومڑی کی سی ہے کہ جو چیز ہاتھ نہ آئے اُس میں عیب بتلاتے
ہیں اس سخن تمیز کو سن کر اس حکیم نے اپنی ساری توجہ اس طرف مصروف کی کہ دولت
کس طرح پیدا کیجئے۔ پھر اُس نے اس سلیقہ سے تجارت کی کہ دولت تھوڑے دنوں میں وہ کمائی
کہ کوئی دوسرا شخص اس کی برابر نہیں کما سکتا تھا غرض معاملات دنیا کے کسی قسم کے ہوں
وہ حکمت اور علم کے ذریعہ سے بہت خوبصورتی سے طے ہو سکتے ہیں ⁂

(۱۳) جو خرابیاں علم اور حکمت سے پیدا ہوتی ہیں وہ اس سبب سے پیدا ہوتی ہیں کہ ہم اُن کا
استعداد پڑھنا بری طرح سے شروع کرتے ہیں۔ وہ طرز تعلیم اختیار کر رکھی ہے کہ جس سے
نہ متعلم کبھی دانشمند۔ قابل۔ عالم بڑا ہو۔ ماں باپ اپنی اولاد کی تعلیم میں ساری دولت
اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ اُس کو علم حاصل ہووے۔ اُس کی پروا نہیں ہوتی کہ وہ عقل اور نیکی
کی الف بے تے بھی پڑھ جاوے۔ اگر لوگوں میں سے ایک شخص کو عالم کہو دوسرے شخص کو نیک
تیسرے شخص کو احمق۔ تو اول شخص کی تعظیم کرنے میں کوتاہی نہیں کرینگے۔ دوسرے کو پوچھینگے
بھی نہیں۔ تیسرے شخص کو کہینگے کہ اس نے عربی فارسی سنسکرت کیوں نہیں سیکھی نظم و نثر کیوں نہیں

لکھی غرض علم کیوں نہیں سیکھا جو احمق رہا۔ مگر وہ اصلی بات جو عقل و ہوشیاری سے متعلق ہے اُس کا ذکر نہیں کرینگے ہم کو زیادہ تر نظر اس پر چاہیے کہ عالم نیک و عاقل ہو نہ یہ کہ وہ شخص جس نے خوب محنت کر کے علم کو اپنے حافظہ میں ٹھوس ٹھوس کر بھر لیا ہو عقل و فہم اور کوشش کو خالی رکھا ہو غرض اس طرف خیال نہیں ہے کہ علم ہماری عقل بڑھائے۔ دل کو نیکی کا خیال دلائے ہمارا حال اُن چڑیوں کا سا ہے کہ وہ کھیت پر دانہ چُگنے کے لیے گئیں وہاں سے چونچ میں دانہ لے کر اپنے گھونسلے میں آئیں۔ اور وہ دانہ جوں کا توں اپنے بچوں کے مُنہ میں رکھ دیا اور کوئی مزہ و سکا خود نہ چکھا۔ ایسے ہی ہم علم فقط شیخی کے لیے پڑھتے ہیں کتابوں میں سے کہیں یہاں سے کہیں وہاں سے علم کو چُگتے ہیں اور اُس کو نوک زبان کرتے ہیں اور سُننے والوں کے مُنہ پر تھوک دیتے ہیں۔ ہم کتابیں چند جمع کر کے مطالعہ کرتے ہیں اُن میں سے جو فقرات پسند آئے اگر حافظہ اچھا ہوا تو اُن کو یاد کر لیا نہیں تو اُنکو لکھ لیا۔ گویا کہ ایک کیاری کی پود اُکھیڑ کر دوسری کیاری میں لگا دی اور اُس کو اپنی تصنیف بتلانے لگے۔ حالانکہ جیسی وہ پہلے پرائی تصنیف تھی ایسی ہی ویسی ہی نقل اُتارنے سے تو اپنی تصنیف نہیں ہو جاتی۔ غرض اپنی گرہ کی پونجی کچھ نہیں رکھتے کوئی بات اپنے دماغ سے نہیں پیدا کرتے۔ پرائی باتیں اور کہانیاں کہی ہوئی طوطے کی طرح دُہراتے ہیں۔ جھوٹے سکوں کی طرح صرف گننے کے کام کے ہیں چلنے کے کام کے نہیں ہم یہ بھی بکا کرتے ہیں کہ اس بات میں افلاطون کا یہ منشا ہے ارسطو کا یہ قول ہے۔ بوعلی سینا کا یہ مقولہ ہے بطلیموس کا یہ مسئلہ ہے۔ ہمارا حال ایسا ہوتا ہے جیسے کسی علم کے شوقین امیر کا کہ وہ ہر علم کے صاحب کمالوں کو نوکر رکھ لیتا ہے۔ اگر دوست احباب سے کسی علم کے مسئلہ میں بحث آن پڑی تو وہ اُس علم کے عالم سے خود پڑھ کر اُسے سمجھ لیتا ہے۔ پھر بحث کرنے کے لیے ہو بیٹھتا ہے۔ یا ایک بڑا کتب خانہ جمع کرتا ہے کوئی سوال اُس سے پوچھے وہ کتب خانہ سے کتاب نکال کر اُس پر بحث کرنے کے لیے ہو بیٹھتا ہے۔ کوئی لغت کی تحقیق ہو کتابیں کی کتابیں موجود ہیں۔ غرض اپنا دماغ خالی ہے۔ مگر کتب خانہ کتابوں سے پُر ہے اُسی کے سہارے چلتے ہیں۔

یہی حال ہمارا ہے کہ ہم اپنے حافظہ کے بل پر چلتے ہیں۔
ہماری عادت ہے کہ غیروں کے علم اور رایوں پر بھروسہ اور اعتماد کرتے ہیں مگر ایسا علم عمیق کچھ نہیں ہوتا۔ انہیں بھی بھُس بھُسی اور کھوکھلی ہوتی ہیں۔ انہیں کو ہم اپنا علم اور رائے سمجھنے لگتے ہیں۔ ہمارا حال بعینہ ایسا ہوتا ہے کہ ہم کو آگ کی ضرورت ہوئی ہمسایہ کے ہاں سے لینے گئے۔ مگر وہاں جا کر چولہے کے پاس اپنے تئیں گرم کرنے کے لئے ہو بیٹھے اور آگ لانی بھول گئے۔ اس کیا فائدہ ہے کہ گوشت سے پیٹ بھر لیا۔ مگر وہ ہضم ہو کر جزو بدن نہ ہوتا ہو نہ اس کا تحلیل کا عمل ہوتا ہو۔ بالکل ایسا ہی اس علم کا حال ہے کہ وہ ہمارے حافظہ میں بھرا ہوا ہے مگر ہماری عقل کو بڑھاتا ہو نہ نیکی کے خیال کو پیدا کرتا ہو۔ ہم اوروں کے بازوؤں پر اتنا بھروسا کرتے ہیں کہ اپنے بازوؤں کی قوت کھو بیٹھتے ہیں اگر موت کا خوف پیدا ہو تو اس کے علاج کے لئے اخلاق جلالی کی ورق گردانی کریں گے۔ اور اس صفحے کو پڑھیں جس میں علاج خوف موت لکھا ہے۔ اگر ہم کو اپنی عقل و فہم کے استعمال کا طریقہ ٹھیک معلوم ہوتا تو ہم خود ہی خوف موت کا علاج اپنے ذہن سے جان جاتے۔ ہم عالم تو غیر آدمیوں کے علم سے بن سکتے ہیں مگر عاقل دوسروں کی عقل سے نہیں بن سکتے۔ جو شخص اپنی ذات کے معاملات میں عاقل نہیں اُس کی عقل حقارت کے قابل ہے۔ جو شخص اپنی ذات کو اپنی عقل سے فائدہ نہیں پہنچا سکتا وہ عاقل نہیں ہے جاہل ہے۔ اگر طلبہ کی طبیعت کی اصلاح اور عقل کی ترقی تحصیل علم سے نہ ہو تو بجائے علم حاصل کرنے کے بہتر ہے کہ وہ گلی ڈنڈا کھیلا کریں جس سے بدن کی تو اصلاح ہو گی اعضا میں چستی چالاکی تو پیدا ہو گی۔ ایک شخص پندرہ سولہ برس تعلیم پا کر مدرسہ سے باہر نکلا۔ اب اُس کو کوئی ایک زبان آتی ہے بعض علوم کے اجزا معلوم ہیں۔ اب وہ اپنے اُس علم پر پھولا نہیں سماتا جانتا ہے کہ میں نے بہت کچھ حاصل کر لیا۔ ہر جا اپنے علم کی نمود ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتا کہ یہ علم کچھ علم نہیں ہے۔ میرا حال ایسا ہی ہے جیسا پہلے مدرسہ میں داخل ہونے سے تھا۔ علم پر جب فخر ہو کہ عقل [illegible] نیکوکاری کی طرف خیال ہو۔ کوئی بات اپنے دماغ سے پیدا کرے ✤

(۳۳) بعض عالموں کو یہ خبط ہوتا ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم سے زیادہ کوئی نوع انسان کو فائدہ پہنچانے والا نہیں۔ گمراہوں کو راہ مستقیم پر لانا ہمارا کام ہے۔ اہل ضلالت کی ہدایت و دلالت ہم پر منحصر ہے۔ اگر غور کر کے دیکھیے تو اُن سے اتنا فائدہ بھی نہیں ہوتا جیسا کہ راج مزدور اور لوہار سے ہوتا ہے۔ کسان اور موچی جس کام کو کرتے ہیں اسے جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں جو کچھ وہ اپنے کام کی نسبت بیان کرتے ہیں وہ درست ہوتا ہے۔ مگر یہ عالم مصنوعی تو فقط آپس میں لڑنے کے لیے موشگافیاں کرنی جانتے ہیں۔ دماغ کے باہر جو علم اُن کے تیر رہا ہے اسی کو اترا اترا کے بے معنی طور پر بیان کرتے ہیں اور اپنی مشیخت بگھارتے ہیں۔ اُن کا حال ایسا ہے جیسے کہ گدھے پر کتابیں لاد دیں۔ یا کسی حکیم ہزار تول سے چھپتے اٹھا دے قانون تشخیص اسباب از بر ہے مگر کسی مریض کا علاج نہیں کر سکتے۔ قوانین دیوانی و فوجداری نوک زبان ہیں مگر فیصلہ نہیں لکھ سکتے۔ اسی لیے گورنمنٹ نے اپنے تمام اعلیٰ عہدوں کے لیے جو امتحان مقرر کیے ہیں انہیں مقدمات میں اسے بھی لکھنا داخل امتحان کیا ہے۔ علم عمل دونو کا امتحان لینا عین دانائی ہے۔ علم تو بغیر عمل کے حاصل ہو سکتا ہے مگر عمل بغیر علم کے نہیں آ سکتا ہے۔ اس لیے امتحان میں مقدمات کی رائے لکھنے پر زیادہ توجہ چاہیے۔ علم بے عمل عقیم اور عمل بے علم سقیم اور ازدواج علم و عمل منتج نتائج عظیم۔ خلاصہ اس تمام مضمون کا یہ ہے کہ علم اس کا نام نہیں ہے کہ پرائی باتیں یاد کر لیں اور اُن کو لکھنے لگے اور اپنے تئیں عالم سمجھ کر بڑی اکڑنے لگے۔ خود شیخی غرور کرنے لگے۔ علم وہ ہے جو عالم۔ عاقل نیک کردار بنائے۔ جب تک تین صفتیں علم۔ عقل۔ نیکی کی آدمی میں نہ ہوں وہ گورنمنٹ کے اعلیٰ عہدوں کے لائق نہیں ہوتا۔ جو عالم۔ عاقل و نیک کردار نہ ہو اُس کے واسطے علم ایسا ہی جیسے کسی اناڑی کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار دیدیا جائے کہ وہ اُس کو اس طرح پکڑے جس سے وہ خود زخمی ہو جائے جیسا یہ ہتیار اُس آدمی کے واسطے دہشت ناک ہے۔ ایسا ہی علم اُس عالم کے واسطے ہے +

(۳۳) انسان اپنے نفس پر اوروں کا قیاس کرتا ہے

المرء یقیس علی نفسہ یعنی انسان اپنے نفس پر اوروں کا قیاس کرتا ہے کیا اچھی اور اچھی بات ہے مگر افسوس یہ ہے کہ آدمی اوروں کے نفس پر اپنے نفس کی برائیوں کا زیادہ تر قیاس کرتا ہے اور نیکیوں پر کمتر اس مرض میں اکثر آدمی مبتلا ہیں ان کو اس سے بچنا چاہیئے دوسروں پر اپنا ایسا قیاس نہ کرنا چاہیئے جب سب آدمیوں کا نفس یکساں نہیں بنا۔ بلکہ ان میں ایسا اختلاف ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کسی کام کرنے میں میری نیت بد ہو اس کی بعد دوسرے آدمی کی اسی کام کرنے میں ہو۔ انسان کی خصائل و عادات اور طبائع و طرز معاشرت ہزاروں طرح کی ہوتی ہیں۔ ان میں جیسا اختلاف ہوتا ہے ایسا اتفاق نہیں ہوتا ہم کو اپنی بدنفسی کے سبب نیک نیت آدمیوں کی برائی کا قیاس کرنا نہیں چاہیئے۔ بلکہ ان کی تعظیم اور عظمت کرنی چاہیئے۔ اور یہ سمجھنا چاہیئے کہ ہم اپنی شامت سے بدبختی کی بلائیں مبتلا ہیں۔ اوروں کے پیچھے ناحق یہ بلا کیوں لگائیں غرض آدمی کو ہرگز یہ زیبا نہیں کہ وہ اوروں کے کاموں کی برائی بھلائی کا فیصلہ اپنے نفس پر قیاس کر کے کرے۔ گویہ کنوئیں کے مینڈک ہیں تھوڑے بہت سب ہی اس کے نشہ میں مبتلا ہیں جو ساری دنیا کو چور جانتا ہے۔ بے دیانت کے خیال ہی میں نہیں آتا کہ دنیا میں کوئی دیانت دار بھی ہوتا ہے یہ کیسی صریح غلطی ہے کہ جو چیز اپنے میں نہ ہو دوسرے میں یقین نہ کرنے۔ آپ لامذہب ہو تو کسی کو بامذہب مانے۔ اس کو یقین کرنا چاہیئے کہ اوروں میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ مجھ میں نہیں ساری دنیا میری ہی تقلید تو نہیں کر رہی ہے کہ جو میں کر رہا ہوں وہی اور کریں اس قیاس پر رائے قائم کرنے کی جگہ عدالت اور صداقت پر رائے مبنی کرنی چاہیئے یہی اوروں کے کاموں کے فیصلہ کرنے کا شاہانہ طریقہ ہے مگر جب زمانہ کسی قوم کی بد اخلاقی کا آتا ہے تو وہاں نیکی کا مفہوم دل سے اٹھ جاتا ہے نیک کام کرنا تو درکنار رہا دوسرے کا نیک کام کرنا سمجھ میں نہیں آتا۔ غیر کا خیال کرنا۔

بیوقوفی سمجھا جاتا ہے۔ جیسے اور گپ شپ اڑاتے ہیں ایسے ہی کبھی نیکی کا ذکر مسخرگی کے ساتھ کر دیتے
ہیں جیسے پتھر کو بت سمجھ کر پرستش کرتے ہیں۔ مجاز سے حقیقت پر نہیں پہونچتے اسی طرح وہ
نیکی کو فقط الفاظ میں ذکر کرکے نیکوکاری کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اُن کی نوک زبان پر ذکر ایسا
ہوتا ہے جیسے طاق میں کھلونے جو محض زیبائش اور آرائش کے واسطے رکھے جاتے ہیں ایسی
بدنفسی پیدا ہو جاتی ہے کہ دل میں کسی نیکی کا لحاظ اور ادب نہیں رہتا۔ نیکوکار کی نیکی کی تاثیر
کو بھی بگاڑ دیتے ہیں کسی بزرگ شجاع۔ سخی نے خواہ کیسی ہی نیک نیتی کے سبب کام
کئے ہیں وہ اُس کی وجوہ بیہودہ بتائیں گے اگر کسی بڑے عالم کے علم کا بیان ہو تو کہہ دینگے
کہ واللہ اُس کو علم سے بہرہ نہیں ہے فقط چند مسائل علمیہ یاد کر رکھے ہیں۔ اُن کا حال حیوانات
کا سا ہے جو افعال اور اقوال انسانی کی نقل اُتارتے ہیں جیسے طوطے اور بندر۔ ایسے ہی زاہد
متبرک کو ریاکار اور عابد مقدس کو مکار بتلا دینگے کہ انھوں نے تزویر کا جال عوام کے شکار
کرنے کے لئے پھیلا دیا ہے۔ غرض وہ اپنے اوپر قیاس کرکے ساری دنیا کو بدافعال و زشت
جانتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بھی بہت سے کام۔ اخلاق۔ عدالت۔ شجاعت کے کرتے ہیں جو عوام
کی نظر میں نیک معلوم ہوتے ہیں مگر اُن کی محرک خود غرضی ہوتی ہے نیکی نہیں ہوتی۔ اُن کے
کرنے میں مطلب سعدی دیگر است معلوم نہیں فقیر کیا ڈالتا ہے اور کیا نکالتا ہے۔ ایسا ہی خیال
ساری دنیا میں لگاتے ہیں جو نیکی کر رہے ہیں یا کر چکے ہیں اُن کو ریاکاری میں ایسا ملکہ ہوتا ہے کہ
اپنے حب جاہ اور شہرت اور ناموری کے اغراض کو رفاہ عام اور جمہور انام کے فائدہ عام کے
لباس میں بالکل چھپا دینا اُن کے نزدیک کوئی بات نہیں ہوتی۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس قوم میں
وہ لوگ اپنی بدکاری کے نفس پر قیاس کرکے ساری دنیا کو اپنا ہی سا سمجھتے ہیں بلکہ اپنے سے بھی بدتر
ادبار کے گڑھے میں روز بروز گرتے جاتے ہیں نہ اُسمیں یک رنگی اور یک جہتی پیدا کرتے ہیں نہ
ایک دوسرے کی عزت دل میں رکھتے ہیں اور نہ دوسری قوموں میں عزت اور اعتبار پیدا کرتے ہیں بلکہ
اور زیادہ ذلیل اور خوار ہوتے ہیں اسلئے اپنے نفس پر قیاس کرنا چھوڑ دو +

(۳۴) ہم ایک ہی چیز کے لئے روتے اور ہنستے ہیں

کیا تماشا ہے کہ ہم ایک ہی چیز کے واسطے گریہ و خندہ کرتے ہیں اسی کو شادی اور غم توام کہتے ہیں تاریخ میں صدہا مثالیں دیکھتے ہیں کہ بادشاہوں کی میدان جنگ میں معرکہ آرائیاں ہو رہی ہیں اور طرفین سے اپنے ہمسروں کے سر کاٹنے کے لئے لاکھوں روپئے کے انعام کے اشتہار دئے جا رہے ہیں مگر جب ہمسر دشمن کے سر کٹ کر آ گئے تو رو دئے ہیں سکندر جب دارا کے نزع کی حالت میں گیا ہے تو اسکا حال ان اشعار نظامی سے معلوم ہوتا ہے

سکندر رسانید کاے تاجدار	سکندر منم چاکر شہریار
چہ بودے کہ مرگ آشکارا شدے	سکندر ہما آغوش دارا شدے
سکندر بر آن شاہ فرخ نژاد	شبانگاہ بگریست تا بامداد
فرو دید بر خویشتن نوحہ کرد	کہ دارا ہمان زہر بایست خورد

انسان کے نفس کی عجب کیفیت ہے کہ وہ اپنے ایک جذبہ پر ایسا دو رنگہ نقاب ڈالتا ہے جس کے اوپر رنگ خوشنما اور روح افزا اور اسکے نیچے رنگ غم افزا و دل جاں گزا ہوتا ہے جب کسی دولت مند کے مورث مرتے ہیں تو ان کے وارثوں کے آنسو نقاب کے اندر مسکرانے لگتے ہیں ایک ہی وقت میں نفس میں ایسی تحریکیں پیدا ہوتی ہیں کہ متضاد جذبات جوش خروش میں آتے ہیں بعض واقعات کے پیش آنے سے جیسا کہ ہمارے چہرہ کا حال ہوتا ہے کہ ایک رنگ اُترتا ہے دوسرا رنگ جاتا ہے اور پھر حالت اصلی پر آجاتا ہے یہی حال ہمارے نفس کا ہوتا ہے کہ وہ رنگ بدلتا ہے مگر کسی رنگ کو ثبات نہیں ہوتا ہے ہر چیز بہت رخ رکھتی ہے اور صورتیں بھی اس کی کچھ کم نہیں ہوتیں۔ پس نفس ابھی ایک رخ دیکھ رہا تھا تو اس کی اور کیفیت تھی کہ وہ دوسرے رخ کو دیکھنے لگا تو جھٹ اس کی کیفیت بدل گئی۔ کچھ لیا تو خیر کی خالص اطاعت کرتے ہیں دیکھو کہ وہ ایک ہی چیز کے لئے ابھی ہنستے تھے ابھی رونے لگے ہم جب کبھی ایسے سفر میں جاتے ہیں جسکی صدہا تمنائیں اور آرزوئیں دل میں

رکھتے ہیں تو اپنے عزیز و اقربا اور دوست احباب سے رخصت ہوتے ہیں تو آنکھوں میں بے اختیار آنسو بھر آتے ہیں۔ بہو بیٹے ہوئے گھر سے سفر میں جاتے ہیں۔ ایسے ہی مدت کی مفارقت کے بعد جب کہ عزیز آپس میں ملتے ہیں تو آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آتے ہیں جاہل گنواروں میں تو عورتیں آپس میں مل کر ایک رونے کا تار باندھ دیتی ہیں پھر آپس میں ہنسی خوشی کی باتیں ہونے لگتی ہیں میکہ سے نئی دلھنیں رات کو دولہا کے گھر جاتی ہیں یہ دن ان کی خوشی کا وہ ہوتا ہے جو عمر بھر میں دوسرا نہیں ہوتا جس کی رات کو شب برات کی رات یا جشن کی رات کہتے ہیں۔ وہ رخصت کے وقت دولہا کے گلے میں ہاتھ ڈال کر جو گودی میں چڑھتی ہیں تو روتی ہوئی سواری تک جاتی ہیں۔ محرم کی مجلس عزا میں جو ہزاروں آدمی آہ و بکا کرتے ہیں اگر ان کے دل میں یقین ہو کہ یہاں کا ہمارا زار زار رونا وہاں جنت کی بہار دکھائے گا تو یہ غم کسی مبارک شادی سے کم نہیں۔ یہ سارے رونے خوشی کے رونے کہلاتے ہیں۔ ابھی ہم اپنے نوکر کو گالیاں دیتے تھے اس پر کوئی غصہ کی حد نکالنے کی باقی نہیں تھی کہ تھوڑی دیر کے بعد میاں بھائی کہہ کر اس سے باتیں کرنے لگتے ہیں۔ ابھی نوکر کو غصے میں آ کر سور گدھا کہا تھا مگر ان ناموں کی دُم ان کے پیچھے ہمیشہ نہیں لگاتے۔ پھر بھلا مانس اشراف کہہ کر پکارتے ہیں۔ ابھی بیوی سے سرد مہری تھی کہ جانتے بھی نہ تھے کہ کون ہے یا تھوڑی دیر میں گرم اختلاط ہونے لگے۔ نیرو نے ماں کو دریا میں ڈبونے کے لئے بھیجا تھا جب وہ جیتی آئی تو چہرہ غمگین بن گیا۔ بعض حکیم کہتے ہیں کہ سورج روشنی کا مخزن ہے اس سے سارا عالم منور ہوتا ہے وہ نت نیا اپنے تئیں بناتا ہے۔ پہلی شعاعوں کی جگہ نئی شعاعیں نکالتا رہتا ہے۔ غرض ان کے نزدیک شعاعیں علی الاتصال متواتر نہیں نکلتی رہتی ہیں۔ بلکہ شعاعوں کی وہ ریل پیل کرتا ہے کہ ان کے نکلنے میں جو وقفہ ہوتا ہے وہ ہمکو معلوم نہیں ہوتا ہے۔ بس یہی حال ہمارے نفس کا ہے کہ وہ جذبات کے بدلنے ایسے جلد جلد لاتا ہے کہ ہم کو خبر نہیں ہونے دیتا۔ زرکسیز بادشاہ ایران اپنی فوج کو دیکھ رہا تھا کہ وہ یونانیوں سے لڑنے کے لئے دریا ہلیسپانٹ سے عبور کر رہی تھی خوشی کے

بشاش بشاش تھا کہ لاکھوں آدمیوں کا میں حکمراں ہوں۔ مگر دفعتہ چہرہ بدل گیا۔ آنسوں بھر آئے اس خیال سے جو آئے کہ سو برس کے اندر اندر ان آدمیوں میں سے کوئی زندہ نہ رہے گا۔ غرض نفس ہی آنکھ بدل کر چیزوں کے ایک رخ کو چھوڑ کر دوسرے رخ کو دیکھنے لگتا ہے عزیز اور اقربا۔ دوستوں کے ساتھ اپنے خیالات کو دیکھو کہ نفس ان کی تواضع کیا کیا رنگ بدلتا ہے۔ غرض نفس جب کسی کام کرنے کا اظہار کرتا ہے یا اس کو شروع کرتا ہے تو بہت ہوشیار اور ہوشیار چالاک ہو جاتا ہے جس سے زیادہ کوئی اور شے چالاک نہیں ہے وہ ایک جذبہ کہ بہت زیادہ تیزی سے جلدی جلدی بدلتا جاتا ہے اگر اس کے جذبات کو ہم ایک چیز خیال کریں تو ہم اپنے تئیں فریب دیتے ہیں +

(۳۸) آدمی کو اپنے پیشہ و ہنر و عہدہ و منصب کے متعلق اوصاف پیدا کرنے مقدم ہیں

آدمیوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ جو اوصاف ان کو اپنے منصب و پیشہ کے متعلق سیکھنے چاہئے ان پر تو نہیں غور کرتے بلکہ اور اوصاف کو فی نفسہ اچھے ہوں حاصل کرتے ہیں۔ مگر ان کے شایاں نہیں ہوتے۔ یہ بلا زیادہ تر اس ملک کے روسا۔ امرا۔ راجاؤں۔ نوابوں بادشاہان ملک کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ ایک والی ملک ہو اس کی تعریف کیا ہوتی ہے کہ وہ خوب ہے نشانہ چلانا خوب ہے گھوڑے پر چڑھنے میں تو جواب نہیں رکھتا۔ یہ ساری خوبیاں اس کی ذات میں ہیں تب سمجھو جب اس کی عدالت اور سیاست کا علم اس کو ہوتا اور رعایا کو ہر حال میں خوش حال رکھنا جانتا ہوتا۔ یا ہر اپنی سلطنت کے کاموں میں خوب ماہر ہوتا۔ اس لئے طبقات بابری میں جو اس نے فطرت کے چیزوں کے بیان میں فصاحت و بلاغت تزک کی زبان میں دکھائی ہے کمال اس کا سمجھا جاتا ہے۔ فلپ کے دربار میں جو سفیر گئے تھے انہوں نے دموستھنیز کو لکھا کہ بادشاہ بہت خوبصورت ہے فصیح شخص بڑا ہے۔ شراب خوب پیتا ہے۔ تو اس دانشمند نے کہا کہ ان تعریفوں میں سے ایک تعریف

عورت کی ہے۔ دوسری سفیر یا وکیل کی۔ تیسری اسفنج کی۔ بادشاہ میں جن اوصاف ہونے
چاہئیں اُن میں سے کوئی نہیں ہے۔ بادشاہ وہ ہے جو میدان جنگ میں دشمن کو مغلوب کرے
اور مغلوب کرنے کے بعد اُس پر رحم کرے۔ وکیل عدالت میں تقریریں کرے۔ نجومی فلکی اجرام
اور سیارات کا بیان کریں مگر بادشاہ قوموں پر فرماں روائی کے ڈھنگ جانے۔ جو شخص اپنے
اعلیٰ درجہ کے کام کے تعلقات چھوڑ کر ادنیٰ کاموں پر متوجہ ہو کر کوئی خوبی پیدا کرتا ہے تو وہ
خود یہ شہادت دیتا ہے کہ میں نے اپنا وقت جو ضروری اور فائدہ مند کاموں میں لگانا چاہئے
تھا وہ اور کاموں میں بُری طرح صرف کر دیا۔ فیلقوس شاہ مقدونیہ نے جب ایک دفعہ سنا
کہ اُس کا بیٹا سکندر اعظم کسی مجلس میں خوب گایا تو اُس کو بہت لعنت ملامت کی اور کہا کہ تجھکو
اُس مجلس میں اچھی گانے سے شرم نہ آئی یہی سکندر جب ایک گویے سے کسی موسیقی بات پر زیادہ
اُلجھنے لگا تو اُس گویے نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ خدا وہ دن نہ دکھائے کہ حضور اِن موسیقی
باتوں میں مجھ سے زیادہ ماہر ہو جائیں۔ ایک فصیح بیان یونان نے ایک بادشاہ کو طعنہ دیا
کہ آپ میں وصف کیا ہے بہادر بڑے ہیں تیر انداز نیزہ باز یا کوئی اور ہتیار چلانا خوب جانتے ہیں
بادشاہ نے نہایت ملائمت سے جواب دیا کہ میں اِن میں سے کچھ بھی نہیں ہوں مگر سب پر فرماں روائی
کرنی خوب جانتا ہوں۔ یہ سُن کر وہ قائل ہو گیا۔ روزمرہ دیکھتے ہیں کہ لوگ اپنے کام سے
غفلت اختیار کر کے اور اور کاموں میں محنت کرتے ہیں۔ ڈپٹی کلکٹر ہیں شعر خوب کہتے ہیں مرثیے خوب
پڑھتے ہیں وہ یہ نہیں سمجھتے کہ مرثیے پڑھنے سے کوئی ہمارا درجہ اور نہیں بڑھ جائے گا۔ بلکہ اُنکی
آہ اُن غریب بھوکے بھلے مانسوں کی ہم پر پڑے گی جو محرم کی بدولت سال بھر کی روٹیاں
کما لیتے ہیں۔ جن کاموں میں ہم دن رات مصروف رہتے ہیں وہ ہمکو اپنے کام میں نالائق
ہیں۔ ترقی ہو تو کیونکر۔ منصف ہیں گنجفہ خوب کھیلتے ہیں۔ وکیل ہیں جو شطرنج میں رات دن لگے
رہتے ہیں اور پھر جھکتے ہیں کہ وکالت نہیں چلتی۔ منصفی میں نالائقوں کا درجہ بڑھتا ہے۔ آدمی
اپنے اوپر یہ فرض سمجھے کہ جو اس کا کام ہو پہلے اُسے اچھی طرح جانے۔ پھر دوسرے کام کو ہاتھ لگائے

(۳۶) بچوں کی تعلیم یعنی قوائے عقلیہ وجسمانیہ کا استوار ہونا

تمام علوم میں کوئی مسئلہ ایسا مشکل نہیں جیسا کہ بچوں کی تعلیم کا کہ جس کے حل کرنے میں ہزارہا سال سے صدہا عقلا و حکما و علما نے اپنا دل و دماغ خرچ کیا مگر اُن کی اختلاف آرا کے سبب سے ایسا حل نہ ہوا کہ جس میں کوئی ایسی گرہ نہ باقی رہتی کہ جس کے کھولنے میں آیندہ نیک نہاد عاقلوں کو مشکل نہ پڑتی۔ میں ان دانشمندوں کی رائیوں میں سے وہ چند باتیں منتخب کرتا ہوں جن کو اپنے اہل ملک کے لیے مناسب جانتا ہوں۔ یوں تو تعلیم کا اطلاق ہر پیشہ و ہنر و علم و فن کے سیکھنے پر ہوتا ہے مگر لکھنے پڑھنے کی تعلیم پر زیادہ تر۔ مگر سب سے زیادہ عمدہ قسم اس کی سمجھی جاتی ہے اگر شائستہ طور پر ہو ورنہ وہی سب سے بدتر ہے کہ جو انسان کو پڑھا لکھا جاہل بناتی ہے۔ یہ بات ہر کسان کے لیے آسان ہے کہ کھیت میں بیج بکھیر دیتا ہے مگر جب بیج پھوٹ کے پودے نکلتے ہیں تو اُس کو یہ تردّدات پیش آتے ہیں کہ کیونکر ان کو غذا کھلائے۔ پانی پلائے کس طرح بچائے۔ پالے کی ہوا سے بچائے اور دشمنوں کے سایہ کو برے سے ہٹائے۔ صدہا طرح کی آفات اور بیماری ان کے پیچھے لگی ہوئی ہیں جن میں سے بعض کو اپنے علم و ہنر سے وہ دفع کر سکتا ہے مگر بعض وہ ہیں کہ جن سے بچانا اُس کے اختیار سے باہر ہے۔ غرض بہت سے تردد اور فکر کے بعد اس کو یہ دن نصیب ہوتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کے بوئے ہوئے بیجوں کا پھل کھاتا ہے۔ بعینہٖ کسان کا سا حال انسان کا ہے کہ اولاد کا جنم دینا اُس کو آسان ہے یہ ہر کوئی جانتا ہے مگر اس کا پالنا۔ تعلیم دینا۔ تربیت کرنا سخت دشوار ہے۔ بہت سی تکلیفیں اُٹھانی پڑتی ہیں جنہیں وہی جانے جو سہے۔

آدمی کے بچے ریشہ اور بتدریج بڑے ہوتے ہیں۔ بچپنے ہی سے اُن کا مقتضائے طبیعت اور میلان خاطر معلوم ہو جائے کہ اس کے موافق اُن کی تعلیم و تربیت شروع ہو۔ کہ بچوں کے بشرہ سے صورت قیافے سے عاقل تفرس کرتے ہیں کہ کس تعلیم کا مادہ اس میں ہے۔ پنڈت جی بھی اپنی پوتھی سے بدھ ملا کے جنم پتری میں لکھ دیتے ہیں کہ کن گنوں گنوان اور ودیاؤں میں

بدمان ہوگا۔ نجومی مولود کے طالع سے نجوم کے حساب کے موافق بتلاتے ہیں کہ ان کی طبیعت کا میلان کس کس طرف ہوگا اور کونسا علم و ہنر ان کو آئے گا۔ مگر تجربہ ان سب کو غلط ثابت کر دیتا ہے۔ صدہا بچے ایسے ہوتے ہیں کہ جو ابتدا میں ان کی طبیعت کی علامات ظاہر ہوتی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان اصول اور قوانین کو اختیار کرینگے مگر بڑے ہونے پر وہ سب علامتیں مٹ جاتی ہیں اور اس اصول اور قوانین سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ بہت سے صاحب کمال ایسے گذرے ہیں جنھوں نے وہ اپنی خوبیاں اور نیکیاں کمال سے بڑے ہوئے پر دکھلائے جن کے کچھ آثار ایام طفلی میں نمایاں نہ تھے۔ غرض بچپنے میں طبیعت کی قدرتی اور اہلیت مدتوں تک پردہ میں رہتی ہے اور کوئی اعتماد ان پر اور بھروسہ نہیں ہو سکتا اسلئے بچے مدتوں تک اس بے خبری میں ایسی تعلیم پاتے رہتے ہیں کہ جن کے لیے ان کی طبیعت موضوع اور موزوں نہیں ہوتی۔ کیا یہ امر دشوار ہے کہ ہم ابتدا عمر ہی سے بچوں کے لیے تعلیم کی وہ راہ مستقیم اختیار کریں کہ جو ان کے مقتضائے طبیعت اور میلان خاطر کے موافق ہو۔ اس لئے ہم ان کی وہ تعلیم شروع کر دیتے ہیں جسکو ہم در حقیقت فائدہ مند جانتے ہیں گو یہ معلوم ہو کہ بچوں کی طبیعت میں کس تعلیم کی فطرتی قابلیت اور جبلی استعداد ہے

(۷۳) معلم اور طالب العلم

لڑکوں کی تعلیم کا سارا مدار معلم پر ہے۔ معلم کا فقط صاحب علم ہونا کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ لازم ہے کہ وہ نیک کردار، راست گفتار، خوش اطوار، نیک وضع ہو۔ طریقہ تعلیم سے ماہر ہو۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری معلم شاگردوں کے کان میں اپنی آواز بلند اس طرح ڈال رہے ہیں جیسے کوئی بوتل میں کیفی سے سر کو بھرتا ہے۔ ان کا حکم طالب العلموں کو ہے کہ وہ ہماری سنیں اور اپنی نہ کہیں جو سبق لیں اسے بار بار پڑھیں مگر یہ حکومت معلموں کی غلطی ہے اور طلبہ کی ترقی کو روکتی ہے۔ معلم پر لازم ہے کہ وہ فقط اپنے ہی ذہن کی مخترع باتوں کا بیان نہ کیا کرے بلکہ وہ طلبہ کو اجازت دے کہ جو باتیں انھوں نے اپنے مطالعہ اور ذہن سے نکالی ہوں

بیان کریں جب وہ بیان کریں اگر اُن کے بیان میں غلطی ہو تو اُن میں سے بعض کو خود درست
کر دے بعض کو کہہ دے کہ وہ خود صحیح کر لیں جو اچھے معلم ہوتے ہیں جب طلبہ اُن کے آگے
سبق لے کر بیٹھتے ہیں تو وہ خود کچھ نہیں بولتے بلکہ طلبہ خود بیان کرتے ہیں کہ آج ہم نے مطالعہ
میں ان باتوں کو نکال کر دلائے ہیں جب وہ سب اُن کو لیتے ہیں تو اپنی تقریر کرتے ہیں۔
غرض بغیر مطالعہ کے علم میں ترقی نہیں ہو سکتی معلم کو چاہیئے کہ وہ طلبہ کو مطالعہ کی عادت
دلوائے جس کا رواج روز بروز کم ہوتا جاتا ہے جو کچھ ہم نے سکھایا تو وہ بہت تھوڑا
ہوتا ہے مطالعہ ہی اس تھوڑے کو بہت بناتا ہے جو آدمی کسی علم و ہنر و فن و کام میں
کمال حاصل کرتا ہے اُس کو دو طرح کی تعلیم کا فیض ہوتا ہے ایک استاد کی تعلیم کا جو زیادہ
نہیں ہوتا ہے دوسرا اپنے مطالعہ کا اپنی تعلیم میں کوشش کا جو کوئی کامل استاد ہوا
وہ اکثر اس مطالعہ کی بدولت ہوا ہے۔

معلموں کی یہ حرکت نہایت نازیبا و نامناسب ہے کہ وہ طلبا پر اپنی حشمت [illegible]
اور مربیانہ عظمت و شریفانہ طور سے علم کی طرف رغبت [illegible]
بید ہاتھ میں رکھتے ہیں سبق پڑھانے کے چہرے غضبناک بناتے ہیں [illegible]
اور لڑکوں کو بدحواس بنا کے بعد اُن کی اصلاح کے درپے ہوتے ہیں [illegible]
کرتے ہیں اس کا اثر لڑکوں پر یہ ہوتا ہے کہ وہ مدرسہ میں داخل ہونے کے وقت [illegible]
پڑھتے نہیں ہوتے جیسے کہ خارج ہونے کے وقت [illegible] ساری ان کی [illegible]
جودت و ذکاوت مر جاتی ہے انسان سے حیوان ہو جاتے ہیں بعض استاد لڑکوں پر
لعنت ملامت کی بوچھاڑ بار بار وہ لگاتے ہیں کہ اُن کو جھڑکی کی [illegible] بات [illegible]
بے حیا و شرم خیالی رہتی ہے چکنے گھڑے بن جاتے ہیں استاد کا [illegible] غصہ [illegible] ہاتھ
ہاتھ میں لکڑی کا ہلانا چھوٹے لڑکوں کو دہشت دلاتا ہے [illegible]
رعب و خوف کا سمانا ایسا بُرا ہے جیسا کہ ایک نرم اور نازک پودے پر [illegible]

یا بھولی پر لو کا چلنا۔ لڑکوں کو شیریں کلامی کی چاٹ نہیں چکھائی جاتی بلکہ تلخ کلامی کا زہر چکھایا جاتا ہے۔ حسن خلق کے گلدستوں سے اُن کا دماغ معطر نہیں کیا جاتا۔ بلکہ عضو عضو کے نازک رخساروں پر مار کے نیلے و سرخ نشانوں سے لالہ و نافرمان کھلائے جاتے ہیں اس طرح تعلیم جو آزادی اور عزت کے لئے ہوتی ہے ہرگز نہیں ہوسکتی جن قوموں کے بچے مکتب میں جوتیاں کھائینگے وہ کیا خاک فرمانروائی کرسکینگے مدرسہ کو تو ایک انبساط و انشراح کی تصویر بنانا چاہیے کہ جس کی طرف بچوں کی آنکھیں شوق سے لگی رہیں جہاں اُن کو فائدہ حاصل ہوتا ہے وہاں خوشی بھی ہونی چاہیے۔ جو کھانا اُن کو ہضم ہوتا ہو اُس میں مصری کی ڈلیاں ملانی چاہئیں نہ یہ کہ زہر اگر گانا ناچنا معیوب گنا جائے تو خوش الحانی سے غزل خوانی کی اجازت دی جائے ہر قسم کی ورزش کی کھیلنے کودنے۔ دوڑنے اچھلنے پھلانگنے قدیں مارنے کی اجازت دینی ان کو سردی گرمی ہوا اور سورج کی تکالیف کے متحمل ہونے کی عادت ڈلوانی چاہیے غرض فرزانگی کے ساتھ مردانگی پیدا کرنی چاہیے جس سے وہ کسی خوف سے نڈر ہیں کھانے پینے میں مکان میں اوضاع و اطوار میں وہ باتیں جس سے ایک نامردی اور بزدلی اور زنانہ پن آئے اُن سے دور رکھنا چاہیے۔ غرض وہ عادتیں اُن میں پیدا کرو کہ زور آوری اور تنومندی کا بڑھے سختی اٹھانے کی عادت ہو ۔ حوادث روزگار سے متاثر و متاذی نہ ہوں کوئی تلخ دارو پینی پڑے تو اُسے کشادہ پیشانی سے پئیں غرض اصل شائستگی کی بنیاد انہیں قائم ہو

بعض اوقات طلبا اپنی عادات عجیب و غریب ایسی بنا لیتے ہیں کہ سیب کی بو سے دماغ پھٹا جاتا ہے۔ بلائی کی صورت سے جی متلاتا ہے۔ بھربریاں آتی ہیں مرغ کی آواز سے وحشت ہوتی ہے۔ گلبدن کی توشک بغیر سو نہیں سکتے پھول جب تک سرہانے نہ رکھے جائیں نیند نہیں آتی۔ پاؤں کی چپی جب تک نہ ہو پلک سے پلک نہیں جھپکتی۔ ذرا سی آواز چڑیا کی کان میں آئی تو ذہن میں مضمون آیا ہوا اڑ جائے۔ روزہ دار اور چورن نہ کھائیں یا سوڈا واٹر کی بوتل نہ اڑائیں تو غذا پیٹ میں امانت کی امانت رہے۔ کھچڑی کھاتے ہو بخار آتا ہے۔ معدہ کو

اُس پر نظر رکھنی چاہئے کہ ایسی دیوانہ وار عادتیں اُن میں نہ پیدا ہوں کہ عمر بھر اُن کی ہنسی لوگ اڑایا کریں اور چھیڑا کریں ۔

طالب علموں کو کتابوں کا غلام بنانا نہیں چاہئے ۔ اُن پر چودہ گھنٹے کے پڑھنے کی تاکید کرنی چاہئے بڑی تعطیلوں میں اُن کو مطالعہ سے باز رکھنے کی ہدایت کرنی چاہئے اور سمجھانا چاہئے کہ وہ صرف تمھاری تفریح کے لئے ہیں کتابوں کو بالائے طاق رکھ کر خوب سیر تماشے سے دل بہلاؤ پڑھنے کو بھول جاؤ ہفتہ میں ایک روز ضرور تعطیل مناؤ

(۳۸) کتاب بینی

کتاب بینی کی دو صورتیں ہیں اول صورت یہ کہ کتابوں کے کیڑے بن جاتے ہیں اور مطالعہ میں ہمہ تن ڈوب جاتے ہیں۔ بن مانس کی سی صورت بناتے ہیں کہ ناخون بڑھے ہوئے بال پریشان بکھرے ہوئے نہ کبھی اصلاح خط کرائیں نہ کبھی سر میں کنگھی کریں نہ بدن پر پانی ڈالیں نہ میلے کچیلے کپڑے بدن سے جدا کریں۔ غرض نہ تن کا ہوش ہے نہ بدن کی خبر ہے۔ مجذوب و مسلوب الحواس بن گئے کچھ فقر و فاقہ و افلاس کا بھی فکر نہیں نہ گورنمنٹ کی نوکری کی تمنا ہے نہ اپنے تئیں کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ دوسرے کو فیض۔ دوسری صورت یہ کہ غیر کے نفع و نقصان کو خوب سمجھتے ہیں مگر فائدہ نقصان سے خبر نہیں ہوتے۔ معاملات کے کلیات ذہن میں ہیں مگر جزئیات میں اُن کا عمل نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی قوم کی ترقی و تنزل کے اسباب پوچھئے تو خوب اُن کے کلیات برزبان ہیں ۔ مگر شخصی معاملات جو اپنی ذات سے متعلق اُنھیں پوچھئے تو بغلیں جھانکتے ہیں وہ اکثر حکمت و فلسفہ و تصوف کی کتابوں میں خیالی مضامین پڑھتے ہیں جن کا عمل ہونا دشوار ہے مثلاً اُنھوں نے دنیا کی بے ثباتی اور فقر و افلاس کے مضامین کو کتاب میں پڑھا جو بڑے فصاحت و بلاغت سے لکھے ہوتے ہیں اور اُن کا اثر دل پر ایسا ہوا کہ وہ افلاس کو اچھا جاننے لگے اور سمجھنے لگے کہ دولت و دنیا کی جستجو میں ذلیل و خوار پھرنا حماقت ہے۔ فقر و درویشی میراث پیغمبراں ہے۔ خدا ہم کو وہ شئے عطا کرے جس سے ہم بھی خاص بندے

خدا میں داخل ہوں مگر جس وقت افلاس آن گھیرتا ہے تو سارا یہ علم ناک کے رستہ نکل جاتا ہے
مثل دال کے لئے لکڑی اور روغن زرد کھانا پڑتا ہے اور معلوم نہیں کر کیا کیا اور کام کرنے
پڑتے ہیں بعض وقت جو تم دیکھتے ہو کہ بڑے بڑے عالم متبحر ترک دنیا کرکے گوشہ گزین ہو گئے
تو اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ کتاب بینی کی کثرت نے اُن کو دنیا کے کام کا نہیں رکھا۔ دنیا کی ناتجربہ کاری
نے ان کو سمجھایا کہ تم دنیا میں کیوں احمق بن کر رہو۔ مسجد خانقاہ کا گوشہ آباد کرو۔ وہاں تمہارا
گذارا خاصہ ہو جائیگا۔ غرض کتابوں کے مطالعہ کا یہ نتیجہ ہونا چاہئے کہ طالب علم سمجھے
دنیا کے اندر کیا کیا معاملات پیش آتے ہیں وہ کیونکر فیصل ہوتے ہیں نہ یہ کہ دنیا کے کام کا نہ رہے
ایسا دل جان سے بیزار ہو جائے کہ وہ ایسا کام پہاڑ معلوم ہو۔ ایسا شخص علم کی راہ سے دنیاداری
کی منزل مقصود پر نہیں پہونچے گا اور بہت سی ٹھوکریں کھائے گا۔ سارا توکل اور صبر
خاک میں مل جائے گا۔ وہ فقر و افلاس کا جمال جس نے فریفتہ کیا تھا وہ اب وبال جان کا
ہو جائے گا۔ ان طلبہ کا حال ایسا ہوتا ہے کہ جیسے کسی جوان شخص کو شاطر جل دیکر ترغیب
کرا دے کہ تو اس عورت سے شادی کرلے جس کا حسن و جمال حور و پری سے کم نہیں مگر
جب وہ بیاہ کرکے دلہن کو دیکھے تو ایک چڑیل بدصورت کج اخلاق ایسی ہو کہ دنیا ہی میں
جہنم کا مزا چکھا دے۔ پس وہ جو کتاب بینی سے خیالی پلاؤ پکائے تھے کہ فقر و فاقے اختیار
کرکے جو ہم گدا رہیں گے تو بادشاہ ہمارے آگے دست بستہ کھڑے ہونگے وہ سب کافور ہو جاتے
ہیں۔ دل اپنا ہی اپنی حالت پر ملامت کرتا ہے کہ یہ کیا کیا۔ مگر مجبوراً اُس کو افشا بھی نہیں
کرتے۔ اس لئے مکر اختیار کرتے ہیں غرض یہ دونو صورتیں بُری ہیں اسی لئے بعض عقلمندوں
کی یہ رائے ہے کہ جو کتابوں سے علم حاصل ہوتا ہے وہ چنداں بکار آمد نہیں ہوتا۔ طالب علموں کو
چاہئے کہ بعد تحصیل علم سے فارغ ہو کر عقل و فرہنگ پڑھائیں اور دنیا کے معاملات و کاروبار
سے اُن کو کام میں لائیں جو دماغ میں علم ہے وہ اسلئے نہیں ہے کہ اُس کو معطل کر دیں جس سے
اور زنگ لگ جائے اور کسی کام کا نہ رہے بلکہ اس کو اپنے احتظاظ اور اوروں کی التذاذ میں خرچ

تصحیح کرنا چاہئے۔ تجربہ سے نئے اور پڑھانا چاہئے۔ اپنے نہیں اوراوروں کو قائل سمجھانا چاہئے بہت سے دانشمندوں کی یہ رائے صحیح معلوم ہوتی ہے کہ بہت وقتوں تک پڑھنا نہیں چاہئے۔ فرانسیسیوں کی ہوں یہ کیا خوب ضرب المثل ہے کہ تعلیم بہت جلد شروع ہونی چاہئے مگر دیر تک جاری نہیں رہنی چاہئے۔ مگر افسوس ہے کہ یہاں ہندوستان میں اس پر عمل نہیں ہو سکتا۔ کالج کی تعلیم میں بہت زمانہ گزر جاتا ہے بعض طلبہ کا دماغ تو کالج ہی کی تعلیم میں ایسا ضعیف ہو جاتا ہے کہ وہ بعد تعلیم کے کسی بڑے کام کے لائق نہیں رہتا۔

(۳۵) معلموں کی تعلیم طلبہ کی استعداد اور امتحان

بعض صاحب استعداد معلموں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ طلبہ کے سامنے بہت سی باتیں ایسی بیان کرتے ہیں جن کا سمجھنا طلبہ کی استعداد سے باہر ہوتا ہے۔ شاگرد اور استاد کی قابلیتوں میں ایک اندازہ تک باہم مناسبت ہونی ضرور ہے۔ گو کسی چیز کا ایک اندازہ مناسب مقرر کرنا بڑا دشوار کام ہے۔ مگر جو صاحب فہم و ذکا ہیں وہ اپنی قابلیت اور استعداد کو جتنا چاہیں کم کر کے شاگرد کے مناسب حال بنا سکتے ہیں جیسے گھوڑا خواہ کیسا ہی تیز رفتار ہو اس کی چال ایسی کم ہو سکتی ہے کہ بچہ کو اس پر سوار ہونا مشکل نہ ہے۔ پہلوان خواہ کیسا ہی شہ زور ہو وہ اپنے زور کو ایسا کم کر سکتا ہے کہ ایک لڑکے سے کشتی کرے اور لڑکے کو معلوم نہ ہو کہ میں پہلوان سے کشتی لڑ رہا ہوں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ پہاڑ پر چڑھنے سے اترنے میں زیادہ خطرہ ہے۔ غرض تعلیم کا فائدہ جب ہی پورا ہوگا کہ استاد اور شاگردوں کی استعداد میں مناسبت ہو۔ اور کوئی بات طلبہ کی لیاقت سے زیادہ نہ کہی جائے ہم نے کالجوں میں دیکھا ہے کہ بعض نیک نہاد عالی استعداد انگریز پروفیسر گھنٹوں لکچر دیتے ہیں مگر فقط اس سبب سے کہ ان کی اور طلبہ لیاقتوں میں کوئی مناسبت نہیں ہوتی بہت محنت ان کی اکارت جاتی ہے۔ ہمارے کالجوں اور سکولوں میں یہ ستم مجبوری سے ہو گیا ہے کہ طلبہ جن کی طبیعت اور ذہانت مختلف درجے کی ہوتی ہیں وہ ہم سبق ہو کر ایک جماعت میں پڑھتے ہیں۔ اور جو پیلے سے ان کے واسطے ان کی خواندگی اور اس کی

پڑھنے کی مدت معین ہوتی ہے۔ اُستاد سب کو ایک سبق دیتا ہے۔ سب کے سامنے وہ ایک ہی تقریر اور تحریر پیش کرتا ہے۔ سب کو ایک ہی ہدایت کرتا ہے پس جن دو چار کی ذہانت قابلیت اور ہونہاری اور مدت تحصیل کے موافق ہوئی وہ لائق فائق ہو گئے۔ اور باقی اپنے استعداد اور قابلیت کے موافق کچھ ہو گئے۔ یہی سبب ہے کہ کسی کالج میں کوئی گروہ کا گروہ لائق طلبہ کا نہیں پیدا ہوا۔ اگر ہر کالج کے لائق طلبہ کو شمار کیجئے تو اُن کو انگلیوں پر گن لیجئے۔

ہمارے مدرسوں میں طلبہ کے سبق سننے کا یا اُن کے تحریری امتحان کا طریقہ ایسا ہے کہ جس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ الفاظ اور ان کی ترکیب طلبہ کے ذہن میں محفوظ ہیں مگر اس پر مطلق خیال نہیں ہوتا کہ اصل معانی اور مغز سخن طلبہ کے ذہن میں حاضر ہو اور ان کے موافق اپنی زندگی کے بسر کرنے کے اندر عمل کرتے ہوں۔ اور سیکڑوں طرح سے ان کو بدل بدل کر مختلف مقاصد و مطالب میں برتتے ہوں۔ مثلاً استاد لڑکوں کو سچ کی بابت سبق پڑھاتا ہے۔ تو فقط اس سبق کے الفاظ اور ترجمہ و ترکیب کو پوچھے گا اس پر خیال نہیں کرے گا کہ اس سبق پر عمل کر کے طلبہ سچ گفتار اور راست کردار بھی ہوئے یا نہیں۔ جو کہ اصل مطلب تعلیم کا حاصل ہوتا۔ اس غذا سے کیا فائدہ ہے کہ اِدھر کھائیں اُدھر اوک کر دیں جب یہ معلوم ہو کہ معدہ نے اس غذا نا ملائم کو نہیں قبول کیا۔ اس لئے اس نے اپنا کام کر کے ہضم نہیں کیا۔ اگر وہ ہضم کرتا تو غذا کو بالکل بدل کر کچھ کا کچھ بنا دیتا۔ بس اسی طرح اگر شاگرد کوئی چیز سیکھتا ہے اور اس کی اپنے ذہن سے نئی نئی صورتیں بنا کر اپنے کام میں نہیں لاتا تو جان لینا چاہئے کہ غذا نا ملائم کی طرح اس کے ذہن و طبیعت نے سبق کو نہیں قبول کیا۔ ایسی تعلیم سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ الفاظ کی تحقیق۔ فقروں کی ترکیب کی تدقیق فقط حافظہ میں ایک چیز کا امانت رکھنا ہے۔ یہ علم بر زبان اور کتابی علم خالی زیور ہے۔ کوئی ایسی مستحکم بنیاد نہیں کہ جس پر کوئی علم کی عالیشان عمارت قائم ہو۔

اے طالب علمو تم کو چاہئے کہ جو چیز پڑھو۔ اس کو سمجھو۔ چھان بین کرو۔ ذہن کو اوروں کے بھروسے پر نہ چلاؤ۔ غیروں کے خیالات کے آرزومند ہو کر مقلد نہ بنو۔ ورنہ تمہارے سر پر تقلید کا وہ پہرہ جم جائے گا۔ جو تمہارے ذہن و فہم کو زنجیروں میں پابند رکھے گا۔ یہ غلامی تمہارے

فطری جوہر جودت کو زائل کردے گی۔ آزادی فہم ورای کی صورت کبھی خواب میں بھی نہیں دکھائے گی +

غیروں کے بھروسے پر اعتماد پر بات کو نہ مان لو۔ جب حکماء اور عقلاء علماء کے مسائل اور اور اقوال کے اندر اختلاف رائے دیکھو۔ ان میں سے کسی کو پسند کرو۔ اگر پسند کرنے کی قابلیت نہ رکھتی ہو۔ تو اس کو حالت مشتبہ میں ہی رہنے دو۔ کیونکہ آدمی کو جیسی محبت علم سے ہے ایسی ہی ظن شک سے بھی بچنا چاہیئے۔ کیونکہ دنیا کی ساری باتیں تحقیق ہو کر یقین کے مرتبہ پر نہیں پہنچ گئیں زیادہ تر تو ابھی معرض شبہات میں پڑی ہیں جب آدمی کسی بادشاہ کے ماتحت نہیں ہوتا تو اپنی حفاظت کی آپ فکر کرتا ہے + پس جو شخص تقلید کو اپنا حاکم نہیں بناتا تحقیق کو فرمانروا بناتا ہے وہی کسی چیز کا محقق بن سکتا ہے اور کوئی نئی چیز پا سکتا ہے ۔ تم شہد کی مکھی کو دیکھو کہ کبھی اس باغ میں گل و لالہ پر اور کبھی اس چمن میں یاسمین و نسترن پر بیٹھتی ہے اور پھولوں کا رس چوستی ہے ۔ پھر اپنی محنت و استعداد اور استقلال سے سب سوں کو ملا جلا کر ایسا بدل دیتی ہے کہ خالص شہد بن جاتا ہے اور خاص بھی کا کھاتا ہی کوئی نہیں کہتا کہ یہ اس پتی کا رس اور اس گل کا عرق ہے۔ پس تم بھی بوستان علم میں شہد کی مکھی بن کر مختلف ارباب علم کے مسائل کے پھولوں سے استخراج اور استنباط کرو اور سب کو ملا کر اپنے ذہن کے سانچے میں ڈال کر ڈھال لو کہ وہ علم خاص تمہارا ہو جائے۔ خواہ تم کو یاد رہے یا نہ رہے کہ ہم نے کہاں سے یہ مصالح علمی بہم پہنچایا تھا۔ تم کو اس کے اظہار کی ضرورت بھی نہیں لوگ عمارت کی نمائش اور اسباب کی آرائش دکھاتے ہیں مگر یہ نہیں بتلاتے کہ کہاں سے روپیہ کما کر ان میں لگایا ہے۔ چوری ہے۔ لوٹ ہے۔ قرض ہے۔ یا کسی نیک ذریعہ سے +

تمہارے مطالعہ و تحصیل کا علم نتیجہ اعظم ہونا چاہیے کہ تم بیشک دانشمند ہو جاؤ۔ تمہاری حالت پہلے سے بہتر ہو جائے۔ تمہاری عقل روشن ہو جائے ۔ وہ تم کو نیک و بد دکھائے۔ وہی تمہاری فرمانروا ہو کہ تم کو کوئی کام اپنی مرضی کے خلاف نہ کرنے دے ۔ وہی تم سے تمہارے کاموں کا انتظام کرائے تم سے تحمل کرائے ۔ اپنے آگے سب تمہاری جذبات نفسانی کو اندھا۔ بہرہ۔ اپاہج

ناکارہ کردے۔ وہ خود آزاد ہو۔ اگر خرد کو آزاد نہ رکھو گے۔ خود مختار نہ ہونے دو گے۔ تو بزدل کمینے ذلیل۔ رذیل ہو جاؤ گے +

جو شخص حقیقت میں ماہیت علم سے واقف ہے وہ اپنے علم کو سچا آزاد بناتا ہے وہ کچھ پابند اوروں کے مقولوں کا نہیں رہتا۔ اپنے مقولوں کے استثنا اور استشہاد کے لئے اورکی کتابوں کو نہیں ٹٹولتا۔ ارسطو اور افلاطون کی تصنیف کو نہیں تلاش کرتا۔ وہ جانتا ہے کہ سچی بات اور سچا استدلال سب کے واسطے یکساں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی اس کو پہلے کہے یا پیچھے۔ یہ کچھ ضرور نہیں کہ جو پہلے آ سے کہے وہ اسی کا کہلاوے دوسرے کا نہیں ایک سچی بات خواہ افلاطون کہے یا ایک بڑھیا کہے دونوں یکساں ہیں۔ میرے قول کے موافق ایسی ہی ایک بات سچی ہو سکتی ہے جیسے افلاطون کے قول کے موافق۔ میں اور افلاطون اس میں برابر ہیں۔

(۳۶) گھر سے باہر جا کر پڑھنا۔ ورزش جسمانی

اکثر تجربہ کار عقلاء کی یہ رائے ہے کہ تعلیم کے واسطے اولاد کا گھر سے دور رہنا ان کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ان کو خواہ وہ امیرزادے ہوں۔ یا غریبوں کے بچے ہوں بہت قسم کے مکروہات ایسے پیش آتے ہیں جو تحصیل علم کے مانع ہیں۔ امیرزادوں کا حال یہ ہے کہ ماؤں کا دائم ہوتا ہے۔ اولاد کے ساتھ فطرتی محبت ہوتی ہے محبت اندھی ہوتی ہے۔ وہ اولاد کی خطاؤں کو دیکھنے نہیں دیتی۔ جو دیکھتی ہے تو ان کی اصلاح اور تادیب کے لئے جس سختی کی ضرورت ہے وہ اس کو گوارا نہیں ہوتی۔ وہ اپنی اولاد کو بڑے ناز و نعمت کے ساتھ پالتی ہے۔ ان کا بناؤ سنگار اپنے مذاق کے موافق کرتی ہے۔ اسی لئے وہ بچوں کو زیور اور گوٹے کناری کے کپڑے اپنی پسند کے پہناتی ہے۔ وہ اپنی اولاد کے لئے جفاکشی۔ محنت کسی قسم کی گوارا نہیں کرتی ورزش میں ڈنڈ مگدر کو ہلا کر پسینے میں غرق ہونا۔ اکھاڑے میں لڑنے سے گرد آلود ہونا ناشائستہ گھوڑے پر سوار ہونا۔ بھری گدکے کا ہاتھ میں لینا۔ ننگی تلوار کا سونتنا۔ بندوق طپنچہ کا

چھوڑتا۔ ماؤں کے دل میں جھڑکنی پیدا کرتا ہے یہی سبب ہے کہ ہمارے امیرزادوں میں نزاکت جسمانی ایسی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ کسی رنج و محنت و سختی کی برداشت نہیں کر سکتے۔ کم ہمت۔ بزدل۔ زنانہ طبیعت ایسی ہو جاتی ہیں کہ عالی ہمتی و جوانمردی کا کوئی کام ہونا ان سے مشکل ہوتا ہے۔ روحانی تعلیم کے واسطے جسمانی تعلیم لازمی ہے۔ یہ دونوں ایک جوڑی میں ساتھ چلتی ہوتی ہیں اگر ان میں سے ایک بگڑی تو دوسری ساتھ بگڑتی ہے۔ روح میں قوت جب تک نہیں آتی کہ جسمانی طاقت اس کی معاونت نہیں کرتی۔ اگر جسم میں ضعف آجاتا ہے تو روح میں اس کے ساتھ ضعف آتا ہے جن کے جسم ضعیف و ناتواں ہیں وہ کیفیت خود جانتے ہیں کہ ان کی روحوں کو کیا کیا تکلیفات رہتی ہیں غرض امیرزادوں کی نزاکت جسمانی ہی ان کی روحانی تکالیف کا بھی سبب ہوتی ہے +

سوا اس کے جو استاد و اتالیق امیرزادوں کی تعلیم کے واسطے مقرر ہوتے ہیں وہ ان کے ماں باپ کے لحاظ سے ان پر زیادہ تنبیہ و تاکید و تادیب نہیں کر سکتے۔ ان کو ہمیشہ یہ لحاظ رہتا ہے کہ یہ لڑکا ہمارے ولی نعمت کا صاحبزادہ ہے ایک دن وراثت پا کے خود صاحب ریاست ہوگا۔ اس وقت کی تادیب کا کہیں ہم سے بدلا نہ لے۔ اس لئے وہ زیادہ تادیب سے ڈرتے ہیں بہ لطائف الحیل اپنا کام کرتے ہیں امیرزادوں کا حال ہے۔ اکثر غریبوں کا یہ شعور کہ ان کے گھروں میں اتنے کام دھندے لگے رہتے ہیں کہ تحصیل علم کے لئے فرصت فراغت کے ساتھ نہیں ملتی۔ بہت وقت آٹا دال مول لینے میں اور نمک مرچ کے لانے میں صرف ہو جاتا ہے غرض دونوں کو اپنے اپنے گھروں میں مکروہات و موانع پیش آتے ہیں کہ وہ تحصیل علم میں رخنہ انداز ہوتے ہیں اس لئے تعلیم کے واسطے بہتر یہی ہے کہ گھر سے دور رہ کر تحصیل علم و ہنر کریں اس ملک میں ایسا انتظام ہے۔ دور دراز سے امیروں و غریبوں کی اولاد آکر تحصیل علم کر سکتی ہے بعض ارباب دانش کی یہ رائے ہے۔ کہ کم عمر لڑکے تعلیم کے واسطے واں بھیجے جائیں۔ جہاں کی زبان ان کی مادری زبان سے مختلف ہو تاکہ ان کو وہاں کے لوگوں کی صحبت سے ایک غیر زبان آسانی سے آجائے۔ بڑی عمر میں زبان ایسی سخت ہو جاتی ہے کہ غیر زبان کے

الفاظ کے تلفظ کی قابلیت نہیں رہتی۔ سوائے زبان کے غیر ملک کی رسم و رواج آئین قوانین سے وہ واقف ہو جائیں گے۔ ان میں طلاقت و ظرافت غیر زبان کی خاص ہو جائے گی۔ جس سے ان کی فہم تیز ہو جائے گی۔ ہندوستان کے امرا اپنی اولاد کی تعلیم کا سامان انگلستان میں مہیا کریں تو پھر دیکھئے ان کی اولاد میں کیا عقل و تمیز و ہنر پیدا ہوتے ہیں۔

(۳۷) طلبہ کا اوروں آدمیوں سے باتیں کرنا۔

طلبہ میں باہم مباحثہ ہونا بھی تعلیم کا ایک جزو عظیم ہے۔ معلم جب دیکھے کہ طالب العلم کے پاس کچھ سرمایہ علمی جمع ہو گیا ہے تو اس کو فہمایش کرے کہ وہ اپنے مبلغ علم کو جزرسی اور کفایت شعاری سے خرچ کرے۔ فضول نہ برباد کرے گفتگو کرے تو اعتدال سے نہیں چپ رہے۔ اوروں کے مشاہدات اور رایوں اور مباحثوں کو سن کر ذخیرہ علم اپنا اور بڑھائے۔ جب وہ کھیل اور ٹھٹول کی باتیں اور ہزل و مزاح کی حکایتیں لوگوں سے سنے۔ جو ناگوار خاطر ہوں تو سکوت اختیار کرے یہ بات نہایت ناسزا و ناشائستہ و نامعقول ہے کہ جس کام کو ہم خود نہ کرتے ہوں اس کو اور جو کریں ہم ان پر طعن و طنز کریں اور اس پر مدام ایک مباحثہ و مناقشہ قائم۔ ہم کو اپنی نصیحت چاہیے۔ اوروں کی فضیحت سے کیا غرض تجھے پرائی کیا پڑی تو اپنی نبیڑ۔ تم کو دانشمند بغیر خودستائی و خویشتن نمائی کے بننا چاہیے۔ حسد سے دور رہنا چاہیے اکثر نو علیم طالب علموں کو یہ شوق ہوتا ہے۔ کہ وہ گفتگو اس طمطراق سے کرتے ہیں کہ جس سے ان کی لیاقت اور استعداد علمی قابلیت سے زیادہ ظاہر ہو۔ دوسری کی باتوں کو اس طرز سے کاٹتے ہیں کہ ان کی شہرت بہت زیادہ ہو۔ بعض نوجوان اپنے علم کے گھمنڈ میں آن کر ایسے ابھرتے ہیں کہ چھوٹا منہ بڑی بات کہتے لگتے ہیں وہ ایک شان حکومت اپنی رائے کے اظہار میں دکھاتے ہیں جیسے کہ یہ کوئی بڑی علم کی معراج پر پہنچ گئے ہیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہماری باتیں بھی ایسی ہی مستند و معتبر سمجھی جائیں گی کہ جیسی پہلے بزرگ صاحب کمال کی وہ خوب یاد رکھیں کہ جب تک کوئی شاعر معراج کمال پر نہیں پہنچتا۔ اس کے تصرفات شعری کو کوئی مستند نہیں جانتا۔ ایسے ہی جب تک کوئی عقل و دانش میں برتر اور بزرگ نہیں ہوتا۔ اس کے قول و فعل معتبر و مستند نہیں ہوتے۔ کوئی ان کا پیرو نہیں ہوتا۔ اپنے

رسم و رواج کو نہیں چھوڑتا۔ جب کوئی ایسی بزرگی و خوبی کسی میں ہوتی ہے تو اس کی پیروی میں اپنی رسم و عادات کو ترک کرتے ہیں پس یہ دلیل تمہارے لیے نہیں ہو سکتی کہ سقراط اور افلاطون نے اگر اپنے رسم و رواج کو توڑا تو ہم کیوں نہ توڑیں ان کو تو یہ منصب جب حاصل ہوا کہ وہ دانشمندی و نکوکاری کے قلمرو کے شہنشاہ تھے تم قلی ہو کر یہ شاہانہ جاہ و جلال کیونکر حاصل کر سکتے ہو۔ **شعر**

دلا تا بزرگی نیاری بدست ۔ بجائے بزرگان نباید نشست ۔

پس اپنے مرتبے و شان کو دیکھ کر گفتگو اور آرزو کرو۔ تم اپنے ہم مرتبہ و ہم لیاقت۔ ہم استعداد لوگوں کے ساتھ مباحثہ کرو۔ کہ جن کی برابری کی کشتی لڑ سکو۔ مباحثہ میں کبھی مغالطہ اور دھوکہ دینے کی باتیں نہ کرو راست و دروغ جائز و ناجائز کو بغیر تردد و قبول و توقف و تردد کے قبول نہ کرو۔ عاقل کی زبان پہلے دل سے سخن کو عرض کرتی ہے جب اجازت تکلم کی دیتا ہے تو وہ حرکت کرتی ہے۔ پہلے تم اپنے دل میں خوب سوچو۔ پھر اس کو اس طرح بیان کرو۔ کہ ایجاز مخل اور اطناب ممل نہ ہو۔ کوئی طعن و طنز کسی امر کے ساتھ ان میں نہ ہو۔ دلائل ایسے آئینے ہوں کہ صداقت کا معائنہ کرائیں۔ لفظوں کے طمطراق و فقروں کی دھوم دھام اور منطقی حجتوں کی اشکال سے تمہاری تقریر کرسی نشین نہیں ہو سکتی۔ اس کو تو عزت جب ہی حاصل ہوگی کہ اس میں حق و راستی اپنی روشنی دکھاتی ہوگی۔ مباحثہ کی غایت غائی یہ ہونی چاہیئے۔ کہ امر حق منکشف ہو۔ خواہ تمہاری طرف سے یا جانب مقابل سے۔ مگر یہ بات جب حاصل ہوگی کہ کوشش اور نیکی تمہاری گفتگو کی رہنما ہو۔ جب تم کو اپنی دلیل میں خود غلطی معلوم ہو تو اس کا اعتراف کرو۔ اگرچہ یہ نہایت مشکل ہے کہ جس وقت مباحثہ کی حرارت طرفین میں بھری ہو۔ کوئی اپنی غلطی کا اقرار کرے اور غلط دلیل کو چھوڑ دے۔ مگر حق جوئی اور انصاف پرستی اسی کا نام ہے۔ گو وہ شاذ و نادر آدمیوں میں ہوتی ہے۔ سخن پروری اور ہٹ دھرمی پاجی کمینوں کی عادت ہوتی ہے۔ ایک غلط بات کی ترجیح کئے جاتے ہیں اس کے ترک کرنے کو ذلت سمجھتے ہیں جس سے وہ اور زیادہ ذلیل و خوار ہوتے ہیں جب تم کسی مجلس میں تقریر کرو تو چاروں طرف آنکھ لگا کر دیکھ لو کہ کون کون بیٹھے ہیں اور کان لگا کر سن لو کہ کیا کہہ رہے ہیں

یہ سمجھ کہ جو صف اول میں و نچی جگہ بیٹھے ہیں وہی بڑے ہیں اور قابل خطاب ہیں یہ صدر نشین فقط حکومت اور ثروت کے اعتبار سے ہیں۔ کچھ علم و دانش کے سبب سے نہیں اکثر ہ دولت و علم یکساں نہیں یا ہم ہر قسم کو سب کی طرف مخاطب ہونا چاہیے۔ ہر قسم کے آدمیوں سے باتیں کرو کہ جس سے تجربہ و علم بڑھے۔ ہر پیشہ ور۔ ہر فرقہ کے آدمیوں سے باتیں کرنے میں کچھ نہ کچھ نئی معلومات بڑھیگی۔ کسان۔ کمہار۔ لہار۔ بڑھئی۔ بزاز سے باتیں کرکے اپنے فائدوں کی باتوں کا انتخاب کرسکتے ہو عوام الناس سے گفتگو کرنے سے یہ بڑا نفع حاصل ہوتا ہے کہ ان کے اندر ایسی نیکیاں معلوم ہوتی ہیں کہ جن پر رشک ہوتا ہے اور ان کی طرف رغبت ہوتی ہے۔ اور اُن کی برائیوں کے معلوم ہونے سے بدی سے نفرت ہو۔ بیوقوفوں سے باتیں کرنے سے عقل بڑھتی ہے +

(۸۳) مشاہدہ و تجربہ طلبہ و تعلیم علوم۔

یہ امر بھی تعلیم طلبہ میں داخل ہے کہ وہ اشیاء کے تجسس تفتیش میں استعجاب ہی کے ساتھ درپے رہیں اگر ان کے شہر کے ہمسایہ میں کوئی عجیب و غریب شئے ہو۔ جیسے کہ کوئی نادر عمارت کوئی چشمہ آب کوئی اور قدرتی شے۔ کوئی بزرگ منش آدمی۔ یا کوئی مشہور مقام جہاں کوئی واقعہ عظیم ہوا ہو تو اُس کو خود جاکر دیکھیں مختلف اقوام کی اوضاع و اطوار مختلف ملکوں کی آمد و خرچ کی تفصیل۔ بادشاہوں کے آپس کے عہد و اقرار۔ لوگوں کی زبانیں سنیں ان کے جاننے سے دل خوش ہوتا ہے اور فائدہ پہنچتا ہے۔

اگرچہ میں سب علموں کو نہیں بیان کرسکتا کہ کس طرح سیکھنے چاہئیں مگر چند علموں کا حال جو ضروری ہیں بیان کرتا ہوں اول علم تاریخ کا بیان اس لئے کرتا ہوں کہ ہم اس کی کچھ وقعت نہیں کرتے اور نہ اُس کو اسطرح پڑھتے ہیں کہ کچھ فائدہ حاصل ہو۔ بلکہ اپنی تعلیم میں اُس کو ارذل جانتے ہیں تاریخ کے مطالعہ میں جو لوگ مصروف رہتے ہیں وہ حقیقت میں اچھی زمانوں کے بزرگوں۔ جوانمردوں۔ صاحب کمالوں سے باتیں کرتے ہیں۔

یہ باتیں ہماری روزمرہ کی گفتگو میں داخل ہو سکتی ہیں +

تاریخ کے پڑھنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک وہ جس سے کچھ فائدہ نہ حاصل ہو بلکہ تضیع اوقات ہو۔ دوسرا وہ جس سے سراسر فائدے حاصل ہوں۔ پہلے طریقے کے موافق ہم پڑھتے ہیں کہ معلم نے بتلا دیا۔ یا خود طوطے کی طرح یاد کر لیا۔ کہ تیمور ان راہوں سے ہندوستان میں آیا تھا۔ فلاں فلاں حصے ہندوستان کے فتح کیے۔ اتنی دولت غنیمت میں لے گیا۔ بس آگے کچھ اور نہیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہم تاریخ کو پڑھ کر اوروں کے تجربے کو ایک مناسب اندازہ سے بدل کر اپنے حسب حیثیت اپنے کام میں لائیں۔ اس کو مشاہدہ کریں۔ انسان کا کوئی فائدہ مقدم ایسا نہیں کہ تاریخ سے نہ حاصل ہوتا ہو۔ تاریخ وہ ہادی اور رہنما ہے کہ سامنے انسان کے مشکل کاموں میں ہی انگلی سے ایسا رستہ بتلا دیتی ہے۔ کہ جس سے مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ وہ پکار کر کہہ دیتی ہے کہ جو اور آدمیوں پر گزرا ہے وہ تم پر بھی گزرے گا۔ اس گفتگو سے جو ہماری ہم کو صاحب کمال اور دوست ہوتی ہے۔ اور ہمیں ایک تعجب خیز ترقی عقل و فہم پیدا ہوتی ہے اگر اس گفتگو کا موقع انسان کے ہاتھ سے جاتا رہے۔ تو وہ خود تھوڑا بچہ بیکار کر لیتے اور پھر آپ ہی ہو کر رہ جائے۔ ان کی نگاہ کے روبرو سوائے ناک کے کچھ نظر نہ آئے۔ ایک دفعہ سقراط سے کسی شخص نے پوچھا تھا کہ تم کس ملک کے رہنے والے ہو۔ تو اس نے جواب میں بجائے ایتھنز کے یہ کہا کہ میں دنیا کا رہنے والا ہوں۔ اس کے خیالات ایسے معمور و وسیع تھے کہ وہ ساری دنیا کو اپنا وطن اور تمام دنیا کے آدمیوں کو اپنا دوست ہموطن جانتا تھا۔ اور ان سے گفتگو کرتا تھا۔ ہمارا یہ حال تھا کہ سوائے اپنے پاؤں کے آگے کی زمین کے کچھ نہیں سمجھتے + ہمارا حال یہ ہے کہ جو کچھ ہم پر گزرتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ ساری دنیا پر گزر رہی ہے۔ ہم اپنے ہی ملک کو ساری دنیا اور اپنے تئیں ساری دنیا کے آدمی سمجھتے ہیں۔ اگر ہمارے ملک میں قحط پڑتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ دنیا میں قیامت آگئی حشر برپا ہو گیا۔ اگر بارش کی کثرت ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ دنیا ڈوب گئی۔ اگر ہم پر افلاس آگیا تو ساری دنیا بھوکی مرنے لگی۔ اگر خود جاہل و

بداخلاق ہوگئے تو کہنے لگے کہ زمانہ میں علم و اخلاق نہیں ہا وہ سب اُٹھ گیا۔ غرض اپنے اوپر ساری دُنیا کا قیاس ہے۔ اس غلطی میں تھوڑی بہت سب ہی گرفتار ہیں۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ اور اس سے بہت نقصان ہوتے ہیں۔ جس شخص کے خیال میں نیچر کی تصویر کامل شان و جلال کے ساتھ موجود ہے۔ وہ اس کے سب رنگوں میں ہمیشہ نیرنگی اور بوقلمونی دیکھ ایک عجائب خانہ رنگین اس کو سمجھتا ہے۔ وہ اپنے تئیں کیا بلکہ ساری اپنی ملک کی سلطنت و عظمت اس تصویر عالم میں خال کی برابر نہیں اہا۔ ایسا شخص اپنی عظمت و شان کا ٹھیک تخمینہ کر کے قدر شناس ہو سکتا ہے۔ تاریخ دُنیا کو ایک آئینہ بنا کر ہماری آنکھوں کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ جس میں ہم اپنے تئیں پہچان سکتے ہیں کہ ہم کیا ہیں اور اپنی سچی رغبت دل سے کیا کرنا چاہیے تاریخ دُنیا کی ایک کتاب بنا کے مطالعہ کے لیئے پیش کرتی ہے۔ کہ جس اوراق میں ہم بے شمار اوضاع و اطوار۔ قوانین آئین ۔ رسم رواج عادات۔ قومیں فرقے بدخوص کے ساتھ مطالعہ کر کے اپنی اصلاح اور درستی کر سکتے ہیں اور اپنے عیوب فطرتی کے ضعفوں سے آگاہ ہو سکتے ہیں ان باتوں کا جاننا کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔ کہ کیا کیا شان و شکوہ کی سلطنتیں خاک میں مل گئیں۔ جن کا پتا ڈھونڈا نہیں ملتا کیا کیا دُوَل کے انقلاب و رتبدل ہوئے ہیں وہ پہچانی نہیں جاتیں۔ کیسے کیسے نامور بزرگ صاحب کمال فتحمند با اقبال گمنامی اور فراموشی کے دریا میں غرق ہوئے ہیں۔ بس ان خیالات سے نہ سلطنت پر بھروسا۔ نہ دولت پر اعتماد۔ نہ علم و ہنر پر غرور۔ نہ شہرت کا غرہ پیدا ہوگا۔ ساری دنیا کی عظمت و شان کی چیزیں کچھ اور نظر میں دکھائی دینے لگیں گی۔ اور یہ امر دلنشین ہو جائیگا۔ کہ چشم زدن میں دُنیا میں کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔ یہ کروڑوں آدمی زمین کے اندر میٹھی نیند سوئے ہے ہیں اور بیزبانی کی زبان سے کہہ رہے ہیں کہ تم کو موت کے بعد زندوں سے زیادہ عمدہ صحبت ہماری میسر ہوگی فیثا غورث نے دُنیا کو ایک اولمپیا کے بڑے میلے سے تشبیہ دی ہے کہ جس میں بے شمار آدمی جمع ہوتے ہیں بعض تو اس میں اس لئے آتے ہیں کہ اپنی ورزش جسمانی کے ہنر دکھلائیں اور انعام

اکرام پائیں جس سے شہرت وعزت حاصل ہو۔ بعض سعود اگر اس نظر سے آتے تھے کہ میلے میں ایک ایک کے چار چار کرکے خوب دولت کمائیں تھوڑے سے آدمی اس لئے بھی آتے تھے کہ جن کو کچھ خاص اپنے منفعت پر نظر نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ فقط ان کو یہ دیکھنا منظور ہوتا تھا کہ وہاں کیا ہوتا ہے ہر کام کا وہاں کیا رنگ ڈھنگ ہے۔ لوگوں کا طریقہ زندگی بسر کرنے کا کیا ہے کس طرح سے لوگوں نے اپنے طریقہ معاشرت کی اصلاح کی ہے کہ ان کی زندگی لطف سے بسر ہونے لگی غرض یہ سارے تماشے علم تاریخ سے مل جاتے ہیں۔ اگر اس کو پڑھنے کی طرح پڑھیں ؂

(۳۹) اخلاقی تعلیم

اب میں اخلاقی تعلیم کا ذکر کرتا ہوں گو اکثر عقلاء کے نزدیک اخلاقی تعلیم کا مذہبی تعلیم سے جدا کرنا ایسا ہے جیسے کہ آفتاب کا روشنی سے۔ اور آگ کا حرارت سے۔ گل کا بو سے مذہب ہی کو لوگ اخلاق کے سمندر میں قطب نما جانتے ہیں جس سے بیڑا پار ہوتا ہے۔ میں مذہبی اخلاق کو چھوڑ کر اس اخلاق کی تعلیم کا ذکر کرتا ہوں جو حکمت و فلسفہ سے متعلق ہے جس کو علم تہذیب اخلاق یا حکمت عملی کہتے ہیں تمام علموں میں یہ شرف اسی علم کو حاصل ہے کہ اس کے تحصیل کی قابلیت بچوں میں نوشت و خواند کی قابلیت سے پہلے پیدا ہوتی ہے ہر حالت و ہر مقام میں اس کی تعلیم ہو سکتی ہے گھر میں باغ میں میز پر۔ بچھونے میں خلوت میں جلوت میں صبح و شام۔ یہ سب اس کی تعلیم کے لئے یکساں ہیں کیونکہ وہ اوضاع و اطوار کی خوبیوں کو سکھاتا ہے۔ دستر خوان پر آداب طعام بتلاتا ہے مجلس میں آداب سخن کھیل کود میں حسن اخلاق غرض تمام حرکات و سکنات کا وہ ہمدم ہے دل سے اس کی تعلیم آسان بھی ہے اس کا حال ایسا ہے جیسا کہ گھر کا اور اپنے شہر کا پھرنا جس میں آدمی تھکتا نہیں اگر اتنا سفر میں چلے تو تھک جائے عقلاء کے نزدیک تعلیم میں تقدیم اسی کو سزاوار ہے۔ یہ وہ علم ہے کہ جس میں انسان کے کل افعال و اعمال کے نتائج بیان

ہوتے ہیں وہ سکھاتا ہے کہ کن کن باتوں کا چاہنا انسان کا حق ہے خدا کے حقوق اُس نے کیا ہیں اور آدمیوں کے کیا۔ اور اس کے لینے کیا۔ دولت کو کیونکر خرچ کرنا چاہئے کونسا حصہ اس کا ملک کی بھلائی میں خیرات دینا چاہئے۔ کتنا حصہ عزیز و اقربا میں تقسیم کرنا لازم ہے۔ خدا کے کیا کیا احکام ہیں ان کی بجا آوری کے طریقے کون سے مستحسن ہیں انسان خود کیا ہے۔ کس مطلب کے لئے دنیا میں پیدا ہوا ہے کون سی باتیں اس کو جاننی چاہئیں تحصیل علم کی غایت کیا ہونی چاہئے۔ شجاعت۔ اعتدال۔ عدالت کیا چیز ہے علو ہمت اور حرص میں۔ غلامی و اطاعت میں اجازت اور آزادی میں کیا فرق ہے۔ سچی قناعت کے پہچاننے کی علامات کیا ہیں موت۔ تکلیف جسمانی و روحانی۔ بے آبروئی سے کہاں تک خوف کرنا مباح ہے۔ بلاؤں کی سختی سے کیونکر بچنا چاہئے یا کس طرح اُن کو سہنا چاہئے۔ وہ کون سی چھپی ہوئی کمائیاں ہیں جو انسان کو اپنے افعال پر متحرک کرتی ہیں کون سی وجوہات ہیں کہ انسان بیقرار مضطر و پریشان ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سب سے اول دل میں یہ مسئلہ بٹھانا چاہئے کہ جس سے حسن اخلاق اور تہذیب نفس و اصلاح فہم ہو۔ اور ہم اپنے تئیں بہتر اور صحیح کر کے اچھی طرح جیتے ہیں کیونکر اچھی طرح مرتے ہیں انسان کو وہی علم سیکھنے چاہئیں جو اس کی آئندہ زندگی میں بکار آمد اور نفع رساں ہوں باقی سب کو سلام کرنا چاہئے۔ تا حق ان میں تضیع اوقات نہیں کرنی چاہئے۔ جیسے علم نجوم ہے۔ ہمارا اس سے کیا مطلب نکلتا ہے کہ ستاروں کے مقامات آسمان پر کہاں ہیں برج حمل میں زہرہ ہو یا مشتری ہو ہم کو کیا۔ ہماری بغل تو خالی ہے اس کا اثر دنیا پر کچھ نہیں۔ لڑائیاں۔ موت۔ غلامی اور حادثات واقعات یکساں چلے جاتے ہیں آسمان پر سیارہ حمل اور ستاروں کی راز کی باتوں کی تلاش سے انسان کو کیا فائدہ ہے۔ ہماری طبیعت روحانی تو علم تہذیب اخلاق سے کہ جس سے نفس اعتدال پر رہتا ہے۔ اعتدال روح سے صحت جسمانی کی بھی حفاظت

ہوتی ہے۔ تہذیب اخلاق کی بڑی نشانی یہ ہے کہ انسان خوش مزاج ہو۔ اُس کی طبیعت
کدورت سے ایسی صاف ہو۔ جیسے کہ چاند کے پاس کی چیزیں گرد و غبار سے پاک صاف ہوتی
ہیں مہذب آدمیوں کے چہرہ پر ہر وقت بشاشت کے آثار نمایاں ہوتے ہیں جب کوئی طوفان
اور طغیانی نفس امارہ کی ظاہر ہوتی ہے۔ تو وہ اُس کو تھما دیتے ہیں قحط۔ بخار۔ وبا کے خوف کو
ہنسی ہنسی میں ٹال دیتے ہیں + بعض آدمیوں کی یہ رائے ہے۔ کہ علم تہذیب اخلاق ایک کوہ کے
سر پر بیٹھا ہے۔ جس کے گرد خار اور جھاڑ جھنکاڑ لگے ہوئے ہیں وہاں تک رسائی آسان نہیں
مگر یہ خیال بالکل غلط ہے۔ وہ تو ایک صاف میدان میں بیٹھا ہے جس کے چاروں طرف گلزار اور
پھول پھل دار درخت سرسبز و شاداب لہلہاتے ہیں اس کی راہ میں دو رویہ گھنے سایہ دار
درختوں کی قطاریں لگی ہیں جو اس راہ پر چلتا ہے۔ وہ آنکھوں کھلا اور ٹھیک ٹھیک منزل مقصود
پہ پہنچ جاتا ہے وہ نیکی کا طریقہ بتلاتا ہے۔ جو نہایت سہل گزار۔ خوش آئندہ و فائدہ مند ہے
جس میں لڑکے بوڑھے معصوم گنہگار اپنی اپنی راہ سے پہنچ سکتے ہیں سختی و درشتی اس راہ سے کوسوں دور
ہے۔ آرام و چین امن میں اس سرے سے اُس سرے تک ہے۔ یہ علم تو ایک مادر مہربان ہے کہ
اپنے بچوں کو تمام غلاظتوں اور نجاستوں سے پاک صاف کرتی ہے۔ ان میں قوائے نامی بڑھاتی
ہے۔ درشتی ان پر نہیں کرتی ہے نرمی اس کی فطرتی ہے۔ وہ اپنی اولاد میں عزت و شان حفاظت
صحت کے پیدا کرنے کے فکر میں رہتی ہے اور ان کو بتلاتی ہے کہ تم ان عمدہ خوبیوں کو کیونکر
باقاعدہ اور منتظم بنا سکتے ہو جس کے بغیر تمہاری زندگی تکلیفات کے سبب وبال جان ہے۔
افلاطون کا قول ہے۔ کہ انسان میں یہ علم۔ صداقت۔ حلم۔ ثبات۔ دیانت۔ پیدا کرتا ہے
باقی اور علوم جن سے کاربرآری ہوتی ہے۔ وہ ملمع یا جھوٹا رنگ و روغن ہے +
بعض لڑکوں کی طبیعت ایسی ہوتی ہے۔ کہ وہ حکمت عملی کی باتوں سے دور رہا کرتی ہے ایک
حکمت کے مسئلہ کے سننے سے ان کا دل اکتا جاتا ہے مکتب میں یاد کر رہے ہیں اگر کوئی
معمول تماشہ کی آواز آئے تو وہ کتاب کو بند کر کے مکتب چھوڑ اس کے سننے کو بھاگ جائیں

ایسی طبیعت کے لڑکوں کے واسطے بہتر ہے کہ کوئی پیشہ - تارکشی - زردوزی - موچی وغیرہ
کا سکھایا جاوے خواہ وہ کیسے ہی امیرزادے ہوں - افلاطون کا قول ہے کہ لڑکوں کی تعلیم
ان کی طبائع کی استعداد اور قابلیت کے موافق ہونی چاہئے - ماں باپوں کے تموّل -
حالت - لیاقت کو - اس میں دخل دینا نہیں چاہئے - اب ہم وقت تعلیم کا ذکر کرتے ہیں

حکمت عملی انسان کو زیست کا طریقہ سکھاتی ہے - اس لئے اس کی تعلیم کا آغاز بچپنہ
ہی سے ہونا ضرور ہے - کیونکہ بچوں کو جس وضع و طرح عادت کا بنانا چاہو وہ بن سکتے ہیں
وہ اس نوعمری میں نہایت نرم ہوتے ہیں جس سانچے میں چاہو ڈھال لو - مٹی نرم و گیلی ہی
چاک پر چڑھا کر جلدی برتن بنالو - بچوں کا زمانہ فرصت دراز نہیں ہوتا - پندرہ سولہ برس
کی عمر تک ان کی تعلیم کا زمانہ ہے - باقی زندگی دنیا کے کام دھندوں کے لئے ہوتی
ہے - اس عرصہ میں جتنی باتیں ان کے لئے ضروری ہیں وہ سب سکھا دو - وہ تہذیب
اخلاق کے اصول بتلاؤ کہ جن کو وہ سمجھ کر عمل کرنے لگیں یہ علم بغیر عمل بیکار ہے جو لوگ
یہ دعوی کرتے ہیں کہ نیک کام کرنے کی عادت فقط جاننے سے بغیر مشق کے ہوسکتی ہے
وہ گویا یہ کہتے ہیں کہ ناچنا صرف دیکھنے سے بغیر ہاتھ پاؤں ہلانے کے آسکتا ہے - یا
گھوڑے پر چڑھنا - چھری گدکا پھرانا - بغیر مشق کی تکلیف کے - یہ وہ علم باعمل ہے
کہ بچوں کو بھی اپنا فائدہ مند سبق پڑھا دیتا ہے اور پیر خمیدہ پشت کو بھی درس دیتا ہے
دیکھو ارسطو نے سکندر کو لڑکپن میں کس خوبی سے تعلیم کیا ہے کہ نہ اس کو منطقی اشکال کے پیچوں کے
جنجال میں پھنسایا - نہ علم ہندسہ کے مسائل کے مخمصوں میں ڈالا - بلکہ اس نے شجاعت و
دلیری کے طریقے - ثبات و استقلال کی روشیں - اعتدال اور عدالت کے برتاؤ -
بزرگی شان و شوکت کی نگہداشت - خوف کی حقارت - ان سب کا خمیر بن اس کے
ساتھ ایسا کردیا کہ جس سے اس نے اپنے ایام طفلی و جوانی میں بیالیس ہزار پیادوں
چار ہزار سوار اور ایک کروڑ کے قریب روپئے سے ساری دنیا میں اپنا ڈنکہ بجا دیا —

یہ مثال تو ایک بڑے بادشاہ اور بڑے استاد کی تھی - مگر ایسی قسم کی تعلیم ہر طرح کے بچوں کو اپنے مناسب حال ہو سکتی ہے کہ جس کا مآل یہ ہو کہ نیکی سے محبت پیدا ہو ۔

(۴۰) علم و ادب کی تعلیم ۔

اب میں چند جملے علم ادب کی تعلیم کی نسبت کہتا ہوں زباں دانی کی تعلیم ہمارے لئے بڑی ٹیڑھی کھیر ہے ۔ دنیا کا یہ مسلم مقولہ ہے کہ تعلیم مادری زبان میں ہو - یہ سچ ہے مگر جس ملک میں بادشاہی زبان مادری زبان سے غیر ہوتی ہے وہاں علم ادب کی تعلیم میں ایسی گتھیاں آن کے پڑتی ہیں کہ کسی طرح سلجھائے سے نہیں سلجھتیں بادشاہی زبان مادری زبان پر اپنے تسلط کا سکہ ایسا بٹھاتی ہے کہ اس کو ابھرنے نہیں دیتی - وہ نتائج عظیم التعلیم کے ہوتے ہیں وہ نہیں حاصل ہو سکتے - ہماری بادشاہی زبان انگریزی ہے اس کی تحصیل میں ہم چودہ پندرہ برس تک اپنا خون پانی ایک کرتے ہیں تو وہ ٹوٹی پھوٹی بولی بولنی آجاتی ہے مگر توسیع خیالات و استدلال کی قدرت جو مادری زبان کے ساتھ علوم معقول میں مخصوص ہے وہ نہیں پیدا ہوتی - اب ہماری کلاسیکل زبانیں عربی سنسکرت ہیں جو ہمارے لئے بیش بہا زیور ہیں مگر ان کی تحصیل کے طریقے ایسے دشوار ہیں کہ ہزاروں میں دو چار ہی کامیاب ہوتے ہیں عربی زبان کی صرف و نحو میں برسوں صرف ہوتے ہیں سنسکرت میں کومدی اور امرکوش کے کنٹھ کرنے میں ایک عمر کٹتی ہے اس صرف و نحو قواعد کی تحصیل کا نتیجہ یہ ہے کہ الفاظ کی ترکیب سے جملے جملوں کی ترکیب سے فقرے - اور فقروں کی ترکیب سے عبارت بنانی آجاتی ہے جن کو پیشہ معلمی پسند ہوتا ہے وہ ان زبانوں کی تحقیق میں وقت صرف کرتے ہیں توسیع خیالات اور اختراعات ان کو بھی نہیں حاصل ہوتی بعض دانشمندوں کی رائے ہے کہ گو ہمارے دل و دماغ میں ہزاروں خیالات بھرے ہوں مگر جب تک ہم کو قدرت زبان پر نہیں حاصل ہوگی وہ اس طرح ادا نہ ہوں گے کہ ان کا اثر دل پر ہو بعض ارباب علم کی اس کے خلاف رائے ہے کہ جو چیز ایک دفعہ ذہن میں

آتی ہے۔ تو اپنے ساتھ ہی اپنے بیان کے لئے الفاظ بھی لاتی ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ جو خیالات ذہن میں ہوں اُن کے ادا کرنے کے واسطے الفاظ جلدی نہ بہم پہنچ جائیں خیالات میں خود ایسا زور ہے کہ وہ الفاظ اپنے لئے پیدا کر لیتے ہیں الفاظ پر جو زیادہ نظر رکھتے ہیں ان میں آوازیں بہت مگر معانی کم ہوتے ہیں اصل یہ ہے کہ خیالات اور الفاظ دونوں چاہئیں مگر ہر ایک کے واسطے اپنا اندازہ مناسب چاہئیے۔ نہ فقط خیالات سے کام چلتا ہے۔ نہ فقط الفاظ سے افسوس ہے کہ ہمارے لئے دونوں کی توسیع کے واسطے میدان تنگ ہے +

(۱۴) زبانی وکتابی تعلیم۔

تعلیم کیا زبانی ہوتی ہے۔ یا کتابی۔ زمانۂ قدیم میں عقلا بہت سے ملکوں اور قوموں میں زبانی تقریروں اور گفتگوؤں سے تعلیم کرتے تھے۔ مگر اب ہماری تعلیم میں یہ طریقہ اکثر متروک ہو گیا ہے اگر کچھ ہے تو اعلےٰ درجہ کی تعلیم ہے زبانی تعلیم میں تمام مطالب و مراتب اختصار کے ساتھ کان میں پڑجاتے ہیں اور اُن کے باہمی علاقے معلوم ہو جاتے ہیں زبانی تقریر سے مضامین مؤثر اور دلنشین ہوتے ہیں اسقدر کتاب سے نہیں ہوتے اور یاد بھی زیادہ بہ نسبت کتاب کے رہتے ہیں کیونکہ سننے والا یہ قصد کرتا ہے کہ میں ان کو نہ بھولوں یہ کوئی کتاب تو نہیں ہے کہ جب چاہوں گا دیکھ لوں گا۔ اگر سنا ہوا مضمون یاد نہ رکھوں گا تو میرے ذہن میں کسی طرح نہ آئیگا + دوسری کتابی تعلیم ہے جس میں کتابیں سب سے زیادہ آسان ذریعہ تعلیم ہے ان سے تعلیم جب اچھی ہوسکتی ہے کہ وہ خود اچھی ہوں۔ ورنہ ایک بڑی کتاب بڑا شیطان انسان کے واسطے ہے۔ اب چار قسم کی کتابیں ہم کو پڑھائی جاتی ہیں سنسکرت۔ عربی فارسی اُردو ہندی۔ انگریزی۔ اصل کتابیں سنسکرت کی ہماری طبیعت میں فروتنی مسکینی راسخ الاعتقادی پیدا کرتی ہیں مگر یہ ایسی حد اعتدال سے پرے لے جاتی ہیں کہ دنیاوی معاش کی تلاش سے بالکل کنارہ کش کرکے گوشہ گزینی یا دریوزہ گری کی طرف رغبت دلاتی ہیں جو کتابوں میں لکھا ہے۔ اس میں شک و شبہ کو دخل نہیں سوا ان کے مان لینے کے کوئی

چارہ نہیں حقیقت کی تحقیق و تصدیق اس میں کفر ہے۔ وہ ہماری ہمت و عزم کو اصلاح احوال رسم و عادات میں نہایت پست و سست کرتی ہیں جو رسم پہلے سے چلا آتا ہے بس اسی پر قناعت کا خاتمہ ہے آگے نہ عقل کو آزادی ہے۔ نہ سمجھ کو وسعت ہے۔ ایک تنگ نائے تقلید کی ہے۔ جو خیالات میں وسعت پیدا نہیں ہونے دیتی جسکی آندھی میں چراغ عقل روشن نہیں ہوتا

دوسری قسم کی کتابیں عربی فارسی کی ہیں گو خیالی باتوں سے وہ زیادہ معمور ہیں۔ مگر ان کی تحصیل میں کچھ عقل و ذہن کو تحریک ہوتی ہے۔ اور ان کتابوں اور استادوں کی تاثیر سے نفاست مزاج میں پیدا ہوتی ہے نشست برخاست گفتگو میں سلیقہ آتا ہے۔ لیکن انھی نفاست پسندی و شعاری کبھی وہ رعونت و نخوت۔ مرزا منشی۔ خود آرائی۔ خویشتن آرائی۔ پیدا کرتی ہے کہ کاہلی و بے پروائی کا باعث ہوتی ہے۔ کتابوں میں زیادہ تر مضمون عاشقانہ ہوتے ہیں جن کی اشتغال سے ایسی عاشق مزاجی و معشوق مزاجی پیدا ہوتی ہے۔ جس سے حوصلہ پست ارادے سست ہو جاتے ہیں مگر اس میں شک نہیں کہ باتیں خوب دلکش و خوش کن چکنی چپڑی بنانی آجاتی ہیں مراسم تعظیم و آداب کی بجا آوری ایسی شائستگی کے ساتھ بظاہر ہوتی ہے کہ جو دیکھنے سے پسند معلوم ہوتی ہے ۔ تیسرے اردو ہندی کتابیں ہیں جو عربی فارسی سنسکرت کی بے تمیز لادے ہیں اس کا ابھی کچھ اثر نہیں ہوا ۔ ۔ ۔ چوتھی قسم کی کتابیں انگریزی ہیں جن کے اندر ساری دنیا بکھری ہوئی بیٹھی ہے جن میں ایک قوم نے تعلیم پانے سے ساری دنیا میں اپنی سلطنت و علم و ہنر کا سکہ جمایا ہے جب ہم انہیں پڑھتے ہیں تو ہمارا حال چراغ کا ہو جاتا ہے کہ اپنے تلے اندھیرا اور دور دور روشنی۔ جو سوجھتی ہے وہ دور ہی کی اپنے تئیں بھول جاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ ہم کیا ہیں جب انگریزی کتابیں انگریزی معلومات پڑھتے ہیں تو اپنوں کی خبر نہیں رکھتے۔ کہ ہم کون ہیں یہ انگریز کون ہیں اپنا قدر خود شناسی فراموش خاطر ہوتا ہے۔ ان کی برابری کا دعویٰ ہوتا ہے شکستہ بالی میں بلند پروازی کی ہوس ہوتی ہے۔ یہ نہیں سمجھتے کہ ایک لنگڑا لڑکا اسپ تیز رفتار کے شہسوار ہند کو پکڑ سکے

شعر۔ دامنِ صبا نہ چھو سکے جس شہسوار کا ٭ پہنچے کب اس کو ہاتھ ہمارے غبار کا ٭
غرض جو بلند خیالی و عالی ہمتی ان کی ہوتی ہے وہ حدِ اعتدال سے متجاوز۔ اخلاق کا حال اور بھی بدتر ہوتا ہے۔ کہ ہندوستانیوں میں بیٹھے۔ تو اہل یورپ بن کر۔ اور اہل یورپ میں بیٹھے تو ہندو ہو کر۔ غرض دو تو گلے جوتے وہ اچھے نہ بنے۔ گو یہ سب کا وتیرہ یکساں نہیں ہے۔ ان میں بعض ایسے اہل تمیز بھی ہوتے ہیں کہ دور دور ہی دیکھتے ہیں اور اپنے قدموں کے نیچے نزدیک ہی جو قدم اٹھاتے ہیں سوچ سمجھ کر۔ وہ ان کتابوں کی تعلیم سے سب سے زیادہ فائدہ یہ اٹھانا چاہتے ہیں کہ وہ یہ سمجھیں کہ ہم کیا ہیں اور جن کی یہ کتابیں ہیں وہ کیا ہیں۔ ان کی نسبت ہم میں کیا کیا عیب و نقص زیادہ ہیں ان کی اصلاح کی کیا کیا تدبیریں ہماری موجودہ حالت کے مناسب ہیں۔ ہم ترقی کیونکر کر سکتے ہیں۔ بس یہی خیالات ہم کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں ٭

(۴۲) سب سے زیادہ دلچسپ نتیجہ تعلیم

ایک دلچسپ بات سنو۔ کہ ہر طالب علم کی تعلیم اس کے مناسب حال ہونی چاہیے۔ اگر کوئی طالب علم ایسا ذکی و ہوشیار ہو کہ وہ اپنی طبیعت پر یہ اقتدار رکھتا ہو کہ کبھی اس کو اپنی حد سے متجاوز نہ ہونے دے تو تعلیم سے اس میں ایسی لیاقت پیدا کر دو کہ وہ اپنا رنگ سب رنگوں میں ملا سکے ہر مجلس و ہر محفل کا ہم رنگ ہو۔ بادشاہوں کے درباروں اور امراء کی مجلسوں فقراء کے حلقوں میں غرض ہر صحبت و ہر جلسہ میں وہ ممتاز و سرفراز معلوم ہو۔ اس کے اختیار میں ہو کہ جس جون میں چاہے اپنے تئیں بدل کر لے آئے۔ ہمیشہ دنیا میں ایسی ہی طبیعت کے آدمیوں سے بڑے بڑے کام ہوئے ہیں وہ ہر موقع و مکان و مقام کے مناسب اپنا مزاج بنا لیتے ہیں مجسٹریٹ ہوئے تو فوجداری کے مقدمات میں سیاست کی شان دکھانے لگے۔ جج ہوئے تو دیوانی مقدمات میں نرمی و انکسار مزاج میں حلم بنا لیا۔ کلیسا میں ممبر پہ بیٹھے تو الفت و رحم کا وعظ فرمانے لگے۔ میدان جنگ میں گئے تو دشمنوں کے سر قلم کرنے لگے۔ کہیں پولیٹکل ایجنٹ بنے تو کچھ اور ہی روپ بنا لیا۔ سب کی سنتے ہیں۔ اپنی نہیں کہتے۔ کہیں وہ یہ کی فہمی

ـــت کام نکلتا دیکھا تو دائم بن گئے۔ کہیں لوٹنے جوڑنے کی ضرورت پڑی تو قارون ہوگئے۔ غرض یہی نہیں وسعت آباد علم سے دولت آباد عمل میں جو آتے ہیں وہی دنیا میں سب پر سبقت لے جاتے ہیں اور اپنے کارہائے نمایاں کے کارنامے لکھا جاتے ہیں۔ بعض بعض پرہیزگار اس قبیل کے دنیا کے کامیابوں کو ابن الوقت کہتے ہیں مگر جن کو تعلیم سے ابن الوقت بننا آتا ہے۔ وہی تو دنیا میں سرفراز اور بلند شان ہوتے ہیں۔ عظیم المحل عدیم المثل بنتے ہیں۔ سب فنون علوم میں یہی فن اور علم دشوار اور مشکل ہے۔ انسان کیونکر نیک چال اور خوش گزران بنے۔ یہ علم و فن کتابوں کے پڑھنے سے نہیں آتا۔ بلکہ زندگانی کی تجربوں سے آتا ہے۔ عقلمند ان علموں کو علم ہی نہیں جانتے۔ جن میں فقط الفاظ دل بہلاتے ہوں اور کوئی کام عملاً بکار آمد نہ ہو۔ تعلیم سے یہ غرض نہیں کہ تم زیور علم سے آراستہ ہو کر اپنی خودنمائی کرو۔ بلکہ علت غائی اس کی یہ ہے کہ تم اپنی زندگی کا دستور العمل موافق عقل کے مقرر کرو۔ اور اس کے قوانین اور آئین کے پابند اسیے ہو کہ تمھاری چال چلن میں ہوشمندی۔ راست بازی۔ راست گفتاری۔ عدالت گستری۔ جوئیرسی حق پژوہی میل حق پر مائل۔ جانب باطل سے اجتناب۔ پیروی حق میں گرماگرمی۔ بیماری کی حالت میں مزاج میں صبر و استقلال۔ عیش و عشرت میں اعتدال۔ کاروبار خانگی میں انتظام۔ کھانے پینے میں بے تکلفی۔ گوشت پلاؤ ساگ پات۔ دال دلیا سب برابر۔ پینے میں پانی کے آگے شراب حرام۔ غرض یہ ساری باتیں تمھارے دستور العمل زندگی میں جو تمھاری تعلیم نے تصنیف کیا ہوا ہو نظر آئیں تو تم نے تعلیم پائی۔ ورنہ وہی مثال ہے کہ گدھے پر کتابیں لاد دیں۔

(خاتمہ)

اوپر کے مضمون کا حاصل و لب لباب یہ ہے کہ تعلیم پانے کا مقصد عظیم یہ ہے کہ آدمی خلعت مردانگی پہن کر میدان فرزانگی میں آئے۔ خردمند۔ کارشناس بنے۔ خواہش فضول اور غضب نامقبول سے گریز کرے۔ عادات نامعقول سے پرہیز کرے۔ سستی و نکوکاری کو اپنا

پیشہ بنائے۔ خودبین و خودستائی سے فراموشی اختیار کرے۔ حق کی جستجو میں تہ-
خودشناسی وخداشناسی) کے پیچھے رہے۔ غرض اچھی طرح جیئے اچھی طرح۔ مرے۔

امروز چناں بزی کہ فردا چو رَوی ۔۔ خنداں تو بروں روی و گریاں ہمہ کس
آں چناں زی کہ بعد مُردنِ تو ۔۔ ہمہ گریاں بوند و تو خنداں

(۴۴) اپنی ہی استعداد و قابلیت سے صحیح اور غلط کا اندازہ کرنا حماقت ہے۔

دنیا میں بہت سے ایسے بیچارے جاہل آدمی ہیں کہ جن کا دل اُن کا سادہ ہوتا ہے اور ہر نقش کے قبول کرنے کے لئے آمادہ۔ وہ اور لوگوں کے کہنے پر جلد یقین اور اعتقاد لے آتے ہیں۔ راست و دروغ جائز و ناروا کو بدون ردّ و قبول و تردد و توقف کے مان لیتے ہیں۔ جیسے نرم موم پر مُہرہ کو لگائیے تو بے مزاحمت اُس کے تمام حروف آنکھ گئے ہیں ایسے ہی اِن کے نرم دل پر جن اعتقادوں کا نقش جمائیے وہ بیٹھ جاتا ہے۔ ترازو کے خالی پلڑوں میں سے جس پلڑے میں ذرا سا وزن رکھیئے تو وہ اُسی طرف جھک جاتا ہے اسی طرح ان کے خالی دل میں جس اعتقاد کا وزن رکھیے اُسی طرف وہ جھک جاتا ہے۔ دوسرا کوئی اور وزن ہی نہیں ہوتا کہ اُس کو جھکنے نہ دے۔ بچوں۔ عورتوں۔ عوام الناس۔ بیمار اُمیدوں کو دیکھتے ہو۔ کہ وہ کیسے سریع الاعتقاد ہوتے ہیں جو وہ سُنتے ہیں اُس کو یقین کر لیتے ہیں گویا ان کے کان ہی عقل و فہم کا کام دیتے ہیں۔ ایک لوگ تو یہ ہیں کہ جن پر جہالت کی تیرگی چھائی ہوئی ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں کہ جن پر یہ حماقت کی گھٹا چھائی ہے کہ وہ عقل اور فہم کو ایسا وسیع سمجھتے ہیں کہ گویا ساری دنیا کی باتیں ان میں سمائی ہوئی ہیں جو بات ان کی عقل و فہم میں نہ آئے اُسے معدوم سمجھتے ہیں یا اُس کو دروغ بتلاتے ہیں مثلاً کوئی شخص اُن سے معجزات اور کرامات اور خرق عادات کا ذکر کرے۔ خواہ اُن کے واسطے کیسی ہی بزرگوں کی شہادت معتبر و معتمد موجود ہو لیکن وہ کہدیں گے یہ سب جھوٹ ہے۔ ان کو بیہ

یقین کرنا چاہئے۔ کہ نیچر کی قدرت بے انتہا ہے۔ وہ تمام تر انسان کی سمجھ سے باہر ہے اپنے قصورِ فہم کا اعتراف نہایت عجز و انکسار سے اُس کے سامنے کرنا چاہئے۔ معلوم نہیں کیا کیا اسرار اس میں مخفی ہیں کل ہی کا ذکر ہے کہ ہم اُس کی بہت سی باتیں نہیں سمجھتے تھے۔ علم کی تعلیم نے اُن کو سمجھا دیا۔ ہم کو ناممکن اور نادر الوقوع باتوں میں تمیز کرنی چاہئے۔ ہم کو سمجھنا چاہئے۔ کہ کون سی چیز اس نیچر (عادت فطرت کے) خلاف ہے۔ اور کون سی چیز عموم کی رائے کے خلاف ہے۔ یہ جان لینا کہ جس چیز کو ہم جانتے ہیں اس سے بڑی کوئی چیز دنیا میں نہیں ہے۔ نہایت حماقت اور جہالت کی نشانی ہے۔ ایک شخص جو پہلے ہی پہل چھوٹا دریا دیکھتا ہے تو اس کو وہ بہت بڑا دریا سمجھتا ہے۔ اب یہ سمجھنا کہ ایسا بڑا دریا کوئی دنیا میں نہیں ہے۔ نادانی ہے۔ ہم نے شہر دہلی دیکھا ہے بس یہ جان لینا کہ اس سے بڑا کوئی شہر دنیا میں نہیں ہے۔ جیسے کہ اُس کے جاہل باشندے یقین کرتے ہیں بڑی بے وقوفی ہے۔ یہاں لوگوں نے دو مذہب ہندو مسلمان دیکھے ہیں وہ یہ جانتے ہیں کہ سوا ان دو مذہبوں کے کوئی اور مذہب دنیا میں نہیں ہے ہم ہر روز مجلسوں و صحبتوں میں اس قسم کی جہالت کے بڑے تماشے دیکھتے ہیں کہ ہر مسائل علمی اور معاملات مذہبی و ملکی غرض ہر قسم کے مقدمات عظیم کا فیصلہ لوگ اپنی کچی سمجھ سے اٹکل پچو کر دینگے۔ اور اس کے واسطے کوئی ذلیل سی دلیل لائیں گے۔ اور اس کے آگے قوی دلائل کو لغو ضعیف جانیں گے۔ غرض ایسے پندار و غرور میں بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ کہ اپنی سمجھ اور تجربے کے آگے ساری دنیا کے عقل اور تجربہ کو غلط و ہیچ و پوچ جانتے ہیں۔

(۴۴) بھولے بھالے آدمی جھوٹ بہت کم بولتے ہیں

جو آدمی بھولا بھالا ہوگا وہ جھوٹ بہت کم بولے گا۔ جو بات کہے گا وہ غالب سچ ہی ہوگی اس میں جھوٹ بات بنانے کا مادہ ہی نہیں ہوتا۔ جھوٹ بات کا بنانا ایک اختراع اور ایجاد ہوتا ہے جس کے واسطے ذکاوت کی حاجت ہے جس سے وہ سادہ لوح مبرا ہوتے ہیں اب شریف بھلے مانس تعلیم یافتہ آدمیوں کو دیکھو کہ اول جس بات کو دریافت کرتے ہیں۔ اس میں

میں وہ تفتیش کرکے بال کی کھال نکالتے ہیں پھر اس موشگافی کے بعد اپنی معلومات میں حسن بیان چاہتے ہیں۔ اس حسن بیان کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بات کو ... ادا کرتے ہیں جس طرح اپنے تئیں پسند ہو۔ یا سننے والوں کو پسند آئے۔ اور وہ ان کی داد دے۔ غرض ایسے گل پھول بات میں لگاتے ہیں کہ جن سے اصل بات بدل جاتی ہے اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ ان کی شہرت اور ناموری ہو۔ بہت سے آدمی جھوٹ بولتے ہیں۔ مگر اس جھوٹ کو جھوٹ نہیں جانتے۔ اس کا نام حسن بیان رکھتے ہیں ان کا ذہن جو باتیں اختراع کرکے واقعات نفس الامری پر حاشیے چڑھاتا ہے۔ اس سے ان کا دل بہت خوش ہوتا ہے بس اس لئے یا تو بات اس شخص کی قابل اعتبار ہے جو پہلے درجہ کا راست گفتار ہو۔ جھوٹ کی برابر کسی کام کو برا نہ جانتا ہو۔ یا بھولا بھالا ہو کہ بات میں نمک مرچ لگانی نہ جانتا ہو۔ سیدھی سادھی طرز پر واقعات اصلی کو بیان کرتا ہو۔

(۴۵) — وحشی و نیم — وحشی —

بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ ہم ان کو وحشی اس سبب سے کہتے ہیں کہ وہ ہمارے استعمال میں نہیں آتیں مثلاً الفاظ وحشی وہ کہلاتے ہیں جو ہمارے استعمال میں نہیں آتے جانور وحشی وہ کہلاتے ہیں جو ہمارے ہاتھ نہیں آتے۔ ہمارے گھروں میں نہیں رہتے۔ ہر قوم اپنی مذہب کو اپنی سلطنت کو۔ اپنے علم و ہنر کو۔ اپنے رسم و رواج کو۔ اپنی شایستگی اور تہذیب کو کامل جانتی ہے۔ اور انہیں چیزوں کو معیار اور لیول غیر قوموں کی شایستگی و تہذیب کے جانچنے کا اور ہمواری دیکھنے کا بناتی ہے لیول ایک آلہ زمین کی ہمواری دیکھنے کا ہوتا ہے۔ پس جو اس کسوٹی پر پورا نہیں اترتا۔ اور اس لیول میں نہیں آتا۔ اس کو وحشی۔ نیم وحشی جنگلی یا کوئی اور برا نام رکھ دیتے ہیں کسی قوم کو جنگلی کہنا ایسا ہے جیسا کہ ہم ان میووں کو جنگلی کہیں جن کو نیچر (قدرت) نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے اور نشو و نما دیا ہے۔ ان میں ساری خواص و خواص اصلی پائے جاتے ہیں۔ ہم کو اپنے پرورده میووں کو جنگلی کہنا چاہیے۔ جن کی

اصلی صفات کو ہم نے فقط اپنی نادانی کے صرف کے لئے بگاڑ دیا ہے نیچر (قدرت) نے
جو خوبیاں ان میں پیدا کی تھیں ان کو برباد کر دیا ہے اگرچہ ابھی بہت سے حیوان جنگلی ایسے ہیں
کہ وہ ہمارے پرورده حیوانوں کو مات کرتے ہیں۔ یہ عقل میں نہیں آتی کہ انسان کی صناعت
قدرت کی صناعت پر سبقت لے جاوے۔ گو ہم نے اپنی مادر نیچر پر مہربانی کر کے اس کو
اپنے اختراعات اور ایجادات کے زیور سے ایسا لادا ہے کہ اس کا جی گھبرانے اور دم
گھٹنے لگا ہے۔ مگر جہاں اس کو آزادی حاصل ہے وہاں ہماری ساری محنت اور صناعت
کے ایجاد و اختراع اس کے آگے پانی بھرتے ہیں اور غلام ہیں۔ جنگلوں میں دیکھو کیسے کیسے
خودرو پھولوں کے گلستاں کھلے ہوئے ہیں کہ ان کے آگے ہمارے سدا بہار چمن و گلزار
خاک ہیں۔ سیکڑوں پرند وہاں وہ خوش الحانی سے راگ گاتے ہیں کہ ہمارے طوطے ہزار
داستان اور بلبلیں پرند ان کے آگے بے آواز معلوم ہوتے ہیں ہمارے پلے ہوئے
چوپایوں سے سینکڑوں جنگلی چوپائے زیادہ موٹے تازے توانا ہیں۔ نیچر کی صناعت
کو کہیں ہماری صناعت پہنچ سکتی ہے۔ اس نے جو مکڑی کو جالا بننا سکھایا ہے کیا کوئی
انسان صانع ویسا جالا بننا سکھا سکتا ہے۔ یا پرندوں کو اس نے جو گھونسلے بنانے سکھائے
ہیں وہ کوئی کاریگر آدمی بنا سکتا ہے ہرگز نہیں افلاطون کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے
قابل ہے کہ دنیا میں ساری چیزیں قدرت سے پیدا ہوئی ہیں یا انسان کی صناعت سے
کل حسنات نفاست عظمت و شان کمال قدرتی چیزوں میں نمایاں ہیں اور سارے
نقص و عیب انسان کی مصنوعی چیزوں میں بس وحشی قوم کے کچھ معنے نہیں سوا اس کے
کہ وہ اپنے نیچر کے زیر فرمان ہے۔ انسان کے بنائے ہوئے قوانین کے ساتھ اختلاط
پیدا کر کے اپنے تئیں خراب خستہ نہیں کیا۔ اپنی سادگی کو نہیں چھوڑا۔ اپنی اصلی صورت و شکل کو
بناؤ سنگار کر کے نہیں بدلا۔ بعض وحشی قوموں میں وہ خوبیاں پائی جاتی ہیں کہ ان سے اگر
مہذب قوم ناواقف ہے تو افسوس کا مقام ہے۔ گو ان میں نہ تجارت ہو نہ علم پڑھنے

لکھنے کا ہے۔ نہ حساب جانتے ہیں۔ نہ ان میں حاکم کا نام ہے۔ نہ کوئی ملکی اور مالی بزرگی کسی کو ہے۔ نہ کوئی خادم ہے نہ مخدوم۔ نہ دولت ہے نہ افلاس ہے نہ کوئی معاہدہ ہے نہ تقسیم وراثت ہے۔ نہ کوئی مال ہے نہ کوئی خدمت ہے نہ مگر ان زراعت ہے۔ نہ عزیز واقربا کا ادب ہے۔ اگر ہے تو سب کا برابر ہے۔ نہ لباس ہے نہ زراعت ہے۔ نہ اناج ہے۔ نہ شراب ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ان کی زبان میں نہ ایسے الفاظ ہیں کہ جن کے معانی جھوٹ بدکاری۔ زناکاری۔ طمع حسد۔ مذمت۔ غیبت ہوں۔ غرض جیسا فطرت نے ان کو معصوم پیدا کیا ہے ویسے ہی ہیں پتھروں اور لکڑیوں کے ہتھیار بنا لئے۔ ان سے مچھلی اور جنگلی جانوروں کا شکار کر لیا۔ ان کو سینک کر بھون کر کھا لیا۔ وہ اوزار پتھروں کے ایسے بنا لیتے ہیں کہ اپنے سارے کام چلا لیتے ہیں ان سے بال ایسے مونڈتے ہیں جیسے کہ استرے سے غرض ان میں یہ اگر دیکھو کہ کتنے وہ برے کام کرتے ہیں تو بہت تھوڑے ہوں گے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ ان سے برے کاموں میں تشدد ہوتا ہے۔ مگر تعداد اتنا نہیں ہونا چاہیا کہ تہذیب و شائستگی میں اگر اس خیال کو وسعت دیجے تو یہ نتیجہ پیدا ہوگا کہ کل انسانوں کا حال یکساں ہے۔ خدا تعالیٰ کے انعام سب پر عام ہیں اس کی ہزاروں نعمتیں ہیں وہ سب میں برابر بٹے ہوئے ہیں کسی کو کچھ دیا کسی کو کچھ۔ یہ انسان کا خاصہ ہے کہ وہ اپنی قوم کے سوا اور قوموں کو ناشائستہ غیر مہذب و نیم وحشی وحشی نہ کہے تو اس کو اپنے تئیں مہذب کہنے کا لطف نہیں آتا۔ اوروں کو جب تک جاہل نہ بتائے تو اپنے جیسی عقل کا مزہ نہیں آتا۔

(۲۶) انتظامات الٰہی میں اپنی ہشیاری دل ہی چاہئے

× نامعلوم یعنی مجہول چیزوں میں مکر و فریب کا گھر ہوتا ہے۔ آدمی سونا بنانا نہیں جانتے۔ اس لئے کیمیا گروں کے جل میں آجاتے ہیں بعض نادان ان کے کہنے میں

آجاتے ہیں بعض نادان ان کے کہنے میں آن کر اپنے تئیں چاند سے کے گھر خاک میں ملا دیتے
ہیں آدمی کو نہیں معلوم کہ آیندہ کیا ہوگا۔ اس لیے وہ جوتشیوں یعنی نجومیوں ورمالوں۔
فال گوؤں خوابوں کے تعبیر دینے والوں۔ فقیروں اور جوگیوں اور بہت سے اسی قسم کے آدمیوں کے
دم جھانسے میں آجاتے ہیں اور ان کے کہنے پر یقین کرتے ہیں گو ہزاروں دفعہ ایسے لوگوں کے
مکر و فریب واقعہ کھل جاتے ہیں جس کے سبب سے وہ جابجا آوارہ گرد ہوتے ہیں۔ پورے سمجھ اور
بوجھ سے پورے طور دشمن سے اتر اور اتنے سے دشمن بات [illegible] پیٹے پھرتے ہیں مگر اپنی حرکات
سے باز نہیں آتے اور اپنی باتوں پر اصرار چلا جاتا ہے کہ ہم اسرار الٰہی سے واقف ہیں ہم
مستقبل آیندہ کی باتیں جانتے ہیں خدا کی باتیں جو کسی کو نہیں معلوم وہ ہم کو معلوم ہیں غرض ایک ہی
قلم سے سیاہ و سفید نقش بناتے ہیں + افلاطون نے لکھا ہے کہ اگر ایک جماعت کی مخاطبت
میں دیوتاؤں کے اوصاف بیان کیجئے تو سب آدمی مطمئن ہو کر اس کو یقین کریں گے لیکن اگر
آدمیوں کے اوصاف بیان کیجئے تو اس میں سے چون و چرا نکالیں گے کیونکہ سننے والوں کی جہالت
ایسی طرح بیان کرتی ہے کہ جس آزادی سے اس میں جا ہو نامعلوم و مخفی چیزوں کے اسرار کے
بیان کے کھولنے دو بار او۔ مجہول چیزیں عجیب و غریب ہوتی ہیں اسی سبب سے ان کا یقین ہوتا
ہے۔ استدلال عقلی کا جرح قدح ان میں نہیں چل سکتا۔ جیسا کہ ہماری اور باتوں میں چل سکتا ہے
ان کو بے چون و چرا ماننا پڑتا ہے۔ انسان کی طبیعت میں داخل ہے کہ وہ ہر معلول کی علت و
ہر سبب کا سبب دریافت کرتا ہے مگر جب حادثات اور واقعات عجیب پیش آتے ہیں تو
بعض آدمی مدعی ان واقعات کے اسباب جاننے کے ہوتے ہیں اور کسی سبب سے ان کو منسوب کر دیتے
ہیں اور ایسی ابلہ فریبی کرتے ہیں کہ ان سببوں کو لوگ یقین کر لیتے ہیں۔ یوں ہزاروں عجیب و
غریب افسانے بنے سنو یا انسان یقین کرنے لگتا ہے ان کا عجیب ہی ہونا باعث یقین ہے
مگر آدمی کو چاہئے کہ وہ دل سے یہ یقین کرے کہ خدا کی باتیں خدا ہی جانتا ہے کسی انسان کا
مقدور نہیں کہ اسرار الٰہی اور خدا کی مرضی کو جاننے لگے + امریکہ میں قوم انڈین کی یہ رسم ہے

کہ جب لڑائی میں ہزیمت ہوتی ہے یا کسی مقابلہ میں ناکامی تو وہ آفتاب سے جو ان کا معبود ہے
اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ یہ آفت جو ہم پر آئی وہ ہماری شامت
اعمال کے سبب سے آئی۔ وہ ہمارے معبود کی عین عدالت ہے۔ بس اسی طرح ہم کو یقین کرنا چاہئے
کہ وہ دار جہاں آفریں جو کچھ کرتا ہے۔ اس میں چون و چرا کی جگہ نہیں ہوتی۔ وہ حکیم ہے کوئی
کام اُس کا حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ جو کام ہمارے لئے وہ کرتا ہے وہ ہمارے حق
میں اچھا ہی ہوتا ہے وہ حکیم جو تلخ دارو ہم کو پلائے۔ اُسے کشادہ پیشانی سے پیئیں اُس کا
احسان مانیں شکر بجا لائیں تسلیم و رضا کو اختیار کریں مگر انسان عجب نادان ہے۔ کہ دنیا کی اقبالمندی
اور بداقبالی کو مذہب سے منسوب کرتا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ غیر مذہب والے دنیا میں جاہ و
جلال رکھتے ہیں اور اپنے مذہب والے ادبار کے غار میں پڑے ہیں تو اس کے اپنے معتقدات مذہبی
سست ہو جاتے ہیں اور غیر مذہب والوں کے معتقدات کی طرف رجحان ہوتا ہے اس کو سمجھنا
چاہئے کہ دنیاوی عروج و تنزل کو مذہب سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ مذہب تو یہ بتاتا ہے کہ دنیا
دارالامر ہے یعنے مذہبی احکام کی بجاآوری کی جگہ ہے عقبیٰ دارالجزا ہے۔ جہاں بُرے بھلے کاموں کی
جزا سزا ملے گی۔ مذہب یہ نہیں کہتا ہے کہ جو دنیا میں نیک ہوگا۔ وہ دنیاوی جاہ و مال بھی رکھے گا
اور جو شریر ہوگا۔ وہ دنیاوی مال و جاہ سے محروم ہوگا۔ بس یہ انتظامات الٰہی جو ہوتے رہتے
ہیں۔ کہ آج کسی قوم کا عروج ہے۔ کل کسی قوم کا کسی قوم کا آج ادبار ہے کسی کا کل تھا۔
اُسکے اسباب کو مسبب الاسباب ہی جانتا ہے۔ انسان کا کام نہیں ہے۔ اس کا سبب مذہب کو
قرار دینا غلط ہے۔ مذہب تو وہی رہتا ہے۔ مگر اہل مذہب کے اقبال و ادبار میں انقلاب ہوتا
رہتا ہے اس لئے دنیا کے عروج و تنزل کو اس میں دخل نہیں ہے اس سے اپنے معتقدات میں فرق آنا
نہیں چاہئے۔ خدائے تعالیٰ نے بتلا دیا ہے کہ نیک اعمالوں کو اپنی جزا کے واسطے اور بداعمالوں کو
اپنی سزا کے واسطے ایک آنے والے روز کا انتظار رکھنا چاہئے + آدمی آفتاب کی روشنی سے
فائدہ اٹھائے۔ اُس کی طرف آنکھ سے ٹکٹکی باندھ کے اپنے تئیں اندھا نہ بنائے۔ بس اسی

طرح خدا نے جتنی عقل اپنے کاموں کی سمجھ کے لئے دی ہے۔ اسی سے فائدہ اُٹھائے اس سے زیادہ سمجھنے کے لئے کوشش کرنے سے عقل کو نہ بڑھا دے

(۴۷) عیش و موت

قدیم زمانہ کے بہت سے حکیم بالاتفاق یہ رائے رکھتے ہیں کہ جس وقت زندگی میں آفات زیادہ اور آسودگیاں کم ہو جائیں تو مرجانے کے واسطے یہ وقت نہایت اچھا ہے یہ امر نیچر کے قاعدے کے خلاف ہے کہ ہم اپنی حیات کو اس حالت میں برقرار رکھیں کہ اس میں سوا رنج اور تکلیف کے کچھ نہ ہو۔ چنانچہ ان کے یہ مقولے ہیں۔

(۱) یا چین کی زندگی ہو یا اچھی موت ہو ان دو باتوں میں سے کوئی ایک ہو

(۲) جب زندگی ملالت انگیز ہو تو مرجانا اچھا ہے۔

(۳) ذلت کے ساتھ جینے سے مرنا بہتر ہے۔

مگر ان مقولوں اور رایوں پر افسوس ہے۔ آدمی اپنی زندگی کو کیوں ایسا کم بخت بنائے جسے مرنا جینے سے اچھا ہو جائے۔ پہلے ہی سے دنیا کے جاہ و منصب پر کیوں ایسا دل لگائے کہ جس کے مفقود ہونے پر حیات سے موت اچھی ہو جائے۔ بہت سے حکمائے امراکو نصیحت کی ہے کہ وہ دنیا کی عیش و عشرت و جاہ و دولت پر خاک ڈال کر خلوت نشین ہو جائیں اور حکیمانہ زیست بسر کریں۔ لیکن اہل دنیا عیش و عشرت۔ مال و دولت کے پھندوں میں ایسے پھنسے ہوئے ہوتے ہیں کہ نہ انھیں کھول کر باہر آسکیں نہ توڑ کر اپنے تیئں چھڑا سکیں۔

(۴۸) کپڑے پہننے کی ضرورت

لباس پہننا انسان کی ضرورت میں داخل ہے یا عادت میں اس کا فیصلہ کرنا ہے لباس پہننے کی عادت نے بھی کیا اپنے تیئں چاروں طرف سے کپڑوں کو لپیٹا کر اپنے تیئں چھپایا ہے کہ جب تک اس کی نسبت کچھ کہا نہیں جاتا۔ کہ اس کے کپڑے نہ اتارے جائیں ہم کو معلوم ہے کہ بہت سی قومیں برہنہ رہتی ہیں اب یہ سوچنا چاہئے کہ یہ عریانی اصل وضع انسانی ہے یا

ان کے ملک کی ہوا ایسی گرم ہے کہ اُس نے یہ عریانی کا لباس پہنا رکھا ہے۔ خدا کا کلام
اور کام شہادت دے رہے ہیں کہ جو کچھ تلے جتنی چیزیں ہیں ایک ہی قوانین اُن پر فرمانروائی
کرتے ہیں پس اب یہ دانشمندوں کا کام ہے کہ وہ دنیا کے دستورات پر غور کرکے قوانین قدرت
اور انسان کے قوانین اختراعی میں تمیز کریں جس میں ذرا جھوٹ نہ ہو۔ تمام اور مخلوقات اپنی حوائج
ضروریہ کا اسباب اپنی پیدایش کے ساتھ لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ لباس کے لئے سوئی تاگا
اُن کے ساتھ ہوتا ہے۔ اب انسان کیا قصوروار تھا کہ وہ محتاج و بے نوا و ناقص پیدا
ہوتا ہے کہ جب تک اُس کو خارج سے امداد نہ ملے تو جی نہ سکے درخت۔ پودے۔ جانور
غرض سارے ذی حیات قدرتی لباس اپنا۔ کھالوں۔ بالوں۔ خولوں۔ چھالوں اور
اسی قسم کی چیزوں کا رکھتے ہیں۔ ہمارا حال بھی ایسا ہی تھا۔ مگر ہم نے جیسے آفتاب کی
روشنی کے سوا اپنے لئے اور روشنیوں کو اختراع کر لیا ہے ایسے ہی ہم نے اپنی قدرتی وضع
کو چھوڑ کر اوروں کی وضع طرح کو اختیار کر لیا ہے یہ لباس پہننا فقط عادت ہی کی بات ہے
ورنہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض ملکوں میں جن میں جاڑا ہمارے اس ملک کا سا پڑتا ہے یا ان میں
ہمیشہ زیادہ سردی رہتی ہے۔ وہاں آدمی ننگے دھڑنگے بے تکلف پڑے پھرتے ہیں ان کے
بدن کو سردی کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ اپنے ملک میں دیکھتے ہیں کہ گنوار مزدور کڑاکے کے جاڑے
میں کام کرتے ہیں نہ اُن کی چھاتی پر نہ پیٹ پر نہ پیٹھ پر کپڑا ہوتا ہے اپنے ہی بدن میں دیکھ لو
کہ جو سب سے زیادہ نازک اعضا ہیں وہ ہوا میں کھلے رہتے ہیں۔ جیسے آنکھ۔ ناک کان
منہ۔ اگر ہم کو انگرکھا اور پائجامہ پہننا ضرور ہوتا۔ تو ہمارے اعضا جو ہوا میں برہنہ رہتے
ہیں ضرور تھا کہ قدرت سے ان کی سخت کھال بنائی جاتی جیسے ہاتھ پاؤں کی انگلیوں پر
ناخن ہیں تاکہ وہ موسموں کی سختیوں سے بچے رہتے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ لڑکے ہم [illegible] سے
زیادہ کپڑے پہنتے ہیں دوسرے کنجر ہیں جو ان لوگوں سے زیادہ کپڑے پہنتے ہیں جو سوا
اپنی کھال کے کچھ اور نہیں پہنتے۔ کڑاکے کے جاڑے میں ایک جوگی سر سے پاؤں تک ننگا ایسا اینڈتا ہوا

چلا جاتا تھا۔ گویا کہ ایک بڑا پوستین پہنے ہوئے تھا۔ ایک شخص نے پوچھا کہ جوگی جی آپ کو جاڑا نہیں لگتا؟ بابا مجھے جاڑا کیوں لگے کیا تمھارے چہرہ کو جاڑا لگتا ہے؟ میرے سارے بدن کا حال تمھارے چہرہ کا سا ہے۔ جاڑے میں تم دیکھتے ہو کہ سویرے لوگ ٹھنڈی ہوا میں ٹھنڈے پانی سے نہاتے ہیں ننگے بیٹھ کر پوجا پاٹ کرتے ہیں۔ ایک بادشاہ نے ایک مسخرے سے جو بہت باریک کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ پوچھا کہ تجھے جاڑا ان باریک کپڑوں میں نہیں لگتا میں تو اتنے کپڑے پہنے ہوئے ہوں پھر بھی سردی لگتی ہے۔ کیا تدبیر کروں کہ تیری طرح مجھے جاڑا نہ ستائے۔ اس مسخرے نے کہا کہ حضور اگر میرا کہا مانئے تو تمام کپڑوں کو اتار پھینک دیں پھر میری طرح آپ کو جاڑا نہیں لگے گا۔

پوشاک پہننے کی عادتیں مختلف قوموں میں مختلف ہیں ہر ایک قوم بلکہ آدمیوں کی عادتیں جدا جدا ہیں۔ بعض آدمی جاڑے گرمی میں ایک ہی کپڑے پہنتے ہیں جیسے جاڑے میں بھی ململ کے انگرکھے میں ایسی ہی گرم وہ رہتی ہیں جیسے روئی کے لبادے میں۔ عورتیں باریک دوپٹے اور دلائی میں جاڑا بسر کرتی ہیں ایک عورتیں وہ ہیں جو کاتک کے دنوں میں ننگے پاؤں دریا پر نہانے جاتی ہیں دوسری وہ عورتیں ہیں کہ اس موسم میں پاؤں میں موزہ اور موزہ پر جوتا پہنتی ہیں۔ بعض قومیں سر پر بال اور بالوں پر ٹوپی اور دستار۔ بعض قومیں سر گھٹا ہوا چھلا ہوا کھیرا اور پھر اس پر ننگا۔ افلاطون کا قول ہے کہ سر اور پاؤں پر کوئی لباس پہننا نہ چاہیے جو قدرت نے دیا ہے وہی رکھنا چاہیے۔ بعض آدمی ایک جوڑا کپڑوں کا پہنتے ہیں اور جب تک وہ پھٹ نہ جائے ہو کر بدن پر سے اتر نہیں جاتا وہ دوسرا جوڑا نہیں بدلتے۔ بعض ان کے برعکس روزانہ کپڑے اتارتے ہیں بعض گھر میں ننگے سر اور باہر ٹوپی پہنتے ہیں بعض اس کے برعکس عمل کرتے ہیں۔ اگر ان سب باتوں پر غور کیجیے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصل انسان کا لباس وہ ہی ہے جس کا اللہ نے دیا ہے یعنی جلد اور باقی جامہ و دستار محض ایجاد انسانی ہیں مگر یہ بات ہماری عادت کے خلاف ہے ایسے شاید ہی اس کو کوئی مانے۔

(۴۹) ہماری حالتوں کا یکساں نہ ہونا

باعتبار اوصاف باطنی اور کمالات روحانی کے جیسا کہ دو انسانوں میں فرق عظیم ہوتا
ہے۔ ایسا دو حیوانوں میں نہیں بلکہ ایک انسان اور حیوان میں نہیں۔ ایک کو دوسری آدمی پر وہ عجیب سبقت
ہوتی ہے کہ دوسرے آدمی کو حیوان پر نہیں ہوتی ہے ارسطو افلاطون کو عقل کے اعتبار سے جو فوقیت ایک
گنوار پر ہے وہ گنوار کو بیل گدھے پر نہیں۔ [illegible] ہاتھیوں کے [illegible] اتنے گز نہیں جتنے کہ
انسانوں کے طبائع و ذہنوں کے مختلف درجے ہیں۔ انسان کے عیب صواب جانچنے کا طریقہ [illegible]
سا نہیں ہے کہ چند صفات حیوان کی جیسے [illegible] میں ان کا امتحان کر کے ان کے برے بھلے ہونے کا
تخمینہ کر دیں مثلاً گھوڑا ہی۔ اس کی طاقت و رسم مستحکم دیکھ کر ہم اسکے اچھے برے ہونے کا تخمینہ کر دیتے
ہیں سرکس میں جو گھوڑا تیز دوڑا اس کی واہ واہ کا نعرہ بلند ہو گیا۔ گھوڑے کی خوبیوں کے دیکھنے
میں اس کی رفتار کو دیکھتے ہیں سازو لگام کے زرق برق ہونے کو نہیں دیکھتے [illegible] دیکھتے ہیں
اس کے پٹھے کے زریں ہونے کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ بازوں کو دیکھتے ہیں۔ اس کی [illegible] کو نہیں دیکھتے
بس اسی طرح انسان کی اوصاف باطنی کیوں نہیں دیکھتے وہی اس کے اصلی نفس و ذات کے ہیں
ایک شخص کا اصطبل گھوڑوں سے بھرا ہوا ہے محل عالیشان بنا ہوا ہے [illegible] لاکھوں [illegible]
کی ہے یہ ساری چیزیں خارج میں اس کے گرد ہیں۔ مگر اس کی ذات کے اندر داخل نہیں۔ اگر
گھوڑے کو خریدتے ہیں تو پہلے اس کی گردنی اتار دیتے ہیں اور ننگا کر کے خوب ہی آنکھیں کھول کر
رنگ۔ خوبصورتی۔ دم قدم ہاتھ۔ پاؤں آنکھیں سینہ۔ غرض تمام اعضا اس کے جو کام کے
ہوتے ہیں ہم دیکھتے ہیں زین و چار جامے تکلف سے کچھ مطلب نہیں رکھتے۔ بس اسی طرح انسان کے
اوصاف کا تخمینہ کرنا چاہئے۔ اگر ایک آدمی کو دیکھو کہ وہ بھاری پوشاک زرق برق سونے
چاندی میں غرق پہنے ہوئے ہیں تو سمجھ لو کہ وہ ایک ایسی چیز دکھا رہا ہے جو اس کی ذاتی نہیں بلکہ
اس پوشاک نے ان چیزوں پر جس سے اس کا اصل حال کھلتا ہو۔ پردہ ڈال دیا ہے تلوار کی قیمت
قدر اس کے کاٹ اور دھار سے ہوتی ہے نہ نیام سے اگر دھار کری ہوئی ہو تو کم خواب کے نیام

کیا کام نکلے گا۔ غرض انسان کے لباس ظاہری پر ہی بصارت کو نہ خرچ کرو۔ بلکہ اوصاف باطنی کو
بصیرت سے دیکھو۔ اگر کوئی آدمی پاؤں چوبیں لگا کر بلند ہو جائے۔ اور تم کو قد کی بلندی ناپنی ہو تو پہلے اسے اتار کر
پھر کھڑا کر کے قد ناپو۔ انسان کے القاب و خطاب و آمدنی سے قطع نظر کر کے اس کی تنہا ذات کو
دیکھو۔ جسم اس کا تندرست و چالاک و چست ہے حسین ہے اور اپنے سب کاموں کرنے کے لائق ہے
جو جو استعدادیں اور لیاقتیں ہونی چاہئیں وہ رکھتا ہے اس کے پاس جو دولت ہے وہ اپنی گرہ کی ہے یا قرض
لی ہے۔ بخت و اتفاق سے تو دولتمند نہیں ہو گیا ہے شجاع ایسا ہے کہ ننگی تلوار کے سامنے اس کی
آنکھ نہیں جھپکتی۔ اس کو جان کی پروا نہیں۔ خواہ وہ منہ کے رستے سے نکلے۔ یا دم گھٹ کر۔
دیکھو وہ ثبات و استقلال ہے کہ اضطرار و اضطراب اس کے پاس ہو کر نہیں گذرتا۔ غرض جو باتیں ہیں
جو انسان میں دیکھنی چاہئیں وہ انہیں انسانوں میں بہم پہنچتی ہیں۔ دانشمند آدمی وہ ہے
جس نے اپنے نفس کو مغلوب و محکوم کر رکھا ہے تمام شہوات نفسانی کے روکنے پر قادر ہے نہ افلاس سے
ڈرتا ہے نہ موت کا خوف رہتا ہے۔ قید کی زنجیروں سے بھاگتا ہے۔ نہ جاہ کی چاہ رکھتا ہے
اس کا سنجیدہ دل ایک مجلا مصفا گولا ہے کہ جس پر خارجی چیزیں نہیں ٹھیرتیں ایسا شخص ریاست و
سلطنت سے بہت بلند مرتبہ رکھتا ہے وہ خود شہنشاہ ہے وہ اپنی دولت کا مالک خود ہے
کوئی چیز نہیں جس کی حرص و ہوس اس کو ستائے۔ دولت اس پر حملہ آور ہو۔ انسان کی بڑی
آرزو یہی ہوتی ہے کہ بدن کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ دل کو سب طرف سے راحت و اطمینان ہو۔ خوف و
خطر سے خالی ہو۔ اب اس کے مقابل میں عوام الناس میں سے کسی ایک جاہل کو دیکھو کہ احمق۔ کمینہ۔
لالچی۔ غیر مستقل۔ غصہ و غضب کے ہاتھ میں ایسا گرفتار کہ جس طرح وہ چاہیں اس کو ہلائیں جلائیں
آپے سے باہر کر دیں اس کے سارے کام اوروں پر موقوف۔ ان دونوں آدمیوں میں زمین و
آسمان کا فرق پاؤ گے۔ مگر عادت و رسم یوں پڑ گئی ہے کہ ہم ظاہری اوصاف کو باطنی اوصاف
پر فوقیت دیتے ہیں گدا و بادشاہ۔ امیر و غریب حاکم و محکوم دولتمند مفلس خیال کر کے آدمیوں کی عزت
میں تفاوت برتتے ہیں مگر درحقیقت سوا کپڑوں کے ان میں کچھ اور فرق نہیں ہے۔ جیسے تجھے اپنا

(تماشاگاہ) میں - ابھی ایک شخص بادشاہ اور وزیر بن کر آتا ہے تھوڑی دیر کے بعد پھر وہ اصلی حالت یعنی خدمتگار کی صورت میں ہو جاتا ہے بس ایسا ہی حال دنیا کا ہے کہ اس میں شہنشاہ جو بیگلوں ریشمی لباس ایسا پہنے ہوئے ہیں کہ آسمان کے ستاروں کا سماں دکھاتا ہے - زیور و زیب بدن ہیں کہ جن کے زر و سونے میں جڑے ہوئے آنکھوں کو چکا چوند لگاتے ہیں - وہ بوجھ کے نیچے دبے ہوئے ہیں اور ناجائز عشق سے غم میں پھنسے ہوئے ہیں اپنے راز حجاب اٹھا دو تو سوا اس کے تم نہ دیکھو گے کہ وہ ایک معمولی آدمی ہے اس کی رعایا میں سے کمینہ سے کمینہ جو آدمی ہے شاید اس سے بھی وہ بدتر ہے - انسان کی اصلی خوشیاں باطنی ہیں یہ جھوٹی خوشیاں ظاہری — کم ہمتی - جنون - حرص - کینہ - حسد - اس کو ایسا ہی پریشان کرتی ہیں جیسے کہ اور با شما کو - اس کے واسطے خزانہ اور لشکر عظیم دل کے کم بخت جھگڑوں کو چھپا سکتے ہیں نہ تدبیریں جھڑکیں دل کے آنکا اور تردد دل کو بھگا سکتی ہیں ہزاروں سپاہ میں وہ گھرا ہو تو بھی اس پر تردد اور خوف حملہ کرتے ہیں انسان کے پیچھے جو تردّدات اور خوف لگے ہوئے ہیں وہ ہتھیاروں کی چمک دمک سے نہ تیروں کی نوک سے ڈرتے ہیں نہ بادشاہوں کے شاہانہ زریں ارغوانی لباس کا ادب کچھ کرتے ہیں وہ اس کے ہم آغوش ہوئے بغیر رہتے نہیں کیا وہ اپنی بادشاہی کے سبب سے - بخار نقرس صرع کی بیماریوں سے بہ نسبت اوروں کے زیادہ بچ سکتا ہے کیا اس کے بڑھاپے کی سرگرانی کا بوجھ اس کے سپاہی اپنے سر پر لے کر ہلکا کر سکتے ہیں؟ کیا موت کے خوف کو جب اس پر طاری ہو اس کے مشیر و وزیر تسلی و تشفی دے کر دور کر سکتے ہیں؟ جب اس کے دماغ میں حسد یا کوئی اور حرص لگی ہے تو کیا بہت سے آدمیوں کے مجرے اور کورنش اور بڑی بڑی تعظیمیں خوش مزاج بنا سکتی ہیں؟ کیا تاج زریں اور تخت سیمیں اس کے قولنج کا علاج کر سکتے ہیں؟ کیا کوئی عمدہ پلنگ پر عمدہ چادر اوڑھنا بخار کو کم کر سکتا ہے - بخار کے نزدیک دوشالہ اور کمبل دونوں برابر ہیں سکندر اعظم کے خوشامدی درباریوں نے اس سے کہا کہ آپ مشتری دیوتا کی اولاد میں سے ہیں جب وہ ایک دن زخمی ہوا تو اس نے کہا کہ میرے بدن میں سے تو وہی سرخ خون نکل رہا ہے جو اور آدمیوں کے بدن سے نکلا کرتا ہے

یہ خوبی وہ نہیں ہے جو دیوتاؤں کا ہوتا ہے۔ ایک اور بادشاہ کی تعریف میں ایک شاعر نے ۱
کہا کہ آپ سورج کے بیٹے ہیں اس نے کہا کہ جو شخص میری بغل کی کرسی پر بیٹھتا ہے تو اب اس سے پوچھ کہ یہ
بات غلط ہے (اگر وہ ایسا ہوتا تو پاس کا بیٹھنے والا جل جاتا) غرض بادشاہ بھی آدمی ہوتا ہے
اگر قدرت نے اس کو بدصورت پیدا کیا ہے تو ساری عالم کی سلطنت اس کو خوبصورت نہیں بنا سکتی۔ پھولوں
کے تخت کو اٹھائیں۔ قدم قدم پر گل و گلزار لگا دیں۔ تو بھی اس کی صورت نہیں بدل سکتی۔ اگر
وہ احمق ہو تو ایسے ہی بے شمار اشتہار نہیں بنا سکتے عیش و عشرت اقبال مندی کا بھی لطف بغیر طاقت
اور فہم کے نہیں اٹھ سکتا مثل مشہور ہے جیسی روح ویسے ہی فرشتے۔ چیزوں کا حال ایسا ہی ہو جاتا ہے
جیسا کہ ان پر قبضہ رکھنے والوں کا دل ہوتا ہے اگر ان کو درست طور سے کام میں لاؤ تو اچھی چیز ہے
بری طور سے کام میں لاؤ تو بری ہیں کسی چیز کا مزا جب ہی آئیگا کہ زبان کی قوت ذائقہ درست ہوگی
دولت کا مزہ جب ہی آئیگا کہ اچھی طرح اس کو کام میں لانے کی عقل ہوگی۔ کسی چیز کا قبضہ ہم کو خوش
نہیں کرتا۔ بلکہ جس سے تمتع ہوتا ہم کو لذت دیتا ہے۔ زمین کی ملکیت اور چاندی سونے کے ڈھیر کا کیا
بہرہ [illegible] مالک کیا حظ اٹھا سکتا ہے۔ کیا وہ اس کے بچے [illegible] ہم ان کی لذت [illegible]
ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ ان کا مالک صحیح المزاج اور تندرست ہو۔ جو شخص [illegible]
اندھا گھر ایسا ہی ہے جیسے کہ اندھے کے لئے تصویر [illegible]
مرض و لولوے کے گوشے میں کیا مزہ آئیگا۔ [illegible]
عقل جاتی ہوئی ہو اس کو دولتمندی کا کیا مزہ [illegible]
فرشتے کے پاس [illegible] کا ہونا۔ جو اس کو [illegible]
صحت، عزت، قوت، دولت۔ اور سب چیزیں جو اچھی [illegible]
اور غیر [illegible] کے واسطے بری ہیں اور اس کے بالعکس [illegible]
اور [illegible] واسطے بری۔ ایسی [illegible] جہاں جسم اور [illegible]
اسباب اہم کام نہیں [illegible] ایک سوئی کی نوک کا چبھنا اور [illegible] غصہ کا آنا [illegible]

عیش کو منغص کرنے کے لئے کافی ہی۔ اگر غصہ آ گئے تو کیا بادشاہ ہونا اُس کے چہرہ کے لال پیلے ہونے کو روک سکتا ہے کیا وہ دیوانے کی طرح دانتوں کو کچ کچانے سے باز رہ سکتا ہی۔ جو شخص طبع سلیم اور ذہن مستقیم جسم تندرست رکھتا ہی۔ اُس کو بادشاہی کا حاصل ہونا زیادہ خوش نہیں کرتا۔ اگر کسی شخص کا معدہ صحیح ہو۔ پاؤں اور پھیپھڑا درست اور منتظم ہوں تو پھر اُس کو خوش ہونے کے واسطے شاہانہ دولت کی ضرورت نہیں ہے۔ شاید اُس کی رای شاہ سلیوکس کی سی ہوگی۔ جو یہ بھی کہ عصاے شاہی کی وزن کو جو شخص جانتا ہے اگر اُس کے سامنے بھی وہ پڑا ہوگا تو اُس کو اٹھانے کے لئے نہیں جھکے گا۔ اچھے بادشاہ کو فرائض سلطنت ایسے ہی تکلیف دیتی ہیں سچ ہے کہ جب ہم کو اپنی ذات پر حکومت کرنی دشوار ہو تو اوروں پر حکومت کرنی کیوں نہ زیادہ مشکل ہوگی۔ فرماں روائی انسانوں کو سبز باغ دکھا کر اپنی طرف کھینچتی ہے مگر انسان کی رای ایسی ضعیف و نازک ہے کہ نئی اور مشتبہ چیزوں میں امتحان کرنا اُس کو مشکل ہے۔ یہ بات نہایت آسان ہے کہ ہم خود پیشوا نہ بنیں۔ بلکہ پیرو ہوں۔ اس میں دل کو چین اور آرام میسر رہتا ہی کہ ہم کو ایک ہی رستہ ایسا چلنے کے لئے مل جائے کہ جس میں کسی کی باز پرس کا خوف سوا اپنے نفس کے نہیں ہو۔ چپ چاپ اطاعت اختیار کرنا حکمرانی چاہنے سے بہتر ہے۔ کیخسرو کا یہ مقولہ ہے کہ تمام رعایا میں جو سب سے زیادہ عاقل ہوشیار قابل ہو وہ بادشاہ بننے کے لائق ہوتا ہی۔ نیرو بادشاہ کہا کرتا تھا کہ عیش و عشرت سے جیسی رعایا لذت یاب ہوتی ہے ایسے بادشاہ نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ اپنے مرضی کے موافق بادشاہوں کو سامان عیش کے مہیا کرنے کے موقع اور آسانیاں ایسی نہیں ہیں کہ وہ ان خوشیوں سے محروم ہو جاتے ہیں جو رعیت کو حاصل ہوتے ہیں وہی عشق بازی ان کی جو ایک قرار پر نہیں رہتی ایسی ایذا رساں ان کے لئے ہو جاتی ہے جیسے معدہ کے واسطے بے نمک گوشت بدہضمی کے سبب سے۔ گویوں کے طائفہ میں گوئی کو گانا سننے میں اُس قدر زیادہ مزہ نہیں آتا جو سننے والے کو آتا ہے دعوتوں کے مجلسوں کی۔ رقص و سرود کے محفلوں کی۔ سانگ کے ہنگاموں کی کشتی کے دنگلوں کی۔ اور پٹے بازی کے اکھاڑوں کی جب کثرت ہو جاتی ہی تو اُن کا دیکھنا اجیرن ہو جاتا ہی اور بار بار دیکھنے سے ایسا دل پھر جاتا ہے کہ اُن کی طرف دیکھنے کو جی نہیں چاہتا

مزہ اور لطف آنا تو درکنار۔ ان کے دیکھنے کا دل جب ہی مشتاق ہوتا ہے کہ وہ کاٹ ہائے
نہ ہوں جب تک آدمی پیاسا کچھ دیر تک نہ رہے پانی پینے میں مزہ نہیں آتا۔ تماشوں کے تماشے میں دیکھنے والوں کو
لطف آتا ہے وہ خود تو کھا کر کھلنا چور ہو جاتے ہیں امرا اور بادشاہوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنی
امیری کی لذتوں سے ایسے سیر ہو جاتے ہیں کہ بھیس بدل کر غریبوں کی طرح بود و باش کرنے سے خوش ہوتے
ہیں امیر اور دولتمند اپنے خوان پر الوان سے ایسے سیر ہو جاتے ہیں کہ وہ غریب آدمیوں کے کھانوں کو
جس میں نہ دسترخوان کا نہ کھانے کا تکلف ہوتا ہے بہت کشادہ پیشانی سے کھاتے ہیں ہر چیز کی افراط
اس کو بے لطف اور گراں خاطر کر دیتی ہے۔ اگر کسی امیر کے محل میں تین سو عورتیں بھری پڑی ہوں تو
نہ اس کو کیا خواہش نفسانی کو پریشانی ہوگی۔ اس کو شکار کا مزہ کیا آئیگا جو سات ہزار باڑے کے شکار
کو جائے۔ امرا کے پیچھے ایک اور کم بختی لگی ہوتی ہے کہ وہ ایسے کھلے میدان میں بیٹھے ہوتے ہیں کہ ہر شخص کی
نظر ان پر پڑتی ہے۔ ان کی ذرا ذرا سی بات کا گھر گھر چرچا ہوتا ہے۔ وہ ایسی بلندی پر جا گزین ہوتے
ہیں کہ کبھی اپنی حرکات کو چھپا نہیں سکتے۔ وہ اگر ذرا سا بھی نامناسب کام کرتے ہیں تو لوگ اس کے بیان
کرنے میں مبالغہ کرتے ہیں رعایا ان پر عیب گیری کا اپنا حق سمجھتی ہے۔ ان کی ذرا سی بات کا افسانہ
بنا دیتی ہے۔ افلاطون نے قہرمان فرمانروا کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ اپنے شہر میں جو کام چاہے اپنی
مرضی کے موافق کرے اس کو کوئی روک نہ سکے۔ اس سبب سے اس کے بُرے کاموں کی شہرت جو شرارت
انگیزی کرتی ہے وہ اس کی خود بُرے کام نہیں کرتے +

ایک بادشاہ بادشاہی کی مصیبتیں یہ بیان کرتا ہے۔ کہ دنیا کی آزادانہ سیر بادشاہ نہیں کر سکتے ۔
اپنی ریاست و مملکت میں قیدیوں کی طرح مقید ہوتے ہیں ان کو ہمیشہ آدمی گھیرے رہتے ہیں بادشاہ
افسوس کیا کرتا تھا کہ بادشاہوں کا حال بعض لحاظ میں تو گدھوں سے بدتر ہے گدھوں کو ان کے مالک رات کو
فرصت دیدیتے ہیں کہ جہاں چاہیں پھریں مگر بادشاہوں کو تو کسی وقت بھی فرصت و فراغت آدمیوں کے
گھیرے رہنے سے نہیں ہوتی۔ نیرو یہ کہتا تھا کہ بادشاہوں کا کوئی دوست نہیں ہوتا۔ دوستی کا امتحان
وہ کیونکر کر سکتا ہے جب کہ یہ نہ معلوم ہو سکے کہ یہ کام کسی نے محبت کے سبب سے کیا۔ یا اطاعت کے

خیال ہے۔ اطاعت تو سب پر بادشاہ کی لازم ہے خواہ اچھا ہو یا بُرا ہو۔ جو تعظیم و تکریم بادشاہوں کی کی جاتی ہیں وہ مراسم کے موافق ہوتی ہیں کچھ بادشاہ کی خاص ذات سے ان کو تعلق نہیں ہوتا بادشاہ کا مصاحب دوستی کا کسی سے نہیں کرسکتا۔ ہاں تو حاکمی اور محکومی اور غالب و مغلوبی اور آقائی اور ملازمت کا تعلق ہوتا ہے غرض بادشاہ کے گرد جتنی چیزیں ہوتی ہیں وہ اور ہی لباس پہنے میں ہوتی ہیں۔ اصل حقیقت ان کی کھلتی نہیں۔ اہل دربار نے جب شہنشاہ جولیس کی تعریف کی کہ حضور بڑے عادل ہیں اس نے کہا کہ میں تمہاری اس تعریف کا جب اعتبار کروں کہ اگر میں کوئی ظلم کا کام کروں تو تم کہو کہ تو ظالم ہے۔ بادشاہوں کو یہ بڑا نقصان ہے کہ جو کچھ وہ کہیں یا کریں رعایا پر اُن کی غلط اطاعت ہی لازم نہیں ہوتی۔ بلکہ اُس کی تعریف کرنی بھی ضرور ہوتی ہے ؎ اگر شہ روز را گوید شب است این بباید گفت اینک ماہ و پروین۔ غرض نظر غور سے دیکھیے تو بادشاہوں اور امیروں کو وہ فائدے حاصل نہیں جو غریبوں اور ذلیل سے ذلیل آدمیوں کو جیسے غریب سمجھتے ہیں لیتے وہ [illegible] اُن کی ہوتی نہیں کھانے میں ایک بھوکے آدمی کو اپنی سوکھی روکھی روٹی میں جو مزہ آتا ہے وہ بادشاہ کو اپنے دستر خوان پر الوان میں جیسے ہزاروں نعمتیں چنی جاتی ہیں علی ہذا القیاس اور خواہشِ طبعی کی کیفیت ہیں اسی طرح سے ہتھیار اور سپاہیوں کے پاس ہوتے ہیں۔ جس کے بادشاہوں کے پاس ہوتے ہیں۔ اُن کا تاج اُن کو نہ دھوپ سے بچا سکتا ہے نہ مینہ سے۔

شاہ پِرّس نے جب ملک اٹلی کے فتح کا ارادہ کیا تو اُس کے ایک مشیر نے پوچھا کہ آپ یہ شاہانہ تیاریاں کن ارادوں کے لئے کرتے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ ملک اٹلی کے فتح کے ارادہ سے۔ اُس نے کہا کہ پھر اس کے بعد کیا ارادہ ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ پرتگال اور سپین کی فتح کا ارادہ ہے۔ اُس نے کہا پھر اس کے بعد۔ بادشاہ نے کہا کہ افریقہ کے تسخیر کرنے کا۔ اس نے کہا پھر اس کے پیچھے بادشاہ نے کہا کہ پھر امن و عافیت کے ساتھ بیٹھیں گے اور اللہ اللہ کرنے کا ارادہ ہے۔ اس مشیر عاقل نے کہا کہ یہ کام جو بعد فتح ملک اور زحمت اٹھانے کے بعد آپ کریں گے پہلے ہی سے کیوں نہیں کرتے۔

نتیجہ کے لوگ نہیں جانتے کہ دنیا میں چیزوں کے حاصل کرنے کی مناسبت کیا ہیں اور کس حد تک

اصل خوشی اور مسرت حاصل ہو سکتی ہے۔ اصل یہ ہے کہ ہر شخص اپنی قسمت آپ بناتا ہے کامیابی 1
کو اپنے سے منسوب کرتا ہے اور ناکامی کو تقدیر سے +

(۵۰) خوشبو و خلق۔

خوش خلاقی کو خوشبو سے تشبیہ دیتے ہیں یعنے جیسی کہ راحت روح کو خوشبو پہنچاتی ہے۔ ایسے ہی خوش خلقی سے آدمی کو راحت پہنچتی ہے۔ بعض آدمیوں کا اخلاق ہی خوش نہیں ہوتا بلکہ ان کا جسم بھی ایسا ہوتا ہے کہ ان کے پسینہ میں عطر کی سی خوشبو آتی ہے انسان کے جسم کی بڑی تعریف یہ ہے کہ کسی قسم کی بو نہ ہو۔ وہ شخص بڑا پاکیزہ نفس ہوتا ہے کہ جس کے بدن میں کوئی بو نہیں آتی +

جو لوگ عطر اپنے بدن پر زیادہ تر لگاتے ہیں اُن پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ ان کے جسم میں بدبو آتی ہے جس کے چھپانے کے واسطے وہ عطروں میں جسم کو بساتے ہیں۔ لیسے لوگ جب ایک شخص پر ہنسنے لگے کہ تو عطر نہیں لگاتا۔ تو اس نے کہا کہ میرے بدن سے کوئی بو نہ آئیگی۔ میں کسی کو اپنے بدن کا معطر ہونا جتانا نہیں چاہتا۔ بعض آدمی خوشبو پر جان دیتے ہیں اُن سے بدبو سونگھنے کی ذرا برداشت نہیں ہوتی۔ بعض کی قوت شامہ ایسی تیز ہوتی ہے کہ کسی کی بغل کی اور سڑی ہوئی مچھلی کی بو ایسی دور سے سونگھ لیتے ہیں کہ جیسے کہ کتا بھی سونگھ نہ پائیگا۔ جو خوشبو قدرتی ہیں اور تیز نہیں ہیں اُن کا کیا کہنا ہے سبحان اللہ۔ عورتوں کو خاص کر استعمال چاہیئے۔ خوشبو کا ملنا زیادہ تر عورتوں ہی کا کام ہے حبشی قوموں میں بھی عورتیں ان خوشبوؤں کا استعمال کرتی ہیں تاتاری عورتیں خوشبودار مصالح جو ان کے ملک میں پیدا ہوتا تھا اپنے سارے بدن پر ملتی تھیں جب یا ہی جاتی تھیں تو اس کا ملنا لگاتی تھیں +

بعض آدمیوں کو خوشبو اتنی پسند ہے کہ وہ افسوس اور شکایت کرتے ہیں کہ قدرت نے کوئی ایسی چیز نہ بنائی کہ وہ ہماری ناک میں ہمیشہ خوشبو پہنچاتی رہتی۔ مگر یہ اُن کی شکایت بیجا ہے۔ سمجھیں ایسی ہیں کہ اُن کو عطر دان جو بنا ہے بنالے۔ خوشبو اُن کو ہر گھڑی ناک کو ایسا ہی معطر رکھینگی جیسے کہ عطر دان +

خوشبوؤں سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ وہ ہوا کی تعفن و سمیت سے آدمیوں کو محفوظ رکھتی ہیں اور امراض وبائی میں مبتلا نہیں ہونے دیتیں ان کے سبب غلیظ مریضوں کے عیادت کرنے جانے میں جو ہوا کی عفونت کا اثر

دماغ پیدا ہوتا ہے وہ نہیں ہوتا۔ بہت دفعہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جو مکان خوشبو سے مہکتے رہتے ہیں اور جو آدمی عطروں میں بسے رہتے ہیں اُن کو وبائی امراض نہیں ستاتے اسی مصلحت کے دنوں میں گھروں کو کافور کی بو سے اور لوبان کی دھونیوں سے مہکاتے ہیں + طبیب بھی خوشبو سے اپنے کام نکالتے ہیں مریضوں کی روح میں تازگی پیدا کر دیتے ہیں اکثر معابد میں بخور کا استعمال ہوتا ہے جن کی خوشبو سے عابدوں کا دماغ معطر ہوتا ہے حواس میں تازگی آتی ہے خدا کا خیال زیادہ پاکیزگی کی ساتھ ہوتا ہے بورچی کھانوں کو خوشبوؤں سے معطر کرتے ہیں بعض دفعہ مشک وغیرہ کھانوں میں پڑتے ہیں جن کی قیمت کھانوں کی قیمت سے بھی زیادہ ہوتی ہے جس وقت ایسے کھانے دسترخوانوں پر چنے جاتے ہیں تو سارا مکان کیا گلی تک مہک جاتی ہے۔ کھانے والوں کو قوت ذائقہ ہی اکیلی لذت یاب نہیں کرتی بلکہ قوت شامہ بھی روح کو راحت پہنچاتی ہے +

(۱۵) الفاظ کی طمطراق اور فصاحت۔

پہلے زمانہ میں فصحا نے فصیح کی یہ تعریف کی ہے کہ جس کو یہ ملکہ ہو کہ ادنیٰ مضمون کو اعلیٰ مضمون بنادے چھوٹی بات کو بڑا۔ یہ فصیح کیا ہوا ایسا موچی ہوا کہ چھوٹے پاؤں کی بڑی جوتی بنادے +

بعض نے فصاحت کی یہ تعریف کی کہ وہ کسی کام کے واسطے بہت سے آدمیوں کو ترغیب دے کر آمادہ کر دے +

سقراط اور افلاطون نے یہ تعریف کی کہ فصاحت ایک فن خوشامد کرنے اور فریب دینے کا ہے فصحا اس سے گو انکار کریں مگر تمام احکام جو ان کی فصاحت سے چلتے ہیں وہ اسے ثابت کرتے ہیں گو فصاحت اور فصیح کی کچھ تعریف کی جائے۔ مگر فصحا کا زمرہ ہمیشہ دنیا میں معزز رہا ہے۔ حکومت جمہوری میں تو انھوں نے وہ کارہائے نمایاں کئے ہیں جو یادگار زمانہ ہیں بہت سے جھگڑے فساد خانہ جنگیاں معاملات کی پیچیدگیاں ایسے انھوں نے تیغ زبان چلا کر ایسے فیصلہ کر دیئے کہ تلوار چلانے سے نہ ہوتے۔ روم کی حالت جس وقت نہایت تباہ تھی اور سیکڑوں ہنگامہ آرائیاں ہو رہی تھیں ان فصحائے سحر بیان ہی کا کام تھا کہ اُن کو [illegible] سلطنت شخصی میں اس کی ضرورت نہیں پڑتی اس لئے ایران میں کوئی شخص ایسا فصیح بیان نہیں پیدا [illegible] اپنی فصیح بیانی سے عوام کو کسی کام کے لئے آمادہ کیا ہو جیسے امراض کے واسطے طبیبوں کی ضرورت [illegible]

۱ سلطنت جمہوری میں فصحا کی حاجت ہے عوام الناس میں یہ قدرتی بات ہے کہ کانوں میں وہ باتیں جو آگ کی طرح جاتی ہیں ان کے دل پر اثر کرتی ہیں۔ گو ان میں صدق اور حق کچھ بھی نہ ہو۔ بس فصاحت الفقرہ کا اثر ایسے لوگوں پر جب تک ہوتا ہے کہ ان کی تعلیم اچھی طرح نہیں کی جاوے۔ ان کی عادت میں داخل ہوتا ہے کہ جہاں کسی نے چکنی چپڑی باتیں بنائیں وہ اس کے دم میں آ گئے۔ ہر پیشہ والے کو اپنے کام میں باتیں بنانی بہت آتی ہیں۔ ایک ہیٹ باورچی سے باتیں کیجئے تو وہ سیکڑوں کھانے گنا دیگا تو کی سنکے کہہ دیگا کہ آدمی کی اشتہا کی اتنی قسمیں ہیں یہ کھانا اس کھانے کے بعد اچھا معلوم ہوتا ہے۔ کھانے میں ترتیب سے کھائے جائیں تو ان میں مزہ خوب آتا ہے۔ پھر پکانے کی ترکیبیں سنئے تو ایسی سنجیدگی اور متانت و فصاحت سے بیان کریگا کہ یہ معلوم ہوگا کہ کوئی مسئلہ حکمت یا وعظ یا کوئی معاملہ ملک داری بیان کر رہا ہے جو شخص وہ باتیں کسی اور قسم کی ٹھیک نہیں بیان کرسکتا وہ اپنے کام میں باتوں کا تار لگا دیتا ہے۔ غرض یہ الفاظ کی طمطراق گو حق اور راستی سے دور ہوتی ہیں مگر دنیا کے کام ان سے خوب چلتے ہیں +

۵۲) عظمت جاہ و جلال نیک کام نیک نام کی

دنیا میں اشیا و سماہیں اسم سے مسمیٰ مفہوم ہوتا ہے یعنی وہ شے جس کا نام وہ ہے۔ اسم شے کا جوہر نہیں ہوتا بلکہ عرض ہوتا ہے یعنے شے کی ذات کا وہ حصہ نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک خارجی امر اس کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے +

خدا تعالیٰ کی ذات کو وہ اعلیٰ کمال حاصل ہے جس پر افزایش کا خیال نہیں ہو سکتا یعنی اس کے کمال پر کسی اور کمال کا اضافہ نہیں ہو سکتا۔ مگر ہاں اس کے نام پر اضافہ ہو سکتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے جو ظاہری کام ہیں جیسے ہم نعمتیں اور برکتیں پاتے ہیں اور ان کی تعریف کرتے ہیں ان کو اس کے نام پر بڑھا سکتے ہیں اسم صفات۔ رازق۔ رحیم۔ رحمان وغیرہ اس کے اسم ذات پر بے شک بڑھائیں بڑھا سکتے ہیں جب ہم اس کی ذات کامل الصفات میں جس میں کسی خوبی کی افزایش کو دخل نہیں ہے۔ کسی خوبی کی افزایش نہیں کر سکتے۔ اس کے نام کی تو صفات لگاتے ہیں جو اس کی ذات سے خارج ایک حصہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عظمت و جلال خدا ہی کی ذات مخصوص سے

اگر آدمی خواستگار اس کا ہو تو اس سے زیادہ کوئی احمق نہیں بیچارے انسان کا مقدور کیا ہے۔
عاجز مسکین۔ محتاج۔ ناقص ہر وقت اس کو یہ ضرورت رہتی ہے۔ کہ وہ اپنا حال بہتر بنائے
اور اپنی بہبودی کے لئے ہمیشہ سعی کرے۔ وہ اندیشے کبھی خالی رہے۔ اس کو ہوا اور آوازے
اپنے تئیں مشہور کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ کسی قدر زیادہ سے بھرنے کی حاجت ہے جس سے کہ اس کی
اصلاح ہو۔ انسان پر اول جستجو اس چیز کی لازم ہے۔ جس کی حاجت زیادہ ہو۔ اگر کوئی شخص بھوکا
مرتا ہو تو بڑا احمق وہ جو خوراک سے زیادہ قیمتی پوشاک کی تلاش میں سعی کرے۔ حوائج ضروریہ
کا بہم پہنچانا سب کاموں پر مقدم ہے۔ اس لئے ہم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ زیادہ ضرورت
بیشک اوصاف باطنی کے بہم پہنچانے کی ہے۔ یا آرائش و زیبائش ظاہری کی جس سے آدمی کی
عظمت و شان ظاہر ہوتی ہے۔ کون اس سے انکار کرے گا کہ سب سے مقدم چیزیں
یہ ہیں۔ صحت۔ نیکی۔ حکمت۔ حسانت۔ بہم پہنچانی ہیں پس اول ان چیزوں کو درست کرنا چاہئے
بعد اس کے زیب و زینت کی طرف متوجہ ہونا چاہئے ۔

(۵۳) عظمت و شان پر جو انسان مرتا ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ پیشتر اسباب آرام
جان ایسے ہاتھ لگتے ہیں۔ کہ لوگ ہم کو پسند کرتے ہیں ہماری تعریف کرتے ہیں۔ اوروں کے
طعن و طنز سے زیادہ بچاتے ہیں۔ بعض حکما اس عزت و شان کو اسی سبب سے برا کہتے ہیں کہ
ان کا یہ مذہب ہے کہ انسان کی تمام خوشیوں میں وہ خوشیاں سب سے بدتر اور نفرت کے
قابل ہیں جو اوروں کی پسند پر موقوف ہوں۔ یہ اوروں کی پسند اور تعریف کی خواہش ہماری ذات کے
لئے بہت بد اندیشیاں کھڑی کر دیتی ہیں۔ ہم کو خوشامد پسند بنا دیتی ہیں جس کے سبب ہم پر خوشامدی
مسلط ہو جاتے ہیں اور سلاطین و امرا کے ہاں بڑے صاحب اختیار اور اعتبار ہو جاتے ہیں
اور ان کے حق میں زہر کے کانٹے بو سکتے ہیں وہ بہت سی مناسب عصمت چیزوں کو خوشامد و تملق
کر کے پھسلا لیتے ہیں اور ان کو خراب خستہ کر دیتے ہیں بعض حکما اور اکثر فقرا کا مقولہ ہے کہ دنیا کی
عظمت و شان اس قابل نہیں ہے کہ کوئی عاقل اس کے حاصل کرنے کے واسطے اپنی انگلی بھی ہلائے + ایک کسوٹ کے

١ مقولات اعظم میں سے یہ ایک مقولہ ہے کہ تو اپنے تئیں چھپا ۔ بس اس حکم میں یہ امر داخل ہے کہ ہم سوائے اپنی ذات کے اوروں سے تعلق نہ رکھیں اور اوروں کو اپنے تئیں نہ پہچنوائیں درحقیقت وہ اس حکم سے ہم کو منع کرتا ہے کہ ہم جمہور کی ذمہ داری کے کاموں اور عہدوں کو لینے نہ جاتے ہیں جن کے پسند کے موافق کام کرنے سے عزت اور عظمت ہم کو حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے عزت و شان کی نفرت ان لی ہے جس کے سبب سے وہ ہم کو منع کرتا ہے کہ معزز و مکرم نہ ہو۔

اور اسی طرح کی ایک اور حکیم نصیحت کرتا ہے کہ تم کسی عنوان اپنے کاموں کو باقاعدہ اور منضبط اس لئے نہ کرو کہ شہرت عام ہو۔ مگر ہاں اس صورت میں کہ ایسے اتفاق پیش آئیں کہ تمہاری اور آدمی بھی خبریں کہ جس سے تم کو تکلیف نہ ہو۔

گو یہ اوپر کی تقریریں حکما کی سچی اور عقل کے موافق معلوم ہوتی ہوں۔ مگر خود ان میں دو رنگی موجود ہے اس لئے کہ وہ جس بات کو کہتے ہیں کہ ہم یقین کرتے ہیں وہ درحقیقت یقین نہیں کرتے اور جس چیز سے کہتے ہیں کہ ہم نفرت رکھتے ہیں اسی سے رغبت رکھتے ہیں یعنے گو زبان سے کہتے ہیں کہ دنیا کی عزت و عظمت نفرت کے قابل ہے ۔ مگر وہ خود ایسے کام کرتے ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس کی طرف رغبت ہے ۔ وہی اپی کیورس جس کا مقولہ اوپر نقل کیا گیا ہے جب مرنے لگا تو بوقت مرگ یہ خط لکھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اس وقت گو مجھ کو پتھری اور مثانہ کے سبب سے بہت تکلیف ہے مگر میری روح کو ایسی ہی مسرت ہے کہ میں نے بہت سے مسئلے و مقولے ایجاد کئے ۔ میرے پیدا ہونے کی سالگرہ ہمیشہ کی جاوے۔ اور اس میں میرے سارے دوستوں اور مشہور آدمیوں کی دعوت کی جاوے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اپنے مرنے کے بعد اپنی نیک نامی اور شہرت کا خیال نزع کی حالت میں خوشی دیتا تھا اور بقاء نام کا یہ خیال تھا کہ سالگرہ کے لئے وصیت کی ۔ غرض جو حکیم یا فقیر دنیا کی جھوٹی عزت و جاہ کو باد ہوا بتاتے ہیں وہ خالی منافقانہ باتیں بناتے ہیں۔ جو زبان پر ہوتا ہے وہ دل میں نہیں ہوتا ۔

(۴۵) بعض ارباب حکمت اوپر کی رای کے بالکل برخلاف رای دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عز و شان کو

خود اسی کی خاطر سے چاہنا چاہئے۔ وہ بعد مرگ ہماری حیات ثانی اور یادگار مثل اولاد ہے۔ یہ رائے عام پسند ہے۔ اس لئے کہ انسان کی طبیعت کا میلان اسی طرف ہے۔ ارسطو نے اس کی طمع اور نفرت دونوں کو افراط تفریط میں داخل کر کے رذائل میں داخل کیا ہے اور اوسط کو افضل بتایا ہے اور کہا ہے کہ انسان کے اسباب ظاہری میں عزت کا مرتبہ سب سے اوّل ہے۔

ایک حکیم کی رائے یہ ہے کہ جو نیکی مخفی رہی وہ مردہ گذشتہ سے کچھ ہی کم ہوتی ہے۔ یہ رائے ایسی غلط ہے کہ اس کو حکیم کہنا سزاوار نہیں۔ اگر اوس کی رائے صحیح مانی جاوے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ آدمیوں کو نیک کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب تک ان سے شہرت عام جمہور انام میں نہ ہو۔ اور نیکی کا گھر جو دل ہے اس کے کاموں کے منتظم اور منضبط کرنے کی حاجت نہ ہو جب تک کہ وہ دوسروں کے علم میں نہ آئیں۔ اس رائے کے موافق ایسی بدکاری کی اجازت ملتی ہے۔ جو سلیقہ و ہوشیاری مکاری کے سبب سے لوگوں پر کھلتی نہیں۔ مثلاً ایک شخص ہمارے پاس اپنا روپیہ بغیر کسی گواہ کے امانت رکھ جاوے تو اس کو واپس دینا نیکی میں داخل نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اس کا اظہار اوروں پر نہیں ہوتا۔ یوں بہت سی قسم کی وہ شرارتیں ہم کرنے لگیں گے جن میں ہم کو اطمینان ہوگا کہ عدالت سزا نہیں دیگی۔ ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ لیاقت سے آگے شہرت و عزت جاتی ہیں۔ کبھی بے حد آگے بڑھ جاتی ہیں۔ ان کا حال سایہ کا سا ہوتا ہے کہ وہ کبھی شخص کے آگے چلتا ہے اور اس سے زیادہ طول ہو جاتا ہے غرض اتفاقی شہرت کبھی نیکی سے زیادہ بڑھ جاتی ہے بس نکوکاری نیک نامی کے حاصل ہونے پر منحصر کرنا اس کو بخت و اتفاق کے ہاتھ میں دینا ہے۔ جس سے نیکی کا خود درجہ رتبہ نہیں قائم رہتا۔ وہ بخت و اتفاق پر قائم رہتا ہے۔ اس لئے نکوکاری اپنے اعلیٰ درجہ سے گر کر ادنےٰ درجہ پر آجاتی ہے۔ نکوکاری میں صرف خدا پر اپنی کوشش پر نظر رکھنی چاہئے کہ وہ دیکھتا ہے خواہ کوئی اس کو اور دیکھے یا نہ دیکھے اس کی پروا نہیں کرنی چاہئے اس کو اوروں کا دیکھنا اور جاننا بخت و اتفاق پر موقوف ہے۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی نیک کام نہیں ہے جب تک نیکنامی نہ ہو۔ شجاعت وہیں کام میں آنی چاہئے جہاں شہرت حاصل ہو۔ غرض جو نیکی پر نیکنامی کو مقدم

ملتے ہیں اُن کو یہ جاننا چاہئے کہ بخت و اتفاق سب چیزوں پر حکمران ہے وہ اپنی مرضی کے موافق جسے چاہتا ہے آگے چلاتا ہے جب چاہتا ہے پیچھے ہٹاتا ہے۔ یہ کام اُس کا عدل و انصاف کے ساتھ نہیں ہوتا۔ پس شجاعت کو وہاں کام میں لانا جہاں اُس کے دیکھنے والے ہوں اس معنے ہیں کہ کبھی اپنے تئیں جان جوکھوں میں جھونکنا نہیں چاہئے۔ لڑائیوں میں جہاں ایک ہنگامہ برپا ہوتا ہے کس کو اپنے کام سے ایسی فرصت ملتی ہے کہ وہ تمہاری بہادری کو دیکھ کر اُس کی شہادت دیگا کہ میں اپنے کام سے غافل ہو کر تمہارے کام دیکھتا تھا۔ ہزاروں موقعے ایسے پیش آتے ہیں کہ جہاں بڑے بڑے بہادروں کے مردانہ کام دفن ہو جاتے ہیں سچی اور عاقلانہ عظمت یہ فیصلہ کرتی ہے کہ جو شجاعت بالطبع ہوتی ہے وہ اپنے کاموں میں جلوہ دکھاتی ہے نہ عزت کو حاصل کرنے میں۔ یہ بخت و اتفاق کی بات ہے کہ قیصر و سکندر کی بے حد و نہایت شہرت ساری دنیا میں پھیل گئی۔ ورنہ ہزاروں بہادر دلاور و شجاع ایسے گزرے ہیں کہ جنہوں نے اپنا کام سکندر و قیصر کا عالی ہمتی اور والا ہمتی سے شروع کیا تھا۔ مگر اپنے کام کے آغاز میں ہی ان کا خاتمہ بالخیر ہوگیا یہ سارے ارمان دل کے دل میں لے گئے۔ ناشاد نامراد خاک میں مل گئے۔ کسی نے نہ پوچھا کہ تم کون تھے کیا تھے کیا کرتے تھے۔ قیصر کیسی کیسی پرخطر و ہولناک مقاموں میں جا کر سلامت نکل آیا۔ زخمی ہونا تو کیا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ مگر ہزاروں دلاور ان سے کم ہولناک مقاموں میں گئے اور ہلاک ہو گئے بیشمار بہادرانہ کام دنیا میں ہوتے ہیں جن کو کسی نے دیکھا نہیں وہ یونہیں مٹ گئے۔ کوئی اپنی نشانی نہیں چھوڑ گئے۔ لڑائی کے چھوٹے چھوٹے کاموں میں بڑے بڑے جوانمردوں کا کام تمام ہو جاتا ہے۔ ان کو میدان جنگ میں اپنے جوہر شجاعت کا دکھانا ہی نصیب نہیں ہوتا ایک چھوٹے سے قلعہ کی فتح میں بڑے بڑے جرنیل دفن ہو جاتے ہیں اگر وہ ایک میدان جنگ میں جاتے تو ان کی معرکہ آرائیاں دیکھنے میں آتیں۔ اب یہ بخت و اتفاق نہیں ہے تو کیا ہے؟ +

جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ میرا مرنا وہاں سزاوار ہے کہ جہاں ناموری ہو۔ اور میرا ذکر جمیل باقی رہے وہ اپنی موت کی شہرت کے سبب سے زندگی کی نیکنامی کو خاک میں ملاتا ہے۔ اس لئے کہ جب تک کہ کوئی

اُس کو موقع عظیم ناموری اور شہرت کا ہاتھ آئے۔ سیکڑوں ایسے موقع پیش آتے ہیں کہ اُن میں ضرور جان جوکھوں کرکے ہاتھ پاؤں ہلانے چاہئیں ان میں وہ ساکت رہتا ہے اس لیے نیک نامی کو کھوتا ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتا کہ مشہور ناموروہی آدمی ہے جس کی نیکنامی کی تعریفیں کونشنس (وجدان قلبی) بجائے۔ کونشنس ہی کی شہادت انسان کی مسرت افزا ہوتی ہے جو شخص اس لیے نیک بنتا ہے کہ لوگ اُس کو نیک جانیں اور جب نیک جانیں تو اُس کی قدرومنزلت کریں۔ جو نیکی اس لئے کرتا ہے کہ اُس کی شہرت اور ناموری اور ذکر جا بجا ہو ایسے شخص سے یہ امید نہیں کی جاتی کہ وہ کوئی کام عظیم سرانجام دیگا۔ ایک بہادر کہتا ہے کہ میرے جاڑے کے موسم میں بعض کام ایسے کئے ہیں کہ وہ ذکر کے قابل ہیں۔ مگر وہ سب ایسے پوشیدہ کئے گئے ہیں کہ کسی کو خبر نہیں ہے۔ اس لئے اگر میں اُن کو نہ بیان کروں تو کوئی الزام میری ذمہ نہیں ہے۔ یہ جوانمرد بہادر بڑے بڑے کام کرنے چاہتا تھا۔ نمود و شیخی نہیں بگھارتا تھا۔ اس لیے اس کے کاموں کو سوا دیکھنے والوں کے کسی اور نے نہیں جانا آدمی کو چاہئے کہ لڑائی میں اپنا فرض ادا کرے جائے خوب جانے کہ بہادرانہ کاموں کا معاوضہ ہمیشہ اُن کے ساتھ رہتا ہے۔ لیاقت کے کام خواہ کیسے ہی پردہ میں گھر کے اندر کئے جائیں یہاں تک کہ دل میں نیک خیالات کئے جائیں گے وہ بھی اپنا صلہ پاتے ہیں نیک دل اپنے نیک کام کرنے ہی کو حوصلوں کا ایک صلہ سمجھتے ہیں نیکی خود آپ اپنا صلہ ہے۔ ایک آدمی نفس الامر میں بہادر ہونا چاہئے۔ بخلاف اتفاق جب اس کے انتفاع پر حملہ کریں تو ان کے مقابلہ میں کمر ہمت چست کرکے سلامت رہنا چاہئے۔ نیکی تمام کمینہ ہزیمتوں سے کنارہ کشی کرتی ہے۔ اور بے داغ صاحب لتوں میں چمکتی ہے۔ وہ گنواروں اور احمقوں کی مرضی پر اپنی علو مرتبگی کو نہیں چھوڑتی ہے نہ اُن سی سرو کار رکھتی ہے آدمی کو چاہئے کہ وہ نیک کام کرے۔ مگر خود نمائی اور ظاہر آرائی کے لئے نہیں۔ بلکہ اپنی باطن آرائی کے لئے۔ جہاں کسی کی آنکھ سوا اپنی آنکھ کے تاک نہیں لگا سکتی اسی سبب سے ہم موت کے خوف سی دکھ درد سے۔ اہل و عیال کی جدائی کے رنج سے۔ دوست آشناؤں کے درد مفارقت سے

مال و دولت کے تلف ہونے کے الم سے محفوظ رہیں گے۔ اور ان چیزوں میں سے کسی کا خیال ۱
نہیں ہوتا۔ جہاں مع جنگ ہوتا ہے وہاں جان جوکھوں میں اپنے تئیں ڈال دیتا ہے کسی ذاتی فائدہ و منفعت کے لئے نہیں۔ بلکہ محض حسن خیر کے لئے۔ یہ فائدہ سب نفعوں پر سبقت رکھتا ہے۔ اور حرص تمنا کرنے کے قابل ہے۔ عزت عظمت ظاہری تو فقط اسکا نام ہے کہ لوگ ہماری نسبت اچھی رائے محبانہ رکھیں +

اگر ایک یکمزمین کا عدالت کے ساتھ فیصلہ کرانا ہو تو اس کے واسطے ایک قوم میں سے دس آدمی بھی منتخب ہونے مشکل ہوتے ہیں اس لئے یہ بڑی نادانی ہے کہ انسان کی میلانہای خاطر اور افعال کے فیصلہ کے لئے جس سے زیادہ مشکل اور بزرگ کام کوئی دنیا میں نہیں ہے۔ ایک گنواروں کو اکٹھا کریں جو جہالت۔ بے انصافی۔ بے استقلالی کے باوا ہوتے ہیں اس سے کیا زیادہ بڑی نادانی حماقت اور گدھاپن ہوگا کہ ہم ایک فرد کو تو ذلیل و خوار سمجھیں اور ان افراد کے مجموعہ کو معزز سمجھ کر اپنے کاموں پر ان کی رائے سے حکم صادر کرائیں۔ جس شخص کا مقصد اعظم یہ ہو کہ میں ان گنواروں کو خوش کروں وہ منزل مقصود پر کبھی نہیں پہنچیگا۔ اس ازدحام کے خیالات سمجھنے سے زیادہ کوئی بات مشکل نہیں ہے۔ یا وہی سب باتوں سے زیادہ کم سمجھنے میں آتی ہے۔ ان کی آواز خواہ کسی طرف سے آئے۔ اس پر کان لگانا نہیں چاہئے + سسرو کہتا ہے کہ میری یہ رائے ہے کہ اگرچہ کوئی چیز خود ناپاک نہ ہو مگر وہ عوام الناس کے کسی گروہ کی تعریف کرنے سے ناپاک ہو جاتی ہے +

گنواروں کی ہوائی خبروں و رایوں کا ہجوم ایک ایسا آوارہ گرد اور بے سر و پا رہنما ہے کہ ہم اسکے پیچھے خواہ کیسی ہی ہنرمندی و تیزی وجودت کے ساتھ قدم رکھیں تو بھی ہم کو کسی راہ مستقیم پر نہ پہنچائیگا بلکہ آوارہ اور گمراہ کریگا۔ ؎ او خود گمرہ است کرا رہبری کند + ہم کو اپنے تئیں بادِ ہوا نہیں بننا چاہئے بلکہ عقل کا مستقل پیرو بننا چاہئے۔ اور اسی سے سمجھ لینا چاہئے کہ سوا بخت و اتفاق کے کوئی اور طور طریقہ عقل کے موافق ایسا نہیں ہے کہ ہماری تعریف عوام الناس کی زبان پر ہو۔ اگر میں راہ مستقیم پر اس سبب سے نہ چلوں کہ وہ مستقیم ہے تو بھی اس پر اس سبب سے

کہ تجربہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ انجام میں اس رستہ کے راہ روؤں کے واسطے بہت سی خوشی اور فائدے ہیں۔ یہ ایک نعمت خداداد انسان کے لیئے ہے کہ کار خیر کرنے میں ہمیشہ زیادہ فائدے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ قدیم زمانہ میں جب طوفان آتے تو ملاح یہ کہتا کہ اے خدا تجھے اختیار ہے کہ مجھے بچا دے یا ڈبا دے مگر میں اپنے سکّان کو صحیح و درست چلاؤنگا۔

بس آدمی کو اپنا کام نیکی کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ انجام اس کا اچھا ہی ہوگا۔ ہزاروں منافقوں مشتبہ آدمیوں کی تعریف سنتے ہیں کہ وہ دنیا کی عقل خوب رکھتے ہیں مگر جن پھندوں سے ایک دیانتدار سچا آدمی نکل جائیگا ان میں وہ پھنس کر ایسے رہ جائینگے کہ مر کر نکلینگے۔

(۵۵) تعریف سننے میں کوئی قدرتی شیرینی تو ہے نہیں۔ مگر معلوم نہیں پھر کیوں سب آدمی اس کے شوقین ہیں۔ ایک حکیم کہتا ہے کہ مجھے اپنی تعریف سننی ناگوار نہیں ہے مگر مجھے اس سے انکار ہے اس لیئے کہ خود نیکی کے مقاصد عظیم و شرائط اہم یہی ہیں کہ کام عمدگی اور خوش اسلوبی سے کیا جائے۔ اسکی پروا نہیں ہونی چاہیئے کہ لوگ ہماری نسبت کیا رائے رکھتے ہیں آدمی کی خود اپنی رائے نیک ہونی چاہیئے۔ اپنی دولت سے دولتمند ہونا چاہیئے۔ نہ یہ کہ قرض لے کر۔ غیر لوگ فقط واقعات ظاہری صورتوں کو دیکھتے ہیں چہرہ کو جانچتے ہیں دل کو نہیں پرکھتے۔ اچھی صورت بنانا ہر شخص کے اختیار میں ہے مگر دل کا خدا حافظ ہے۔ میدان جنگ میں ایسی ریاکاریاں بہت سی ہوتی ہیں کہ دل تو ڈرپوک مرغی کے بچے کا سا ہے مگر میدان جنگ میں پھبتی بہادر سپاہی بنے کھڑے ہیں۔ جب جان جوکھوں کے موقعے آ جاتے ہیں تو حیلہ حوالہ کر کے اس سے بچ جاتے ہیں۔ جو کوئی بڑی مجبوری آن پڑتی ہے تو وہ اس حال سے چلتے ہیں کہ خوف کے مارے دل دھڑ دھڑ کرتا ہے مگر چہرہ اپنا بہادروں کا سا بنائے ہوئے ہیں ایسے دھوکے ہزاروں قسم کے ہوتے ہیں۔ جھوٹی عزت خوش کرتی ہے مگر بدنامی جھوٹوں اور خطاکاروں کو ڈراتی ہے۔ بس اسی اوپر کے بیان سے معلوم ہوا کہ جو ظاہری حال پر رائیں مرتب کی جاتی ہیں وہ نا تحقیق اور مشتبہ ہوتی ہیں اپنے حق میں اپنی شہادت سب سے زیادہ تحقیق ہوتی ہے اپنے تئیں اپنے اندر دیکھو باہر دیکھو

لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر اور لوگ ہمارا ذکر کرینگے تو ہمارا نام بڑا ہوگا۔ اس کی پروا اُن کو نہیں ہوتی کہ
وہ ذکر کس طرح کریں وہ اس اپنے ذکر کے چھوڑ جانے کو حیات ثانی سمجھتے ہیں افسوس ہے کہ وہ اس حیات
کے لئے جو اور لوگ ان کو دیتے ہیں نیک کام کریں ⁂

(۵۴)۔ نیک کاموں کے ذکر خیر کے باقی رہنے سے دُنیا کو فائدہ ہوتا ہے۔ بیشک نیک کاموں کا
ذکر جمیل انسان میں نیک کام کرنے کی طرف رغبت دلاتا ہے اور بد کاموں کی یاد بدی سے نفرت
دلاتی ہے۔ نوشیرواں کی عدالت کی یا حاتم طائی کی سخاوت کی شہرت عدالت و سخاوت کی طرف
رغبت۔ اور چنگیز ہلاکو کے ظلم و ستم کی یاد ظلم سے نفرت دلاتی ہیں مگر یہی شہرت چاہنے کا
شوق بالکل طرح ایسا پھیلا ہوا ہے کہ آدمی نیک نام ہونے کو زیادہ بہ نسبت نیک کام کرنے کے
چاہتے ہیں۔ اپنی مرضی کے موافق وہ نیکنامی چاہتے ہیں۔ جس کے مستحق نہیں ہوتے۔ جو عاقل
دانشمند ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بعد مرگ اگر ذکر ہمارا اچھی طرح ہوا تو کیا۔ بُری طرح ہوا تو کیا۔
لعنۃ اللہ کسی نے نام کے ساتھ کہا تو کیا۔ رحمۃ اللہ کہا تو کیا ہاتھ لگ گیا۔ اس ذکر خیر ہی
قبر کا بوجھ اُنکے بدن پر ہلکا نہ ہو جائیگا۔ اور ان کی مٹی اور قبر سے کوئی لالہ و گل پیدا نہیں
ہو جائینگے۔ میدان جنگ میں ہزاروں آدمی مارے جاتے ہیں ان میں سے سو کا نام بھی
یادگار باقی نہیں رہتا۔ سپہسالاروں اور افسروں کی یادگار تو کیا۔ خود ان لڑائیوں اور فتوحات
کا نشان مٹ جاتا ہے یہ معلوم بھی نہیں ہوتا کہ وہ ہوئی تھیں یا نہیں زمانہ کی تصنیف سے زیادہ
دُنیا کی تاریخ ایسی مٹ گئی ہے کہ کہیں اُس کا پتا نہیں لگتا۔ اگر وہ موجود ہوتی تو کیا اُس میں
ایسی ہی سب طرح کی مثالیں موجود نہ ہوتیں جواب تاریخ موجودہ میں موجود ہیں ناموری اور
شہرت کی بھی عمر ہوتی ہے بعض آدمیوں کی شہرت ناموری کی اتنی ہی عمر ہوتی ہے کہ وہ جوانی
میں اپنے کاموں سے مشہور ہوتے ہیں۔ بڑھاپے میں کوئی ان کو نہ ان کے کاموں کو جانتا ہے
قیصر جو باون فتوحات حاصل کیں ان میں سیکڑوں بہادروں نے کارہائے نمایاں کئے ہونگے
جب سلطنتیں کی سلطنتیں درہم برہم ہوئی ہونگیں مگر ان بہادروں کا نام جب ہی تک یاد رہا

کہ اُن کے جو رونے بچے جیتے رہے۔ سپاہی جو بندوق لگاتا ہے اور جس پر بندوق لگتی ہے اگر اُن کا رجسٹر بنایا جائے تو وہ تیسرے روز ردی ہو جائیگا۔ سیکڑوں کام ایسے معمولی ہو گئے ہیں کہ وہ کسی گنتی میں نہیں آتے۔ مثلاً ایک سپاہی دو چار سپاہیوں کو مار ڈالے تو کوئی کارنمایاں نہیں سمجھا جائیگا۔ غرض تاریخ میں بہت سے چھوٹے واقعات نہیں لکھے جاتے صفحۂ دھر پر بجبت والفاق سے انھیں ناموروں کے نام باقی رہتے ہیں جو بڑے اعلیٰ درجہ کے کام کر جاتے ہیں +

غرض شہرت اور ناموری سے عزت وعظمت کا خواستگار ہونا عقل کا کام نہیں ہے۔ اگر مصور کاریگر۔ شاعر۔ مصنف۔ نحوی۔ منطقی۔ اپنے کاموں کی یادگار چاہیں تو کچھ سزاوار بھی ہے۔ مگر نکوکار اپنی نیکی کی یادگار چاہیں تو بالکل سزاوار نہیں ہے۔ نیک کام خود اپنی ذات سے ایسے اچھے ہوتے ہیں کہ کوئی انعام اور یادگار ان کا معاوضہ نہیں ہو سکتا + نیک خدمت کا انعام وہ خود خدمت ہی ہے مگر یہ یاد رکھو جو نکوکار نیکنام مشہور ہیں اُن کی شہرت نیکنامی کا پاس لحاظ ادب ہمیشہ ہم کو رکھنا چاہئے۔ یہ خدا کی مرحمت ان کے حال پر ہے۔ کہ شریر بھی زبان سے اور دل سے ان کی تعظیم کرتے ہیں اور نیکوں کی بُروں سے تمیز کرتے ہیں +

خلاصہ یہ ہے کہ ساری عزت عظمت انسان کی اس میں ہے کہ وہ زندگی اپنی پاک اور آزاد بسر کرے اور اطمینان قلب حاصل کرے۔ اس اطمینان قلب حاصل کرنے کا کوئی قاعدہ عام کلیہ نہیں بیان ہو سکتا ہے۔ یہ قاعدہ ہر ایک کے ساتھ جدا جدا مخصوص ہے +

(۵۷) معزز کاموں کا صلہ

دُنیا کے اندر قدیم زمانہ میں سب سے زیادہ معزز فضیلت مرد میں شجاعت اور عورت میں عصمت قرار پائی ہے۔ یہ دو صفتیں تمام اور عیبوں کی پردہ پوش ہیں۔ انسان میں شجاعت ہی کی فقط صفت ایسی ہے کہ جس کے سبب سے زبردست کو زیر دست مغلوب کر کے محکوم بنا سکتا ہے۔ اس لئے جن جنگ جو اور رزم خو قوموں نے

دلاوری اور شجاعت دکھائی وہ دنیا میں فرمانروا ہوگئیں اور اپنا نام پیدا کر گئیں جو جریدۂ عالم
پر ثبت ہے۔ اول اول ان میں سے کسی ایک قوم نے یہ ایجاد کیا کہ جو جو افراد شجاعت میں ممتاز ہوں ان
اعزاز کے واسطے کوئی خصوصیت ایسی پیدا کی جاوے کہ جس سے وہ اور سب آدمیوں سے افضل معلوم ہوں۔ پھر اس
ایجاد کی تقلید ساری دنیا کی سلطنتوں نے کی۔ اور اپنے اپنے مذاق کے واسطے جدا جدا نشان و اعزاز
مقرر کیے۔ مگر یہ سب عزت کے نشان خالی خولی تھے۔ ان میں کچھ دولت کا خرچ نہ تھا۔ جو کوئی فتح مند
فتح عظیم حاصل کرتا تو اس کے سر پر بعض درختوں کے پتوں یا پھولوں کا تاج بنا کے رکھ دیتے۔
بعض کے واسطے لباس کی خاص قطع وضع مقرر کر دیتے۔ بعض کو شہر میں اپنے ہمراہ ہتھیار دار ہو کر کسی کو رات کو
مشعل ساتھ لے کر نکلنے کی اجازت دیدیتے۔ کسی کے واسطے مجالس عام میں خاص نشست مقرر کر دیتے۔
بعض کے نام کے ساتھ خطاب و القاب کی تخصیص کی جاتی۔ بعض دفعہ جن پر خاص عنایت ہوتی
دیتے یہ خاص اعزاز تھے جو شاہزادوں اور امیروں کو حاصل نہیں ہوتے تھے۔ جو لائق اعزاز
ہوتے تھے وہ ان اعزاز کے نشانوں کے واسطے جان لڑاتے تھے۔ ان میں جو باہم رشک و حسد
ان کے واسطے ہوتا تھا۔ وہ کبھی دولت کی منفعت کے واسطے نہیں ہوتا تھا۔ معزز کام کا معاوضہ
معاوضہ انعام زر سے نہیں ہوتا۔ انعام میں اگر چاندی یا روپیہ دیا گیا تو وہ اوروں کے روپیہ اور
روپیہ کی ساتھ مل جائیگا۔ جس کو معزز کام کرنے والے اپنی عزت کی افزایش کا باعث نہیں سمجھتے
بلکہ اپنی خاص دولت میں اس انعام کی دولت کی افزایش کو پسند نہیں کرتے وہ تو اپنے کام کا
کا معاوضہ ایسا چاہتے ہیں جس سے ان کی ذات کے ساتھ وہ خصوصیت پیدا ہو جو دوسروں کو
نصیب نہ ہو۔ انعام میں روپیہ ملنا تو عام ہے۔ اگر ایک شخص بڑی لڑائی کا کام کرے تو ایک
سے پیغام رسانی کرے۔ گویا اچھی طرح گائے۔ کوئی اور تماشا گر اچھا تماشا دکھائے تو
انعام مل جاتا ہی ہے مگر کچھ اچھی ہی کاموں کی ساتھ خصوصیت انعام کی نہیں۔ بلکہ برے کاموں پر
بھی انعام خوشامدیوں۔ رنڈی بھڑووں مکاروں کو مل جاتا ہے۔ اسلئے اہل فضیلت اپنی فضیلت کے
صلہ میں دولت نہیں چاہتے بلکہ وہ اعزاز چاہتے ہیں جو عام نہ ہو بلکہ وہ مخصوص خواص ہو

(۵۸) جہاں کوئی بُرا نہ معلوم ہوتا ہو وہاں اچھا کون معلوم

جب کوئی نیکی عام ہو جاتی ہے تو پھر اس کی قدر نہیں رہتی۔ اگر کوئی شخص اپنی اولاد کی تعلیم ہوشیاری اور فرزانگی سے کرے تو کچھ تعریف کی بات نہیں۔ سپارٹا کے رہنے والے سب بہادر تھے۔ وہاں کسی باشندہ کی بہادری کی تعریف نہیں کی جاتی تھی جس جنگل میں سب درخت اونچے ہوں وہاں درخت کی بلندی کی تعریف کیا ہے ! بس اسی طرح اگر کوئی معزز کام کا معاملہ عام ہو جائے تو کوئی اس کو نہیں چاہے گا +

(۵۹) ہتھیاروں کا باندھنا۔

ہمارے ملک کے شرفا اور اُمرا اور رؤسا سب نے ہتھیاروں کا باندھنا اس سبب سے چھوڑ دیا ہے کہ کچھ اُن کو اپنی جان کا خوف و خطر نہیں رہا اُن کے ملازم اُن کے ہتھیار ساتھ لے کر چلتے ہیں جب شکار کرنے کی یا دربار جانے کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ اپنے نوکروں سے ہتھیار لے کر لگا لیتے ہیں ایک زمانہ وہ تھا کہ سب فوجی بنے رہتے تھے۔ خود۔ زرہ۔ بکتر۔ چلتہ۔ خفتان پہنتے تھے۔ گرز۔ تلوار۔ نیزہ وغیرہ لگاتے تھے کہ سارا بدن لوہے میں غرق ہو جاتا تھا صرف نتھنے سانس لینے کے لئے اور آنکھیں دیکھنے کے لئے کھلی رہتی تھیں سواری کے گھوڑوں پر برگستوان (پاکھریں) اور آئینے لگائے جاتے تھے کہ کوئی جگہ خالی نہیں رہتی تھی کہ جہاں زخم لگ سکے۔ اس قدر ان ہتھیاروں کا بوجھ ہوتا تھا کہ اب کسی سپاہی سے وہ نہیں اُٹھ سکتا۔ مگر اُن کو جیسے اپنے ہاتھ پاؤں کا بوجھ نہیں معلوم ہوتا تھا ایسے ہی ہتھیاروں کا وزن نہیں معلوم ہوتا تھا +

(۶۰) باپ کی محبت۔

یہ سچا قانون فطرت ہے کہ ہر انسان اور حیوان میں محبت طبعی اوّل درجہ کی اپنی ذات کے ساتھ ہے جس کی حفاظت اور دفع مضرت کو وہ مقدم جانتا ہی اور درجہ دوم کی اولاد کے ساتھ ہے۔ نیچر نے اس محبت کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ اُس کی نسل صنعت کو وسعت اور ترقی ہو۔ قاعدہ ہے کہ ماباپوں کو اولاد سے جو محبت ہوتی ہے اُس سے کم الفت

اولاد کو ماباپوں کے ساتھ ہوتی ہے - ارسطو کا قول ہے کہ جو شخص کسی کو فائدہ پہنچاتا ہے اُس سے وہ الفت زیادہ رکھتا ہے اور جس کو فائدہ پہنچتا ہے وہ اپنے فائدہ پہنچانے والے کی کمتر محبت کرتا ہے - یعنی منعم کو منعم علیہ سے زیادہ محبت ہوتی ہے بہ نسبت اس کی کہ منعم علیہ کو منعم کے ساتھ الفت ہوتی ہے - ہر صناع اپنی صناعت کا مشتاق ہوتا ہے - باپ اپنی اولاد کو بمنزلہ اپنے نفس کے جانتا ہے - اور اُس کی صورت کو جانتا ہے کہ قدرت نے اُسی کی صورت کے نسخہ سے نقل کی ہے - اس لئے بیٹے کی لوح فطرت پر باپ کی ہیئت کی تمثال ثبت کی ہے یہ خیال اس کا درست ہی - پدر ہی ظاہر ہی وجود فرزند کا سبب ہوتا ہے - غرض اُس کا خلق اور خلق اسی کے مشابہ ہوتا ہے اسی سبب سے باپ اولاد کو اپنے سے زیادہ فضل ہونا چاہتا ہی اس کی تکمیل سے اپنا اکمل ہونا سمجھتا ہے - باپ کی محبت فرزند کے ساتھ نیکی اور صداقت کی جہت سے ہوتی ہے - اور اولاد کی محبت باپ کے ساتھ منفعت پر - چونکہ نیکی و صداقت کو زیادہ استقلال ہی پائداری بہ نسبت منفعت کے ہے - اس لئے باپ کی محبت کو استواری بہ نسبت اولاد کی محبت کے زیادہ ہوتی ہے - انتفاع ہمیشہ یاد نہیں رہتا - بچے کو باپ سے جو انتفاع پہنچتے ہیں تو اسے وہ معلوم نہیں ہوتا بڑے ہونے میں وہ یاد نہیں رہتا - غرض اولاد کو ماباپوں کے ساتھ محبت کرنے میں وہ مسرت نہیں حاصل ہوتی - جو ماباپوں کو خوشی اولاد کے ساتھ محبت کرنے میں ہوتی ہے ہم کو وہ چیزیں زیادہ عزیز ہوتی ہیں جن کی قیمت ہم زیادہ دیتے ہیں اولاد کو سمجھو کہ کیا کیا ہم کو اُن کی قیمت میں دینا پڑتا ہے - پھر وہ ہم کو کیوں نہ عزیز ہوں جو کچھ اُن کو دیا ہے اُس کی بازیافت کی امید نہیں +

(۱۶) خدا نے ہم کو عقل دیکر اور جانوروں سے زیادہ دانشمند بنایا ہے

ہمارا حال اور حیوانوں کا سا نہیں ہے کہ اولاد کی محبت میں انہیں قوانین فطرت کے پابند رہیں جن میں اور حیوان بھی شریک ہیں یعنی اولاد سے محبت اور جانوروں کی طرح کریں بلکہ ہم اپنی عقل اور دانش کو بھی اپنے اختیار سے اولاد کی محبت میں کام میں لاتے ہیں

اور محبت طبعی کے ہاتھ میں اپنی اختیار کی لگام نہیں دیتے۔ کہ وہ ہم کو جہاں چاہے لے جائے
عقلمند ان محبتوں اور رغبتوں سے نفرت کرتے ہیں جو فرزانگی پر مبنی نہ ہوں ان کو یہ پسند نہیں
کہ بچوں کی چمیاں لیتے ہیں اور طرح طرح سے پیار کرتے ہیں وہ اس بات کو بھی خوشی سے نہیں پسند
کرتے کہ بچے ان کی بغل میں دو دو بیٹھیں بلکہ جب تک بچے اپنی جسمانی صورت اور روحانی سیرت کی
خوش مزاجی اور نیک نہادی اپنی نہ دکھلائیں وہ ان کی طرف ملتفت زیادہ تر نہیں ہوتے بچے اور
باقاعدہ محبت کی ترقی جب ہی ہوگی کہ وہ اپنے خوش لیاقت ہونے کا یقین والدین کو دلادیں تو اس وقت
محبت طبعی کے ساتھ محبت عقلی زانو بزانو بیٹھے گی اور ساتھ چلیگی۔ اور ان کی پرورش میں بیانہ
محبت کام میں آئیگی۔ اگر اس کے برخلاف اولاد کا نالائق ہونا ثابت ہوگا۔ تو اس صورت
میں محبت طبعی کو عقل کا محکوم بنانا چاہیئے۔ مگر ہم زمانہ کا چال چلن اس کے بالعکس دیکھتے ہیں کہ
باپ اپنے بچوں کے کھیل کود۔ دوڑ پھدک۔ بھولی بھولی باتوں پر فریفتہ ہوتے ہیں۔ مگر جب وہ
بڑے ہوکے اپنے کاموں کو خوب پختگی سے کرتے ہیں۔ تو وہ التفات نہیں کرتے ہیں
وہ اولاد کا یہ تماشا بندروں کا سا اپنے دل بہلانے کے لئے دیکھتے تھے۔ بچوں کے کھلونے
خریدنے میں اور گیند بلا مول لے دینے میں وہ بڑے فیاض تھے۔ مگر جب وہ بڑے ہوئے اور
ان کو حقیقت میں خرچوں کی ضرورت پڑی تو انھوں نے اپنی مٹھی بند کرلی۔ اور کوڑی کوڑی کو
ترسانے لگے۔ بلکہ باپ بیٹے ایک دوسرے سے جلنے لگے۔ بیٹا یہ چاہتا ہے کہ باپ جلد مرے تو زندگی کا
لطف اٹھائے۔ اور بیٹے کو باپ اپنا رقیب جانتا ہے اور جلتا ہے کہ میرا زمانہ دنیا سے سدھارنے
کا اور اس کے مزے اڑانے کا آیا۔ جہاں تک ہوسکے بخل کرکے اسے تنگ کیجئے۔ اگر باپ یہ جانتا
کہ بیٹا میرے مرنے کو چاہیگا تو وہ بیٹے کو منہ نہ لگاتا۔ عقلمندوں کے نزدیک تو ظلم و ستم ہے
کہ جب اولاد لائق اور قابل ہو جائے تو وہ باپ کی ساری دولت میراث تمام امور خانگی کے
انتظام میں شریک نہ ہو۔ اور جنھوں نے انھیں پالا ہے وہ انھیں تنگدست اور مفلس رکھیں یہ انصاف
سے بعید ہے کہ ایک بڈھا باپ ادھ موا فقط اکیلا ایک کونے میں پڑا ہوا اور اس کی دولت سے

مستفید ہو جو اولاد کی پرورش اور ترقی میں صرف ہونی چاہیے - اور بیچاری اولاد کا
وہ حصہ ہو جو امنگوں اور ترقی کا - عزت آبرو پیدا کرنے کا - جمہور کی خدمت کرنے کا
مخلوق کی مزاجدانی کا - یونہی اکارت اور برباد جائیگا - جو باپ اولاد کو یوں مایوس کرتے
ہیں اور ہر طرح سے تنگ کرتے ہیں تو ان کی اولاد مجبور ہو کر کوئی توسل اپنی بسر اوقات کا
نکالتی ہے اور یہ وسایل کبھی نہایت ذلیل اور رذیل ہوتے ہیں اسی سبب عالی خاندان اور
اشراف زادے بدمعاش اور اوباش ہو جاتے ہیں پکڑے جاتے ہیں - قید ہوتے ہیں - اور
طرح طرح کی ذلتیں اٹھاتے ہیں یہ بری عادتیں ان میں ایسی پڑ جاتی ہیں کہ باپ کی دولت
ہاتھ لگنے پر بھی نہیں جاتی ہیں +

(۶۳) **بعض آدمیوں کا یہ مقولہ ہے** - کہ ہم جو سو طرح سے کفایت شعاری سے
دولت کو جمع کرتے ہیں اور خرچ سے بچاتے ہیں اس کا مآل کار اور بڑا فائدہ یہ سمجھتے ہیں
کہ یہ دولتمندی ہمارے سارے خاندان سے ہماری تعظیم کرائیگی - درازی عمر جب ہمارے
عضووں کو مٹائیگی تو یہ دولت کا زور ہم کو وہ شہ زور بنائیگا کہ سب پر ہم زبردست
رہیں گے - ہماری پاؤں دھو دھو کر پئیں گے - کسی کا مقدور ہماری طرف ترچھی نگاہ سے دیکھنے کا
نہ ہوگا - کوئی گستاخی اور بیباکی ہماری جناب میں کریگا - خدمت کرتے رہیں گے -
ہماری کوئی خفت نہ کریگا + یہ ہوس ان کی ضعف عقل کے سبب سے - ارسطو کا
قول ہے کہ بڑی عمر سے اور ہر قسم کے ضعف سے آدمی کو طول امل ہوتا ہے اور ہوا و حرص کا
دامن دراز ہوتا ہے - ہر بیماری کا بڑا علاج یہ ہے کہ اس کو پیدا نہ ہونے دے وہ باپ بڑا
بدبخت ہے کہ جس سے اولاد کو محبت صرف اپنی غرض اور احتیاج اور منفعت کے سبب سے ہو -
اگر باپ چاہے کہ اولاد کے دل میں سچی محبت پیدا ہو - اور وہ میری تعظیم و تکریم - اور لحاظ
ادا کریں - تو اس کو ان کی ساتھ نیکی اور دانشمندی اور خوش اخلاقی اور شیریں بانی
اور رحمدلی کی ساتھ پیش آنا چاہئیے - بچوں کو عزت اور آزادی کے لئے جو تعلیم دیجاتی ہے

اُس میں سختی و جبر و مار پیٹ کرنا نہایت مضرت پہنچاتا ہے - عقلاء کے نزدیک عقل
ہوشیاری - ہدایت سے جو تعلیم کا کام نہیں ہوسکتا وہ زور سے بھی کبھی نہیں ہوسکتا لڑکوں کی
دانشمندی تعلیم وہ نہیں ہوسکتی ہے جو فقط زبان کی الفاظ کی تازیانہ زنی سے ہوسکتی ہے - لڑکے
اطاعت کے واسطے کمتر اور آزادی کے واسطے زیادہ تر تعلیم پاتے ہیں - اسی لئے ان کے دل میں فراخ
حوصلگی - فرزانگی - زیرکی - آزادی - پیدا کرنی چاہئے - نہ یہ کہ مارپیٹ سے ان کی ذکاوت
بجھا دی جائے - اس مارپیٹ کا نتیجہ یہی دیکھنے میں آتا ہے کہ لڑکے ڈرپوک - ضدی - خودسر ہوجاتے ہیں
اگر ہماری یہ تمنا ہو کہ اولاد ہم سے محبت کرے - اور کبھی کسی موقع پر وہ ہمارے مرنے کی دعا
نہ مانگے - گو اولاد کے واسطے کوئی ایسا موقع نہیں ہوتا کہ باپ کے مرنے کی آرزو کرنا معقول قابل عذر ہو
کیونکہ عقل پر کوئی شرارت مبنی نہیں ہوتی - غرض کہ سختی و درشتی ان کے ساتھ نہیں برتنی چاہئے عقل کے
موافق ان کی تربیت کرکے اٹھانا چاہئے - نہ اس غرض اور احتیاج کے موافق جو اپنی ذات کی اولاد کے
ساتھ تعلق ہیں تم اولاد پر فقط محبت سے تسلط کرو - نہ زور سے - وہ شخص بڑی غلطی پر ہے جو
اس سلطنت کو کہ زور سے حاصل ہوتی ہے مستقل اور پائدار زیادہ اس سلطنت سے جانتا ہے جو محبت
و شفقت و تالیف قلوب سے ہاتھ لگے - بس جب تم اولاد کے ساتھ ایسے نیک برتاؤ ہوگے تو وہ تمہاری
ہڈیوں اور جوتیوں تک کو تبرک کے طور پر رکھیں گے - اور ان کی تعظیم و تکریم کریں گے - کیونکہ قیمتی
چیزوں کی خاکستر بھی قیمتی ہوتی ہے - باپ پر واجب ہے کہ اولاد کی آسائش و آرام
راحت کے اسباب مہیا کرے +

(۶۳) **اس بات کا** بھی خیال رکھنا چاہئے کہ چھوٹی عمر میں شادی نہ کریں جس سے
ان کے ہاں جلد اولاد پیدا ہو اور ان کی چھوٹی عمر میں وہ بڑی ہوجائے کہ باپ بیٹے بھائی بھائی
معلوم ہونے لگیں اس سے بڑی دقتیں اور دشواریاں پیش آجاتی ہیں - خصوصاً ان امرا کو جو تعلقہ داری
یا زمینداری کی وجہ سے امارت رکھتے ہیں - کیونکہ وہ کوئی اور پیشہ نہیں کرتے - ان کی آمدنی کی
صورت نہیں بدلتی - برخلاف اور غربا یا مزدوروں کے کہ ان کے ہاں جو کثرت اولاد ہوتی ہے

تو ان کی دولت پیدا کرنے کی آلات اور اوزار بڑھتے ہیں جب جیسے جیسے بڑھتا ہے اُس کا زیادہ سرمایہ بڑھتا ہے۔ ارسطو کا قول ہے کہ ۳۷ برس کی عمر میں شادی کرنی چاہئے۔ افلاطون کہتا ہے کہ تیس برس سے پہلے بیاہ کرنا نہیں چاہیے۔ ۵۵ برس کی عمر کے بعد تو وہ شادی کرنے پر بڑی لعنت ملامت کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اولاد نکمی پیدا ہوتی ہے۔ ان حکیموں نے تو ایک معقول حد مقرر کی ہے۔ مگر تھیلز نے تماشا کیا ہے کہ جب جوانی میں ماں نے شادی کا تقاضا کیا تو کہا کہ ابھی نوعمر ہوں۔ میری شادی کا وقت نہیں آیا۔ جب بڑی عمر کا ہو گیا اور ماں نے پھر بیاہ کا تقاضا کیا تو کہا کہ اب میری شادی کا وقت جاتا رہا +

نا وقت کام کرنے سے ہمیشہ کراہیت رکھنی چاہئے۔ بعض قوموں کا یہ قول ہے جو شخص سپاہی پیشہ ہیں اُن کے حق میں بیس برس کی عمر سے پہلے عورت کے ساتھ مقاربت مُضر ہے۔ لڑائی کے واسطے سپاہی کا مجرد ہی ہونا اچھا ہوتا ہے۔ عورتوں کی صحبت سے سپاہیوں کی مردانگی میں کمی ہو جاتی ہے۔ جو سپاہی جوان عورت سے شادی کر لے اور اُس سے بچے بھی پیدا ہو جائیں اور وہ خوشحال بھی ہو تو اس خاوند اور باپ بننے سے اس کی پہلی شجاعت میں فرق آجاتا ہے +

(۴۶) **اب سوال ہے** کہ باپ بیٹوں کی کیا کیا عمریں ہوں کہ باپ بیٹے کو اپنا سب کام سپرد کر کے سبکدوش ہو۔ جس کے واسطے کوئی قاعدہ کلیہ تو نہیں مقرر ہو سکتا مگر بمقتضائے عقل دور اندیش یہ ہے کہ جب تک باپ اپنے کام کو بخوبی انجام دے سکتا ہو میدان جنگ میں لڑ سکتا ہو۔ دربار کچہری میں اپنا کام کر سکتا ہو تو اُس کو اپنے ہاتھ پاؤں ایسے ڈھیلے نہیں کرنے چاہئیں کہ سارا اپنا گھر بار کام کاج بیٹے کے سپرد کر کے اُس کا دست نگر ہو جائے جب تک کپڑے نہیں اُتارنے چاہئیں کہ بچھونے میں پڑنے کا وقت نہ آئے۔ جب عمر اور قویٰ کا ضعف اعضا کو فرسودہ کر دے۔ صحت جواب دے دے۔ ناتوانی کسی مجلس و محفل میں شرکت کی اجازت نہ دے تو ایسے وقت میں دولت کے جمع کرنے کی ہوس بڑی غلطی ہے۔

وقت اُس کے لئے اِس امر کے سوچنے کا ہے کہ میں مدت دراز تک اپنے سارے سازوسامان سے متمتع ہوا۔ اور اب مجھ میں قابلیت اس سے احتفاظ کی باقی نہیں ہے سوا گھر میں بیٹھے رہنے اور چارپائی پر پڑے رہنے کے کسی اور کام کا نہیں رہا۔ بہتر ہے کہ جو کچھ میرے پاس اسباب اور دولت و مال ہے اپنے مستحق وارثوں کو دیدوں اور کہدوں کہ اے عزیزو آج تک میں نے اس دولت سے لطف زندگی اٹھایا اب تمہاری باری ہے تم اس سے محظوظ ہو۔ اگر وہ یہ نہیں کریگا تو اپنے حق میں کانٹے بوئے گا۔ اور خاندان میں بغض و عداوت کی جڑ جمائیگا جب بدن پر ایسے کپڑے ہوں کہ تن سنبھال نہ سکے۔ تو اُتار ڈالنی چاہئیں جب پیرانہ سالی کام کو اچھی طرح نہ کرنے دے تو وہ کام اپنی جوان اولاد کے سپرد کرنا چاہئے خود بیٹھ کر کے ذلیل نہ ہونا چاہئے۔ بوڑھے گھوڑے کو پہلے ہی دور کر دینا چاہئے تاکہ اس سے ٹھوکر کھا کے گر کر پردیکھنے والے نہ ہنسیں۔ بڑی غلطی یہ ہوتی ہے کہ آدمی پہلے سے یہ نہیں سمجھتے کہ عمر کا بڑھنا جتنا ہمارے جسم کو ناتوان کرتا ہے اُتنا ہی ہماری عقل کو ضعیف کرتا ہے اور یہ قاعدہ طبعی ہے کہ ہمارے دونو جسم و عقل میں یکساں تغیر غایت درجہ کا ہوا کرتا ہے یہی سبب ہے کہ جو دانشمند ہوتے ہیں وہ ہمیشہ اس بات سے غافل نہیں رہے۔ ان کی نیکنامی اور شہرت کو پیرانہ سالی کے کاموں نے بٹا نہیں لگا دیا ہے۔ جو عاقل فرزانہ ہوتے ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ اب عمر نے جیسا ہمارے جسم کو ناتواں کیا ہے ویسا ہی ہماری عقل کو ضعیف کیا ہے اس لئے تلوار یا قلم کے کاموں کا بوجھ جو ہمارے سر پر ہے ہم سے نہیں اٹھ سکے گا۔ اس لئے وہ سبکدوش ہو کر خلوت نشینی اختیار کرتے ہیں۔ وہ دولت مکان اسباب سب کچھ اپنی اولاد کے سپرد کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم اب سارا انتظام کرو۔ گو وہ سارا اختیار اولاد کے سپرد کرتے ہیں مگر خود ایسے بے اختیار نہیں ہوتے کہ اولاد کے ہاتھ میں کاٹ کی پتلی بن جائیں۔ بلکہ وہ اپنا اختیار اور اقتدار۔ رعب داب ایسا رکھتے ہیں کہ اگر چاہیں تو یہ سارا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیں وہ اولاد کو اپنے تجربہ کی باتیں بتا کر اُن کے کاموں میں اعانت کرتے ہیں

اکثر ان سے علیحدہ مکان میں بیٹھتے ہیں۔ تاکہ ان کی جوانانہ صحبت میں وہ بار خاطر نہ ہوں لیکن مگر ان کے اوضاع و اطوار اور کاموں کے نگراں رہتے ہیں غلطی میں ان کو نہیں پڑنے دیتے۔ گمراہ نہیں ہونے دیتے +

(۶۵) جو باپ اپنی اولاد سے تعظیم و تکریم پاس ادب لحاظ زیادہ چاہتے ہیں احمق ہیں

بعض باپ ذرا ذرا سی باتوں پر خفا ہو جاتے ہیں۔ ادھر لڑکا ان کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھا۔ ادھر ان کی تیوری پر بل چڑھا۔ رستہ چلنے میں اگر لڑکے نے دو قدم پیش قدمی کی ان کا چہرہ برافروختہ ہوا۔ کوئی اونچی آواز سے جواب دیدیا تو انھوں نے گھورنا جھڑکنا شروع کیا۔ ہمیشہ چہرہ بنائے منہ ستائے ہوئے رہتے ہیں کہ سارا گھر ان سے ڈرتا ہے کوئی شوخی اور بیباکی نہ کر سکے اولاد خواہ بڑی ہو کر جوان کیوں نہ ہو جائے۔ مگر کبھی اس سے دوستانہ برتاؤ نہیں کرتے وہ بچوں کے ڈرانے کے لئے اپنا منہ کالا کر کے بیٹھ رہتے ہیں۔۔۔ اور یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ اس سے ان کا مطلب نہیں حاصل ہوتا۔ اولاد ان سے بے لطف رہنے لگتی ہے۔ ادب کی جگہ ان کی ہنسی اڑانے لگتی ہے ان کی چڑھتی ہوئی جوانی کا۔ شباب کے زمانہ کا اقتضا یہ ہے کہ وہ محبت اور شفقت کی نظر سے چاہتے ہیں۔ وہ باپ کے وحشت ناک چہرہ کو کب خاطر میں لاتے ہیں۔ اس کو وہ ایسا سمجھتے ہیں جیسے کہ کھیت میں چڑیوں کے ڈرانے کے لئے پتلا کھڑا کر دیتے ہیں کہ جس کے نہ دل میں نہ رگوں میں خون ہوتا ہے۔ مگر چہرہ ڈراونا ہوتا ہے بیشک باپ کو اولاد کے دل میں خوف اپنا رکھنا ضرور ہے۔ مگر اس سے زیادہ تر ان کے دل میں اپنی محبت پیدا کرنی لازم ہے مثل مشہور ہے کہ پیری و صد عیب۔ جب ہم بڑے ہونگے تو ہم میں بہت سی باتیں قابل نفرت پیدا ہوں گی۔ اس وقت سوا اپنے کسی کی سچی محبت کے کوئی چیز دل کی خوش کرنے والی نہیں ہوگی۔ اگر اس وقت میں بھی گالیاں دینے کو بیٹے بیٹے سے۔ اور ناحق کی جھڑکنے و خوف دلانے سے باز نہیں آئیں گے تو اس عمر میں بیٹے نہیں ستائیں گے۔ سارے سامان آسائش اور آرام کو اپنے اوپر تلخ کریں گے۔ یہاں وہ کوڑھی کی

انتظام پر جان دیتے ہیں۔ وہاں چپکے چپکے روپئے خاک میں مل رہے ہیں۔ قسمت کے کوٹلوں پر مہر۔ ان کے سامنے دسترخوان پر آبائی دال وکھی سوکھی روٹی۔ مگر پیچھے ان کے خوب مرغن کھانے۔ بڑے میاں تو اس اچھی شیخی میں مرتے ہیں کہ میں اپنے سارے گھر کو خوب عمدہ رکھتا ہوں وہاں بچہ بچہ ان کو ہوا جانتا ہے۔ سارے گھر میں صرف یہی اکیلے ایسے ہیں جو نہیں جانتے کہ گھر میں کیا ہو رہا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اولاد پر ایسی شفقت و مہربانی نہ کرنا جس سے اُن کے دل میں محبت نہ پیدا ہو۔ اور ایسی اپنی حالت بنائی رکھنا کہ جس سے اُن کے دل میں خوف پیدا ہوا۔ انتظام خانہ داری کے لئے اچھا نہیں ہوتا۔ گھر میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ بعض باپ ایسے ہوتے ہیں کہ بیٹے سے ظاہر میں درشت مزاج ہوتے ہیں مگر دل میں بہت محبت رکھتے ہیں۔ جب وہ مرجاتا ہے تو اسی بات پر زیادہ روتے ہیں کہ ہم نے کبھی اس پر اپنی محبت دلی کو ظاہر ہونے نہیں دیا۔ اس کی لیاقت و قابلیت کی تعریف اس لئے نہیں کی کہ اس کو غرور نہ پیدا ہو +

بعض باپ اپنی اولاد کی طرف سے ایسے سنگدل ہوتے ہیں کہ عمر بھر اپنی زندگی میں اولاد کو اپنی دولت کی شرکت سے جس کے وہ مستحق ہوتے ہیں محروم کرتے ہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی وہ اپنی ساری جائداد و اسباب و مال کا مالک مثل اپنی بیوی کو بنا جاتے ہیں۔ مردوں کا حق عورتوں کو دے جاتا۔ بیٹوں کو محروم کر کے ان کی ماں کو اپنا قائم مقام بنانا بڑی حماقت ہی اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ کہ گھر میں بہت فساد جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں ماں بیٹوں میں بھی اَن بَن ہو جاتی ہے۔ دونوں کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ باپ کی ناانصافی کے سبب سے عدالت میں مقدمات لڑتے ہیں طرح طرح کی زیر باریاں ہوتی ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گھر پر تباہی آتی ہے۔ عزت آبرو بگڑ جاتی ہے بدنامی ہوتی ہے۔ بہتر طریقہ یہی ہے کہ جب آدمی کے مرنے کا زمانہ آئے تو اپنے مذہب یا رسم و رواج ملک کے موافق حق داروں کو اپنا اپنا حق دیدے۔ جس کے سبب سے نہ کوئی جھگڑا کھڑا ہو نہ کوئی فساد برپا ہو۔

(۶۶) ابتک ہم نے اُس اولاد کا ذکر کیا جن کو ہم عورتوں سے جنواتے ہیں وہ ہماری جسمانی اولاد ہوتی ہے اُس کو ہم اپنا وجود ثانی کہتے ہیں +

اولاد کے جسم میں ماں کا زیادہ تر حصہ ہوتا ہے - باپ کا تھوڑا - اب ہم اُس اولاد کا ذکر کرتے ہیں جس کے ماں باپ ہم اکیلے ہی ہوتے ہیں اُس کے وجود میں کسی اور کی شرکت نہیں ہوتی - وہ ہمارے جسم سے نہیں پیدا ہوتی بلکہ ہمارے اُس جزو سے جو جسم سے درجۂ اعلیٰ رکھتا ہے یعنی وہ ہماری روحانی اولاد ہوتی ہے - جو عقل و فہم و علم سے پیدا ہوتی ہے - ان میں خوبصورتی حسن و ادا و انداز سارا ہمارا پیدا کیا ہوا ہوتا ہے اُس کے اندر ہم خود موجود ہوتے ہیں اُن کی خوبی و نکوئی ہمارے نام کو بلند کرتی ہے - وہ ہماری بڑی جانکاہی سے پیدا ہوتی ہیں مگر یہ اولاد کیا رشید ہوتی ہے کہ جس سے دوسری اولاد کی نسبت دل زیادہ خوش ہوتا ہے - افلاطون کہتا ہے کہ یہ وہ بچے ہیں جو حیات دوام رکھتے ہیں اور اپنے باپ کو بھی حیات جاوید دیتے ہیں - اب تم پوچھو گے ایسی اولاد کون سی ہے - تو ہم کہیں گے کہ وہ تصنیفات ہیں جن کے اچھے ہونے سے ہم اولاد سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں - شاعر نے ایک ایک شعر و مصرعہ کو فرزند رشید کے برابر عزیز رکھتا ہے - وہ اچھی تصنیفات کو اپنی یادگار اولاد سے زیادہ جانتا ہے - ارسطو کا قول ہے کہ تمام صناع اپنی صنعت کو عزیز رکھتے ہیں مگر شاعر سب سے زیادہ اپنے شعر کو عزیز رکھتا ہے بعض شاعر مرنے کے وقت اپنی شعروں کو پڑھتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُن سے ایسے ہی رخصت ہوتے ہیں جیسے کوئی اپنی اولاد سے تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنفوں کو وہ اپنی تصنیفات عزیز ہوتی ہیں کہ انھوں نے اپنی جان اُن پر قربان کر دی ہے - بعض مصنفوں سے بادشاہوں نے کہا

کہ اگر تم اپنی تصنیفات کو شایع نہ کرو تو ہم تم کو زندہ رہنے دینگے۔ مگر انھوں نے نہیں مانا۔ اور کہا کہ یہ تصنیفات ہی ہماری زندگی کو ہمیشہ قائم رکھیں گی ٭

بعض مصنفوں کی تصنیفات جلائی گئی تو وہ اُس کے شعلوں میں خود جا پڑے۔ اور اپنی تصنیفات کو اپنے ساتھ لے گئے۔ بعض مصنفوں کی تصنیفات جب جلائی گئیں تو اس کے بعد ان کو اپنا جینا اچھا نہیں معلوم ہوا کسی نہ کسی طرح سے انھوں نے اپنے تئیں ہلاک کر دیا ٭

یہ تصنیفات بھی ایسی اولاد ہے کہ باپوں کو معبود کا درجہ دیتی ہے۔ مولن لدمی گرگس وغیرہ کو دیکھ لو ٭

(۶۷) موت کا تجربہ۔

بڑے بڑے رتبہ کے حکیم حاذق گزرے ہیں کہ جنھوں نے فقط استدلال اور خیالی ہی باتوں پر اعتماد نہیں کیا۔ بلکہ تجربہ اور عمل کی مشق میں ہزاروں تکالیف اور مصائب کو جھیلا ہے افلاس کے حالات دریافت کرنے میں انھوں نے استدلال پر اکتفا کی نہ انھوں نے یہ انتظار کیا کہ زمانہ کا انقلاب اُن کو مفلس بنائے۔ تو وہ اس کے حالات دریافت کریں بلکہ بنی ساری دولت برباد کر ڈالی۔ خود بخود افلاس کا جامہ پہنا۔ بعض نے اپنی ساری عیش و عشرت کو رخصت کیا۔ مفلسی اور محنت کی عادت ڈالی۔ تاکہ مشقت و مزدوری کی زندگی کا تجربہ حاصل ہو کہ کیا کیا اس میں ہوتا ہے۔ بعض نے اپنے عزیز اعضا کو قطع کیا۔ آنکھوں کو نکال ڈالا۔ عضو تناسل کاٹ ڈالا۔ تاکہ ایسی حالتوں میں وہ دیکھیں کہ ان کی جان پر کیا آن کے بنتی ہے۔ مگر جو سب سے بڑا کام تھا یعنی مرنا۔ اس میں تجربہ نے ناکام رکھا۔ اور کچھ مدد نہیں کی۔ ایک آدمی کو عادت کے سبب سے درد۔ تکلیف۔ شرم وحیا۔ احتیاج۔ اور علی ہذا القیاس بہت سی چیزوں کا تجربہ حاصل ہو سکتا ہے۔ مگر موت کا تجربہ ہم کو ساری عمر میں ایک دفعہ ہوتا ہے۔ جب وہ ہمارے پاس آتی ہے تو ہم نو آموز ہی اس کے تجربہ میں ہوتے ہیں پہلے سے کوئی مشق اس کی نہیں ہوتی۔ زمانہ قدیم میں بعض حکماء مقدس ایسے گزرے ہیں کہ انھوں نے ذائقہ موت کا چکھا اور اپنی

تمام قوائے عقلیہ کو اس طرف مصروف کیا کہ موت کیا ہے اور جسم سے روح کے نکلنے کا رستہ کونسا ہے۔ مگر کوئی اُن میں سے واپس نہیں آیا۔ کہ موت کی حقیقت حال کی خبر سناتا جو شخص موت کے خواب شیریں میں ہو یا پھر اُس کے جاگنے کی کہیں سے خبر نہیں آئی +

کنیس جولیس بڑا بہادر جوانمرد نیک نہاد رومی تھا جس کے ثبات قدم کی عجیب و غریب داستانیں مشہور ہیں جب وہ قتل کے لئے قتلگاہ کو جاتا تھا۔ تو اس کے دوست نے جو ایک حکیم تھا اُس سے پوچھا کہ اے میرے دوست تم یہ بتاؤ کہ تمہاری روح کہاں ہے؟ وہ کیا کام کر رہی ہے؟ کس سوچ بچار میں وہ ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ یہ خیال کر رہا ہوں کہ موت کے لئے آمادہ ہوں اور تمام اپنے قویٰ اور استعداد عقلیہ کو اس طرف مصروف کر رہا ہوں موت کا وقت جو ایک لحظہ معین ہوتا ہے اُس میں جسم سے علیحدہ ہو کر روح کی حرکت کس طرف ہوتی ہے۔ اور آیا اس کو یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ میں یہاں پھر آؤں اور اپنے دوستوں کو اُس کی حقیقت حال سناؤں کیا دل گردہ کا آدمی تھا کہ موت کے وقت یہ ہوش و حواس رکھتا تھا کہ خود موت پر فلسفی حکم صادر کرنا چاہتا تھا +

بعض حکیموں نے لکھا ہے کہ موت کے آزمانے کا بھی ایک خاص طریقہ ہے کہ قریب الموت ہو کا تجربہ کریں گو اس سے تجربہ کامل اور کلیہ نہ ہو۔ مگر تقریبا گو ہم قلعہ کو تسخیر نہیں کر سکتے مگر اس کے قریب ایسے جا سکتے ہیں کہ اس کے اندر کے جانے کے راستے ہم کو معلوم ہو جائیں یہ امر کچھ عقل کے خلاف نہیں ہے۔ اور بغیر دلیل کے نہیں ہے۔ کہ النوم اخوت الموت یعنی سونا مرنے کی بہن ہے۔ اب سونے کا تجربہ موت کے تجربہ کو کچھ بتائے گا۔ جاگتے جاگتے بہت آسانی سے سو جاتے ہیں اور دنیا کی روشنی سے بالکل بے خبر ہو جانے کی ذرا بھی پروا نہیں ہوتی اگر اس نوم سے یہ تجربہ ہم کو یہ تعلیم نہ کرتا کہ جیسے تم جینے کے لئے بنائے گئے ہو ایسے مرنے کے لئے اور زندگی میں وہ حالت نہ پیش کرتا جو بعد موت کے ہمیشہ کے لئے اس نے ہماری لئے مقرر کی ہے اور ہم کو یہ عادت نہ ڈلواتا۔ اور اس کا خوف نہ دور کرتا۔ تو سونے کی استعداد بالکل

بیکار اور برخلاف نیچر ہوتی۔ دوسرے سوا سونے کے ایک اور بات ہو کہ بعض حادثات ہم کو ایسے پیش آتے ہیں جنسے کہ ہم غشی کی حالت میں بالکل بیہوش ہو جاتے ہیں حقیقت میں موت کا ایک نیچرل سچا رخ وہ ہم کو دکھاتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کے بجہ سے بہ خوف کرنا نہیں چاہیئے۔ کہ وہ کوئی اپنے ساتھ درد تکلیف اور رنج لاتی ہے کیونکہ رنج کے ادراک کے واسطے وقت اور تکلیف اٹھانے کے واسطے ایک مہلت چاہیئے۔ موت کا وقت نہایت شتابی اور نہایت ہی کم ہوتا ہے۔ اس لئے موت کا رنج ہم کو کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ بس یہی دو حالتیں ایسی ہیں کہ جو موت تو نہیں مگر قریب قریب ذی کا تجربہ ہم کو سکھاتی ہیں اور ہم اسسے موت پر قیاس کر سکتے ہیں ✦

(۸۶) بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ وہ خیال میں بری معلوم ہوتی ہیں لیکن حقیقت میں وہ ایسی نہیں ہوتیں

ایک شخص جو ہمیشہ تندرست رہتا ہو۔ اور کبھی اس کی انگلی بھی نہ دکھی ہو تو اسکے خیال میں بیماری بڑی خطرناک معلوم ہوتی ہوگی۔ اور بیمار روں کے حال پر اسکو بڑا رحم آتا ہوگا مگر وہ شخص جب خود بیمار ہوگا۔ تو جان لے گا کہ بیماری جیسے میرے خیال میں خوفناک تھی ایسی حقیقت میں نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص مینہ آندھی کی رات میں کسی محفوظ مکان میں بیٹھا ہو تو وہ ان لوگوں پر ترس کھائیگا۔ جو اس رات کو باہر میدان میں ہونگے۔ مگر وہی شخص خود اگر میدان میں ہوتا۔ تو اسکا دل وہاں سے جانے کو کبھی اور نہ چاہتا۔ یوں ہر شخص خیال کرتا ہے۔ کہ اگر میں ایک ہفتہ یا مہینہ بھر تک کسی مکان میں قید ہوں تو۔ اس کی مصیبت کا میں متحمل نہیں ہو سکتا۔ مگر بیماری کی حالت میں وہی شخص ایک مکان میں ہفتہ یا مہینہ بھر تک رہیگا تو جان جائیگا۔ کہ میری حالت ایسی قابل رحم نہیں ہے۔ جیسے میں اور بیماروں کی حالت قابل رحم جانتا تھا۔ میرے خیال نے ان مصیبتوں کو اصل حقیقت سے دو چند کر دیا

یہاں موت کی تکلیف و رنج کا ہے جن کو خیالات نے بہت بڑھایا ہی۔ لوگ کہتے ہیں کہ انگلی میں پھانس لگنے کی جب اتنی تکلیف ہوتی ہی۔ تو موت کی کیوں نہ تکلیف ہوتی ہوگی۔ یہ قیاس ہی ہے۔ موت میں بعض دفعہ اتنی بھی تکلیف نہیں ہوتی جیسے پھانس لگنے میں ہو۔

(۶۹) موت کی تکالیف کے باب میں حکما کی مختلف رائیں ہیں

ایک حکیم تو یہ کہتا ہے کہ جب آدمی کی موت آتی ہی۔ تو اس کے مرض کو طوالت ہوتی ہے۔ یا دفعۃً کسی مرض مہلک میں یا امراض مزمنہ میں وہ گرفتار ہوتا ہی جیسے فالج صرع۔ بیماری کے زور سے وہ گم سم ہو جاتا ہے۔ اٹھتا ہے تو گر پڑتا ہی۔ آہ و فغاں کرتا ہی۔ کانپتا ہے۔ ہاتھ پاؤں دے دے کے مارتا ہے ہچ ہچ سانس لیتا ہی۔ یا دھونکنی کی طرح سانس چلنے لگتا ہے منہ سے جھاگ نکلتے ہیں غرض ان تکالیف کے سبب قوت زائل ہو جاتی ہی۔ سر میں درد ہوتا ہے۔ ہولے ہولے بولتا ہے غش پر غش آتے ہیں جس سے دیکھنے والوں کے دل پر صدمہ ہوتا ہے کہ کیسی تکالیف میں وہ مبتلا ہی کہ جن سے یہ اس کی جان پر بنی ہوئی ہے۔ مگر ان علامات سے وہ ضرور جانتے ہیں کہ ابھی جان باقی ہی۔ جو یہ ہاتھ پاؤں کچھ ہل رہے ہیں +

مگر دوسرا حکیم یہ کہتا ہی کہ ایسی حالت میں دونوں جسم و روح سوتے ہیں۔ وہ زندہ ہیں مگر اپنے تئیں نہیں جانتے۔ کیسے یقین ہو سکتا ہی کہ جب اعضا کی یہ حالت غیر ہو بدحواسی کی یہ نوبت ہو تو روح میں ایسی قوت باقی ہو کہ وہ کچھ ادراک کر سکے اس لیے ان آدمیوں کو اپنی سخت تکالیف محسوس نہیں ہوتیں ان پر اوروں کا بہت افسوس کرنا عبث ہے۔ ہاں وہ حالت نہایت رنج و تکلیف کی ہے کہ روح میں قوت ہو اور زبان میں ان کے اظہار کی قدرت نہ ہو۔ جیسے بعض آدمیوں کی دشمن پہلے زبان کاٹ ڈالتے ہیں پیچھے ان کو قتل کرتے ہیں اگر ایسے قتل ہونے میں چہرہ پر استقلال

نمایاں ہو تو ان کی بزبانی ہزار زبان سے ان کی شجاعت اور ثبات و استقلال کی تعریف کرتی ہے +

بعض دفعہ دشمنوں کے ہاتھ میں جب آدمی پڑ جاتا ہے۔ وہ پہلے جان لینے سے صدہا طرح کی تکلیف پہنچاتے ہیں کبھی بھاری جرمانہ اور تاوان کی طلب میں طرح طرح کی سزا دیتے ہیں اور ایسی حالت اُن کی بنا دیتے ہیں کہ وہ کچھ درد رنج تکلیف کو بھی بیان نہیں کر سکتے۔ کوئی زیادہ سوال پوچھ کر انکو ستائے۔ تو کچھ ٹوٹا پھوٹا جواب اُن کے منہ سے بمشکل نکلتا ہے۔ بہت چیخ چیخ کر اُن سے بات کیجیے تو وہ کچھ سنتے ہیں اور آخر کے الفاظ کا جواب بہکا ہوا دیتے ہیں کچھ سمجھ کر نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روح کے کناروں پر بھاری آواز مس کرتی ہے +

غشی کی حالت میں ہمارے اعضا کی حرکات اختیاری نہیں ہوتیں بالکل اضطراری ہوتی ہیں نیچر کے موافق وہ حرکتیں اپنے کاموں کے لئے کرتے ہیں کچھ ہمارے ارادہ سے نہیں لڑائیوں میں ہتیاروں سے سپاہیوں کے سیکڑوں عضا کٹ کر جدا ہو جاتے ہیں اور وہ تڑپا کرتے ہیں مگر ان سپاہیوں کے دلوں کو جن وہ عضا دفعۃً آناً فاناً ضرب سے کٹ کر جدا ہو گئے ہیں ان کے تڑپنے سے کچھ تکلیف نہیں ہوتی۔ ہم نے قصائیوں کی دکانوں میں بکروں کے گوشت میں دیکھا ہو گا کہ ان کے پٹھے اور نسیں پھڑکا کرتی ہیں غرض انسان اور حیوان دونوں کے مرنے کے بعد پٹھے اور نسیں پھڑکتی ہوئی دیکھنے میں آتی ہیں + ہر شخص کو یہ تجربہ ہوتا ہے کہ اس کے عضا کبھی اکڑ جاتے ہیں اور کبھی سُن ہو جاتے ہیں جن میں اس کی مرضی کو دخل نہیں ہوتا۔ غرض یہ حرکات جو بظاہر ہماری کھال کے اوپر نظر آتی ہیں ان کو ہم اپنی حرکات نہیں کہہ سکتے۔ اس کو بالاتفاق سب جانتے ہیں کہ سونے میں جو ہمارے ہاتھ پاؤں میں درد ہوتا ہے۔ اس سے ہم کچھ متاذی نہیں ہوتے اور یہ جانتے

اور یہ جانتے ہی نہیں کہ غشی کی حالت میں کبھی ہماری آنکھیں کھلتی ہیں کبھی بند ہوتی ہیں ہم اپنے گھر کو دیکھتے ہیں مگر پہچانتے نہیں۔ زبان سے بڑبڑاتے ہیں مگر جانتے نہیں کہ کیا کہتے ہیں لوگ ہم سے چلا چلا کر باتیں کرتے ہیں اور کچھ ہم سے پوچھتے ہیں ہم اُن کا جواب کچھ دیتے ہیں لیکن ہم کو خبر نہیں ہوتی کہ کیا کہا۔ پھر ہوش میں بھی نہیں یاد آتا ہے کہ کسی نے ہم سے کیا باتیں کہی تھیں اور ہم نے انہیں کیا جواب دیا تھا۔ ہاں جس وقت غشی کی حالت سے ہوش میں آتے ہیں تو سب کچھ درد رنج تکلیف معلوم ہوتا ہے کہ کن کن بلاؤں میں مبتلا ہیں۔

تمام بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ موت کا تجربہ جو ہم کو ہوا ہے وہ فقط قریب الموت ہونے کے تجربے سے ہوا ہے اسی پر قیاس موت کا کر سکتے ہیں۔

(۔۔۔) کونشنس (وجدان قلبی)

کونشنس بھی کیا عجیب و غریب قوت ہمارے دل کے اندر بیٹھی ہوئی کام کرتی ہے کوئی ارادہ خواہ کیسا ہی مخفی ہم کریں وہ اس کا اعلان کر دیتی ہے ہمارے گناہ کا کوئی گواہ نہ ہو۔ وہ ہمارے خلاف گواہی دینے کو موجود ہے اور ہم سے لڑنے کو تیار ہے۔ ہر وقت ایک تازیانہ اس کے ہاتھ میں رہتا ہے جو ہماری ہر خطا پر وہ لگاتی رہتی ہے اور دل پر شاک سی لگاتی ہے ہمارے جن گناہوں پر کوئی چوں بھی نہیں کرتا ہو۔ لعنت کا طوق ہماری گردن میں ڈال دیتی ہے۔ ہماری جو خطا سب کی نظر سے مخفی ہو وہ اس کے متعلق رنگا دیتی ہے۔ جس ہمارے جرم کے انتقام کا خیال کسی کو نہ ہو۔ وہ اس کے انتقام کے لئے آمادہ رہتی ہے ✤ ایک شخص کی یہ کہانی ہے کہ اُس نے ابابیل کے بچوں کا گھونسلا نکالا اور بچوں کو بڑی بے رحمی سے کچل ڈالا۔ جب لوگوں نے اس ظلم پر اُس کو لعنت ملامت کی تو اُس نے کہا کہ خود کچھ میں نے ان بچوں کے ساتھ سلوک کیا وہ اسی کے مستحق تھے۔ یہ چھوٹے بچے ایسے بدذات شریر تھے کہ مجھ پر ہمیشہ جھوٹا بہتان باپ کے مار ڈالنے کا لگاتے تھے۔ اب تک کسی شخص کو یہ خبر نہ تھی کہ اُس نے اپنے باپ کو مار ڈالا ہے ✤ اب کونشنس کے انتقام کی

جوش نے باپ کے مار ڈالنے کی خطا کو اس سے خود ظاہر کرا دیا۔ اس سے افلاطون کے اس مقولہ کی تصدیق ہوتی ہے کہ گناہ کی سزا اس کے ساتھ ہی پیدا ہوتی ہے اور ہمیشہ اس کے پیچھے لگی رہتی ہے۔ دیر سویر گناہ گار کو وہ مل جاتی ہے۔ شرارت خود شریروں کے حق میں کانٹے ہوتی ہے۔ جو بدذات اوروں کے گرانے کے لئے کنوئیں کھودتے ہیں وہ خود اس میں گرتے ہیں چاہ کن را چاہ درپیش۔ کلوخ انداز را پاداش سنگ است۔ جو بدنفس دروں کے لئے برے منصوبے باندھتے ہیں وہ خود انہیں کے لئے عذاب جاں ہو جاتے ہیں۔ بھڑ جو نیش زنی کرتی ہے تو اوروں کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ مگر اپنے ڈنک کا بھی نقصان کرتی ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے اس کو کھو بیٹھتی ہے۔ اس کی زندگی اوروں کی زخم رسانی پر ختم ہو جاتی ہے بعض زہریلی مکھیاں ہوتی ہیں جن کے گرد قدرت نے ایسی چیزیں پیدا کر دی ہیں کہ وہ ان کی زہر کی تریاق ہوتی ہیں بعض زہریلے بچھو جس گھاس میں پیدا ہوتے ہیں۔ وہی گھاس انکے زہر کے لئے تریاق ہوتی ہے۔ اسی طرح جو شخص بدی سے خوش ہوتا ہے۔ اس وقت کونشنس ناخوشی پیدا کرتا ہے اور وہ ہم کو سوتے جاگتے تکلیف دیتا ہے اور وہ برے برے خیالات ہمارے دل میں پیدا کرتا ہے۔ کہ ہم ان کو خواب میں یا بخار کے ہذیان میں ظاہر کر دیتے ہیں +

ایک شخص نے خواب دیکھا کہ اس کی کھال اتاری گئی ہے۔ اور پھر جسم اس کا پتیلے میں ابالا گیا ہے تو دل اس سے چپ چاپ یہ کہتا ہے کہ ان ساری عذابوں کا سبب تو ہی ہوا ہوں۔ شریر کے لئے کوئی جگہ امن نہیں بن سکتی جس میں وہ چھپ سکے۔ کیونکہ وہ اپنے سے آپ۔ کیسے چھپ سکتا ہے شرارت کو خود کونشنس ظاہر کرکے اس کو شریر بنا رہا ہے۔ پھر اس کو اطمینان قلب کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ گناہ کی پہلی سزا یہ ہے کہ وہ خود اس کو معاف نہیں سکتا جن کا کونشنس بد ہے وہ ان کے دلوں کو خوف سے بھرتا ہے جن کا کونشنس نیک ہے ان کا قلب اطمینان سے رہتا ہے۔ جن کی نیت باخیر ہے اور معصیت سے بری ہے ان کا کونشنس ایسی ان کی تقویت کرتا ہے کہ وہ خطرناک مہلک مقاموں میں بے خوف وخطر

جاتے ہیں جن کو کونشنس مقدس ہے اگر وہ ناحق کبھی الزام میں پھنس جاتے ہیں تو وہ الزام سے
بری ہونے کے لئے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کا بار نہیں اٹھاتے اور اس کو اپنی خفت
سمجھتے ہیں ایک دیانت دار سپہ سالار پر جب خیانت کا الزام لگایا تو اس نے ججوں کے سامنے
ایک کتاب نکال کر آمد و خرچ کا حساب سنایا۔ جب ججوں نے اس کو کہا کہ کتاب کو حوالہ
کرو تو اس نے ان کے سامنے کتاب کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے پھینک دئے۔ اور کہا کہ میں اپنی بے گناہی
کے ثبوت میں لے دینا اپنی ذلت سمجھتا ہوں کونشنس کی اعانت کے واسطے شاید انسان نے
آلات تعزیر ایجاد کئے ہیں اور ان سے طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں خطرناک انسان کو پہنچائی
جاتی ہیں۔ ان سے انسان کے استقلال کا امتحان ہوسکتا ہے مگر راستبازی کا نہیں جو
شخص ان کی تکالیف کا متحمل ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔ دو طور راستی کا اخفا کرتے ہیں
ایک وہ مجرم ہوتے ہیں کہ جن کو شکنجے میں کھینچئے تو وہ اپنے جرم کا اقرار نہ کریں
ایک بے گناہ ہوتے ہیں کہ اس کے خوف کے مارے جھوٹ موٹ جرم کا اقرار
کرکے مجرم بن جاتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ مار کے آگے بھوت ناچتا ہے
بیچارے بے معصوم کا تو کیا مقدور ہے کہ وہ اس کے آگے ٹھیر سکے۔ اس کے
خوف سے وہ جھوٹ بولنے لگتا ہے۔ کونشنس مجرم کے اقرار گناہ میں
ان آلات تعزیر کا معاون ہوتا ہے اور مجرم کے استقلال میں خلل ڈالتا ہے
اور بے گناہ میں استقلال و ثبات ان عذابوں کے اٹھانے میں پیدا
کرتا ہے اگر نظر غور سے دیکھیں تو یہ آلات تعزیر شکنجہ وغیرہ بیکار ہیں۔
اس لئے کہ ہم ان لوگوں کو جن کے جرم مشتبہ میں وہ سزا و تعزیر دیتے ہیں جو
موت سے بھی زیادہ بدتر ہے۔ یہ سزا دہی انسانیت سے بعید ہے
بہت سے بیگناہ ان کی عذابوں کے ڈر سے ساری جرم کا اقرار کرکے موت کو قبول
کرلیتے ہیں۔ پس آلات کی ایجاد کا خیال جو کونشنس کی تائید کے لئے پیدا ہوا ہے وہ غلط ہے

(۱۷) . خود کشی ۔

مثل مشہور ہے کہ ہر چیلے رزق بہر بہانے موت ۔ مرنے کے ہزاروں طریقے ہیں اُن میں سے ایک خود کشی بھی ہے ۔ جس میں اپنی مرضی کے موافق مرنا ہوتا ہے ۔ بہت حوادثات اور سانحات ایسے پیش آتے ہیں کہ اُن کی تکلیفات کا اُٹھانا بعض آدمیوں کو موت کے تکلیف سے مشکل معلوم ہوتا ہے اور مرنا جینے سے اچھا نظر آتا ہے ۔ اِس لئے وہ اپنے تئیں مار ڈالتے ہیں ۔ ہم اِس مضمون میں خود کشی کی تائید و تردید کی جو دلائل حکمائے لکھی ہیں بیان کرکے یہ نتیجہ نکالیں گے کہ کسی حال میں خود کشی مستحسن نہیں ہے ۔ بلکہ وہ نامردی اور دیوانگی ہے +

ایک حکیم سے کسی نے پوچھا کہ آزادانہ زیست کیونکر ہو سکتی ہے اُس نے جواب دیا کہ موت کو ناچیز جاننے سے ۔ جو شخص موت ہی نہیں ڈرتا ۔ وہ کسی مصیبت و خوف سے نہیں ڈرتا ۔ ایک بیچارہ لڑکا پکڑا گیا ۔ نخاس میں بیچا گیا ظالم آقا کے پالے پڑا ۔ اُس نے ایک نہایت ذلیل کام اُس کے حوالہ کیا لڑکے نے آقا سے کہا ۔ کہ آپ کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ جس لڑکے کو میں نے مول لیا ہے وہ یہ ذلت کا کام اس حالت میں کریگا کہ اس کو اپنے آزاد کرنے کا سہل طریق آتا ہو ۔ یہ کہہ کر اُس نے اپنے تئیں ایک بلندی سے گرایا اور اپنا کام تمام کیا + بعض حکیموں کا قول ہے کہ دانشمند کو درازی عمر سے احتراز کرنا چاہئے ۔ جتنا اُس کو جینا چاہئے اُتنا جئے ۔ یہ نہیں کہ وہ جتنا جی سکے جئے ۔ یہ نیچر کا بڑا احسان ہے کہ اُس نے حیات کی کُنجیاں ہمارے ہاتھ میں دیدی ہیں جس سے ہم اپنے عالم رنج و بلا کو دفع کر سکتے ہیں حیات کے اندر جانے کا ایک رستہ اور باہر نکلنے کی بے شمار راہیں بنائی ہیں ۔ زمین کی وسعت زندوں کے لئے تنگ ہو سکتی ہے ۔ مگر مُردوں کے لئے ہمیشہ فراخ رہتی ہے ۔ ایک حکیم کہتا ہے کہ جو لوگ دُنیا کی مصیبتوں اور آفتوں کی شکایت کرتے ہیں بیہودہ ہیں ۔ کس نے

مرض نے ان کو باندھ رکھا ہے کہ وہ اپنے تئیں اُن سے نہ چھڑا سکیں یہ اُن کی نامردی ہے کہ وہ ایسی
تنگی و تکلیف میں اسیر ہو کر قید حیات میں رہتے ہیں۔ موت سب جگہ موجود ہے۔ ہر جا ہر وقت
اُس کا سامان تیار رہتا ہے۔ ہر شخص ہم کو حیات سے محروم کر سکتا ہے۔ مگر موت کے پنجہ سے
کوئی نہیں بچا سکتا۔ موت کے ہزاروں رستے ہیں۔ اگر موت انسان کے اختیار میں ہوتی
تو زندگی غلامی کی قید ہوتی۔ موت کسی خاص مرض کا حکمی علاج نہیں ہے بلکہ تمام امراض کا
ایسا علاج ہے کہ وہ سب ہی کو کھو دیتا ہے۔ موت ایسے ٹھاٹ سے آ جاتی ہے کہ
جس میں کچھ خوف و خطر نہیں اسی لئے بہت سے اُس کی تلاش میں رہتے ہیں۔ یہ ایک ہی
بات ہے کہ کوئی شخص اپنے قرض کو وقت موعود سے پہلے ادا کر دے۔ یا روز موعود پر
دیدے۔ اسی طرح حیات بھی ایک قرض ہے جس کو وہ روز موعود سے پہلے دیدے۔ یا
روز موعود پر دے۔ اس دنیا کی بھول بھلیاں میں جو رشتہ حیات ہم کو پھرا رہا ہے۔
دیکھئے منقطع ہو جائے وہیں اس کا خاتمہ ہے۔ کوئی موت خودکشی سے بہتر نہیں۔ کہ وہ
حسب دلخواہ ہوتی ہے۔ زندگی اوروں کی مرضی پر موقوف ہے۔ موت ہمارے اپنی
مرضی پر۔ ہمارے معمولی معالج بھی جان ہلاک کرتے ہیں۔ کاشک اور چیرہ لگانے اعضا
کاٹنے۔ قے کرنے۔ خون نکلوانے کی تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ بس اس سے بہتر ہے کہ ہم آگے
قدم بڑھا کر وہی علاج کیوں نہ کریں کہ جس سے صحت کلی یقینی ہو جائے۔ سخت مرض کے واسطے
سخت علاج چاہئے۔ سخت امراض کے واسطے موت سے بہتر کوئی علاج نہیں ایک شخص کو
گٹھیا ہوگئی تھی۔ ٹانگوں میں اُس کے بہت درد رہتا تھا۔ اس نے اُن کو ایسے زہریلی
دوا لگائی کہ جس سے وہ سن ہو کر بے حس ہوگئیں تو اُس نے کہا کہ ٹانگوں کو اپنی مرضی کے
موافق مرض چاہئے کہ جس سے درد محسوس نہو۔ بس جب خدا ہم کو اپنی مرضی سے ایسی
حالت کو پہنچاتا ہے کہ جس میں جینا ہزار درجہ بدتر مرنے سے ہوتا ہے تو وہ ہم کو اختیار
دیتا ہے کہ جہاں چاہو چلے جاؤ۔ ضعف و نقاہت سے دبنا ضعف عقل ہے اور اُن کو

پرورش کرنا دیوانگی ہے۔ ایک حکیم کا قول ہے کہ نیچر کے موافق کسی دانشمند کا جینا یہ ہو کہ جب اُس کو اپنا مرنا برمحل معلوم ہو تو اپنے تئیں مار ڈالے۔ خواہ کیسا ہی آسودہ حال ہو۔ بیوقوف کا جینا یہ ہے کہ وہ جیتا رہے۔ خواہ کیسا ہی شکستہ حال ہو۔ بشرطیکہ نیچر کے موافق مایحتاج کا محتاج نہ ہو ✱ ایک حکیم کہتا ہے کہ اگر ہم اپنے مال میں خود غبن کریں تو خلاف قوانین کوئی کام چوری کا نہیں کیا۔ کہ چوری کی سزا دی جاوے۔ اسی طرح اگر ہم اپنے گھر میں لکڑیاں جلاویں تو آتش زنی کے قوانین کے خلاف کام نہیں کیا کہ آگ لگانے والے کی سزا دی جاوے۔ اسی طرح اگر ہم اپنے تئیں مار ڈالیں تو کوئی کام ہم نے خون کے قوانین کے خلاف نہیں کیا۔ کہ خونیں کی سزا پائیں جیسے ہم زندگی کے کاموں کے مختار ہیں ایسے ہی موت کے۔ اب تک ہم نے خودکشی کی تائید میں دلائل بیان کیں اب اس کے برخلاف بڑے بڑے عاقلوں کی یہ رائے ہے کہ جب تک ہمارے پروردگار کا حکم ہمارے پاس نہ آوے۔ ہم کو اس دنیا کی حصار سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ جب خدا کی مرضی ہوگی وہ ہم کو حکم دیگا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ یہ ہم پر فرض ہے کہ ہم اُس کے بغیر اجازت کے باہر نہ جائیں کیونکہ ہم اپنے ہی لئے فقط پیدا نہیں ہوئے ہیں بلکہ اپنے ملک اور قوم کے واسطے۔ اپنے معبود کی عبادت کے واسطے اگر ہم اپنے تئیں قتل کر ڈالیں۔ تو وہی ملک کے قوانین باز پرس کرینگے۔ جو آدمی کے قتل میں ہوتے ہیں اپنے تئیں مار ڈالنا گویا اپنے فرائض کو چھوڑ کر بھاگ جانا ہے ہم کو خدا ضرور بھگوڑوں کی سزا دیگا۔ گو ہم نے کوئی خطا سوا اس کے نہ کی ہو۔ کہ اپنے ہاتھوں اپنے تئیں قتل کیا ہو۔ حیات کی روشنی کو چھوڑ کر۔ موت کی تاریکی کو خود اختیار کیا ہو۔ اپنے فرائض کو چھوڑ کر فرار ہو جانا کیا بڑا گناہ نہیں ہے؟ جس کی سزا نہ ملے۔ ثبات و استقلال و صبر و ہمت کی خوبی یہ ہے کہ جس زنجیر سے ہم وابستہ ہوں اُس کی تکالیف کو صبر سے سہیں نہ یہ کہ اُسے توڑ کر بھاگ جانے کا قصد کریں نیکی تو وہ شجاع ہے کہ کوئی حادثہ ایسا نہیں ہے کہ جس کا منہ نہ پھیر دے وہ تو خود رنج و تکلیف کو ڈھونڈتی پھرتی ہے۔ انہیں سے تو اُس کا نشو و نما ہوتا ہے۔

اگر آفت و بلا و مصیبت نہ ہو۔ تو صبر و استقلال و ثبات کی خوبیاں کیونکر ظاہر ہوں
وہ نہ تو کسی ظالم کے جبر و تعدی سے خوف کرتے ہیں نہ شکنجہ کے عذابوں سے ڈرتے ہیں
وہ ہر مصیبت کے مقابلہ میں سینہ سپر کرنے کو موجود ہیں۔ جیسے بعض درخت کلہاڑیوں کے
لگنے سے اور گرتے ٹہنیوں کے کٹنے سے اور زیادہ پھلتے ہیں اسی طرح وہ مصائب کے تیر
کھانے سے زیادہ پھولتے پھلتے ہیں +

ایک حکیم کا قول ہے کہ جینے میں کچھ خوف نہیں۔ نیکی کے معنے یہ ہیں کہ ہر مصیبت کا مقابلہ
جوانمردانہ کرے۔ تکالیف سے بچ کر نکل جانے میں کوئی خوبی نہیں مصیبت زدہ جو موت
کو ناچیز سمجھ کر اُس کو اختیار کرتا ہے۔ وہ نامرد ہے۔ جوانمرد وہی ہے جو مصیبت زدگی کی
حالت کو ناچیز جان کر تحمل کے ساتھ اپنے تئیں سنبھالتا ہے۔ یہ نیکی نہیں ہے بلکہ مخنث پن ہے
کہ دنیا کے آلام اور مصائب سے منہ چھپا کے قبر کے گڑھے میں جا کر سو رہے نیکی
کبھی اپنا منہ نہیں پھیرتی اور اپنی راہ سے انحراف نہیں کرتی خواہ اس کے مقابلہ میں
مصیبتوں کے طوفان کھڑے ہوں +

کبھی ہم رنج و تکلیف سے بچنے کے لئے موت کو اختیار کرتے ہیں کبھی موت سے بچنے کے لئے
ہم موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔ سچ کہو کہ یہ دیوانگی نہیں ہے تو کیا ہے؟ کہ مرنے کے خوف سے
کوئی شخص اپنے تئیں مار ڈالے۔ یا پہاڑ پر سے کوئی اپنے تئیں سر کے بل گرا دے۔ آیندہ مصیبتوں کا
خوف انسان کا بڑا ابتلا حال کرتا ہے مگر جو سچے بہادر دلیر ہیں وہ کب اُن کو خاطر میں لاتے
ہیں۔ جب کوئی مصیبت اُن پر حملہ آور ہوتی ہے وہ سینہ سپر ہو کر اُس سے لڑتے ہیں +

افلاطون اپنے قوانین میں لکھتا ہے کہ سب سے زیادہ باجی موت اُس شخص کی ہے جو اپنے
عزیز اور قریب تر دوست کو یعنی اپنے تئیں ہلاک کرتا ہے۔ اور باقی زندگی کے وسائل جو باتیں
اُس کی اُسے عزیز تھیں اُن سے محروم کرتا ہے اور یہ کام فقط اپنے بودے دل کے اور ضعف عقل
کے سبب سے کرتا ہے۔ ورنہ اُس کو کوئی مجبوری اُس کے کرنے کی نہیں ہے۔ نہ کوئی

اُس پر ایسا حادثہ عظیم واقع ہوا ہے کہ جس کو برداشت نہ کرسکتا ہو۔ یا کوئی ذلت ایسی ہوئی ہو کہ جینا بھلا نہ لگتا ہو۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ زندگی ہیچ ہے۔ اُن پر ہنسی آتی ہے کہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ انسان کے پاس جو کچھ ہے وہ یہی اس کی ہستی ہے۔ جو اعلیٰ درجہ کی عمدہ ہستی رکھتے ہیں اگر وہ انسان کی ہستی پر ہنسیں تو بجا ہے مگر انسان خود اپنی ہستی خود ہیچ جانے تو نہایت حماقت ہے۔ یہ بات کسی اور جانور میں نہیں ہے۔ کہ وہ اپنی ہستی پر خود لعنت ملامت کرے۔ اور اسے ہیچ سمجھے۔ بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ چاہتے ہیں کہ جو کچھ ہم ہیں اُس سے بدل کر کچھ اور ہو جائیں اگر آدمی ہیں تو فرشتہ بن جائیں اگر فرشتہ بن گئے تو پھر انسان نہ رہے۔ تو رنج و راحت جو آدمی کو ہوتے ہیں اُس سے محروم رہے۔ ہم کو اس سے حاصل کیا ہوا۔ خود اپنے نقیض بن گئے۔ خود اپنے تئیں آپ روکنے لگے۔ ——— دُکھ درد سے چھٹکارا۔ اِس زندگی کی آفات سے خلاص ہو جانا جو لوگ اپنے تئیں ہلاک کرنے سے چاہتے ہیں وہ کسی طرح فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ اگر آدمی جنگ سے اور صلح سے متمتع نہ ہو اور مصیبت سے بچا چھٹا رہے اور راحت کا مزہ نہ اُٹھائے اُس کو کچھ فائدہ نہیں حاصل ہوتا +

اُن دو رایوں میں جو اوپر بیان ہوئیں۔ بڑے بڑے مباحثے ہوتے ہیں +

بعض نے حکم بن کر یہ قرار دیا ہے۔ کہ ضرور بعض حالات میں اپنے تئیں آپ مار ڈالنا اچھا ہے۔ مگر جو لوگ اکثر خودکشی کرتے ہیں اُن کے اسباب معقول نہیں ہوتے اور وہ اُن اسباب کو جو مانع اُس کے ہوتے ہیں کچھ وقعت نہیں کرتے۔ اِس لئے اُن اسباب کی تحدید ہونی چاہئے کہ وہ بتلائیں کہ کہاں تک خودکشی مباح سمجھی جاوے +

بعض طبائع ایسی وہمی اور بے حس ہوتی ہیں کہ وہ افراد انسانی کو نہیں بلکہ قوموں کو خودکشی پر آمادہ کر دیتی ہیں۔ دنیا میں کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے کہ جس کے سبب سے مرنے کی تنگی خوشی سے سہنی بھی جاوے۔ اسی طرح زمانہ ایسا انقلاب پیدا کرنے والا ہے کہ بُری حالت سے اچھی حالت

ہو جاتی کچھ مشکل نہیں ہوتی۔ جوانمرد خواہ اُن پر کیسی ہی سخت آفت و مصیبت آئے مایوس نہیں ہوتے۔ میدان جنگ میں شکست پر شکست پاتے ہیں مگر فتح کی امید کبھی نہیں منقطع کرتے اور کبھی خودکشی کی یا بہانہ موت کو نہیں ختیار کرتے۔ مرنا بھی چاہتے ہیں تو اس طرح کہ اپنے ملک و قوم کی عزت ہو۔ مثل مشہور ہے کہ جب تک سانس تب تک آس ہے۔ جب تک جسم میں جان ہے ہزاروں امیدیں ہو سکتی ہیں ہزاروں ہرن کتوں کے دانتوں سے چھوٹ کر نکل جاتے ہیں اسی طرح بعض زخمی آدمیوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے زخم لگانے والوں سے زیادہ دنوں جیتے ہیں بہت سے آدمی ادبار کے گڑھے میں لٹے تھے۔ وہ اقبال مندوں سے بڑھ گئے اس لئے کسی مصیبت سے گھبرا کر اپنے تئیں مار ڈالنا نادانی و حماقت ہے +

بعض حکیموں کی رائے ہے کہ بعض امراض کی شدت میں اپنے تئیں مار ڈالنا اچھا ہی جیسے پتھری کی بیماری میں جب پیشاب بند ہو جائے۔ جذام۔ کوڑھ کی بیماریوں میں لڑائیوں میں خودکشی ہزاروں طرح سے ہوتی ہے عورتیں بھی عصمت کی پردہ دری کے خوف سے اپنے تئیں ہلاک کرتی ہیں ان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اگر اُن کی پردہ دری ہوئی بھی۔ تو اس میں ان کا کیا گناہ ہوا۔ وہ بیگناہ ہیں اور توکل پر اپنے تئیں چھوڑ دیں۔ بعض آدمی اس غیرت میں اپنے تئیں ہلاک کرتے ہیں کہ ان کو دشمنوں کا رحم کرنا موت سے زیادہ برا معلوم ہوتا ہے۔ بعض قوموں نے ان لڑائیوں میں خودکشی کے دستور اور قوانین ہی مقرر کر رکھے ہیں جیسے کہ جیوتوں کے ہاں دستور ہے کہ جب دشمنوں کے ہاتھ سے تنگ آتے ہیں تو اول بال بچوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرتے ہیں اور دولت نقد و جنس کو جلا کر خاک کرتے ہیں ہاتھی گھوڑوں کو اور مویشی کو اندھا کر دیتے ہیں بعد اُسکے آپس میں گلے مل تلواریں ہاتھوں میں لے دشمن پر جا گرتے ہیں پھر جو ہونی ہو سو ہو۔ بعض آدمی خودکشی مذہب کے سبب سے کرتے ہیں۔ جیسے ہندوؤں کے ہاں بتوں پر سر کاٹ کر چڑھا دینے کو۔ ستی ہونے کو۔ جگن ناتھ جی کے رتھ کے نیچے دب کر مر جانے کو بیکنٹھ باشی ہونا جانتے ہیں۔ بہت سے بڈھے۔ بیمار ضعیف۔ زندہ۔ گنگا میں تہری بلو کے

ڈوبتے ہیں - غرض بعض خداپرست خلل دماغ سے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بہتر حالت میں بہشت کے اندر مرتے ہی ہو جائیں گے - اس دنیا کے انتقال ہی خدا سے وصال ہوگا۔ چتا میں بیٹھ کر جل جاتے ہیں زندہ دفن ہو جاتے ہیں اکثر گورنمنٹ اس خودکشی کے باب میں مداخلت کرتی ہے بعض گورنمنٹ کا یہ قانون تھا کہ جو شخص خودکشی چاہے۔ وہ ایک اپنی درخواست مع دلائل خودکشی کے گورنمنٹ کے روبرو پیش کرے - اگر گورنمنٹ اس درخواست کو منظور کرتی تو زہر بھی اپنے پاس سے دیتی جو خاص اسی کام کے لئے بنایا جاتا تھا جسنے [illegible] اپنے پینے کو وہ پیش کرتا تھا۔ مگر اب تمام گورنمنٹیں خودکشی کو جرم سمجھتی ہیں [illegible] گورنمنٹ [illegible] ہندوستان میں آئی تو مذہب اور رسم کے موافق جو خودکشیاں کثرت سے ہوا کرتی تھیں ان کا فیصلہ خوب ہو گیا اب یہ اسباب رہ گئے۔ ذلت - غیرت - عشق - تکلیف - ان [illegible] ہندوستان میں بہت خودکشی ہوتی ہیں خصوصاً عورتیں کنوؤں میں ڈوب کر بہت [illegible] لڑکر - یا سوکن کے رشک سے وہ خودکشی کرتی ہیں۔ مگر یہ زیادہ تر [illegible] دنیا میں مسلمانوں ہی کو یہ فخر حاصل ہے - کہ وہ خودکشی نہیں کرتے - [illegible] سے انگلستان چلے گئے۔ مگر ان کے سامنے کسی مسلمان کی خودکشی [illegible] اس تمام بیان سے غرض یہ ہے کہ جو ابلہ فریب دلائل خودکشی کے بیان کی جاتی ہیں کہ ہر طرح جینے سے مرنا اچھا ہے۔ یا دشمنوں کے ہاتھ سے مرنے سے یا ذلیل ہونے سے خودکشی بہتر ہے یا مصائب جسمانی اور آلام روحانی کے اٹھانے سے رشتہ حیات منقطع کرنا بہتر ہے - یہ سب نادانی اور جہالت کے دلائل ہیں وہی انسان جوانمرد ہیں کہ جو ہر مصیبت سے مقابلہ کرتے ہیں اور اپنی ثبات و استقلال و ہمت میں کبھی لغزش نہیں کرتے۔ جس وقت ان کی اجل خدا کی طرف سے آتی ہے۔ اس وقت مرتے ہیں +

(۲۷) اپنے تئیں پہچاننا اور اپنی قدر جاننا

انسان کو بڑی احتیاط اور ہوشیاری اپنی معرفت نفس اور قدرشناسی میں

درکار ہے۔ اس کو اپنے سچے ایمان سے بغیر کسی تعصب طرفداری کے خبردار ہونا چاہئے۔ کہ اس کا سچا اصلی حال بُرا بھلا کیا ہی۔ اگر وہ اپنے تئیں کامل دانا اور پارسا جانتا ہی۔ تو وہ بھی کسی مطلب برآری کے لئے خودستائی کریگا۔ انسان کا نفس جیسا حقیقت میں ہو اس سے کمتر بیان کرنا حماقت ہے +

ارسطو کا قول ہی کہ اپنی قدر سے کم قیمت نقد لے لینا نامردی اور بزدلی میں داخل ہے نیکی کبھی اپنی امداد جھوٹ سے نہیں چاہتی۔ سچ میں کوئی بات غلط نہیں ہوتی۔ جب نفس کا حال بیان کرو تو اصلی بھید ترا نیاں مارنی تعلّی کی یعنی فقط غرور و عجب ہی نہیں پیدا ہوتیں بلکہ وہ زیادہ تر حماقت و سفاہت سے پیدا ہوتی ہے اس بُرائی سے ایسے افعال [illegible] ہوتے ہیں کہ آدمی اپنی باتوں سے زیادہ اندازہ سے خوش ہوتا ہے اور اپنے نفس سے زیادہ محبت رکھتا ہے۔ جو لوگ منع کرتے ہیں کہ انسان کو اپنا ذکر کرنا نہیں چاہئے۔ وہ حقیقت میں یہ منع کرتے ہیں کہ اپنے نفس کے حال پر خیال کرنا نہیں چاہئے۔ ہم کو ہمیشہ ان کے خلاف کام کرنا لازم ہے۔ اپنی نفس پر توجہ و غور کرنا ہی [illegible] مرض کا معالجہ ہے۔ جس سے بہتر کوئی اور علاج نہیں غرور انسان کے خیال میں رہتا ہے۔ اس بیان کو بہت کم دخل ہے۔ جن لوگوں کی یہ رائے ہی۔ کہ اپنے نفس پر زیادہ خیال کرنا اپنے سے زیادہ خوش ہونا ہے اور اپنے نفس سے زیادہ باتیں کرنی اپنے سے زیادہ محبت کرنی ہے وہ نہیں سمجھتے کہ یہ افراط ان لوگوں میں پیدا ہوتی ہے جو اپنے ظاہری معاملات اور [illegible] پر توجہ و خیال کرتے ہیں نہ باطن پر۔ وہ لوگ اپنی نفس پر متوجہ ہونے کو شیخ چلّی کی طرح ہوائی قلعہ بنانا جانتے ہیں وہ اپنی نفس کو اپنے تئیں خود بیگانہ سمجھتے ہیں اگر کوئی شخص [illegible] نفس پر خیال کرنے سے علم کے غرور کا جوش اس [illegible] [illegible] تو اس کو چاہئے زمانہ پر خیال کرنا چاہئے کہ [illegible] [illegible] [illegible] کی [illegible] کے

پاس بیٹھنے کی بھی لیاقت اس میں نہیں ہے۔ اگر کسی کو اپنی شجاعت کا گھمنڈ پیدا ہو تو وہ بڑے بڑے جوانمردوں کے کارنامے دیکھے۔ اور سمجھ لے کہ اُن کے آگے میں کیا ہست ہوں۔ کسی خاص صفت او ہنر کے سبب سے انسان کو پھولنا اور مغرور ہونا نہیں چاہئیے۔ اس لئے کہ اُس کے دوسرے پلڑے میں عیب اور نقصان اتنے چڑھے ہوئے ہیں کہ اُس کے اوصاف ان کا پاسنگ بھی نہیں +

سقراط اپنے خدا کا حکم یہ بتاتا تھا۔ کہ تو اپنے تئیں پہچان - اس حکم کی بجا آوری میں اُس نے اپنی ساری عمر بسر کی - زیادہ تر اپنا حال بیان کرتا - اور اپنے شاگردوں کو بھی نصیحت کرتا کہ تم کتابوں کی باتیں نہ بیان کیا کرو۔ بلکہ اپنے نفس کی اصلی باتوں اور حرکات کو بیان کیا کرو۔ غرض آخر کو سقراط نے اپنے تئیں یہ پہچانا کہ میں کچھ نہیں ہوں - بس یہی ایک بات اس کی ایسی تھی کہ لوگوں نے اُس کو ولی اللہ مانا جو شخص اپنے نفس کو سقراط کی طرح پہچانے وہ مردانہ وار اُس کو بیان کرے - جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ انسان کے نفس کی نیکیاں خالص نہیں ہوتیں اُن میں بھی شرارت ایسی ہوتی ہے کہ قابل توبہ ہوتی ہے - اس لئے جب انسان اُن کو بیان کریگا تو اپنے اوپر الزام ہمیشہ لگایا کریگا - یا تعلی و تشخص کیا کریگا جو انسان کے نفس کے بیان سے جدا نہیں ہوسکتے - وہ ایک چھوٹی خطا سے بچنے کے لئے بڑی خطائیں کریگا - اس لئے بہتر ہے کہ انسان اپنے نفس کا ذکر نہ کرے - یہ کہنا اُس کا ایسا ہے کہ جیسے کوئی کہے کہ بچے کی ناک صاف کرنے کی جگہ ناک کو اڑا دینا چاہئے کہ پھر ناک صاف کرنے کا جھگڑا نہیں ہے +

(۳۴) افعال انسانی کا متلون ہونا +

جو دانشمند افعال انسانی کا مشاہدہ اور اعمال بشری کا تجربہ کرتے ہیں اُن کو یہ امر تحقیق ہوگیا ہے کہ اکثر انسان اپنے کاموں میں متلون ہوتے ہیں مستقل نہیں ہوتے گرگٹ کے سے رنگ بدلتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ گرگٹ اپنا رنگ سفید

نہیں بنا سکتا۔ آدمی سے ایسی حرکات متناقض سرزد ہوتی ہیں کہ اس سے آدمی کے تمام کاموں میں تناسبت و مطابقت کا دکھا دینا۔ اور اس کی خصلت و عادت پر کسی حکم قطعی کا اپنی رائے سے لگا دینا نہایت دشوار ہو گیا ہے۔ ایک ہی آدمی کے کاموں میں ایسا تناقض پایا جاتا ہے جس سے یہ ناممکن سا معلوم ہوتا ہے کہ اسی سے وہ سب کام سرزد ہوئے ہوں +

مثلاً ایک شخص جو عہد شباب میں لومڑی کی طرح فریب دے کر کام کرتا ہے جوانی میں شیر کی طرح دلیر ہو کر مہمات کو سرانجام دیتا ہے۔ بڑھاپے میں کتا بن جاتا ہے۔ وہی نوجوان جس نے ہزاروں بندگان خدا کا خون بہایا اسی نے یہ کہا کہ جب میرے پاؤں تلے چیونٹی آتی ہے تو دل کھنے لگتا ہے۔ وہی جو ستم مجسم تھا جب ایک شخص کے قتل کا فتوی دستخط کے لیے اس کے سامنے پیش ہوا تو آہ سرد بھر کر کہنے لگا کہ مجھے لکھنا نہیں آتا۔ دل میں کیا انقلاب ہوا ہے کہ جس نے لاکھوں آدمیوں کا خون اپنی گردن پر لیا ہو۔ وہ ایک شخص کے قتل کے فتوی پر دستخط کے لیے قلم ہاتھ میں نہ لے اور کہے کہ مجھے لکھنا نہیں آتا۔ ہر شخص اپنی اوقات ہی پر اور اپنے تجربے اور مشاہدے سے اتنی مثالیں بہم پہنچا سکتا ہے۔ جس سے اس کو یہ یقین ہو جائے گا۔ کہ متلون اور بے استقلال ہونا انسان کی طبیعت کا ایسا ظاہری عیب ہے کہ جس پر نکتہ چین ہیں اور سارے انسان تھوڑے بہت مبتلا ہیں چنانچہ ایک عقلمند کا مقولہ ہے کہ وہ ممدوح و مشہور آدمی بڑا ہے جس میں تغیر و تلون کو دخل نہ ہو +

ہر کسی قدر معقول ہے کہ آدمی کے افعال اور اعمال کا طریقہ جو اکثر رہا ہو۔ اس پر اچھے برے ہونے کا حکم لگایا جائے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی خیال میں رہے کہ متلون اور غیر مستقل ہونا۔ انسان کا مقتضائے طبیعت ہے۔ مگر بعض اہل الرائے اور دانشمند حقیقت شناس اس راہ سے کچھ پھر جاتے ہیں وہ آدمی کی تمام وضع طریقہ و طرح کو دیکھ کر ایک مستقل اور مستحکم حکم اس کے اخلاق و عادات کی نسبت اپنی رائے سے صادر کرتے ہیں اور اس کے تمام کاموں کو اس اپنے حکم کے ساتھ مطابق کرتے ہیں اور جو کام ان کے حکم کے ساتھ مطابق کسی طرح نہیں ہو سکتے۔ تو وہ ان پر ریاکاری اور مکاری کا حکم لگا دیتے ہیں مثلاً عالمگیر پر ان کی رائے نے یہ حکم لگایا کہ وہ متعصب تھا۔ اب جو کام اس کے لیے دلیل

جس سے اُس کی بے تعصبی پائی جاتی ہے تو وہ اُس کو ریاکاری اور مکاری سے منسوب کیے دیں گے
یہ نہیں خیال کرتے کہ متلون اور بے استقلال ہونا انسان کی طبیعت میں داخل ہے۔ ظالم سے بعض
عدل کے اور عادل سے بعض ظلم کے کام ہوتے ہیں انسان کی کسی نیکی کا یقین کرنا ایسا دشوار
نہیں ہے جیسا کہ مستقل اور ثابت قدم ہونے کا۔ اور اس کے برخلاف متلون اور غیر مستقل شخص
کا یقین کرنا ایسا آسان ہے جیسا کہ کسی بدی کا جو شخص کہ کسی آدمی کے ذرا ذرا سے کاموں کی
باتفصیل دیکھتا ہے وہ اُس کی نسبت صحیح و سچی رائے قائم کر سکتا ہے۔ عقل و دانش کا اصول اعظم
ہے کہ آدمی کا ثابت قدم اور مستقل ہونا ایسا مشکل ہے کہ دنیا کی تاریخ میں بہت ہی تھوڑے
جوانمرد ایسے نکلیں گے کہ انھوں نے جو راہ اور روش اور رسم و طریق اپنے لئے اختیار کئے اس
سے کبھی نہ منہ موڑا۔ خواہ کیسے ہی وسوسے اور خطرے اور اوہام ہوئے ایک عاقل حکیم نے
ہماری زندگی کے کل طریقوں کو ان مختصر الفاظ میں ایک قاعدہ کے اندر بیان کیا ہے کہ انسان ایک
ہی چیز کا اور اسی ایک چیز کا ہمیشہ ارادہ کریگا یا نہ کریگا۔ اب اگر یہ ارادہ نیک ہے تو اس
کا انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ ایسا ارادہ ہمیشہ مستقل ہو سکتا ہے لیکن اگر ارادہ نیک نہیں ہے تو اُس میں
استقلال کبھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ برائی ہمیشہ بے قاعدہ اور بغیر اندازہ معینہ کے ہوتی ہے۔ اس
میں استقلال نہیں ہو سکتا۔ ایک حکیم کا قول ہے کہ صلاح مشورہ اور سوچ بچار ہی ہر نیک کام کا
آغاز ہے۔ کمال استقلال اُس کا انجام ہے اگر ہم اپنی عقل سے کوئی خاص ترتیب اور انتظام
اپنے طریقہ زندگی کے لئے متعین کریں تو ہم کو عمدہ طریقہ پر قائم ہونا چاہئے۔ مگر اس کا خیال
کوئی نہیں کرتا ہے کہ جس چیز کی طرف انسان آج رغبت کرتا ہے کل اُس سے نفرت رکھتا ہے۔
جس چیز کو آج کھوتا ہے کل اُس کی جستجو کرتا ہے اُس کی ساری زندگی متناقض کاموں سے
بھری ہوئی ہے۔ کبھی وہ ڈانوا ڈول ادھر کا ادھر پڑا پھرتا ہے۔ کبھی اوپر اُٹھتا ہے۔ کبھی نیچے گرتا ہے
اُس کے حال کو ثبات و استقلال نہیں ہے +

ہماری زندگی کا طریقہ معمولی یہ ہے کہ موقع وقت کی ہوا خواہشہای نفسانی کی میلان کی

پیروی میں جس طرف دائیں بائیں اوپر نیچے چاہتی ہے اڑاتی ہے۔ جب تک ہمارے دل میں یہ خیال نہ آئے کہ کیا چیز ہم کو حاصل کرنی چاہیے۔ ہم اس چیز پر غور و خوض نہیں کرتے جب یہ خیال آتا ہے۔ تو ہم ایسے بدلتے ہیں جیسے کہ کوئی چھوٹا جانور اپنے رنگ بدلتا ہے کہ جس چیز پر اسے رکھو اسی کا رنگ اپنے میں دکھلاتا ہے۔ ابھی ہم نے جو بات دل کے سامنے پیش کی تھی اس سے رخ پھیر لیتے ہیں اور پھر اس طرف رجوع کرتے ہیں غرض ہم لٹو کی طرح ادھر ادھر پھرتے رہتے ہیں کہ جو زبان کی جس طرف پھرتی ہے وہ پھرتا ہے۔ ہم کو ہیجان طبع ادھر پھیرتا ادھر پھیرتا ہے غرض ہم خود نہیں چلتے ہیں بلکہ چلائے جاتے ہیں جیسے کہ دریا میں پانی اپنے زور کے موافق چیزوں کو اپنے اوپر زبردست چلاتا ہے۔ اسی طرح ہمیشہ ہم کو ہماری خواہشہای نفسانی کا میلان اپنے زور کے موافق متحرک کرتا ہے ہم ہمیشہ کچھ نئی چیزیں مانگتے ہیں سر سے بوجھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں مگر یہ نہیں جانتے ہیں کہ جو چیزیں ہم مانگتے ہیں وہ کیسے بیٹھے ٹھور ٹھکانے نامعلوم ہیں +

انسان کے دلوں کا حال بھی دلوں کا سا ہے کہ ہمیشہ ان میں تلون ہوتا ہے انسان کا مزاج بھی زمانے کے ساتھ چلتا ہے وہ میلان خاطر اسکو ہمیشہ ادھر ادھر جھلاتا پھرتا ہے۔ کہیں ثابت قدم نہیں ہونے دیتا۔ نہ وہ کسی چیز کو آزادانہ چاہتا ہے نہ کلیتہً و مطلقاً و استقلالاً۔ ہاں جن آدمیوں نے اپنے ذہن میں اپنے اوضاع و اطوار کے طریقے اور اخلاق کے قاعدے و قانون خوب استحکام کے ساتھ منضبط کئے ہیں ساری عمر میں ان کے کام ہموار اور یکساں نظر آتے ہیں اور ان کے کل کاموں میں ایک کام کو دوسرے کام کے ساتھ ہمیشہ ایک مناسبت اور نسبت دیکھنے میں آتی ہے۔ مگر یہ بھی مشکل ہے کہ سارے کام وہ ان ہی کے ساتھ مقرر کریں کہ جو سُروں میں ہوتے ہیں کہ کبھی ان میں بے سُری آواز نہیں نکلتی۔ بعض آدمی ایسے دنیا میں گزرے ہیں کہ جنہوں نے اپنی بزم عیش و طرب کے لئے وہ قاعدے مقرر کئے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کو ایک دن سے زیادہ نہیں جانتے ہیں

اور یہ سمجھتے ہیں کہ آج ہی جو کچھ کلچھرے اڑانے ہوں اڑالیں کل کی خبر خدا جانے۔ مگر وہی جب مکان بناتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کبھی مرنے کے نہیں یہاں بھی تلوّن موجود ہے +
انسان میں تلوّن مزاجی کے اسباب طرح طرح سے جمع ہو جاتے ہیں +

ایک بادشاہ اپنے ایک نوکر کو بہت عزیز رکھتا تھا۔ جوانمرد نیک نہاد جانتا تھا۔ وہ ایک مرض مزمنہ میں مبتلا تھا بادشاہ نے حکیم پر تاکید کر کے اُس کا علاج کرایا۔ جب وہ اچھا ہو گیا تو ہمیشہ خطرناک جنگ اور ہولناک کام سے دل چرانے لگا۔ بادشاہ نے کہا کہ اب تمھاری وہ دلیری اور عالی ہمتی کہاں گئی۔ تو اُس نے عرض کیا کہ جہاں پناہ پہلے میں ایک ایسے مرض میں مبتلا تھا۔ کہ مرنے کو جینے سے اچھا جانتا تھا۔ جان جوکھوں کے کام کرنے سے خوش ہوتا تھا۔ اب اچھا ہو گیا ہوں تو خطرناک کاموں کے کرنے سے ڈر لگتا ہے۔ اسی طرح جنگ میں میدان کے اندر ایک سپاہی کے دشمن نے گولی ماری۔ وہ غصہ اور انتقام کے جوش میں ایسا بھرا کہ دشمن پر حملہ کر گیا۔ اور بڑی جوانمردی سے اپنا بدلہ نکالا۔ افسر سپاہ نے اُس کی اس ہمت و جرأت پر تحسین و آفریں کی۔ مگر جب افسر سپاہ اُس کو کسی مہم پر بھیجنے لگا اور ایسی باتیں سمجھائیں کہ انھیں سنکر بڑا نامرد بھی جوانمرد بن جاتا۔ مگر اُس پر کچھ اثر نہوا اور صاف انکار کیا۔ اور کہا کہ کسی ایسے غریب آدمی کو مہم پر بھیجو کہ جس کی تھیلی چوری گئی ہو +

ہم بعض شخصوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ کل شجاعت کے کام کر رہے تھے۔ آج نامردی کے کام اُن سے سرزد ہو رہے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ جوہر شجاعت اُن کی ذات میں نہیں ہوتا بعض صورتیں ایسی پیش آتی ہیں کہ اُن کو شجاع بنا دیتی ہیں جب وہ حالتیں بدل جاتی ہیں تو اُن کی شجاعت بھی جبھی بدل جاتی ہے۔ مثلاً انتقام کے جوش میں غصہ میں بھر آئے یا شراب کے نشے میں مست ہو گئے۔ یا جنگی باجوں کی آواز نے دل پرا دیا۔ اِن سبھوں نے تھوڑی دیر کے لئے اُن میں شجاعت پیدا ہو گئی۔ پھر جب یہ اسباب جاتے رہے تو انھوں نے بھی اپنی اصلی حالت پر معاودت کی +

حکمانے جب یہ دیکھا کہ انسان سے ایسے افعال متضاد اور اعمال متناقض سرزد ہوتے ہیں
جن کا ایک مخزن سے سرزد ہونا خیال میں نہیں آتا۔ تو انھوں نے انسان کے واسطے دو روحیں
مقرر کیں جو جدا جدا اپنی قدرت اور قوت رکھتی ہیں ایک خیر کی طرف لے جاتی ہے دوسری
شر کی طرف۔ اگر انسان اپنے دل کی کیفیت وحالت کو خوب غور اور خوض کی نگاہ سے دیکھے تو
اس کو یقیناً یہ امر معلوم ہوگا۔ کہ وہ ایک حالت میں دو دفعہ نہیں ہوتا۔ اس کے دل کے کونے
متضاد فضول و متضاد اشیا سے آباد ہیں۔ جھوٹ۔ سچ۔ علم جہالت۔ سخاوت بخل کفایت
اسراف۔ رنج خوشی۔ ذہانت غباوت عصمت شہوت۔ خوشی ہرزہ گوئی محنت
بطالت محبت۔ عداوت۔ غیرت بےحیائی۔ یہ سب چیزیں کم و بیش اس کے ارادے اور
اور مرضی کے موافق ہوتی رہتی ہیں۔ اور ان ناموافق چیزوں کا دور دل میں لگاتار رہتا ہے
انسان میں کوئی قابلیت و رذالت نہیں سمجھنی چاہئے۔ جب تک اس میں نہ دولت ہو
ایک مثال شجاعت ہے کہ عام طور پر کوئی شخص شجاع نہیں ہوتا۔ شجاع وہ ہے جس کی ذات کے اندر
جرأت میں شجاعت پائی جاوے کل حادثات میں جو اس کو پیش آئیں اپنے اس ملکہ کو دکھائے
بیباکانہ و شجاعت میں لبریز۔ ویسا ہی بادشاہ ہیں۔ جیسا قدرت میں اول ہے ویسا ہی آدمی
ہیں۔ یہ نہیں کہ گھر میں بچھڑا ہو۔ اور میدان جنگ میں بچھاڑ دے۔ شجاع بہ شیر بیداری کا ایسا
ہی بہادری سے مقابلہ کرتا ہے۔ اور موت سے نڈر رہتا ہے جیسا کہ لڑائی میں خون کا۔
اور موت سے ایسا ہی نڈر رہتا ہے جیسا کہ بچھونا سے۔ ——— اگر ایک شخص دشمن کی دیوار
شکستہ کے شگاف میں دلیرانہ گھس جاتا ہو۔ مگر عدالت میں ایک مقدمہ کے ہارنے پر۔ بچے کے مرنے
پر عورتوں کی طرح چیخیں مار مار کر روتا ہے۔ اور رنج و غم کرتا ہے۔ یا نامرد ہے۔ مگر افلاس کی
مصیبتوں کو استقلال سے سہتا ہے۔ یا نائی کے استرے سے ڈرتا ہے۔ مگر دشمن کی تلواروں
کی دھاروں پر بےخوف وخطر جا پڑتا ہے۔ تو ہم ایسی صورتوں میں کام کی تعریف کریں گے
لیکن اس آدمی کو شجاع نہیں کہیں گے۔ جو انسان حقیقت میں نیک ہوتا ہے وہ نیکی کو نیکی کی

حاضرے کرتا ہی۔ جو شخص اپنی اغراض پر نیکی کی نقاب مستعار لیکر ڈالتا ہی۔ خود نیکی اپنی نقاب اُٹھا لیتی ہی اور اُس کی اغراض کو دکھا دیتی ہی۔ نیکی کا رنگ تو دو گھڑی اور کچا ہی کہ جس دل پر چڑھایا وہ پھیرتا نہیں دل ہی کے ساتھ جاتا ہی۔ پس جب کسی انسان کی نسبت اپنی صحیح اور سچی رائے ہم کرنی چاہیں تو بہت تحقیق و تدقیق کی نظر سے ہم اُس کی زندگی کے افعال کا سراغ لگائیں اور اگر ہم اُسمیں ثبات و استقلال کو مضبوط بنا پر قائم نہ دیکھیں بلکہ اُس میں تلون پائیں کہ وہ مخمصت و اتفاقات کے پیش آنے سے اپنے طریقہ کو بدلتا ہی اور اُس میں سُست یا تیز قدم اُٹھاتا تو اُس کو یہ جاننا چاہیے کہ وہ ہوا لیکے آگے چلتا ہے۔ اُسی کے ساتھ رخ بدلتا ہی۔ زمانہ ساز ہی اصلی صفات سے محروم ہے یہ انسان کی خوبی بڑی قدر و منزلت کے لائق ہے کہ وہ سارے کاموں میں یہ معلوم ہو کہ وہ ایک ہی شخص ہے ✤

حکماء قدیم میں سے ایک حکیم کا قول ہے کہ یہ بات تعجب کی نہیں ہے۔ کہ بخت و اتفاق ہم پر زیادہ تر حکمرانی کرتے ہیں یہ بھی اتفاق ہی کہ ہم جیتے ہیں جب تک انسان اپنی زندگی کا مآل کار تجویز کرے کہ میں کیا ہونگا اور کیا کروں گا۔ وہ اپنے لئے کوئی خاص کام نہیں تجویز کر سکتا جب تک آدمی کے ذہن میں کُل کی صورت خیال میں نہ ہو۔ اُسکے اجزا کی ترتیب نہیں دے سکتا ہے۔ اگر تیر کھینچنی نہ آتی ہو تو رنگ کس کام کے ہیں تیر انداز کو یہ نہ معلوم ہو کہ میں کہاں نشانہ لگاؤں گا۔ تو ترکش سے تیر نکالنا اور کمان کو زہ پر چڑھانا بیکار ہی۔ جب تک کسی کو معلوم نہیں مآل کار نہ متعین ہو صلاح و مشورہ بیکار ہے۔ جب تک کسی بندرگاہ میں اُترنے کا ارادہ مقرر نہ ہو ہوا کا رُخ دیکھنا کس کام کا ہی۔ بس جب تک کسی شخص کی زندگی کا مآل کار نہ معلوم ہو اُسکے خصائل کی نسبت کوئی رائے نہیں قائم ہو سکتی ہے اکثر یہ عادت پڑ گئی ہی کہ انسان کی ظاہری اور خارجی کاموں کو ہم دیکھ کر اپنی رائے قائم کرتے ہیں مگر اُس کے باطن کی تجسس میں سعی نہیں کرتے اور یہ نہیں سوچتے کہ وہ اندر کون سی کمانیاں ہیں کہ جو حرکات ظاہری پیدا کر رہی ہیں مگر کسی کے باطن میں بیٹھنا اور اُسکے ظاہری کاموں کا اصلی

جب جانا نہایت دشوار اور خطرناک کام ہے۔ بہت ہی تھوڑی آدمی دنیا میں ایسے
ہیں جنھوں نے یہ کام کیا ہو۔ ورنہ انسان کے ظاہری کاموں پر سب رائے قائم کرتے ہیں

(۴۷) شراب خواری۔

شعر گلہائے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن اے ذوق اس جہان کو ہے زیب اختلاف سے
دنیا میں دیکھتے ہیں کہ ایک ہی چیز کے ہزاروں درخت ہیں اور ہر درخت میں لاکھوں
پتے ہیں مگر دو پتے ایک سے نہیں ہوتے اسی رنگا رنگ اختلاف کا نام دنیا ہے۔
اسی طرح دنیا میں ہزاروں برائیاں ہیں مگر وہ ان میں سے یکساں برابر نہیں ہیں بعض حکیم
ان سب کو یکساں جانتے ہیں جو شخص نیکی کی راہ مستقیم سے سو قدم بے راہ ہو۔ یا دس قدم۔
دونوں کو گمراہ جانتے ہیں اور اس راہ گمراہی میں ان کے واسطے خیر نہیں جانتے۔ ان کے
نزدیک خواہ کوئی شخص مذہب سے بے ادبی کرے۔ یا کوئی چیز چرائے۔ دونو یکساں ہیں مگر یہ انکی
سخت دہری ہے۔ بھلا اور بری صورت میں برائیوں کے سبب سے کب آدمی یکساں برابر
بد ہو سکتے ہیں۔ غرض حکما کی رائے میں مثل اور مسائل کے اس میں بھی اختلاف چلا آتا ہے
کہ برائیاں سب برابر ہیں یا نہیں۔ گناہوں کے درجوں اور اندازوں کو خلط ملط کرنا اندیشہ
سے خالی نہیں اگر سب گناہ برابر ہو جائیں تو قاتل خونخوار۔ دغاباز۔ مکار۔ ظالم۔ جابر۔
اپنے تئیں بڑے فائدے میں سمجھنے لگیں اور اپنی کانشنس کی خوب خوشامد کریں اور یہ جانیں
کہ ہم بھی ایسے ہی ہیں۔ جیسے کہ کاہل سست۔ نفس پرست۔ ریاضت و عبادت میں
سست لوگ ہیں کیونکہ قاعدہ ہے کہ ہر شخص غیروں کے گناہوں کو کبیرہ اور اپنے گناہوں کو
صغیرہ جانتا ہے۔ ابتدا سے ان گناہوں کے باب میں علم ہمیں درست تعلیم نہیں دیتا۔
سقراط نے لکھا ہے کہ حکمت کا کام ہے کہ وہ نیک و بد میں تمیز کرنے کا ملکہ پیدا کردے۔ ہم
میں سے جو زیادہ اچھا ہے وہ بھی بد ہے اس لئے ایسے علم کی بھی ضرورت ہے کہ جو ایک برائی
کی دوسری برائی سے تمیز کرنے کی استعداد پیدا کردے۔ جب تک یہ علم نہ سیکھا جائے اور

سیکھا جاوے۔ تو صحیح طور ہے۔ تب تک نیک و بد ایسے خلط ملط معلوم ہونگے کہ وہ پہچانے نہیں جائینگے۔ بغرض اس تمہید سے یہ ہے کہ شراب پینا برا ہی نہیں ہے۔ بلکہ سب برائیوں میں بدتر ہے اور اس سے بڑھکر کوئی برائی نہیں ہے۔ اس لئے اس کو ام الخبائث کہتے ہیں اور برائیوں کے کرنے میں بڑا حصہ روحانی ہوتا ہے۔ مگر اس میں صرف جسمانی حصہ ہے۔ یعنی اور برائیوں میں علم محنت دلیری جرأت۔ ہمت۔ ہوشیاری۔ تیزی۔ چستی۔ چالاکی کی ضرورت ہوتی ہے شراب پینے میں کسی کی ضرورت نہیں اس کے واسطے کسی عقل کی ضرورت نہیں اور برائیاں عقل و فہم کو تحلیل کرتی ہیں۔ مگر شراب پینا دل کو بالکل زائل اور فنا کرتا ہے۔ اور جسم کو نکما بناتا ہے۔ جب شراب کا اثر اپنی پوری طاقت ہم میں دکھاتا ہے۔ تو تمام اعضا میں گرانی آجاتی ہے۔ وہ ڈھیر ہو جاتے ہیں۔ ٹانگیں لڑکھڑاتی ہیں۔ زبان بہکتی ہے۔ دل میں ہول اٹھتے ہیں۔ آنکھیں ابل آتی ہیں۔ ہچکیاں آتی ہیں جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں سب سے بدتر حالت انسان کی یہ ہے کہ اس کو اپنے آپ کی خبر نہ رہے اور وہ اپنے تئیں سنبھال نہ سکے۔ جیسے پتیلی کی تہ میں جس چیز کو ڈالکر جوش دو اسی کا ابال اٹھکر اوپر آتا ہے اسی طرح شراب کے نشے میں جو راز کہ دل کے اندر مخفی ہوتے ہیں وہ زبان پر آتے ہیں۔ جس کے دل کا حال دریافت کرنا چاہو۔ اس کو شراب پلاکے معلوم کرلو۔ سلاطین و امرا و وزرا کی بہت سی مثالیں ایسی تاریخ میں لکھی ہیں کہ انھوں نے خود شراب پی کر اپنے اسرار کو برملا کھدیا کہ جب سے ان کے سر پر آفتیں آگئیں یا اوروں کو شراب پلاکر راز کی باتیں معلوم کرلیں متقدمین حکما مے نوشی کی زیادہ تر مذمت نہیں کرتے۔ بلکہ بعض تو شراب پینے کو اچھا بتاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ وہ آدمی کو تازہ و توانا کرتی ہے۔ مردہ دل کو بھی زندہ بنا دیتی ہے۔ اس کے پینے سے بعض آدمی نیک خیال ہو جاتے ہیں۔ ان کے ذہن اور عقل روشن ہو جاتے ہیں۔

کیخسرو نے اپنے بھائی پر یہ فخر کیا تھا کہ میں تجھ سے زیادہ شراب پیتا ہوں۔

بعض اطبا اور اقوام شائستہ کا قول ہے کہ معدہ کے قوا، جو ضعیف و مضمحل ہو جاتے ہیں
اُن کے از سرِ نو قوی کرنے کے لئے ایک مہینہ میں ایک دفعہ شراب کا کثرت سے پینا اچھا ہی
یہ ایک تازیانہ اُن کی سستی اور کاہلی کے لئے ہو جاتا ہے ٭

ایک مورخ لکھتا ہے کہ مجالس مشورہ میں ایرانی شراب پی کر بیٹھتے تھے جس سے اُن کی عقل
اور ذہن میں تیزی پیدا ہو جاتی تھی۔ یوں تو کوئی برائی دنیا میں نہیں ہے کہ جس کے طرفدار
بعض آدمی نہ ہوں۔ مگر سچ یہ ہے کہ شراب خواری سے زیادہ کوئی برائی انسان کے حق میں مضر
نہیں۔ اور اس سے زیادہ کوئی ادنےٰ [illegible] ناشائستہ حرکت نہیں ہے۔ گو وہ اور برائیوں کی طرح
غیروں کے لئے ایذا اور ضرر رساں نہیں ہے۔ اور یہ بات سوسائٹی میں اس قدر نہیں کھلتی۔ خاص اپنی
ذات کے لئے بری ہوتی ہے ٭

افلاطون اٹھارہ برس کی عمر تک شراب پینے کو منع کرتا ہے اور چالیس برس کی عمر تک اجازت
دیتا ہے۔ اور آگے عمر میں کا ہر بار کسی شادی اور دعوت کی تقریب میں شراب پینے کو
منع نہیں کرتا ہے ٭

ایک حکیم شراب کی یہ تعریف کرتا ہے کہ وہ جوان کو حسین اور پیر کو جوان بناتی ہے۔
انسان کی تمام شہوات نفسانی کو ایسا نرم کر دیتی ہے۔ جیسے کہ آگ لوہے کو جن مجالس و
محافل کا انتظام ایسا ہو کہ کوئی شخص بیہودہ حرکت کرنے پائے تو اُن میں شراب کا دور چلنا بہت
ہی نافع اور مفید ہے۔ شراب سے ہر شخص کی طبیعت اور مزاج کا حال معلوم ہوتا ہے۔ وہ گویا معیار
مردم ہے کھوٹے کھرے کو فوراً بتلا دیتی ہے۔ اس سے روح میں اعتدال پیدا ہوتا ہے۔ جسم
بیماریوں سے بچتا ہے۔ وہ لڑائی کی تو جان ہے مگر مجسٹریٹ جج اور اُن لوگوں کو جو
حقوق رعایا کا انفصال کرتے ہیں۔ یا اور پیشے کرتے ہیں۔ دن کو شراب پینی نہیں چاہئے
اور رات کو بھی جس میں وہ حمل رکھوانے کا قصد کرتے ہوں ٭

یہ ایک سوال بھی بڑے لطف کا ہے۔ قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے کہ شراب میں یہ طاقت بھی ہے

[illegible] دانشمند حکیم کی [illegible] مغلوب کر دے۔ انسان بھی کیا کیا اپنی نیچی
[illegible] دانش حکمت کیا انسان کی فطرت کو بدل دیگی
[illegible] یا عاقل حکیم ہو فالج کے اثر سے دونوں ایک طرح
[illegible] ایک ہی طرح بچ سکتے ہیں اور ایک ہی طرح

[illegible]

[illegible] ہیں جس کی رائی اور عقل بالکل
[illegible] خوش ہوتا ہے انسان آرام اور آسائش جسمانی
سے [illegible] نہیں ملتا۔ شراب کے نشہ کا جو اثر ہے وہ سب پر ہوگا۔ خواہ عاقل حکیم ہو۔ یا
جاہل گنوار۔ جیسے [illegible] سے مختلف خواص کے سبب سے ایک ہی درخت کے بیج
طرح طرح کے پھل [illegible] وقت ظاہر ہوتے ہیں اسی طرح شراب کا حال ہے کہ انسانوں کے
طبائع مختلف [illegible] طرح طرح سے ظاہر کرتی ہے کوئی شراب پی کر دیوانہ وحشی
بن جاتا ہے۔ کوئی [illegible] بن جاتا ہے کسی کو انتقام کا جوش
اس سے اشتعال [illegible] محبت کی آگ سلگتی ہے غرض وہ بہت سے رنگ
بدلتی ہے جسکو تم روزمرہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو۔ یا کانوں سے سنتے ہو۔
[illegible] جو دائم الخمر ہیں ان میں بہت کم ایسے ہیں جو چھیالیس برس سے زیادہ
جیتے ہیں اس ملک کے نوجوان رئیس زیادہ تر اسی شراب کی بدولت اپنی جام عمر
کو لبریز کر کے جرعۂ موت پیتے ہیں خدا اس سے بچائے وہ بری بلا ہے۔ جب منہ کو
لگ جاتی ہے تو وہ چھوٹتی نہیں *

عرب کے ایک شاعر کا قول ہے۔ شعر

۲ ترات الخمر ولو کنت فتے * کیف یسعی فی جنون من عقل

یعنی

شراب پینا چھوڑ دے — اگر تو جوان ہے * کوئی عقلمند آدمی اس بات کی کوشش نہیں کرتا کہ مجنون ہو جاوے

بل عارین کا قول ہے۔ کہ در ہوش چہ خطا دیدی کہ بیہوش شدی +

(۵۷) انسان کا اپنی حالت پر غور کرنا

اگر کبھی کچھ اپنی حال پر خیال کریں اور وہ وقت کہ ہم غیروں کے افعال کے تجسس میں اور خارجی چیزوں کے تفحص میں صرف کرتے ہیں اُس کو اپنے حال کے غور و پرداخت میں لگائیں تو معلوم ہو گا۔ کہ ہم کیسے ضعیف و ناتواں ہیں اور پست [illegible] ہیں پہلے ہیں ایک بڑا بھاری عیب ہم کو اپنا یہ معلوم ہو گا۔ کہ ہمارے خود خیالات اور خواہشہائے انسانی ہم کو اس قوت سے محروم کرتے ہیں کہ جو شے زیادہ فائدہ مند اور مناسب چیز کو ہمارے لئے انتخاب کرتی ہے۔ حکما میں ہمیشہ سے اس باب پر مناقشہ چلا آتا ہے۔ اور چلا جائیگا۔ کہ انسان کے واسطے نیکیوں میں کون سی نیکی سب سے زیادہ معزز و مکرم ہے جس کو فہرست و سرتاج ان کا بنائیں۔ نہ کبھی اس کا فیصلہ ہوا نہ ہو گا۔ نہ اس پر اتفاق ہوا نہ ہو گا۔

جو چیزیں ہم چاہتے ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دنیا میں بہت ہی ضروری چاہنے کے قابل ہیں مگر جب یہ چیزیں حاصل ہو جاتی ہیں تو کچھ اور چیزیں چاہتے ہیں۔ غرض وہی ایک طلب کی تشنگی چلی جاتی ہے جو کبھی بجھتی نہیں +

جو چیزیں کہ ہمارے علم و قبضہ میں آجاتی ہیں اُن پر ہم قناعت نہیں کرتے۔ اپنے اطمینان قلب کے لئے کافی نہیں سمجھتے اُن کو غیر کافی جان کر ایسی چیزوں کی طلب میں [illegible] جو نامعلوم ہیں +

جو چیزیں زندگی کی بہبودگی کے واسطے ضروری [illegible] ہیں وہ سب حاصل ہیں۔ بہت سی لذت عزت شہرت اپنی اور اپنی اولاد کی [illegible] سب [illegible] ہیں مگر دل میں [illegible] فکر چلے جاتے ہیں گویا [illegible] رکھا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ وہ [illegible] جس کی خرابی سے [illegible] ساری چیزیں [illegible] ہمارے شہوات [illegible] غیر مستقل و متلون ہوتی ہیں وہ کسی چیز سے [illegible]

سکتا ہے کہ جو چیزیں آدمی کے قبضۂ اختیار میں ہیں وہ خود اچھی نہیں ہیں اس لئے وہ اپنا خیال ان چیزوں کی طلب میں دوڑاتا ہے جن کو نہ جانتا ہے نہ سمجھتا ہے ان کے پانے کی امیدوں اور خواہشوں میں ان کی پرستش کرتا ہے اور نہایت تعظیم و تکریم کرتا ہے۔ کیا بیہ قصبہ کا مقولہ اچھا ہے۔ کہ اس عیب میں حقیقت بہت سب مشترک ہیں کہ جو چیزیں کہ مخفی و مجہول اور نادیدہ ہیں ہم ان پر بہت بھروسہ رکھتے ہیں اور ان میں بہت دہن کی سلائی پاتے ہیں ٭

(۷۶) اولاد کا نام رکھنا۔

سقراط کا قول ہے کہ باپ کو بڑی احتیاط سے اپنی اولاد کا نام رکھنا چاہئے بیشک اس حکیم کا کہنا سچ ہے۔ باپ پر اولاد کا یہ حق ہے کہ وہ اچھا نام رکھے۔ اگر نا ملائم نام رکھ دیا تو عمر بھر اس نام سے شرمندگی اٹھانی پڑے گی ٭

بعض دفعہ بھلے مانس اپنے اولاد کے نام رذالوں کے سے رکھ دیتے ہیں جس سے اولاد کو عمر بھر ذلت اٹھانی پڑتی ہے ٭ بعض اوقات غریب آدمی اپنی اولاد کے نام امیروں کے سے رکھ لیتے ہیں تو ان کی جگت ہنسائی ہوتی ہے۔ بعض دفعہ چمار یا عیسائی ہوتے ہیں تو یا دری جیسا نام وکٹوریا اور الزبتھ رکھ دیتے ہیں تو اور انگریز سن کر بہت ہنستے ہیں نام ایسا رکھنا چاہئے۔ کہ وہ آسانی سے یاد رہے اور جلدی سے بھولے۔ تلفظ اس کا آسان ہو۔ خاندان اور ذات پر دلالت کرتا ہو ٭

(۷۷) عمر۔

عمر کا کچھ بھروسا نہیں کوئی انسان نہیں کہہ سکتا۔ کہ میں اتنے دنوں جیوں گا۔ نیچر نے انسان کی افزائش عمر کے لئے ایک حد مقرر کردی ہے اور حکم دیدیا ہے کہ وہ اس سے آگے نہیں بڑھنے پائے گا۔ مگر کمی کی کوئی حد مقرر نہیں سینکڑوں قانون نیچر کے ایسے ہیں کہ وہ موت کا فتویٰ دے کر مار ڈالتے ہیں نیچر اگر کسی کو درازی عمر کا پٹہ مہربانی سے لکھ ہی دیتا ہے۔ تو اس کو زندگی کا

نبھانا دشوار ہوتا ہے۔ بیس برس کی عمر میں جو انسان میں جو ہر پیدا ہونے والے ہوتے ہیں وہ اپنا رنگ دکھانے لگتے ہیں اگر اس عمر تک کوئی آدمی کا ہنر نہ ظاہر ہو تو پھر آگے امید نہیں دکھانا نکلتے ہی نہ چبھنے لگے تو وہ پھر چبھتا نہیں۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ تیس برس کی عمر تک انسان کے عقل و ہوش و حواس ترقی کرتے جاتے ہیں اور چست وہ بستہ چالاک و ستعد بہت ہیں یہ آدمی کی نشو کا زمانہ ہے۔ پھر وقوف کا زمانہ کچھ رہتا ہے پھر انحطاط کا وقت آتا ہے۔ پھر ترقی موقوف ہوتی ہے +

تاریخ کو دیکھو تو تیس برس کی عمر کے اندر جتنے آدمیوں نے کام نمایاں کئے ہیں اتنے تیس برس سے زیادہ کی عمر والوں نے نہیں کئے + جو لوگ بچپن وقت کو اچھی طرح بسر کرتے ہیں۔ اُن کا تجربہ اور علم بڑھتا جاتا ہے مگر قوائے جسمانی اور روحانی کا تنزل بھی ہوتا جاتا ہے۔ ان میں سستی اور چستی نہیں رہتی۔ پھر انسان کے انجر پنجر ڈھیلے کرتا جاتا ہے۔ قوت اور خون کے مدد کا جوہر ہوتا ہے۔ عقل لنگڑانے لگتی ہے۔ زبان بہکتی ہے۔ دل میں پژمردگی ہوتی ہے +

ابیات

چو تاریخ پنجہ در آمد بہ سال ⁂ دگرگونہ شد بر شتابندہ حال
سعرانہ بار بستگی در آید بہ سنگ ⁂ جمازہ بہ تنگ آید از راہ تنگ
فرو ماند دستم ز می خواستن ⁂ گران گشت پایم ز برخاستن
تنم گونہ لاجوردی گرفت ⁂ گلم سرخی انداخت زردی گرفت
ہمیدون رود نیز زین مانند باز ⁂ بسالیس گہ آمد سرم را نیاز
ہمان بور چوگانے بادپا ⁂ بصد زخم چوگان نہ جنبد ز جا

ہزاروں میں دو چار ایسے ہوتے ہونگے۔ جو عمر طبعی تک پہنچے ہوں گے۔ پس عمر طبعی پر پہنچ کر مرنا شاذ اور نادر اندر ایک امر اتفاقی ہے۔ اس کو اتفاقی موت کہنا چاہئے۔ مگر ہم اس کو کبھی اتفاقی مرگ نہیں کہتے۔ یہ ہماری غلطی ہے۔ +

ہوں گے۔ سارے کاموں میں عمر کی قید لگی ہوتی ہے۔ [illegible] میں عمر سے کم داخل نہیں ہوں گے۔ اس سے زیادہ عمر کے بڈھے
نہیں جا سکتے۔ اس عمر میں یونیورسٹی کے داخلہ کا امتحان ہوگا۔ اس عمر میں سول سروس کا امتحان ہوگا۔
[illegible] نوکری کا آغاز ہوگا۔ اس عمر کے بعد نوکری کا خاتمہ ہوگا۔ عورت مرد کے واسطے عمر نوع بنوع مقرر ہوتی ہے
[illegible] میں [illegible] قوانین [illegible] بدلتی رہتی ہیں اور ایک ہی کام کے واسطے مختلف عمریں مختلف زمانے
میں [illegible] ان کا [illegible] ہے۔ ابھی سول سروس [illegible] ۱۹ برس کی عمر مقرر تھی۔ اب [illegible]
[illegible] کی عمر [illegible] گورنمنٹ کی طرف سے ۵۵ برس مقرر تھی اب ۵۸ برس مقرر ہو گئے
پہلے پچپن سال کا ملازم نوکری چھوڑنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ اب [illegible] بڑھ جاتی ہے۔ حقیقت
بعض کام ایسے ہیں جو ایک خاص عمر کے بعد اچھی طرح نہیں کئے جاتے مثلاً [illegible] کی عمر کے بعد اچھی طرح نہیں ہو
جاتی۔ مگر یہاں حالت [illegible] سمجھتے ہیں۔ معلوم [illegible] سکتا ہے۔ [illegible] گورنمنٹ کی ملازمت میں [illegible] سو برس کی عمر
کو بھی دخل ہے +

(۴۸) قول فعل -

کہنا کچھ اور ہوتا ہے اور کرنا کچھ اور۔ کہنے اور کرنے میں زمین آسمان کا فرق
کہنا تو زبان ہلانے کا نام ہے۔ بہ قول شخصے کہ زبان کے لگے خندق نہیں۔ وعظ کچھ اور ہی
واعظ کچھ اور۔ واعظین کے ہاتھ میں ایک عمدہ کام پند و وعظ کا ہے۔ ان کی سیاست عوام
کے دلوں پر مسلط ہوتی ہے۔ مگر ان کے دل ایسے ناپاک اور خبیث ہو رہے ہیں کہ مذہب
میں طرح طرح کے خلل پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے باہمی نفاق اور انتقام جوئی کے سبب دلائل
مذہب ایک آفت برپا ہوتی ہے۔ اور ایک فساد عظیم کھڑا ہوتا ہے +
بعض واعظوں کا ظاہری اخلاق بہت اچھا ہوتا ہے۔ مگر ان کی رائے اندھی اور عقل ناقص
ہوتی ہے۔ بعض واعظ شریر ہوتے ہیں۔ راست بازی اور نکوکاری کا وعظ فرماتے ہیں
مگر خود اس کا یقین نہیں رکھتے۔ جس انسان کے قول و فعل موافق نہ ہوں۔ وہ منافق ہے
۔ منافق کے کلام کا اثر کچھ دل پر نہیں ہوتا۔ اور نہ کوئی سنتا ہے۔ ایک شخص جس نے
میدان جنگ میں تلوار کی شکل نہ دیکھی ہو۔ وہ تیغ زنی کا ذکر کرے تو کون اُسے

ہنستا تھا - چنانچہ ایک فلسفی شجاعت کی تعریف کر رہا تھا - ایک سپاہی اسے سنکر
ہنس پڑا - دوسرا آدمی جب اس پر خفا ہوا تو اس نے کہا کہ یہ بیان میں ابابیل
کی باتیں سنتا تھا - اس لئے بے اختیار ہنسی آئی - اگر باز سے سنتا تو ہرگز نہ ہنستا - گوش
جان سے سنتا - غرض جب کسی انسان کے قول و فعل کو موافق نہیں دیکھتے تو اس کی با
تیں نہ سنتے اور نہ اس کے کہنے سے ان کے دل پر اثر ہوتا ہے - جو سچے اپنے کاموں میں
گذرے ہیں گو ان کے کلام پر ہزاروں برس گزر چکے ہیں مگر اب تک ان کا لفظ لفظ
دل پر اثر سحر کا سا کرتا ہے - جو اپنے کاموں میں سچے نہ تھے - ان کے قول گو فصاحت بلاغت
استدلال سے بھرے ہوئے ہیں ذرا بھی اثر نہیں کرتے - بہت فقرا اور صوفیوں کی
کتابیں ہیں کہ جن میں دولت کی بے ثباتی اور زیست کی حقارت - موت کی خوبی بیان
کی ہے - مگر ان کے عمل اس کے برخلاف تھے - اس لئے ان کا اثر کچھ بھی دل پر نہیں ہوا - ان کا
لکھنا نہ لکھنا برابر ہے - ظاہر ہے جو شخص خود عالی ہمت - عاقل - نیک مزاج نہیں ہوتا
وہ ہزار باتیں عقل و نیکی کی بنائے - اس سے کسی کا دل نہیں پسیجتا - سچے مصنف وہی ہوئے
ہیں کہ جو کچھ انھوں نے کہا وہ کرکے بھی دکھا دیا - اگر یہ کہا کہ جھوٹ بولنا برا ہے تو تم
بھر جھوٹ نہیں بولے - اگر کہا کہ غصہ کرنا برا ہے تو کبھی وہ غصہ نہیں ہوئے - ایسے ہی مقدس
بزرگ اپنی درست کرداری سے راست گفتاری کا سکہ لوگوں کے دلوں پر جما گئے ہیں
اور ان کو راستی کا رستہ بتا گئے ہیں *

(۷۹) ہر چیز کے لئے ایک وقت مقرر ہے -

ہر چیز کے لئے ایک وقت معین ہوتا ہے ہزاروں چیزوں کے وقت کو سب آدمی جانتے
ہیں تعلیم پانے کا زمانہ بچپنا ہے - اب کوئی بوڑھا ایک نئی زبان جو اس نے پہلے نہ
سیکھی ہو ہر روز مدرسہ میں جا کر سیکھنی شروع کرے تو لوگ اسے پیر نابالغ کہیں گے - کہ بڈھا
ہو کر بچوں کے کام کرتا ہے - اس کہن سالی میں جو پڑھتا ہے تو عالم کیا مر کر ہوگا - مطالعہ و

غور کرنا ہر عمر میں سزاوار ہے لیکن مکتب میں ہمیشہ حاضر باش ہونا لڑکوں کا کام ہے۔ بڑھاپے میں کسی زبان کی الف بے تے پڑھنی سزاوار نہیں اسے تو یہ مطالعہ کرے پڑھنا چاہئے کہ دنیا سے سفر بہ آرام تمام کیونکر ہو۔ اللہ میں باقی ہوں اگر کوئی سپاہی ہنگامہ کارزار سے جدا کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگے تو۔ اس نا وقت نماز سے سپاہی ہی سزا پائیگا۔ نماز کے وقت معین ہیں اُس وقت کی عبادت یہی ہے کہ سپاہی کی صف بندی اچھی طرح کرے۔ غرض ہر عمر کا اقتضا ہے جب اس کا اقتضا ہو جاوے تو اس عمر کے کام چھوڑ دینے چاہئے۔ مگر ہم اپنے میں یہ دیکھتے ہیں کہ جتنی عمر ہماری ڈھلتی جاتی ہے اتنی ہوا وہوس بڑھتی جاتی ہے۔ ادھر عمر دراز ہوتی ہے۔ ادھر حرص و آز دامن دراز کرتی ہے۔ ہم بوڑھے ہوتے ہیں حرص جوان ہوتی ہے۔ ہم قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں قبر تو نہیں بنواتے۔ مگر مکان عالیشان بنواتے ہیں اور اس کے لئے سنگ مرمر ترشواتے ہیں گویا دوبارہ زیست شروع ہو گئی۔ جب بڑھاپا آجاوے تو سمجھنا چاہئے کہ زندگی جیسی بری بھلی کٹنی تھی کٹ چکی۔ اب کچھ کھونا ہے نہ ہاتھ لگنا ہے۔ پہلے سفر کے زاد راہ کا فرض ادا کرنا ہے ایسا نہیں اس بڑی عمر میں ان باتوں کا شوق چھوڑنا چاہئے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ دولت ثروت عزت حکومت طاقت قدرت علم کیوں کر لوگ حاصل کر رہے ہیں ایسی چیزوں کا فکر کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی آدمی اس وقت بولنا سیکھے کہ جب ہمیشہ چپکا رہنا پڑے۔ عہد شباب کی آب و تاب نہ رہے اور نونہال جوانی بیخ سے جھڑ ہو جائے تو اس وقت عیش و طرب کے مشرب سے ہاتھ اٹھانا چاہئے +

ایک حکیم نے خوب کہا ہے کہ ؎

چوں پیر شدی کار جوان نتوان کرد ؛ پیریست نہ کافری نہاں نتوان کرد
در ظلمت شیب ہر آنچہ کردی کردی ؛ در روشنی روز ہماں نتوان کرد

(۸۰) سفاکی یعنی بہت خون بہانا

کہتے ہیں کہ سفاکی کرنا نامردی ہے یعنے نامردی کے پیٹ سے سفاکی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے کہ یہ زنانی طبیعت کی خاصیت ہوتی ہے کہ وہ کینہ رکھتی ہے سخت انتقام لیتی ہے۔ غیظ و غضب میں دیوانی ہو جاتی ہے۔ سفاکی یعنے آدمیوں و دشمنوں کے قتل کا سبب یہہ کینہ و انتقام ہی ہوتا ہے۔ اکثر سفاک ایسے دیکھنے میں آئے ہیں کہ ان کا دل ایسا نامرد اور بودا ہوتا ہے کہ ذرا سی مصیبت میں رونے لگتا ہے مگر دشمن جو ان کے قابو میں آجای تو اس کے قتل کرنے سے خوش ہوتا ہے ✦

بعض بادشاہ ایسے گذرے ہیں کہ روز بے گناہوں کا خون ہی گردن پر اس خوف والدیشے سے لیتے تھے کہ کہیں وہ ہمارے دشمن ہو کر ہم کو نہ ستائیں شجاعت وہ صفت ہے کہ شجاع وہاں ہاتھ نہیں اٹھاتا جہاں اُس کو مقابلہ کی امید نہیں ہوتی۔ وہ اس بیل کو نہیں مارتا۔ جو اُسے سینگ مارنے پر نہ پلے جہاں دشمن نے اُس کے آگے سر جھکایا اس کے گلے پر تلوار نہیں چلاتا بلکہ اُسے گلے لگاتا ہے مگر شجاعت کے برخلاف جبن کا قاعدہ ہے کہ نامرد خوفناک مقاموں میں شکار کے لئے نہ جای۔ مگر بس چلے تو دشمنوں کی خونریزی سے خون کے ندی نالے بہائے۔ قتل عام کا حکم دے دے جو لشکر فتوح حاصل کرتے ہیں ان میں نامرد پاجی سپاہیوں کا یا ان کے جو پیچھے لگے ہوتے ہیں انھیں کا کام ہے کہ مطیع دشمنوں کے خون سے اپنا منھ کالا کرتے ہیں ✦.

جو شجاعت سے ناآشنا ہیں وہ یہی نہیں جانتے۔ کہ جوانمردی کس کا نام ہی۔ وہ خانہ جنگیوں میں سب بھول ہی کو مردانگی کہتے ہیں اور جو دشمن ان کے پاؤں میں سر رکھتا ہی۔ اس کے سر اڑانے کو رستم و اسفندیار کا کام جانتے ہیں۔ شجاعت یہ ہے کہ دشمن کو مغلوب کرے۔ نہ یہہ کہ قتل اس سے اطاعت کرائے۔ نہ یہ کہ تلوار سے سر اڑا دے ✦ جو طبائع

انتقام جو ہوتی ہیں اُن کے انتقام کی بھی آرزو ہیں جب پوری ہوتی ہیں کہ
دشمن نہ بچے اُس کے اُڑا ڈالنے میں تو کوئی ارمان دل کا نہیں نکلتا۔ انتقام کا اثر کوئی
ضرور ہے تو ہوتا نہیں دشمن کو مارنا گویا اپنے انتقام کی تمام تکلیف سے اُس کو چھڑا
دینا ہے۔ انتقام میں یہی لطف ہے کہ دشمن کو معلوم ہو کہ دشمنی کا خمیازہ یہی ہے پشیمان و
پریشان ہو کر آیندہ کو توبہ کرے۔ اپنے کان مروڑے کہ پھر ایسی حرکت مجھ سے
سرزد نہ ہوگی۔ جس سے انتقام لیا جاتا ہے اگر اُس کو انتقام کا اثر نہ معلوم ہو
تو پھر اُس سے انتقام لینا ایسا ہے جیسے کسی پتھر اور حیوان سے جن میں انتقام کے
اثر محسوس ہونے کی قابلیت نہیں ہے۔ دشمن کا مار ڈالنا کچھ انتقام کا کام نہیں ہے
بلکہ حزم و احتیاط کا۔ نہ دلی ہمتی کا۔ بلکہ اپنی حفاظت کا کام ہے۔ اُس قبیل سے
ہم انتقام کا جو نیک نتیجہ ہے اُسے ہاتھ سے دیتے ہیں نیک نامی کو کھو دیتے ہیں
ہم بیاہ چاہتے ہیں اور زنانہ پن دکھاتے ہیں کہ ہماری جان دشمن کی جان رکھنے سے نکلتی ہے
اور یہ سمجھتے ہیں کہ اگر وہ زندہ رہا تو ہم کو وہ اسی طرح ستائیگا جس طرح اب ستاتا ہے
دشمن کو قتل کر ڈالنا اپنی دہشت کا انتقام ہے اور فارغ البال ہونا ہے۔ اگر سچی شجاعت
اور نیکوکاری کی راہ سے ہم دشمن پر فتحیاب ہونا چاہیں اور اُس کو اپنا زیر دست
دیکھ کر دل خوش کرنا چاہیں تو ہم اُس کے قتل کرنے سے ناخوش ہونا چاہیے کہ وہ ہماری
خوشی کو جو اُس کو مطیع دیکھنے سے فتح مندی کی آبرو اور عزت ہوتی تھی وہ اپنی ساتھ
لے گیا + بعض شخص جو اُن کا انتظار دیکھتے ہیں کہ جب مصنف مرجائے تو ہم اُس کی
تصنیفات پر اپنا زہر اگلیں تو وہ بڑے ہی نامرد کمینے ہیں +

ارسطو کے حال میں لکھا ہے کہ جب اُس سے یہ کہا کہ بعض شخص تم کو بُرا کہتے تھے تو اُس نے
کہا کہ اور زیادہ بُرا کہنے دو۔ مجھ پر تازیانہ زنی وہاں وہ کریں۔ جہاں میں نہیں ہوں
ان ظالم سفاک نامردوں نے بہت سے طریقے اپنے دشمنوں کے قتل کرنے کے اور اُن کی تکلیفوں سے

اپنے دل کو راحت پہنچانے کے نکالے ہیں مگر وہ یہ نہیں سمجھتے۔ کہ جو تکالیف سخت ہوتی
ہیں وہ دیرپا نہیں ہوتیں تھوڑی دیر میں آدمی کا کام تمام کر دیتی ہیں اور جو
تکالیف دیرپا ہوتی ہیں وہ دشمن کی جان کو عذاب پہنچانے میں سخت نہیں ہوتیں۔
سوا اس کے ان تکلیفوں سے مارنے کا اثر دشمن پر کچھ نہیں ہوتا۔ جو سر کٹانے سے
نہیں ڈرتا ان کی ایسی تکالیف کے مارنے سے کیوں ڈرنے لگا۔ کہ آگ میں جلائیں گے۔ یا
بدن پر گرم سلاخیں لگائیں گے شکنجے میں کھینچیں گے +

ایک بادشاہ نے قتل کا یہ طریقہ ایجاد کیا کہ دشمنوں پر ایک تلوار کی ضرب ایسی لگواتا کہ
اس کی ناف کے پاس سے دو ٹکڑے الگ الگ ہو جاتے۔ جب یہ دونوں ٹکڑے تڑپتے
تھے تو وہ یہ سمجھتا تھا کہ میں دشمن کو دو موتوں کا مزہ چکھاتا ہوں۔ وہ نہیں جانتا
تھا کہ ایسے صدموں میں موت کی تکلیف بہت دیر تک نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے
زیادہ تو یہ طریقہ مارنے کا ہولناک ہے کہ آدمی کی زندہ کھال ہر روز جدا جدا اعضا کی
اتاری جاوے۔ اس طرح تو آدمی کئی روز تک زندہ رہتا ہے۔ صلیب پر مشکل سے آدمی چوبیس
گھنٹے تک زندہ رہتا ہے گو تاریخ میں بعض واقعات ایسے لکھے ہیں کہ صلیب پر لوگ
اکثر کئی روز زندہ رہے ہیں۔ جوسیفس مورخ لکھتا ہے کہ رومیوں نے جوڈیا کے یہودیوں کو صلیب پر
چڑھایا تھا۔ تین روز بعد میرا گذر وہاں ہوا تو میں نے تین آدمیوں کو جو میرے دوست
تھے صلیب سے اتارا۔ دو تو اسی وقت مر گئے۔ مگر ایک مدت تک زندہ رہا +

فرسیس نے اپنی ذہانت دشمنوں کے قتل میں یہ خرچ کی کہ اس نے چار سو پچاس اپنے دشمنوں کو تین دن تک
شکنجے میں ڈالے رکھا۔ اور لوگوں کو حکم دیدیا کہ جو تکلیف وہ چاہیں انہیں پہنچائیں اسکے بعد
جو اور قیدی بچے ان کو بھوکا رکھا۔ تین دن بعد اس نے اس کے بھائی کو جس کے سبب سے اس نے
یہ ساری مصیبت اپنے سر پر لی تھی حکم دیا کہ اس کا خون پئے۔ اور اس کے افسروں کو حکم دیا
کہ وہ اس کے گوشت کو کاٹ کر کھائیں جب وہ مر گیا تو اس کی ہڈیوں اور گوشت کو

جو باقی رہا تھا اُبال کر سب اُس کے رفقا اور عزیزوں کو کھلایا۔ یہ سارے کام مروّتی بزدلی کمینہ پن اور پاجی پنے کے تھے۔ +

(۸۱) دلچسپ حکایت۔

+ ایک عورت ایسی احمق تھی کہ جب وہ اندھی ہو گئی۔ تو وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ میں اندھی ہو گئی ہوں جو مجھے کچھ نظر نہیں آتا۔ بلکہ یہ سمجھتی تھی کہ سارے گھر میں اندھیرا ہو گیا ہے۔ غل مچاتی اور گھر والوں سے کہتی تھی کہ مجھے باہر لے چلو کہ میں کچھ دیکھوں اس گھر میں تو اندھیرے کے سبب سے کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ لوگ اس کی بیوقوفی پر ہنستے تھے۔ مگر جیسا کہ اس عورت کا حال تھا۔ ایسا ہی انسان کا حال ہے کہ وہ اپنے طمع اور حرص کے دیکھنے میں اندھا ہے۔ اور اندھے تو اوروں کو رہنمائی کے لئے بلاتے ہیں مگر یہ ایسا اندھا ہے کہ کسی کو نہیں بلاتا۔ اور اپنے آپ گمراہ ہوتا ہے۔ اوروں کی بے وقوفی پر ہنستا ہے۔ یہ نہیں سمجھتا یہ قول سنیکا کا کہ "جب مجھے کسی احمق پر ہنسنا ہوتا ہے تو میں خود اپنے ہی اوپر ہنس لیتا ہوں۔ مجھے احمق کی تلاش دور نہیں کرنی پڑتی۔ وہ اپنے ہی پاس ہوتا ہے" جو شخص اپنے تئیں بیمار نہیں جانتا اُس کی بیماری کا علاج اور زیادہ مشکل ہوتا ہے ساری بیماریاں ہمارے اندر ہی ہوتی ہیں کچھ باہر سے نہیں آتیں اگر ہم ان بیماریوں کو پہلے سے دیکھ کر حفظ ما تقدم نہ کریں گے تو اپنے امراض کا علاج کیسے کر سکیں گے +

(۸۲) بیماری کی نقل سے بیمار پڑنا۔

× اکثر مائیں اپنے بچوں کو منع کرتی ہیں کہ وہ توتلوں اور لنگڑوں۔ کانوں۔ اندھوں۔ بہینگے۔ ٹیڑھموؤں کی۔ اور ناقص الاعضا آدمیوں کی نقلیں اُتارا کریں کچھ تو اس سبب سے کہ وہ اسے بدفالی سمجھتی ہیں جیسے بدفالی کا وہم پیدا ہوتا ہے

مصرع۔ مزن فال بد کآورد حال بد + کچھ اس سبب سے کہ وہ یہ جانتی ہیں کہ بچپنے میں سارے اعضا ایسے کم زور اور نازک ہوتے ہیں کہ اندیشہ ہے کہ ایسی نقلوں کے کرنے کا اثر

کبھی اصل نہ بنا لے۔ چنانچہ بعض لڑکے جو توتلے بھینگے تیڑھے ہوئے۔ آدمیوں کی گھر میں اکثر نقل کیا کرتے تھے۔ وہ توتلے اور بھینگے اور ترچھے ہو گئے۔ بعض شخصوں کو دیکھا ہے کہ انھوں نے کسی وجہ کے سبب اپنے تیئں بیمار بنایا تھا۔ کہ وہ اصل میں بیمار ہو گئے +

ایک شخص مدام کے امرا کے دربار میں جاتا تھا۔ اور جب مرا اس کے کھڑا ہوتا تو تعظیم کے لئے کھڑا ہونا اس کو سخت ناگوار تھا۔ اس لئے اس نے گٹھیا کی بیماری کا بہانہ بنا رکھا تھا۔ ٹانگوں پر کپڑے لپیٹے کچھ لیپ ان پر لگائے رہتا تھا آخر کو تھوڑے دنوں کے بعد اخیر یہ ہوا کہ سچ مچ گٹھیا ہو گئی + ایک شخص نے کچھ جرم کیا تھا۔ جس کے سبب سے اس کو اپنے تیئں چھپانا پڑا تو اس نے اپنے تیئں ایک آنکھ پر پلاسٹر لگا کر کانڑا بنا لیا۔ جب اس روپوشی کی ضرورت نہیں رہی تو آنکھ پر سے جب پلاسٹر اتارا تو آنکھ میں روشنی بالکل باقی نہیں رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ دوسری آنکھ میں چلی گئی +

بعض دفعہ بعض بڈھوں کو شوقین نوجوان خوش نمائی کے لئے رکھتے تھے۔ آخر کو بیماری کے سبب ان کو ضرورت ہوگئی۔ ہاتھ میں لکڑی اس لئے رکھتے تھے کہ خوبصورت معلوم ہوں مگر پھر گٹھیا کی بیماری ہو گئی۔ جس میں لاٹھی رکھنے کی ضرورت ایسی ہو گئی۔ کہ اس کے بغیر ایک قدم نہیں اٹھایا جاتا تھا +

بعض دفعہ قوت متخیلہ کا ایسا زور ہوتا ہے۔ کہ جو بیماری خواب میں دیکھتے ہیں کہ ہم کو ہوئی وہی بیداری میں حاصل ہو جاتی ہے +

(۸۳) انگوٹھا۔

انگوٹھے کو فارسی میں نر انگشت کہتے ہیں۔ یعنی وہ سب انگلیوں میں نر یعنی زیادہ طاقتور ہے۔ اس کو دوسرا ہاتھ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اگر اس کو کاٹ ڈالیں۔ تو ہاتھ بیکار ہوتا ہے۔ پہلے زمانہ میں وحشی بادشاہوں نے دشمن کی فوج کو یہ سزا دی ہے کہ سپاہیوں کے انگوٹھے کاٹ ڈالے۔ بس پھر وہ ہتھیار پکڑنے کے قابل نہیں رہے بڑے شہروں کے

بازاروں میں دیکھا ہوگا۔ کہ کیسے نوجوان رند اوباش کوٹھوں کی طرف انگوٹھے پھراتے
ہیں اور اس سے کیا مطلب رکھتے ہیں پٹھانوں کے ہاں انگوٹھے کے سرے کو کلمہ کی انگلی کے ساتھ
ملاکر دائرہ کی شکل بنا کے دکھانا۔ بڑی گالی اور حقارت کی بات ہے۔ چنانچہ پشاور میں ایک
کپتان صاحب انگریزی سپاہ کی چاندماری میں سپاہیوں کی نشانہ بازی کے نمبر لگا رہے
تھے۔ ایک پٹھان سوار کی گولی کوئی نشانہ پر ٹھیک نہ لگی۔ تو انھوں نے انگوٹھے اور انگلی کو گھیر کے
صفر کی شکل بنا کے کہا کہ تمہارے نمبر صفر ہیں جس کو وہ سوار اپنی بڑی حقارت سمجھا۔ اور غصہ
میں بندوق پھیر کپتان صاحب کو اسی کی گولی کا نشانہ بنایا ۔

بعض وحشی قوموں میں جب دو بادشاہ آپس میں عہد و پیمان بہایت وثوق کرتے تھے۔
تو دونوں اپنے داہنے ہاتھ ملاتے تھے۔ اور پھر انگوٹھوں کو خوب کستے تھے جب ذرا خون چھلکنے لگتا تھا
ان پر کچھ کاٹ دیتے تھے جس سے خون باہر نکل آتا تھا۔ وہ پی لیتے تھے ۔

رومیوں میں انگوٹھا نیچا کر کے پھیرانا تعریف کی۔ اور اٹھا کر پھیرانا حقارت کی نشانی ہے۔

(۴۸) کسی خالص چیز کا مزہ ہم نہیں چکھتے

انسان بھی کیا ضعیف البنیان ہے کہ کوئی بسیط چیز جو آلائش سے خالص ہو اپنے
کام کے لئے اس کے ہاتھ نہیں آتی۔ جتنے عناصر بسائط ہم استعمال کرتے ہیں وہ بدلے ہوئے ہوتے
ہیں جن فلزات کو ہم کام میں لاتے ہیں وہ آلائش سے خالی نہیں ہوتے۔ خالص سونا ہمارے
کام ہی میں نہیں آسکتا۔ جب تک اس میں اور ملاوٹ نہ ہو۔ نیکی جو ہماری زندگی کی علت غائی
ہے خالص ہم کو نہیں ملتی ہے۔ نہ وہ راحت و اسباب راحت ہم کو میسر ہوتا ہے۔ جن میں رنج
اور بدی کا ملاؤ اور لگاؤ نہ ہو۔ ہماری راحت و خوشی کے جتنے نقشے ہیں ان میں تلخی
ضرور ہے۔ جو ہماری اعلیٰ درجہ کی مسرت و سرور ہیں ان میں غم و رنج کی آمیزش ضرور
ہے۔ ہم تو اپنے تصور میں بھی کوئی تصویر خوشی کی ایسی نہیں بنا سکتے جس میں رنج و تکلیف کے
رنگ نہ جھلکتے ہوں۔ خوشی و رنج گو آپس میں غیر متشابہ اور متضاد معلوم ہوتے ہیں مگر

معلوم نہیں کہ قدرت نے ان میں کیا یگانگت و ہمزادگی رکھی ہی کہ دو بغیر ایک کے رہتے
نہیں + سقراط کہتا ہی کہ بعض دیوتاؤں نے یہ چاہا تھا کہ خوشی و رنج کو آپس میں ایسا ملا
جلا دیں کہ وہ ایک ہو جائیں مگر جب یہ نہ کر سکے۔ تو انھوں نے ان کو دموں کی طرف سے
جوڑ دیا۔ اس لئے خوشی و رنج ایک دوسرے کے پیچھے لگے رہتے ہیں + ایک یونانی شعر ہی جس کا
مطلب یہ ہے۔ کہ دیوتا ہمارے ہاتھ خوشی بیچتے ہیں جس کی قیمت میں رنج ضرور لیتے ہیں یعنی
جب تک رنج ہماری گرہ میں ہو۔ خوشی مول ہی نہیں لی جاتی۔ خوشی بھی ہم کو پچھاڑ
دیتی ہی۔ اگر فرحت و مسرت میں اعتدال نہ ہو تو وہی وبال جان ہو جاتی ہے اگر انسان
کا سارا سامان خوشی کا حسب دلخواہ مل جائے۔ اور کوئی چیز اس میں باقی نہ رہے۔ تو خوشی کا بوجھ
اس سے سہارا نہ جائیگا۔ وہ اس کے تلے پکنے لگے گا۔ اور اسے چھوڑ کر بھاگے گا۔ اور
یہ چھوٹنا بالکل سچ ہے۔ اس لئے جہاں کوئی شخص ایسا اکھڑا نہیں ہو سکتا کہ گرنے سے بچ سکے وہاں
شاید وہ فربہ ہوگا +
ایک حکیم کا قول ہے کہ ہر غم میں ضرور کوئی خوشی ہوتی ہی۔ انسان کا دل ہی خدا نے ایسا بنایا
ہے جب تک وہ محنت کا رنج نہ اٹھائے۔ راحت کا لطف نہیں آتا۔ گویا یہ معلوم ہوتا ہی کہ انسان
اپنے تئیں رنج و محنت کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ مرد ہوتا ہے رونا بھی ایک خاص قسم کی خوشی ہی۔
دوستان حرم کی یاد بطرز خوش ہم کو ممنون کرتی ہی۔ اور ہم کو ایسا مزہ دیتی ہی کہ جیسے کبھی نوش
شراب کہنہ کی تھی۔ وہ ساقی سے تمنا کرتے ہیں کہ شراب کہنہ جو سب سے زیادہ تلخ ہو اس سے
ہمارا پیالہ بھر دے۔ رنج و خوشی کا رشتہ بے ترتیب قدرت نے ہی بنایا ہی۔ مصور کہتے ہیں کہ
ہم کو روتے ہوئے چہرہ کے بنانے میں بہت سی اس کی شکنیں رخ وہی بنانے پڑتے ہیں
جو ہنستے ہوئے چہرہ کے۔ اگر تصویر پوری نہیں ہو تو دیکھنے والا یہ نہیں تمیز کریگا کہ ان دونوں میں
روتے اور ہنستے ہوئے چہروں میں سے کس کی تصویر ہے + زیادہ ہنسنے میں بھی آنسو نکل آتے ہیں + اگر
ہم نیکیوں کو بھی دیکھیں تو اس میں برائی کی آمیزش موجود ہی + کوئی شخص سمجھتا ہو کہ میں نے

نا نصیبی کی تو بیب وہ اس کے پاس دھیان لگا کر بیٹھے گا تو ایک نہایت نرم آواز اسی کی کان
سنے گی جس کو کوئی اور نہیں سنے گا - کہ میں معصوم نہیں ہوں مجھ میں کچھ آلائش بدی کی ہے غرض
[illegible] ہر شخص کا یہ علم ہے +

قوانین عدالت بھی جو یہ دعوی کرتے ہیں کہ ہم انسان کے دکھ درد رنج تکلیف کو دور کرتے ہیں
وہ بھی ناانصافی کی آلائش سے پاک صاف نہیں ہوتے - ان کا حال افلاطون نے اس سانپ کا سا
بتایا ہے جس کا سر کاٹتے ہیں اور وہ کٹتا ہے اور زیادہ بڑھ جاتا ہے کوئی قانون نہیں جس میں
خواص کا نقصان نہ ہو - مگر اس کا معاوضہ [illegible] ہو جاتا ہے - غرض ہر مثال میں کچھ
ناانصافی کا بھی اختلاط موجود ہے - انسان ایک فقیر کی گدڑی ہے کہ جس کے اندر ہزاروں
پیوند بارہ رنگا رنگ کے جڑے ہوئے ہیں +

(۸۵) باتیں گھڑنی -

باتیں بڑے آدمیوں کے دل بہلانے کے لئے ایسی ہی اوزار ہیں جیسی بچوں کے دل
بہلانے کے لئے کھلونے - مگر آج کل ہم بہت بری باتوں سے دل بہلانے کی عادت ہو گئی ہے
ہمارے پیچھے یہ مرض ایسا لگ گیا ہے کہ خواہ ہم اپنا حال بیان کریں یا کسی دوسرے شخص کا جس
میں کوئی ہماری غرض بھی نہ ہو تو کوئی اس کا اعتبار نہیں کرتا - شاید تھوڑے ہی آدمی ہونگے
کہ جن کی باتوں پر لوگوں کو یقین ہوتا ہوگا - اور وہ یقین کے قابل بھی ہوں - ساری
بداخلاقیوں کی جڑ یہ ہے کہ ہماری کلام میں سے سچائی رخصت ہو گئی - ہر نیکی کی ابتدا سچ
ہی سے ہوتی ہے - اب سچ بولنا اس کا نام رہ گیا ہے کہ ہم باتیں بنا بنا کر اپنی بات کا
یقین دوسرے آدمی کو سچ ہونے کا کرا دیں - کھوٹے سکے چالاکی سے چلا کر کھرے سکوں میں
گنوا دیں - جھوٹ بولنا - قسم کھانا کوئی برا نہیں جانتا - حسن کلام میں وہ داخل ہیں ایک
بات کے بیان کرنے میں نفس الامری واقعات پر خیال نہیں کرتے - بلکہ جس طرح اپنے
تئیں اس کا بیان اچھا معلوم ہو - یا اوروں کو سمجھیں کہ اس طرح بیان کرنا اچھا معلوم ہوگا اسطرح

بیان کرتے ہیں اور اس کا نام حسن بیان رکھتے ہیں۔ غرض یا کاری اور مکاری کے ساتھ باتیں
بنانا ہماری عادت میں داخل ہے۔ اور وہ عیب کی جگہ ہنر سمجھا جاتا ہے۔ کوئی گالی اور دشنام
اور بُرا لفظ اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ کوئی تم کو جھوٹا کہے۔ ہر مذہب کی بُرائی پر ایسی لعنت ملامت
نہیں کی تا جیسی کہ جھوٹ بولنے پر۔ مگر رواج نے ان دونوں باتوں کا اثر دل پر اتنا بھی باقی
نہیں رکھا جیسا کہ ارڈ پر سفیدی۔ یہ نیچر کا قاعدہ ہے کہ آدمی جس عیب میں زیادہ تر پھنسا ہوا ہوتا
ہے اسی کی زیادہ وہ حمایت کرتا ہے۔ اگر ایک آدمی دوسرے آدمی کو جھوٹا کہتا ہے۔ تو وہ
کہتا ہے کہ تو مجھ پر کیوں افترا اور بہتان باندھتا ہے۔ اس پر سبب غصہ خفا ہوتا ہے۔ اور جانتا
ہے کہ اس کے پچھس سے ظاہری عیب چھپ جائیگا گو وہ حقیقت میں بہ اصلی حال پر رہتا ہے
ہم نہیں سمجھتے کہ جب ہم جھوٹا کہتا ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ تم بڑے ڈرپوک نامرد ہو۔ اس سے زیادہ کوئی
اور برائی ہوگی کہ آدمی اپنے الفاظوں کو نگل جاوے۔ یعنے اپنے کلمہ کے برعکس جھوٹ بولے۔ جھوٹ بولنے
کی بڑی برائی یہ ہے کہ بیہودہ پن نکالتی ہے۔

ایک حکیم نے خوب کہا ہے کہ جھوٹ بولنا آدمیوں سے ڈرنا اور خدا کی تحقیر کرنی ہے۔ خدا کا حکم ہے
کہ جھوٹ مت بولو جب یہ حکم نہ مانا تو اس کے حکم کی تذلیل ہوئی۔ پس اس سے زیادہ کون سی
انسان کے ذلیل و خوار کرنے والی برائی ہوگی۔ کہ جس کے سبب سے وہ آدمیوں سے ڈرے اور خدا تعالی
سے بہادری برتے ہماری باتیں ہی تو ہمارے دل کی ترجمان ہیں صرف انہیں کے ذریعہ سے ہم خیالات
کو دوسرے تک پہنچا سکتے ہیں ہم ارادوں اور نیت کو ظاہر کر سکتے ہیں پس جب وہی جھوٹے
ہوئے تو گویا ہم اپنے بنی نوع کو فریب دیتے ہیں اور ان سے اپنے تعلقات کے سررشتوں کو توڑتے ہیں
اپنے تمام خط و کتابت کا گورنمنٹ کے کاموں کی ذمہ داری کے کاموں کا اعتبار کھوتے ہیں ہم سے
وہ وحشی بت پرست قومیں اچھی ہیں کہ جب وہ جھوٹ بولتے ہیں یا جھوٹی بات سنتے ہیں تو اپنی
زبان اور کان کا خون کفارہ میں بتوں پر چڑھاتی ہیں اور جھوٹ سے تو بہ کرتی ہیں مگر
ہم تو جیسے آہنگر لوہے کو۔ زرگر سونے کو گھڑ گھڑ کر کچھ سے کچھ بنا دیتا ہے۔ اسی طرح ہم باتوں

ت کا بتنگڑ بنا کے کچھ سے کچھ کر دیتے ہیں +

(۸۶) غصہ بچوں پر -

جہاں دنیا کے اور تماشے دیکھتے ہیں وہاں غصے کے بھی عجیب و غریب تماشے نظر آتے ہیں۔ گھروں میں ماں یا باپ کا چہرہ غصہ میں سرخ انگارہ بنا ہوا ہے معصوم بچوں کی لاتیں جہاں تہاں تھپڑ گھونسے لگ رہے ہیں جوتوں کی گالوں پر مل پڑ رہے ہیں ایسے ہی مکتبوں اور مدرسوں میں دیکھتے ہیں کہ اُستادوں کی آنکھوں میں خون اُترا ہے اُن کی ڈراونی جھڑکیوں اور بھبکیوں سے ان کے ننھے ننھے شاگردوں کا دل دہل رہا ہے جو ابھی دایہ کے دامن سے جدا ہوئے ہیں قمچیوں۔ بیدوں تسموں کے ہاتھ خوب صاف ہو رہے ہیں معصوموں کے نازک بدن پر بدھیوں پر بدھیاں پڑ رہی ہیں +

بعض دفعہ تو وہ مارپیٹ کی نوبت پہنچی ہے کہ بچوں کے بدن پر ہلدی تھوپی اور آنکھوں پر پٹی باندھی جاتی ہے۔ سر کے گومڑے بائی جاتے ہیں غرض جیسی سخت بیماری سے بیمار کی صورت بگڑ جاتی ہے ویسی ہی لڑکوں کی شکل اس مار دھاڑ اور دہشت و خوف سے کچھ اور ہو جاتی ہے۔ تمام بیماریوں میں سخت بیماری وہی شمار ہوتی ہے جس میں آدمی کا چہرہ بگڑ جاتا ہے۔ اس لئے اس زد و کوب کو یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ بچوں کے لئے ایک سخت مرض ہے۔ اُستاد اور شاگردوں میں وہی علاقہ ہے جو مریض اور طبیب میں۔ جیسے کہ طبیب کا بار بار غصہ ہونا بیجا ہے۔ ایسا ہی اُستاد کا شاگرد پر ناحق خفا ہونا ناسزا ہے پھر غضب پر غضب ہے کہ اس ظلم کے لئے کوئی پولیس نہیں جہاں فریاد کی جائے نہ کوئی عدالت ہے جس میں استغاثہ پیش کیا جائے +

اب وہ حیران ہیں کہ کیا کریں اس سے اُن کے دل کو تسکین نہیں ہوتی کہ ان کو یہ سمجھایا جاتا ہے کہ جس جس جگہ بدن پر اُستاد کی مار کی چوٹ لگے گی وہ بہشت میں جائے گا +

اُستادوں کے غصے کی مارپیٹ تاکید و تادیب و گوشمالی نہیں معلوم ہوتی۔ بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ انتقام لیتے ہیں لڑکے جانتے ہیں کہ ہم بیگناہ ہیں یہ مار ناحق ہم پر پڑی ہے۔ اُستاد جی کسی اور

بات پر جلتے بیٹھے تھے - وہ جلن ہم پر نکالی ہے - استانی جی سے لڑائی ہوئی ہوگی - غرض یہ بس چلا کہ میاں کے کان اینٹھے ۔

غصہ کی برابر کوئی جذبہ انسانی خلاف عقل کام کرانے والا نہیں ہے - وہ آدمی کو دیوانہ بنا دیتا ہے دیوانگی کے کام کراتا ہے - اگر کوئی جج مغلوب الغضب ہونے کے سبب کسی مجرم کو ناحق پھانسی کا حکم دے دے - تو اس جج کے خود پھانسی دینے پر کوئی اعتراض نہیں کریگا پھر معلوم نہیں کہ ایسی خطاؤں پر ماں باپوں اور استادوں کو کیوں نہیں سزا ملتی ہے - کہ وہ معصوم بچوں کو غصہ میں آن کر سخت زدوکوب کرتے ہیں ان کی اصلاح نہیں کرتے - بلکہ انتقام لیتے ہیں - ان کا کام تھا کہ وہ ان بچوں کو ایسا آدمی بناتے کہ وہ ملک کی خدمت کے لائق ہوتے دشمن سے لڑائی کے زمانہ میں مفید کام کرتے ۔

بعض آدمی ایسے مغلوب الغضب پیدا ہوتے ہیں کہ طیش و غضب میں بھرے ہوئے ہی اونچی عقل پر اس طرح چھاتے ہیں کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ پر سے بڑے پتھر جدا ہو کر اڑا کر گرتے ہیں اور بلاؤں کو طرفوں کو ویران و عریاں کرتے ہیں ۔

انسان پر لازم ہے کہ جب تک اس کا غصہ فرو نہ ہو تو کسی ملازم پر دست درازی نہ کرے جیسے بیماری میں نبض پر اضطرار و بیقرار تیز چل رہی ہو - شعلۂ غضب سارے بدن میں آگ لگا رہا ہو - تو ایسی حالت میں ہم کو کوئی کام کرنا نہیں چاہئے - بلکہ ہمارا غصہ ہی حکم دیگا وہی بولے گا - غرض جو کام کریگا وہی کریگا - جب یہ سلگتی ہوئی آگ بجھ جائیگی اور شعلے ٹھنڈے خاموش ہو جائینگے - تو ہم کو کچھ اور عالم نظر آئیگا - اور یہ تغیر ہے ہم کو کچھ اور سی اور نظر آئیگی حالت میں جو ہم خطائیں دوسروں کی دیکھتے ہیں وہ اپنی اصلی حالت پر دکھائی دینگی جیسے کہ کہر میں چیزیں اپنی اصلی صورت پر نظر نہیں آتیں ایسے ہی آتش غضب کا دخان عقل کو چھپائے ہوئے ہوتا ہے کہ عقل کسی خطا و قصور کو اپنی اصلی حالت پر نہیں دیکھ سکتی ۔

پس جو بچوں کو گوشمالی عقل و شعور [illegible]

اور اگر وہ کسی اور سبب سے ہوتی ہے۔ جیسے کہ ماں باپ یا اُستاد کو غیظ و غضب میں لڑکے دیکھتے ہیں کہ چہرہ برافروختہ ہے۔ منہ پھول رہا ہے۔ نیلی نیلی رگیں کھڑی ہوئی ہیں۔ آنکھوں میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ خون اُتر رہا ہے۔ تو وہ اس سزا کو نہیں مانتے۔ اور برا جانتے ہیں +

(۸۷) ایک غصہ کی حکایت پلوٹارک نے یہ لکھی ہے۔ کہ اس کا ایک غلام بڑا شریر بدذات تھا۔ اپنے آقا کے مسائل حکمت کی بھنک بھی اُس کے کان میں پڑتی رہتی تھی۔ کسی خطا پر پلوٹارک نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اُس پر بید لگائیں۔ جب بید لگنے شروع ہوئے۔ تو غلام پہلے کچھ بڑبڑایا کہ مجھے ناحق یہ سزا دیتے ہو۔ میں نے کوئی خطا نہیں کی ہے پھر اور زیادہ زباں درازی کرکے کہنے لگا کہ یہ پلوٹارک حکیم نہیں ہے۔ یوں ہی اپنی حکمت کی شیخیاں مارا کرتا ہے۔ میں نے اکثر اس کو کہتے سنا۔ کہ غصہ ہونا وحشیانہ حرکت ہے۔ بلکہ اُس نے اس غصہ کے باب میں ایک کتاب لکھی ہے۔ مگر خود غصہ کے مارے مجھے پٹواتا ہے۔ جس کے سبب سے اس کی تمام تحریریں غلط اور جھوٹی ہوگئیں۔ پلوٹارک نے بہت نرمی اور آہستگی سے جواب دیا کہ او بدذات بتا کہ تو نے مجھ میں کون سی غصہ کی نشانی دیکھی۔ کیا میری آنکھوں میں غیظ و غضب کی کوئی نشانی ہے؟ کیا میرا چہرہ غصہ سے بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے؟ کیا اس کی رنگت بدل گئی ہے؟ کیا میری آواز خوفناک دہشتناک ہے؟ کیا میرا بدن کانپتا ہے۔ کیا میرے منہ سے جھاگ نکل رہے ہیں۔ کیا کوئی لفظ میرے منہ سے ایسا ناشائستہ نکلا ہے کہ جس سے میں توبہ کروں یہی ساری غصہ کی سچی نشانیاں ہیں جن میں سے کوئی بھی مجھ میں نہیں پائی جاتی۔ یہ کہہ کر اُس نے بید مارنے والے سے کہا۔ کہ جب تک اس بھلے مانس اور مجھ میں مباحثہ رہے تم اپنا کام کئے جاؤ بہت سی حکائتیں عالی صفات نیک نہادوں کی لکھی ہیں کہ شریروں نے ان کے بڑے بڑے نقصان کئے۔ مگر انہوں نے جب ان کو غصہ آگیا سزا سے ہاتھ کھینچ لیا +

پھر غصہ وہ پاجی جذبہ ہے کہ خود اپنی تعریف اور خوشامد کرتا ہے۔ اگر ایک کام ناحق کر بیٹھے کوئی سچا ثبوت اُس کے ناحق ہونے کا پیش کرے جس کا جواب کچھ نہ آئے تو اور چڑ جائے گا اور

اور بھلا کر اپنے پہلے ناحق کام کی تائید میں اور بیجا کام کرنے لگے گا۔ کوئی شخص غصہ میں کر
کسی بیگناہ بھلا کو مارنے لگے اور وہ اپنی بے گناہی کا ثبوت قطعی پیش کرے تو اُس کا غصہ اور
بھی دو چند ہو جاتا ہے۔ اور اُس کی سزا کو بڑھاتا ہے۔ چنانچہ اس کی ایک حکایت یہ ہے کہ ایک روم
کا ایک سپہ سالار تھا جس میں بہت ہی نیک عادتیں تھیں مگر برائی یہ تھی کہ مغلوب الغضب تھا
اس کے دو سپاہی فوج کے لئے دانہ چارہ لینے گئے۔ ان میں سے ایک واپس آیا۔ دوسرا رستہ
بھول کر کہیں کہیں چلا گیا۔ جب اس نے اُس سپاہی سے اُس کا پتا پوچھا۔ تو وہ بتا نہ سکا اس کو
قتل کا شبہ ہوا۔ اس کو غصہ آیا۔ سپاہی کے قتل کا حکم دیا۔ جب جلاد اُس سپاہی کو مار
نے کو تھا کہ وہ دوسرا سپاہی آگیا۔ یہ دیکھ کر ساری سپاہ خوش ہو گئی۔ اور ان دونو
سپاہیوں کے گلے لگیں۔ پھر اپنے سپہ سالار پاس گئیں جس کا ابھی پہلا ہی غصہ باقی تھا۔ اب اور
معاملہ پیش آیا۔ جس سے اس کی مغلوب الغضبی پر نادانی اور ناانصافی اور سوار ہوئی ہی تو
سپاہیوں کی صورت دیکھتے ہی اس کی آتش غضب اور مشتعل ہوئی۔ جس سے ایک بے گناہ کی بجائے
تین کو قتل کرایا۔ اس نے حکم دیا کہ پہلے سپاہی کی نسبت تو پہلے ہی قتل کا حکم صادر ہو چکا
دوسرے سپاہی کی گردن اس لئے اڑائی جائے۔ کہ اس کی گمراہی نے ایک بے گناہ کو مجرم بنایا۔
تیسرے جلاد کا سر اڑایا جائے کہ اس نے حکم کی تعمیل نہیں کی۔

سپاہی کے سوا جس کا پیشہ ہی ایسا ہے کہ بعض مقامات پر بغیر غصہ کے کام نہیں چل سکتا۔ باقی
اور سب آدمیوں میں غصہ کا ہونا سخت عیب سمجھا جاتا ہے۔

بعض آدمی ایسے مغلوب الغضب پیدا ہوتے ہیں کہ ان کا حال ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی دیگچی
پانی کی بھری ہوئی چولھے پر رکھی ہو۔ اور اُس کے نیچے لکڑیاں بھر بھر جلتی ہوئی رکھی جائیں
تو پانی پہلے جوش میں آکر پتیلی میں رہے گا۔ پھر اُبال میں آکر باہر نکلے گا۔ پھر اس کے
گرد بھاپ اُٹھ کر چاروں طرف پھیل جائے گی۔ بس جیسی یہ حالت پانی کی آگ کی وجہ سے
ہوتی ہے۔ اسی طرح غضبناک طبائع کا حال آتش خشم کے مشتعل ہونے سے ہوتا ہے۔

کہ اس کے دھوئیں سے دماغ بھر جاتا ہی +
بعض آدمی ایسے متحمل ہوتے ہیں کہ ان کو غصہ بہت کم آتا ہی۔ بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو غصہ آتا ہی تو وہ اس کو دبا لیتے ہیں اور ان کے سینہ میں اس کا اثر کچھ باقی نہیں رہتا۔ ایسے متبرک متحمل تعظیم و تکریم کے مستحق ہوتے ہیں + مگر بعض ریاکار تیرہ درون مکر سے ایسے بھری ہوئی ہوتے ہیں کہ ان کو غصہ کیسا ہی آئے۔ اپنی نرم خوئی اور نیک مزاجی جتلانے کے لئے بظاہر اس کو پی جاتے ہیں اور سینہ میں کینہ رکھتے ہیں۔ جس کا زہریلا اثر دوسری صورت میں ظاہر ہوتا ہی۔ گو بدکاروں کی بدیاں جو ظاہر ہوتی ہیں۔ وہ ایسی خطرناک نہیں ہوتیں جیسی کہ ریاکاروں کی برائیاں چھپی ہوئی ہیں ـــ برائی کا قاعدہ ہی جتنا اسے کوئی چھپائے اتنی ہی وہ ظاہر ہوتی ہے۔ جیسے کوئی شراب خانہ میں منحوار جاوے۔ اور اپنے تئیں چھپائے تو وہ اور ظاہر ہو کر زیادہ رسوا ہوتا ہی + گو ان ریاکاروں کو دنیا میں بظاہر لوگ تعظیم کی نظر وں سے دیکھتے ہیں مگر انسان کو اپنی باطن آرائی کی طرف زیادہ خیال اور توجہ چاہیئے۔ ظاہر آرائی کے لئے خوش خوئی و مستقل مزاجی کو دکھانا اچھا نہیں ہوتا۔ بہتر ہے کہ اگر کسی شخص کو غصہ ہو کر برا آئے تو وہ اس کے منہ پر ایک تھپڑ مار دے مگر یہ نہ کرے کہ ظاہر میں اس سے کچھ نہ کہی۔ اور دل میں پیچ رکھے جو اپنے غصہ کی بھڑاس نکال ڈالتے ہیں ان کا سینہ بے کینہ اور دل صاف ہو جاتا ہی +
ظاہر کی برائی سے باطن کی برائی زیادہ خوفناک ہوتی ہی +

(۸۷) خاندان میں جو لوگ سرپرست ہیں۔ ان کو اپنے غصہ کو حد اعتدال سے باہر نکالنا نہیں چاہیئے۔ کبھی ایسی صورتیں پیش آتی ہیں کہ غصہ ہونا ضرور پڑتا ہی۔ گو غصہ نہ بھی آئے۔ تو غصہ کی صورت بنانے سے وہاں کام نکل جاتا ہی۔ جب کوئی شخص بار بار غصہ میں آن کر اوروں کو لعنت ملامت کرتا ہے۔ تو اس کا اثر بہت ضعیف ہو جاتا ہی۔ اور اس کی باتوں کا سننا عادت میں داخل ہو جاتا اگر وہ اپنی نوکروں کے ذرا ذرا سے قصور پر خفا ہوتا ہے جیسے نوکر نے برتن کو بے طرح رکھا۔ یا اس کو صاف اچھی طرح نہیں کیا۔ تو وہ گالیاں دینی شروع کرتا ہی چور اور بدمعاش کہنے لگتا ہی

تو پھر نوکروں پر غصہ کا اثر نہیں رہتا عقل کا اقتضا یہ ہے کہ جب تک غصہ سے کوئی کام نہ نکلے غصہ نہ ہونا چاہئے - اس لئے جو شخص غیبت میں کسی شخص پر خفا ہوتا ہے وہ حقیقت میں ہوا پر حملہ کرتا ہے اور بیفائدہ وقت کام کرتا ہے - غصہ کا ہونا تو جب ہی مناسب ہے کہ جس شخص سے خفا کیا ہے - وہ روبرو ہوں اور اُن پر ہماری خشمناکی کا اثر ہو - یوں پیٹھ پیچھے بڑبڑانا ایسا ہے - جیسے کہ بیلوں کا حال ہوتا ہے - کہ وہ اپنے سینگوں کو درختوں کے تنہ پر مارتے ہیں اور ڈکارتے ہیں اور بیہودہ سی خاک اڑاتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ ہم خوب لڑے ہیں بعض آدمیوں کو گو غصہ بہت جلد جلد آتا ہے مگر وہ تھوڑی دیر میں اتر جاتا ہے وہ صرف زبان کو اپنے غصہ کا ہتھیار بناتے ہیں وہ برے الفاظ منہ تک نکالتے ہیں - جہاں تک ان کا اثر لوگوں پر معقول ہو - وہ کلام نہیں کرتے جو لوگوں کے دلوں کو چھیدے - اور تلوار اور سنان کا کام کرے - یہ کہنا کہ انسان کبھی غصہ کو نہ آنے دے - اور دل کو اطمینان اور آرام رکھے - بہت عمدہ نصیحت معلوم ہوتی ہے - مگر اس پر عمل نہیں ہو سکتا +

ارسطو کا قول ہے کہ بعض اوقات نیکی کا ہتھیار غصہ بن جاتا ہے - اگر اس کا یہ مقولہ سچ ہو تو یہ ہتھیار نئی طرح کا ہوگا - اس لئے کہ اور ہتھیاروں کو ہم پکڑتے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں چلاتے ہیں مگر یہ ہتھیار ہم کو پکڑتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے چلاتا ہے +

(۸۹) غصہ اور دیوانگی میں فرق

جو شخص غصہ کو دیوانگی کہتا ہے وہ اس کی وقعت کو بڑھاتا ہے - اس لئے کہ دیوانگی تو اس مرض کا نام ہے کہ دماغ میں ایسا خلل واقع ہو - کہ ساری عقل جاتی رہے - ایسی حالت میں جو افعال سرزد ہوتے ہیں اس سے برائیاں جو پیدا ہوتی ہیں وہ گناہ میں نہیں گنی جاتیں برخلاف غصہ کے کہ اس میں نخوت اور حماقت کے سبب دیوانگی پیدا ہوتی ہے ان کے ارتکاب کرنے کا قصد ہوتا ہے - جن کو وہ کر نہیں سکتا +

(۹۰) تکلیف و رنج کا وہم و خیال۔

ایک بڑے نامور حکیم کا مقولہ ہے کہ کوئی خود چیز ہم کو آزار اور رنج نہیں پہنچاتی ہے۔ بلکہ اس کا خیال اور وہم ہم کو سخت تکلیف پہنچاتا ہے اگر یہ مقولہ بالکل صحیح ثابت ہوجائے تو اس سے انسان کو اپنی کم بخت حالت کی اصلاح اور تسلی کے لئے ایک اچھا ذریعہ ہاتھ لگ جائے۔ اسواسطے کہ اگر دنیا میں کوئی موذی شے ہم میں خود نہیں داخل ہوتی۔ بلکہ ہماری رائے اور خیال اس کو موذی بنا لیتے ہیں تو یہ امر ہمارے اختیار میں ہوجاتا ہے۔ کہ کیا تو اُسی کو ہم پہلے درجہ کی ذلیل سمجھیں یا بجائے موذی کے نافع بنالیں جب یہ موذی چیزیں خود ہم کو اپنے اوپر مختار بنادیں۔ تو پھر ان کو ہم منفعت اور مصلحت کے لئے بکار آمد کیوں نہ بنائیں؟ جن چیزوں کو ہم موذی اور ایذارساں کہتے ہیں اگر درحقیقت وہ ایسی نہیں بلکہ ہمارے خیال و رائے نے یہ صفات اُن میں پیدا کردی ہیں تو اس حالت میں کہ کوئی شے ہمارا ہو ہم کو اختیار ہے کہ ہم اپنے اس خیال کو بدل دیں ہم بڑے بے وقوف ہوں اگر ایذارساں جانب کے طرفدار بنیں اور بیماری۔ افلاس۔ ذلت کے کڑوے اور ناگوار مزوں سے تلخ کام ہوں اور ان کو خوش ذائقہ نہ بنائیں اگر قسمت سے یہ مادہ ہم کو حاصل ہوجاتا تو ضرور تھی کہ اُس کی کوئی صورت ہم بنائیں مولوی رُوم کے اشعار یہی قابل یاد رکھنے کے ہیں؎

آدمی را فربہی است از خیال * گر خیالاتش بود صاحب جمال

ور خیالاتش نماید ناخوشی * می گدازد ہمچو موم از آتشی

درمیانِ مار و کژدم گر ترا * با خیالاتِ خوشان دارد خدا

مار و کژدم مر ترا مونس شود * کان خیالت کیمیاء مس شود

صبر شیرین از خیالِ خوش شدست * کان فرج و تازگی پیش آمدست

جن چیزوں سے ہم خوف کرتے ہیں اگر اُن کا اصلی وجود ایسی قدرت رکھتا ہے کہ

اپنی حکومت سے ہمارے اندر اپنا گھر بناتا ہے۔ تو اس سبب سے کہ سب انسان ایک
جنس ہیں اور سب پاس خیالات اور فیصلہ کرنے کے اوزار یا آلات ایسے ہی ہیں ان
میں چھوٹے بڑے ہونے کی نسبت ہو تو وہ یکساں اور ایک ہی طرح ان کا اندیشے
کا [illegible] ہمارے اندر ہی وہ [illegible]
جو کہ وہ [illegible] مطلوب سے داخل ہوتے ہیں [illegible]
[illegible] داخل سمجھتا [illegible]
[illegible] استعداد اس کو [illegible]
[illegible] موت۔ افلاس [illegible]
[illegible] کہ موت کی [illegible] کسی اور چیز کو [illegible]
[illegible] سب سے زیادہ ہولناک اس کو [illegible]
[illegible] طوفان اور طغیانی کے [illegible]
[illegible] ہو جاتا ہی۔ اس مرگ کو حیات [illegible]

[illegible] افلاطون کا قول ہے کہ۔ مت بالارادۃ تحیٰ بالطبیعۃ [illegible]
ہو جاتی ہی۔ قفس قالب سے طائر روح آزاد ہو جاتا ہے۔ [illegible]
موت میں جو لذت ہے وہ حیات میں نہیں *

قدیم حکماء کا قول ہے کہ انسان حیّ ناطق مائت۔ [illegible]
موت انسان کی تکمیل ہوتی ہے نشنیدہ کہ ہرکہ بمیرد [illegible]
پکار پکار کر کہتے ہیں کہ ہم تیرے قدر شناس ہیں تو ہمارے [illegible]
ہم [illegible] کے [illegible] کاموں کو چھوڑتے ہیں واقعی [illegible]
حکماء اکثر اوقات موت کو پہلے سے سوچتے ہیں [illegible]
میں مدد [illegible] بہت سے ہم ایسے دیسی آدمیوں کو بھی دیکھتے [illegible]

یہ مرنا بھی اُن کا خالی مرنا نہیں ہوتا بلکہ بڑی ذلت اور تکلیفوں کے ساتھ۔ مگر اُن کے
چہرہ پر ذرا بھی اضطراب نہیں معلوم ہوتا۔ خواہ یہ حال اُن کا فطرتی بھولا پن سے ہو۔ یا
جوانمردی اور دلیری سے ہو۔ اس حالت میں سب اپنے کام کرتے ہیں معاملات
خانگی کو فیصلہ کرتے ہیں دوستوں کو وصیت کرتے ہیں۔ گاتے ہیں وعظ کہتے ہیں
اُنسے مخاطب ہوکر باتیں کرتے ہیں بعض اوقات لطیفہ سنجی دوستوں سے کرتے ہیں۔
ہنسی خوشی اُن کے ساتھ کرتے ہیں غرض سب کام استقلال کے سے کرتے ہیں +
(۹۱) عجب عجب حکایات ان لوگوں کی مشہور ہیں جو پھانسی پاتے ہیں۔ نظامی
شنیدم رسن بستہ سوئے دار + برو تازگی رفت چوں نوبہار
بپرسیدش از مہربانان یکے + کہ ترتم چرائی و غم اندکے
چنیں داد پاسخ کہ عمر ابقدر + بغم بردنش چوں توانم بسر
ایک شخص پھانسی کے لئے چلے جاتے تھے۔ اُنھوں نے پہرہ کے سپاہیوں سے کہا کہ
بھئی تم مجھ کو اس بازار سے نہ لے جانا۔ وہاں میرا پرانا قرض خواہ رہتا ہے۔ وہ گرفتار
کرلے گا + ایک اور ایسے ہی شخص نے پھانسی دینے والے سے کہا۔ بھئی مجھے گدگدیاں بہت
لگتی ہیں کہیں تم میری گردن کو ہاتھ نہ لگانا۔ مجھے ہنسی آجائیگی +
ایک شخص ٹکٹکی میں پادری صاحب کے سامنے اپنی گناہوں کا اقرار کرتے تھے۔ کہ پادری
صاحب نے فرمایا۔ کہ تم خداوند مسیح کے ساتھ کھانا کھاؤگے۔ اس پر اُس نے کہا۔ کہ میری
بجائے آپ کھانا کھانے چلے جائیے۔ میں آج روزہ رکھ لوں گا +
ایک پھانسی لگنے والے نے پانی مانگا۔ جب پانی آیا تو پھانسی دینے والے نے پہلے
پی لیا۔ جب اپنا جھوٹا پانی اُسے پینے کو دیا تو اس نے کہا کہ میں یہ جھوٹا پانی نہیں
پیتا۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں بیمار نہ ہوجاؤں +
ایک شخص کو پھانسی پانے کے وقت ایک تحبہ نہایت بدشکل دکھائی گئی۔ اور کہا گیا کہ تم اُس سے

نکاح کر لو تو جاں بخشی ہو جاے۔ تھوڑی دیر تک بھاپ کر کہا کہ یہ لنگڑانی ہے مجھے جلدی پھانسی دو۔ ایسے ہی ایک شخص کے روبرو ایک لڑکی لائی گئی۔ اور کہا گیا کہ اس سے شادی کر لو تو جان بچ جائے۔ اس نے کہا کہ یہ کلہ خشک ہے اور ناک اسکی بہت بڑھی ہوئی ہے۔ مجھے اس سے شادی کرنی پسند نہیں مرنا پسند ہے۔ تاریخ میں بہت سی مثالیں ایسی ہیں کہ ہزاروں آدمیوں نے ذرا سی بات دشمنوں کی نہیں مانی۔ اور جانیں دے دیں۔ ایک بادشاہ ایران نے شہر فتح کر کے اہل یونان سے کہا کہ تم میرے لیے دعا مانگو کہ بادشاہ کو سلامت رکھے۔ مگر یہ یونانیوں نے نہ مانا۔ وہ پہلے ایرانیوں کی ساتھ لڑائی میں عہد کر چکے تھے کہ مرنا قبول ہے۔ مگر یونانی قوانین کی بجائے ایرانی قوانین کا ماننا منظور نہیں ترکوں اور یونانیوں میں لڑائی ہوئی تو ترکوں نے ختنہ نہ کرانے اور اصطباغ پانے پر موت کو ترجیح دی +

بہت سی مثالیں ایسی ہیں کہ دوستوں نے دوستوں کی بجائے اور غلاموں نے اپنے آقاؤں کے بدلے اور شاگردوں نے اپنے استادوں کی عوض میں جان دینی قبول کر لی۔ ہندوؤں کی عورتیں کیسے ہنسی خوشی ستی ہونے کو قبول کرتی تھیں نرسنگا میں جب بادشاہ مرتا ہے تو اس کی تمام بیویاں اور حرم میں اس کے عزیز نوکر افسر گھر کے اندر کے ملازم بادشاہ کے ساتھ جلنے کو بڑی عزت سمجھتے ہیں بعض وقت شہر کے شہر دشمنوں کے ہاتھ سے ایسی ایذا پاتے ہیں کہ اپنے مرنے کی سیکڑوں ترکیبیں نکالتے ہیں +

ایک لمبی چوڑی فہرست عورت مردوں کی ہر قوم اور ملت کی اور ہر زمانہ کی ایسی بن سکتی ہے۔ کہ جنھوں نے موت کو خود اختیار کیا۔ اور زندگی سے سیر ہو کر یہ جانا۔ کہ اب مرنے میں زیادہ مزہ ہے۔ مگر جو لوگ موت کے خوف سے لرزاں اور ہراساں رہتے ہیں۔ ان کی تعداد کے سامنے اوپر کی فہرست کسی شمار میں نہیں گنی جا سکتی +

۸ ایک کشتی دریا میں چلی جاتی تھی۔ کہ آندھی بڑے زور و شور سے آئی۔ اس کشتی میں حکیم

پرہو بھی بیٹھا تھا۔ اور اس کے ساتھ ایک سور تھا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ آدمیوں کے گھبرا
جانے سے اور سامان غلط ہوئے جاتے ہیں تو اس نے اپنے سور کی طرف اشارہ کر کے کہا
کہ دیکھو تم انسان ہو کر ایسے گھبراتے ہو۔ یہ حیوان ہے اس کو ذرا بھی خبر نہیں تم کو
خدا نے عقل دیکر اشرف المخلوقات بنایا ہے اور ہمارا یہ جانوروں کا سا کام اور شاید
کیا تم کو خدا نے عقل اس لئے دی ہے کہ تم اپنے تئیں تکلیف پہنچاؤ کیا عقل ہماری
اطمینان اور خوشی کو خاک میں ملانے والی ہے؟ جس سے ہماری حالت سور سے بھی
بدتر ہو جاتی ہے؟ کیا ہم اپنی عقل کو جو ہماری حالت اعلیٰ درجے کی نیک بنانے کے لئے
دی ہے۔ اس کو اپنی بربادی و تباہی کے کام میں لائیں؟ اس سبب سے ہم قدرت کا
قانون جو عام ہے کیسے توڑتے ہیں؟ جو استعداد اور قابلیت و اعضا اور وسائل
ہمیں عطا کئے ان کو اپنی نفع رسانی اور مصلحت میں کام میں لائیں ٭

مرض اور بیماریوں کی وہ سخت ایذائیں اور تکلیفیں ہیں کہ بڑے بڑے ولی اللہ
ان سے گھبرا گئے ہیں۔ ان کو یہ سمجھنا کہ وہ فقط خیال سے پیدا ہوتی ہیں صریح غلط معلوم ہوتا
ہے۔ ہمارے حواس ان کی شہادت دیتے ہیں اگر یہ حواس جھوٹے ہیں تو عقل بھی
جھوٹی ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ کوڑے جو ہماری پیٹھ پر لگ رہے ہیں گویا اچھی گدگدیاں ہیں
یا شعلوں کو جو پڑا جلا رہے ہیں یہ کہے کہ کیا میٹھا شربت ہے۔ یہاں تو پرہو کے سور
کو بھی نہیں سوجھتی۔ اگر اس کی پیٹھ پر لکڑیاں لگاؤ تو وہ بھونکتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے
کہ اس کو بھی تکلیف ہوتی ہے جو لوگ زبان سے کہتے ہیں کہ امراض میں
تکلیفات خیالی ہیں وہ واقعات سے الفاظ کو بدلتے ہیں گو لفظاً وہ انکار کرتی ہیں
مگر اس کا اقرار کئے بغیر چارہ نہیں ٭

غرض یہ قاعدہ کلیہ بغیر کا ہے کہ جو آسمان کے نیچے جاندار ہے وہ امراض سے متاذی
ہوتا ہے ٭

موت کا ڈر زوالِ عقل سے ہوتا ہے۔ وہ ایک لازمی حرکت ہوتی ہے۔ موت کے واسطے [illegible]
[illegible] ہے۔ مثال پر وہ آنکھیں یا آنکھیں جس عرصہ میں کہ موت آنکھیں
بند کرتی ہے۔ اور بہت سے حکیموں نے دیکھا ہزاروں حیوان اور انسان جان دیتے
وقت ان میں کچھ درد نہیں ہوتی ہے بلکہ جب موت کا تو سب کو یقین ہے کہ وہ ضرور
آئیگی اور دفعتہ آئیگی۔ اُس کا خوف فقط بیماریوں کی ایذاؤں سے ہوتا ہے۔ موت کی
بیماری جو بیماری ہی ہوتی ہے۔ اور بعض لوگ اس کے بالعکس کہتے ہیں کہ بیماریوں کا خوف
بہت ہی زیادہ ہوتا ہے کہ ان میں موت کا گمان ہوتا ہے۔ امراض مہلک ہی میں دو طرح کا
خوف ہوتا ہے۔ ایک مرض کی تکلیف کا۔ دوسرا مرنے کا۔ جو امراض مہلک نہیں ہوتے
ان میں فقط اُس کی ایذا کا خوف ہوتا ہے۔ بزرگوں کا مقولہ ہے کہ خود موت میں خوف
نہیں۔ خوف تو موت کے بعد ہے مگر ایک حکیم کا یہ قول ہے کہ موت سے پہلے اور پیچھے
جو خوف ہیں وہ موت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے ٭

نفس موت بعض تکالیف امراض بانتہائی درجہ ہے۔ اور انسان میں تکالیف کا خیال
مصائب کے سبب ہوتا ہے۔ بھوکا پیاسا مرنا جاڑے میں اکڑ کر ٹھٹھر جانا اور
بہت سی بیماریاں اور بے چینیاں [illegible] سب سے [illegible]
[illegible] مگر ان کے تشدد میں [illegible]
مگر صبر اس کو اچھی حالت میں رکھتا ہے۔ اگر [illegible] سب ہوتے تو [illegible]
خوشیاں اور نیکیاں کبھی ظاہر نہیں ہوتیں۔ شجاعت۔ بلوہت۔ [illegible] رحم جیسی
شہرتیں ان مصائب کے سبب سے ہوتی ہیں اگر وہ نہ ہوں تو یہ خوبیاں نہ ہوتیں
شجاعت تو خوفوں کی مشتاق رہتی ہے۔ میدانِ جنگ میں سخت زمینوں پر سونا پڑتا ہے
ہتھیاروں کے پہلوؤں کے زخم اپنے پہلوؤں پر اٹھانے پڑتے ہیں۔ گرمی میں دھوپ میں
جلنا پڑتا ہے بھوکا پیاسا رہنا ہوتا ہے گھوڑے گدھوں کا گوشت کھانا پڑتا ہے

آدمیوں کے چیتھڑے اڑتے ہوئے خون سے چور چور بدنوں سے لہو نکلتے ہوئے۔ اور
زخموں میں ٹانکے لگتے ہوئے۔ سلائیاں پڑتی ہوئیں۔ یہ سب باتیں دیکھنی پڑتی ہیں
بس یہی مصائب ہیں جن کے اندر صبر کرنے نے جوانمردوں کو گنواروں اور بزدلوں
پر فوقیت دی ہے۔ بزرگوں کا قول ہے کہ دنیا میں ہی بڑے کام کئے جاتے ہیں۔
جن میں محنت اور مشقت اٹھانی اور رنج کھینچنے پڑتے ہیں انسان صرف ہنسی کی باتوں
مسخرگی۔ دل لگی۔ شوخی۔ مزاح چھیڑ چھاڑ سبک سروں کی صحبت سے خوش نہیں ہوتا۔ بلکہ
زیادہ تر اس کو مسرت و انبساط اپنے اعلیٰ شہامت کے کاموں سے حاصل ہوتی ہے
میدان جنگ میں تلوار کے زور سے فتح حاصل کرنے میں جو ناموری اور شہرت حاصل ہوتی
ہے۔ وہ خداع و فریب حکمت عملی سے فتوحات حاصل کرنے میں نہیں ہوتی۔ کام کی قدر
اس کی قیمت پر موقوف ہے۔ جن کاموں کی قیمت میں ہم اپنی جان اور خون دیں اس سے
زیادہ اور کیا کام بیش بہا ہو سکتے ہیں ٭

نیچر کا قاعدہ ہے کہ جس دکھ درد میں تشدد زیادہ ہوتا ہے وہ دیرپا نہیں ہوتا۔ کیا
وہ خود جلد ختم ہو جاتا ہے۔ یا خاتمہ کر دیتا ہے جب ہم اس کی برداشت نہیں کر سکتے۔ تو وہ
ہم کو دنیا سے برداشتہ کر دیتا ہے۔ جو دکھ درد تشدد سے خالی ہوتے ہیں وہ دیرپا ہوتے
ہیں۔ ہمیشہ بیچ میں آرام کرنے کے لئے وقفہ دیتے ہیں۔ جب ہم کو شہر خوش نہیں آتا تو باہر
چلے جاتے ہیں۔ ایسے ہی جب دنیا کے رنج والم کی برداشت نہیں ہو سکتی۔ تو یہاں سے
چلے جاتے ہیں انسانوں میں رنج و تکلیف کی برداشت کرنے کی مختلف قابلیتیں ہوتی
ہیں بلکہ ایک ہی انسان میں مختلف اوقات و حالات میں یہ قابلیت بدلتی رہتی ہے۔ وہی
شخص جو فصاد کے نشتر سے گھبراتا ہے میدان جنگ میں ایسی جرات اس میں آجاتی
ہے کہ تلوار کے بہت سے زخم کھاتا ہے۔ اور کچھ پروا نہیں کرتا۔ بچہ جننے کا درد وہ ہے
جس کو خدا تعالیٰ نے سخت بتلایا ہے۔ مگر عورتوں کی قوتیں ایسی ہیں کہ ان کے پیٹ میں جو کچھ

آج وہ کل پیٹھ پر سوار ہے۔ وہ پیٹ سے نکلا نہیں کہ پیٹھ پر لادا نہیں۔ بہت سی گنواریاں
جنتی ہیں۔ اور ٹوکری میں ڈال کر سر پر رکھ کر گھر میں لے جاتی ہیں۔ بیچ میں کوئی ندی
آ گیا تو اُس میں خود نہا لیں اور بچہ کو نہلا لیا۔ فاحشہ عورتیں اسقاط حمل بے تکلف کرتی
ہیں جیسے استروں سے سیکڑوں زخم بدن پر لگاتے ہیں اور خبر نہیں ہوتی۔ جوگی فقیر
کیسے کیسے کشٹ اُٹھاتے ہیں۔ ہاتھوں کو سکھا دیتے ہیں اُلٹے درختوں میں لٹکتے ہیں مٹی
اُٹھاتے ہیں کہ رنگت سیاہ ہو جاتی ہیں۔ اِن تکالیف کے برداشت کرنے کی مردوں ہی
میں صفت نہیں ہے۔ بلکہ عورتوں میں بھی سیکڑوں مثالیں موجود ہیں بعض بعض مقامات میں
اپنے چہرہ کے کھال نئی کھال نکلنے کے لئے اُتروا ڈالتی ہیں۔ سفید بالوں کو جڑ
سے ڈالتی ہیں اچھے اچھے دانتوں کو اُکھڑوا ڈالتی ہیں کہ خوبصورت بتیسی کے دانت لگائیں
غرض روز مرہ اِس کی مثالیں دیکھنے میں آتی ہیں کہ ایک آدمی جس مصیبت سے رو رہا ہے دوسرا
اُسی مصیبت کے سبب سے مضطرب نہیں ہوتا۔ غرض افلاس کے مصائب گو زیادہ مضرت رساں ہیں
مگر اُن میں صبر و استقلال و برداشت کرنے سے خوبیاں ایسی پیدا ہوتی ہیں کہ اُن سے انسان کا
دل خوش ہونے لگتا ہے۔ اور اُن کی تکالیف کم ہو جاتی ہیں +

بعض حکیم کہتے ہیں کہ دولت مندی سے انسان کے معاملات بدل جاتے ہیں کوئی خوشی نہیں
رہتی۔ احتیاج کے سبب سے حرص نہیں ہوتی بلکہ دولت کی افراط سے مفلس کو افلاس سے جو تکالیف
ہوتی ہیں۔ وہ دولتمند کو حرص سے۔ تمام مضمون کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ موت۔ مرض مفلسی یہ تین
چیزیں سب سے بڑھ کر انسان کے لئے ہیں ان میں موت کی تکلیف میں تو خیال کو دخل ہو سکتا ہے
اور اور بہت سی چیزیں جو زمانہ آئندہ سے تعلق رکھتی ہیں اُن میں خیالات کو بڑا
دخل ہے مگر افلاس اور امراض کی تکالیف مشاہدہ میں آتی ہیں وہ اصلی ہیں خیال کو اُن
میں دخل نہیں ہے۔

سچائی یا راستی۔

(۱) سچائی یا راستی میں امورات نفس الامری ہوتے ہیں اگر وہ فلسفیانہ و حکیمانہ و عارفانہ ہوں۔ تو اُن کا نام خاص حق یا صدق ہم رکھتے ہیں اور اگر وہ دنیا کے امورات سلطنت و مملکت و روزمرہ کے کام کاج اور معاملات و مقدمات سے متعلق ہوں تو ان کا خاص نام راستبازی یا راست گوئی یا درست کرداری رکھتے ہیں اور بالعموم ان سب پر راستی یا سچائی کا اطلاق کرتے ہیں ✢

(۲) راستی جس چیز کو زیب و زینت دیتی ہے اس کی خوبی کو ایسا بڑھاتی ہے جیسے گل کی خوبی کو اُس کی خوشبو۔ یوں موسم بہار میں ہزاروں پھول کانٹوں پر شگفتہ ہیں جو مثل گل اپنی رنگتوں کی چمک اور شوخیاں دکھاتے ہیں مگر جب مرجھا کر جاتے ہیں تو زمین پر پڑے سڑا کرتے ہیں کوئی ان کا نگاہ نہیں ہوتا۔ مگر گل اپنے مرجھانے کے بعد بھی وہ خوشبو میں بنا تا ہے۔ کہ جس سے دل و دماغ کو فرحت و راحت ملتی ہے پس اے نوجوان تو اپنی زندگی گل کی سی بنا کہ مرنے کے بعد تجھ سے وہ سچائی کا عطر نکلے کہ لوگوں کا دماغ اُس سے معطر ہو۔ اگر غور سے دیکھو تو سچائی سرتا پا حسن و جمال ہے۔ کوئی قدرتی خوبی اس کی مثل نہیں اخلاق کی جان سچائی ہے۔ چہرہ کا جمال خط و خال کا سچا ہونا۔ راگ کا جو سر سروں کا سچا ہونا۔ عمارت کی خوش اسلوبی سچا تناسب شاعری میں گو سراسر جھوٹ بھرا ہوتا ہے مگر جہاں اس میں سچائی جلوہ نمائی کرتی ہے۔ ایک کمال پیدا کر دیتی ہے۔ غرض جہان میں جہاں سچ کا بول بالا ہے۔ وہیں اُجالا ہے جس میں جھوٹ کا ... کالا دکھائی دیتا ہے۔ سچ وہ ابر رحمت ہے کہ جس کی برکت سے عالم سرسبز ہے

(۳) راستی کا رستہ کیسا سیدھا اور صاف بے خطر با امن و امان ہے۔ کہ جس کے طے کرنے میں بہت کم تکلیف ہوتی ہے۔ وہ ہمارے مقصد تک پہنچانے کا رستہ بہت

نزدیک عقلمند کے نقطۂ مستقیم ہیں ۔ راستی سیدھی راہ چلتی ہے جھوٹ کی چال ٹیڑھی پیچ دار سانپ کی سی ہے ۔ کہ وقت ہو پیٹ کے بل چلتا ہے اور یاد ہی کبھی نہیں ہوتا ۔ اگر تم سچ کی راہ سے بھٹک گئے ۔ تو پھر بھول بھلیوں میں پڑ گئے [illegible]

[illegible] مشکل ہوگی ۔ [illegible] دوام [illegible]

(۴) سچ میں یہ خاصیت ہے کہ مبالغہ کی آمیزش سے محفوظ ہے ۔ جھوٹے [illegible] سچ بناتے ہیں ان کا جھوٹ اور قصوں اور کہانیوں کا جھوٹ [illegible] جو سچ کے منافی ہوتا ہے ۔ سچ میں وہ ادا ہے کہ سب کے دل [illegible] [illegible] سچ کے پہنچ [illegible] [illegible] مگر اس کے [illegible] [illegible] انہیں [illegible] سب [illegible] ہیں ہے کہ اس کے لئے شہادت [illegible] سچ کے [illegible] خاطر نہیں ہوتا اور اس کی [illegible] ہوتی ۔ [illegible] اعتنائی ہوتی ہے ہزاروں [illegible] اپنے خیالات اور اقوال اور افعال کو سچ کا پابند نہیں کر سکتے [illegible] کرتا اور اس کو [illegible] ایسا ہی آسان ہے ۔ جیسا کہ [illegible] کی خوبی نہ دیکھنا ۔ انسان کی حیات میں یہ امر داخل ہے ۔ [illegible] سچ سے [illegible] کرتا ہے جس شخص کو نیکی سے محبت ہے ۔ اس کو سچ سے محبت ہے [illegible] کوئی نیکی نہیں جس کی اصل سچائی نہ ہو ۔ برخلاف اس کے کوئی برائی [illegible] جھوٹ نہ ہو ۔ اگر آدمی یہ عہد کرے کہ میں سب گناہ کروں گا ۔ مگر جھوٹ نہ بولوں گا ۔ تو اس [illegible] خود سب گناہ چھوٹ جائیں گے ۔ اس لئے کہ چوری اور جوا کھیلنے کے وقت اس کو یہ خیال آئے گا کہ اگر کسی نے پوچھا تو سچ کہنا پڑے گا ۔ اور شرمندگی یا ذلت یا سزا اٹھانی پڑے گی ۔ پس [illegible] سچ ہی اس کو ہر قسم کی برائی کرنے سے روکتا ہے ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جھوٹ تمام گناہوں کی ماں اور سچ سب برائیوں کا علاج ہے ۔ سچ بیٹھ میں

نیکیاں ہیں۔ اور جھوٹ کی گرہ میں ساری برائیاں ✦

(۵) بعض حکیموں نے اس کی تحقیقات کی اور حیرانی میں ہیں۔ کہ جھوٹ سے آدمیوں کو نہ شاعرانہ خوشی ہوتی ہے۔ نہ تاجرانہ نفع ملتا ہے۔ پھر وہ کیوں جھوٹ بولتے ہیں اس کے زہر میں عسل کی حلاوت جانتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ سچ کی نسبت جھوٹ زیادہ پر رونق معلوم ہوتا ہے۔ وہ شمع کی سی روشنی ہے۔ جس میں رنگ برنگ کے تماشے اور بازیاں بڑی خوشنما دکھائی دیتی ہیں اور سچ دن کی سی روشنی ہے کہ جس میں وہ بوقلمونی و رنگ آمیزی پھیکی پڑ جاتی ہیں۔ سچ ایک آبدار موتی ہے۔ جو دن میں آب و تاب دکھاتا ہے شب چراغ نہیں۔ جو رات ہی کی روشنی میں جگمگاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ جھوٹ میں لطف زیادہ آتا ہے۔ سب فانی دل خوش ہوتا ہے۔ اگر آدمیوں کے دلوں سے جھوٹ ہوش کی خیالات و تشخص و شیخی و تعلی نکل جائیں۔ تو ان کی ساری امنگیں و ترنگیں و ولولے دل سے نکل کر ایسا افسردہ اُن کو کر دیں۔ جیسے کہ بدن سے کل خون نکل کر صرف پوست و استخوان باقی رہ جائیں ✦

بعض آدمی کہتے ہیں کہ ہم سچے ہیں مگر اُن کے دل میں راستی اس طرح ثابت نہیں جیسے کہ آسمان پر ثوابت ثابت ہیں بلکہ ان کا حال شہاب ثاقب کا سا ہے۔ کہ ہوا میں ناچتا ہے ادھر چمکا۔ اُدھر غائب ہوا۔ راستی ان کی دل پر پتھر کی لکیر نہیں بلکہ ریت پر نقش ہے کہ ہوا کے جھونکے سے اس کی شکل مٹتی ہے۔ اور دم پھونکنے سے اس کی صورت بگڑتی ہے۔ ان کے دل میں راستی کی روشنی یوں دکھائی دیتی ہے جیسا کہ طوفان باد و باران میں ستارہ جھلملاتا ہوا گو وہ بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ مگر تھوڑی دیر میں ایسا نظر سے غائب ہو جاتا ہے۔ کہ یہ شبہ پڑ جاتا ہے کہ وہ پہلے دکھائی ہی دیا تھا۔ یا صرف نظر کا دھوکا ہی تھا۔ بہت سے آدمی اپنی سچی راہوں کو اس طرح بدلتے رہتے ہیں جیسے عورتیں اپنے آن چاہنے والوں کو جن سے شادی کرنی منظور نہیں ہوتی جب نئے خواستگار مل گئے۔ پرانے چاہنے والوں کو چھٹی دیا۔ آدمی کو جھوٹ سے ایسی محبت ہے کہ جو جھوٹی باتیں اس کی آنکھ کو خوشنما معلوم ہوتی ہیں اُن کو سچ یقین کر لیتا ہے۔ مگر سچ بھی وہ

قدرت رکھتا ہی کہ گو کوئی اُس پر ناک بھوں چڑھائے۔ مگر وہ اپنے سنجیدہ ثبوت سے اس تیوری کے بل کو نکال ہی دیتا ہے سچ کی روشنی خود اُس کی ذات سے ایسی عیاں ہوتی ہی جو دروغ کو بے فروغ کر دیتی ہے۔ حق کے آخر سب طالب ہیں اور اسی کے دعوی غالب

(۶) امر حق کی تحقیق ایک بڑا ادق کام ہے وہ ایک بڑا مستحکم قلعہ ہے تا کہ جس کے گرد مضبوط دیوار نہایت استوار تقدیر نے کھینچ دی ہے۔ فراست اس قلعہ کشائی پر مامور ہوتی ہے کہ اس کو نہایت محنت توجہ سے سب طرف سے گھیرتی ہے۔ اپنی تیغ بچانے کا خیال رکھتی ہے اُس کے اندر جانے کے تمام رستوں اور راہوں کو قریب جا کر بڑی ہوشیاری سے دیکھتی بھالتی ہے۔ کبھی اُس کو یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ میں نے اس قلعہ کے ایک حصہ کو فتح کر لیا۔ مگر تھوڑی دیر بعد آپ اس پر متحیر ہوتی ہے۔ کہ فتح کیسی مجھے تو خود شکست ہو گئی ہے۔ پھر وہ تیار ہو کر از سر نو حملہ آور ہوتی ہے۔ اور اپنی مشکل آسان کرتی ہے۔ مدتوں تک پڑی رہتی ہے۔ مگر عقلی توپ خانے لگاتی ہے اور شکستوں پر شکستیں پاتی ہے۔ براہین حجج و استدلال کے گولے مارتی ہے۔ اور نازک تر قول اور نتائج کو دیکھتی ہے۔ آخرکار وہ حق کے قلعہ میں جو چاروں طرف سے بند تھا داخل ہوتی ہے۔ یہ جب دل بے قرار ہو کر اپنے رخ کو ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف پھیرتا ہے۔ اور قوائے عقلیہ کو کہتا ہے کہ ایک بات کو سمجھ دوسری بات کو فیصلہ کر تیسری بات کی توضیح کر۔ چوتھی بات کو یاد کر۔ اس طرح ہم بعض چیزوں کے نہایت نازک تفاوت و مطابقت معلوم ہوتے ہیں اور آخر کو بڑی مشکل اور دشواری سے وہ ایک بات کو فرض کر کے اس کے آخری نتائج البتہ معلوم کرتے ہیں کہ پہلے جو باتیں آپس میں متضاد و متناقض معلوم ہوتی تھیں اور ایک دوسری کی قاطع تھیں جس کے سبب سے مطلب سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ ان کے اجزا باہم پیوستہ اور ایک دوسرے کے موقوف علیہ معلوم ہوتے ہیں۔

علوم کی تحقیقات میں امر حق کے دریافت کرنے کا یہی طریقہ ہے جو نہایت دشوار ہے سچائی کا حال ایسا ہے جیسے کہ کسی بڑی بیگم کا۔ جس کا نازک مزاج ہو اول تو اس کی

مصیبت ہی نظر آتی ہی اگر صورت نظر آجای تو پہلے وقت میں ملاقات نہیں ہوتی اب
ضرور کہیے ہی کہ مذاق و لوازمع سے اس کی طرف مخاطب ہو اور کہتی ہی نہیں کہ
التفات تو کیا۔ غرض یہ تمام مدتوں با پڑتے سہلی سے اور شفقت [illegible] قدرت اتحاد
[illegible] اس [illegible] نکتہ شناس [illegible] جو [illegible] وہ [illegible] عاجز سے [illegible]
اٹھتی ہے کسی امر حق کو جب ہی دریافت کیا ہے کہ [illegible] جنت کر لیتا [illegible] اگر [illegible]
[illegible] وہ کبھی خالی ہاتھ [illegible] تحقیق حق میں جو کچھ [illegible] ہوتا ہے وہ ریاضت [illegible]
[illegible] کا ثمرہ ہوتا ہی۔ تحقیق حق کی حد انتہا نہیں۔ تمام امور حق میں قدم حق کی [illegible]
[illegible] وحشت [illegible] ہوتی ہی۔ ہر شخص حق کا میدان نہیں ہو [illegible]
[illegible] کے سامنے [illegible] بے دھڑک کھڑا ہو۔ تھوڑے آدمی ایسے ہوں
ہیں کہ حق کی پیروی میں [illegible] بے تحاشا حملہ آور ہوں اور حق کے دشمنوں
[illegible] ہوتا ہے وہ حق کو قبول [illegible]
رکھتے ہیں وہ ان کے ہوا و ہوس [illegible] کو روکتی ہے نفس میں [illegible] پیدا کرتی
ہے [illegible] اسی طرح بتدریج بدلتی ہی کہ [illegible] معلوم نہیں ہوتا [illegible] صحیح اس کو
عقل کی طرف لے جاتی ہے جو [illegible] کی ترقی سے انقلاب واقع ہوتے ہیں وہ انسان کو
[illegible] ہیں مگر ان آدمیوں پر بار خاطر ہوتے ہیں جو ظلم کرتے ہیں [illegible]
دیتے ہیں تھوڑے ہی آدمیوں [illegible] کھلتے ہیں۔ جو اس کی دھن میں آخر ہوتے ہیں ✽

(۷) چھوٹی چھوٹی باتوں میں جھوٹ بولنے کی اندر بہت انکاری نہیں پاتی۔ اور یہ نہ
سمجھنا چاہیے کہ [illegible] تو [illegible] سچ بولنا ضرور ہی۔ اگر یوں جھوٹ بولو گے تو لوگ
[illegible] اس کے عادی [illegible] جاؤ گے۔ عادت میں وہ زور ہے کہ پھر [illegible]
[illegible] اس عادت کے سبب سے لوگ بری طرح تمہارے اخلاق کا
اندازہ کریں گے اس لئے بچوں کو چھوٹی چھوٹی باتوں سے ابتدا ہی سے روکنا چاہیے۔ اگر کوئی

بات ایک دروازہ میں ہو۔ اور وہ دوسرے دروازہ میں بیان کریں تو اُن سے ہمیشہ صحبت نہیں کرنی چاہئے۔ اُن کو ڈانٹنا چاہیئے تم نہیں جانتے کہ اس طرح سچ سے انحراف کہاں تک نوبت پہنچاتا ہے۔ ساری گمراہیاں جھوٹ ہی سے پیدا ہوتی ہیں +

(۸) رسم و رواج اور پرانے احکامات امر حق کی تسلیم کرنے میں بڑے حارج ہوتے ہیں جب ایک سچی بات معلوم ہو جائے تو رسم و رواج کو بالائے طاق رکھ کر اُس کو تسلیم کرنا چاہئے۔ پہلے زمانہ کے توہمات باطلہ اور وساوس کا دل میں بس جانا بڑا دشمن جانی سچی اور عقلی باتوں کے ماننے کا ہے پہلے جو لوگ لکھ گئے ہیں اُس پر کوئی حسد نہیں کرنا چاہیئے پہلے زمانہ سے اُن کو مانتے آئے ہیں اب بھی انہیں زمانہ دراز کی باتیں ایسی خوش نظر آتی ہیں جیسے کہ دور کی چیزیں فاصلہ کے سبب سے خوشنما معلوم ہوتی ہیں +

یہی ایک بات ایسی ہے۔ جو ہمیشہ ہم سے راستی سے انحراف کراتی ہے۔ امر حق جب ہی منکشف ہوتا ہے کہ متصل و متواتر غور اور خوض ہوتے چلے جائیں اور خیالات کی تصحیح و ترمیم ہوتی رہے انکشاف حق میں انسان کے تمام قوائے عقلیہ کا ظہور ہوتا ہے۔ ہر نسل وا اشخاص کا ایک حصہ مقرر ہے پس ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے حصہ کا حق ادا کریں یہ نوع انسان کا کام ہمیشہ کے لئے ہے۔ زمانہ دراز میں بڑی تحقیقاتوں سے ایک امر قائم ہوتا ہے جھوٹ تو نہیں جلد رونق پاجاتا ہے۔ جس بات کی بنیاد راستی پر نہیں ہوتی اُس کو نیچر پلٹ کر کسی نہ کسی وقت میں دکھا دیتا ہے۔ کہ وہ بے اصل ہے۔ اس لئے کہ دیر تک مکر و فریب نہیں چلتا۔ کاٹھ کی ہانڈی دیر تک نہیں چلتی۔ کاغذ کی ناؤ دیر تک نہیں بہتی +

(۹) انسان کی خوشی کی بنیاد سچ پر ہے۔ اس کے گروہوں کے باہمی اتفاق کی بندش سچ پر ہی ہے۔ بغیر سچائی کے نہ کسی زبان پر اعتبار ہو سکتا ہے۔ نہ قسم عہد و پیمان و ضمانت پر اعتماد۔ نہ کسی فریق میں دوستی و اتفاق +

کہتے ہیں کہ شیاطین بھی آپس میں سچ بولتے ہیں تو ان میں اتفاق رہتا ہے +

(۱۰) تمام علوم کا مرکز سچ ہے۔ انسان کے دل میں بڑا واعظ ناصح سچ ہے جب دل میں راستی کی دھنیں اٹھتی ہیں تو حق کی فوجیں نازل ہوتی ہیں کوئی چیز اس سے خالی نہیں کواکب میں آفتاب میں گل و شبنم میں موجود ہے۔ انسان فانی ہے اس کی سچائی بھی فانی ہے۔ مگر خدا کی سچائی ازلی و ابدی ہے۔ اس کی بنیاد کو کوئی خوف و خطر نہیں اس کا سر سب آفتوں سے محفوظ ہے وہ اس ہاتھ کی بنی ہوئی ہے جس نے آسمان بنایا ہے۔ بھلا اس پر طوفان کا اثر کیا ہوگا اور تند لہروں کا تلاطم اس کو کب اپنی جگہ سے ہلا سکے گا۔ وہ زمانہ کی ہزاروں سالوں کی طغیانی میں قائم رہتا ہے۔ اس کو ہمیشگی ہے ✣

(۱۱) افعال کا اقوال کے ساتھ موافق کرنا راست بازی ہے۔ سچ بولنا فراخ حوصلگی ہے۔ انسان کے دل میں نیکی ہوشمندی انصاف سچ ہی پیدا کرتا ہے راستی ہی اس کی راہ کو روشن بناتی ہے۔ ان میں استقلال اور ثبات پیدا کرتی ہے۔ فہم و فراست کو روشن اور نیت کو درست حافظہ کو خیالات سے معمور کرتی ہے تکالیف کو گھٹاتی ہے۔ درحقیقت راست بازی ہی کا نام دانشمندی ہے۔ اس کے بغیر آدمی اندھا ہے اگر چہ عقل کی آنکھ کی پتلی ہے کوئی بیش بہا تحفہ ایماندار انسان کے پاس نہیں۔ مکاری اور ریاکاری سے بہت زیادہ فائدے راست گفتاری سے حاصل ہوتے ہیں ✣

(۱۲) سچ کی بڑی اور عمدہ نشانی یہ ہے کہ تمام عالم اس کا تجربہ اور امتحان کرے تو اس کو ایک ہی طرح پائیگا۔ اور کبھی اس میں تغیر و فرق نہ دیکھیگا ✣

(۱۳) سچائی میں سوا اچھائی کے کچھ اور نہیں ہوتا۔ سچ سے محبت کرنی اور خدا سے محبت کرنی ایک ہی معنی رکھتی ہے اس لئے کوئی فرض انسان کا سچائی کی محبت کی برابر نہیں۔ اصل نسب کی شرافت سچائی ہے۔ تمام صداقت کی لیاقت کا تاج سچائی ہے۔ سچائی انسان کا زیور ہی نہیں بلکہ اس کا ایک آلہ ہے امیر آدمیوں کے لئے سچائی شان و شکوہ ہے جیسے

آدمیوں کا وہ راس المال ہے رزق ہے اس کی سخاوت ہے۔ اس کے اعتبار کا محض ہے
جیسی آفتاب کی روشنی ہے کہ کسی غلاظت سے ناپاک نہیں ہو سکتی۔ سچائی ہی ہمارے علم کا
اصلی موضوع ہے جیسی کہ ہماری نیت کی موضوع نیکی ہے۔ عقل جھوٹ سے خوش نہیں ہو سکتی
جیسے نیت کسی ظاہری بدی سے۔ سچائی پر ہماری بہت سے معاملات موقوف ہیں
یہ بڑی شرم اور کم بختی کی بات ہے کہ ہم اس کو نہ سیکھیں جس راہ میں ہم چلتے ہیں اس میں
وہ ایسی چمکتی ہوئی روشنی ہے جو نفوس میں لکھی ہوئی ہوتی ہے کہ دوڑنے والے بھی پڑھ لیں
بس تم اس سے کیمیا بناؤ۔ کہ جیسی کی سچا ہو علم دانشمندانہ ہو۔ شہ کی عارفانہ۔
(۱۴) یہ امر شبہ ہے کہ جو لوگ چاندی سونے کی کانیں بتلاتے ہیں اُن کا
آدمی احسان مند ہو۔ یا اُن کا جو اُن کو صاف کر کے اُن پر سکہ چھاپ کے اور قیمت
مقرر کر کے رائج کرتے ہیں بس اسی طرح یہ امر بھی تحقیق نہیں کہ انسان ان لوگوں کا
ممنون ہو جو سچی باتیں کتابوں میں لکھ کر صندوق میں بند کر گئے ہیں یا اُن کا جو
لڑکوں کو وہ باتیں سکھاتے پڑھاتے ہیں گو انھوں نے خود سچائی کو منکشف نہیں کیا۔
جو صندوق کے اندر تھی کتابوں کی قید میں وہ تھی اُسے آزاد کیا۔ انھوں نے سچائی کی روشنی
کو بند کر کے نہیں رکھا۔ بلکہ اُس سے ہزاروں مشعلیں روشن کر کے اپنے ہاتھوں میں لے کر
جہاں جہاں جہالت کی گہری تاریکی تھی وہاں لے گئے ہیں۔
(۱۵) سچ کے تین حصے ہوتے ہیں اوّل سچ کی تحقیقات کرنا جس سے اس کا عشق ظاہر
ہوتا ہے دوم سچ کا جاننا جس سے اس کا موجود ہونا ثابت ہوتا ہے۔ سوم
سچ کا یقین کر لینا ہے جس سے آدمی مسرور ہوتا ہے۔ یہ تینوں باتیں انسان کی نیکی کی
بادشاہ ہیں سچ کا زبان سے کہنا آسان ہے۔ وہ کانوں کو گیت اور باجوں کے
آوازوں کی طرح بھلا معلوم ہوتا ہے۔ اس کے احکام سننے سے دل خوش ہوتا ہے
بہت آدمی اس نیکی کی تعریف کرتے ہیں لیکن اس کے علم کی پیروی نہیں کرتے اس کی

پیچ دار راہوں پر چلنا بھی سخت دشوار ہے۔ بڈھب نام اکثر ہنرمندی کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں اور بہت سے رمز و کنایہ میں اس کے معنے بیان کئے جاتے ہیں جب سچائی کی سچی تصویر بناؤ تو اس میں نور الٰہی نظر آئیگا لیکن اگر جھوٹی تصویر بناؤ تو وہ آنکھوں کو بڑا دھوکا اور فریب دیگی +

جھوٹ سچ دونوں آپس میں بڑی بیباک بداخلاق سے مل کر ٹھگوں کی طرح گھات میں لگے بیٹھے رہتے ہیں اور موقع پاکر ہم کو زخمی کرتے ہیں +

(۱۶) ایک سچائی اور سچائیوں کا بیج ہوتا ہے۔ وہ آدمی کے دل میں اس لئے بویا جاتا ہی کہ وہ پھولے پھلے۔ سڑکر پڑا نہ رہے۔ اس بیج میں جو قوت دل مر لاتی ہے وہ آزادی ہی۔ جب توانائی دل اور آزادی دونو جمع ہوکر ایک کام پر توجہ کریگی تو اس میں سچائی زیادہ دریافت کرلیں گے +

(۱۷) جو شخص انکشاف حق کیواسطے مستعد ہوتا ہی اُس کو غلطی اور ناحق یقین سے لڑنا پڑتا ہے۔ یہاں کی کچہری ایسی صاف دل اور روشن ضمیر نہیں ہوتی کہ وہ تنقیح لکھکر فیصلہ کردے۔ اس لئے اُس کو اپیل آیندہ نسلوں میں کرنا پڑتا ہی جو سچی ڈگری اسکے حوالہ کریں +

(۱۸) جیسے ہمیشہ خشک زمین میں پیداوار کے واسطے پانی کی ضرورت رہتی ہی ایسے انسان کی خوشی کے واسطے سچائی کی حاجت رہتی ہی۔ جیسے کہ ایک درخت دریا کے کنارہ پر پیدا ہو تو وہ آفتاب کی تپش اور موسم کی سختی کی آفتوں سے محفوظ رہتا ہی۔ بس ایسی ہی جس شخص کے دل میں مذہبی دانائی ہمیشہ آتی رہتی ہے وہ تمام دکھوں سے بچتا رہتا ہے۔ گو اتفاق سے وہ جھوٹ کی تاریکی میں چلا بھی جائی تو بھی اپنی اصلی روشنی کو نہیں کھوئیگا +

حق کا آفتاب جس کو فنا نہیں کبھی بادلوں میں چھپ جاتا ہے اس سبب سے نہیں ہوتا

کہ اس کی روشنی میں کوئی عیب لگ جائے۔ مگر ہاں تعصب ایمان کا نقص اس کو تاریک دکھاتا ہے ✣

(۱۹) بعض نیک نہاد شاعری کو بھی برا کہتے ہیں کہ شاعر جھوٹ کے پتلے ہوتے ہیں اور ہمارے دل میں جھوٹے خیالات پیدا کرتے ہیں۔ مگر ایسے جھوٹ سے جو صرف خیال میں آکر گذر جائے۔ کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ ہاں جو دل میں بیٹھ جائے۔ یا دوسروں کے دلوں میں چھایا جائے تو۔ البتہ اس سے مضرت پہنچتی ہے ✣

(۲۰) حکیم ڈیمقراطیس کا قول ہے کہ سچائی ایک عمیق چاہ کی تہ میں پڑی ہوتی ہے۔ جس کا پانی شیشہ کی طرح چمکتا ہے۔ اور اس کا عکس دکھاتا ہے۔ مگر تہ بہت اس کے باہر نکلنے کی امید بہت کم ہے۔ سنا گیا ہے کہ بعض دفعہ حکماء تحقیق حق میں اپنے نفس کی تصویر سچائی سمجھ کر اس کی تعظیم و ادب کرنے لگتے ہیں ✣

(۲۱) سچ ایک چشمہ عظیم ہے کہ زمین گرم ملتا ہے۔ مگر اس کے منبع کے گرد برف کے انبار لگے ہوئے ہیں جن میں وہ گذرتا ہے۔ جو چیزیں اس کی سد راہ ہوتی ہیں ان کو آگے سے لپیٹ کر بہاتا ہے۔ اور جتنا وہ چلتا ہے اتنی ہی اس کی دھار تیز ہوتی جاتی ہے۔ جب موسم نہایت سرد ہوتا ہے تو وہ رک جاتا ہے۔ اس کی روانی میں توقف ہوتا ہے۔ مگر وہ فنا نہیں ہوتا۔ وہ موسم کے بدلنے کا منتظر رہتا ہے۔ جس سے وہ دوبارہ زندہ ہو کر پھر آگے چلتا ہے

(۲۲) ایک گھر جل جائے اور اس کا اسباب خاکستر ہو جائے۔ جس میں ایک چاندی کا ٹکڑا بھی گر چھپ جائے تو بہت سے خاکستر کے ڈھیر اٹھانے پڑینگے اور سلیقہ سے بڑی محنت کرنی پڑے گی۔ تو یہ چاندی کا ٹکڑا ہاتھ آئیگا۔ اس سے محنت کی اجرت مل جائیگی ایسے ہی جب کسی شے میں اختلاف آرا ہوتا ہے اور وہ سب آئیں سوائے ایک کے غلط ہوتی ہیں تو ہم متضاد زاویوں کے مختلف شاخوں کے تجزیہ و تحلیل کر کے امر حق کو دریافت کر دیتے

(۲۳) ضرور نہیں ہے کہ سچ کو ذہانت کا لباس پر تکلف پہنایا جائے۔ یہ لباس تو جھوٹ کے لیے

درکار ہوتا ہی جو اس کو چھپاوی +

(۲۴) دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی تماشا خوشنما نہیں کہ ایک شخص سچائی کی حمایت میں دشمنوں کے روبرو ایسی جوانمردی دکھاتا ہو اور شہید ہو کر اپنے یقین اور ایمان پر اپنے خون کا ٹھپہ لگایا ہو۔ اگر تم کو آسمان پکڑ کر پامال کر ڈالے تو بھی سچ بولو اور اگر تمام دنیا کی نعمتیں تم کو ملیں تو بھی جھوٹ نہ بولو۔ سچ ہمیشہ سبک ہوتا ہے۔ گو وہ بعض وقت آزار رساں روشنی میں پوشیدہ ہو جاتا ہی۔ وہ ہمیشہ اس روشنی کی طرح عزیز ہوتا جو تاریکی میں پہاڑوں کی گھاٹیوں دکھاتی ہیں وہ ایک ستارہ جو جہاز کو طوفان میں رہنمائی کر کے سلامت رکھتا ہے +

(۲۵) سچائی اپنی ذات میں ایسی ایک موافقت اور مطابقت رکھتی ہے کہ اس کو اپنے لئے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ ہمارے پاس ہی رہتی ہے ہمارے ہونٹوں پر بیٹھی رہتی ہی۔ ہم کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ وہ بے تکلف باہر نکل جاتی ہے۔ برخلاف اس کے جھوٹ بڑا دہشتناک ہوتا ہی۔ اس پر آدمی کو ایجاد کی کشمکش میں پھنسنا پڑتا ہی اور فریب پر فریب ایجاد کرنے پڑتے ہیں +

(۲۶) سچائی کے قبول کرنے کے لئے دل کی ایک خاص حالت ہوتی ہے۔ جب تک اس میں ایک قبول کرنے کی اہلیت نہیں ہوتی۔ اس کا قبول کرنا ایسا ہوتا ہے جیسے کہ آدھی رات کو آفتاب کا طلوع ہونا۔ جو کٹوا کیچڑ سے اٹا ہو اس میں پانی ڈالنے سے کیچڑ کی اور لت پت ہوگی۔ ایسے ہی جو دل نجاست سے بھرا ہے اس میں سچی کے ڈالنے سے اور نجاست اچھلیگی۔ بعض آدمی بار بار کلام الٰہی سنا کرتے ہیں تو بھی ان کو حق کا علم نہیں ہوتا بلکہ سننے سے اور دل سخت ہو جاتا ہے اس واسطے جو وعظ کہ ان کے دل پر گزرتے ہیں اور وہ دل کے اندر نہیں پہنچتی۔ ان کا حال بیج کا سا نہیں ہوتا۔ بلکہ مسافر کے رستہ پاؤں کا سا ہوتا ہی کہ وہ رستہ کو اپنی گزرگاہ بنانے سے اور زیادہ سخت کرتے ہیں +

(۲۴۴) دنیا کے کاموں میں سچ سب سے زیادہ عمدہ بات ہے۔ جو لوگ سچ کو نہیں مانتے وہ بھی کہتے ہیں کہ ایمان معاملہ اور کھرا پن دین آدمی کی عزت ہے۔ دنیا کے کاروبار میں جھوٹ کا ملاؤ ایسا ہی ہے جیسے کہ سونے چاندی کے سکوں میں ادنیٰ دھاتوں کو زیادہ وہ کام کا بنا دیتا ہے مگر اس کے ساتھ ان کو کھوٹا بھی کر دیتا ہے۔ کوئی چیز آدمی کو ایسا بے وقعت نہیں بناتی جیسے کہ جھوٹ اور دغا۔ جھوٹ کیوں سب برائیوں سے زیادہ برا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ جھوٹ بولنے والا خدا سے نڈر اور آدمی سے خوف کرنے والا ہوتا ہے۔ جھوٹ خدا کا سامنا کرتا ہے۔ اور آدمی سے جھجکتا ہے۔ جھوٹ بولنا دل کی نامردی اور ضعف کی علامت ہے۔ تم کو متنبہ ہونا چاہیے کہ عجیب چیزوں اور کہانیوں کو بلا یقین ذکر کرو اور اس سے زیادہ اس امر کی احتیاط کرو کہ تم خود اپنی کہاوتوں کے سامنے نقل نہ کرو گے۔ اس واسطے اگر وہ جھوٹ ثابت ہوں گے جیسے کہ اکثر وہ ہوتی ہیں تو تم کو بھی اس جھوٹ کے نقل کرنے کی ندامت اٹھانی ہوگی اور اپنے اوروں کا بھی نقصان ہوگا۔

(۲۴۵) بعض اصلی سچائیاں تو ایسی ہوتی ہیں جن پر اور بہت سی سچائیاں چھپی جاتی ہیں اور ان سب میں ایک مناسبت و موافقت ہوتی ہے۔ ان کا حال آسمان کی روشنی کا سا ہوتا ہے کہ خود ہی خوبصورت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ اور چیزوں کو بھی اپنی روشنی سے چمکاتی ہے۔ جو بغیر اس روشنی کے معدوم نہ ہوتیں تو دکھائی نہ دیتیں۔ حضرت مسیح کا یہ قول کہ تو اپنے ہمسایہ کو ایسا پیار کر جیسا کہ تو اپنے تئیں۔ ایک ایسی اصلی سچائی ہے جس پر کہ نوع انسان کے سارے اخلاق کی بنا قائم ہے۔ اور اسی نے تمدنی اخلاق کی ہر مشکل مسئلہ آسان کر دیا ہے۔ پس ایسی اصلی سچائیوں کی جستجو چاہیے۔ اور دل میں ان کا خزانہ جمع کرنا چاہیے۔

(۲۴۶) جو شخص سچ جانتا ہو مگر اس کو عزیز نہیں رکھتا اس کا حال جیسا کہ دیکھا ہے

کہ آنکھیں رکھتی ہی مگر ایسی بہری کہ آفتاب کو نہیں دیکھ سکتی

تمام دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ گو کوئی چیز معدوم اور کم نہیں ہوتی مگر سب چیزیں بدلتی رہتی ہیں لیکن سچائی کبھی نہیں بدلتی سچائی میں حیات ۔ قوت ۔ جان سب ہوتی ہیں مگر ہم نہ خود اوس کو سمجھ سکتے ہیں نہ سمجھا سکتے ہیں +

سچائی یہ چاہتی ہی کہ مجھ کو تم پیار کرو ۔ مگر وہ خود کسی کو پیار نہیں کرتی وہ ہماری پاس آتی ہی اور ایسی چلی جاتی ہی کہ پھر مڑ کر نہیں دیکھتی ۔ ہم جھوٹ کی طرف رغبت کرتے ہیں تو وہ ہم سے بار بار بغل گیر ہوتا ہے ۔ اس کے ساتھ خوب عیش اڑاتے ہیں اس کے عشق میں دیوانے ہوتے ہیں اور اس کی باتوں سے دل خوش کرتے ہیں اس کی بغل میں سو کر موت اور سچائی کے خواب دیکھتے ہیں مگر ان سے نفرت کرتے ہیں +

(۳۰) ایک شاعر نے کہا ہی کہ سمندر کے کنارہ پر کھڑے ہو کر جہازوں کا آنا جانا دیکھنا یا کسی قلعہ کے جھروکے میں سے میدان کارزار کی ہنگامہ آرائی کا دیکھنا ۔ بڑی خوشی کے تماشے ہیں مگر یہ خوشی اس خوشی کے آگے ہیچ ہے ۔ کہ ہم سچائی کے پہاڑ پر جو سب سے زیادہ سربلند ہے اور جہاں صاف اور خوش آیندہ ہوا چل رہی ہی ۔ وہاں کھڑے ہو کر نیچے جھوٹ کی خرابیاں اور طوفان اور پھیر اور آوارگی دیکھیں مگر یہ دیکھنا بہ نظر عبرت ہو نہ غرور کی نظر سے +

(۳۱) علم و عقل کا اندازہ راستی سے ہوتا ہے سوا اس کے خواہ کسی بات کو لوگوں نے مان بھی لیا ہو اور اس کو پسند بھی کر لیا ہو ۔ اور اس کا شاد و نادر ہوتا اس کی سفارش بھی کرتا ہو ۔ مگر وہ جہالت یا بدتر از جہالت ہے +

(۳۲) نیا سونا جو پایا جاتا ہی وہ جب تک مروج نہیں ہوتا جیبوں کا بوجھ ہی ہوتا ہی ۔ یہی حال نئی سچ کا ہوتا ہی ۔ کہ جب تک وہ مروج نہیں ہوتا ۔ فائدہ نہیں دیتا +

(۳۳) سچائی ایک بیج ہے جو بڑی گہرائی کے اندر رکھا گیا ہے مگر دنیا کے اندر وہ ظاہری رسم و رواج کی جھوٹی ترازو میں تل جاتی ہے +

(۲۴۳) خلاصہ تمام اوپر کے مضامین کا یہ ہی کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مذہباً ہر جھوٹ انسان کو
ناخوش کرتا ہی۔ اور معاملات دنیا میں بے اعتبار و ذلیل کرتا ہی۔ جھوٹا بڑی حماقت
کا لفظ ہی+ سچ یاد رکھنا ہی۔ جھوٹ ایجاد کرنا ہی+

(۲۴۴) بعض حکماء کا مذہب یہ ہی کہ نیک کام وہ ہی جو سوسائٹی کی خوشی بڑھائے
اور برا کام وہ ہی جو اس کی خوشی گھٹاوے ان کے نزدیک وہ جھوٹ گناہ ہیں اخلاقی
نہیں جو انسانوں کو خوش کرتا ہی۔ جو خباثت دلی اور سیاہ باطنی سے کہا جاوے
جس سے اس کی یا اوروں کی خوشی کم ہو تو وہ قابل نفرت ہی۔ ورنہ وہ جھوٹ
جس سے خوشی اپنی حاصل ہو جاتی ہو برائی میں داخل نہیں سیکڑوں باتوں سے
آدمیوں کے دل خوش ہوتے ہیں جاہلوں نے ان کا نام جھوٹ رکھ چھوڑا ہے ان کے
نزدیک اگر دنیا میں سچ کے طرفدار سچ کی سلطنت جما دیتے تو وہ بالکل سنسان ویرانہ
اور عبرت زدہ ہو جاتی۔ تفریح طبع کے سارے سامان غارت ہو جاتے۔ نہ دل لگیاں نہ چہلیں
نہ بازیاں۔ نہ ٹھٹھول۔ نہ ہنسی۔ نہ آؤ بھگت۔ تواضع تکریم خوش اخلاقی کی باتیں تمام
رہتیں نہ ہمارے دل بہلانے کے لئے قصے و افسانے ایسے بنتے کہ جن سے تجربہ بڑھتا
اور ہمارے اخلاق کی پالش ہوتی۔ نہ ہم کسی کی حماقت پر مسکرا سکتے۔ نہ کسی کی بہادری
پر تحسین کر سکتے۔ نہ عاشق و معشوق میں ناز و انداز کی باتیں ہوتیں پھر جب یہ عشق کی
باتیں نہ ہوتیں تو شاعری کہاں ہوتی۔ شاعروں کی زبان پر مہر خاموشی لگ جاتی+
اگر کوئی شخص انسان کی شایستگی اور تہذیب کی تاریخ کی تحقیقات کرے تو تحقیق ہوگا
کہ آدمی جتنا جھوٹ بولنے کے فن میں ترقی کرتا گیا اتنی اس کی شایستگی بڑھتی گئی
جو شخص اوروں کو خوش کرنا اور اپنی خوش اخلاقی کی تعریف سننی چاہتا ہی۔ اور اوروں سے
بھی چاہتا ہی کہ وہ اس سے بخوش اخلاقی پیش آئیں اس کی زندگانی ایک طولانی جھوٹ
ہوتا ہے۔ روزمرہ دیکھتے ہیں کہ بیگموں کی خوش مزاجی کی جب تعریف ہوتی ہے کہ

نفیس جو مریض پیش کرے۔ اس کے لینے سے وہ زبان سے انکار کریں گو سو دل سے خواستگار ہوں جب مجلس میں کسی کو صدر انجمن بنائیں یا ممبر پر بٹھائیں یا امام بنائیں یا کسی کو اعلی عہدہ دیں تو وہ زبان سے اس کے قبول کرنے میں کوئی عذر پیش کرے۔ گو اس نے در پردہ ہزار سعی اس کے حاصل کرنے کے لئے کی ہو۔ ایسی باتیں بنانی حسن اخلاق میں داخل ہیں۔ ان میں جھوٹ بولنا ہی لطف دیتا ہے سچ میں یہ مزے کہاں۔ غرض جہاں نقصان نسبت فائدہ کے زیادہ ہو وہاں جھوٹ ایسے حکما کے نزدیک داخل گناہ نہیں +

موت۔

بچے اندھیرے میں جاتے ہوئے ڈرتے ہیں اور اگر ان سے یہ کہہ دو۔ کہ اس اندھیرے میں ہوا بیٹھا ہے یا اور ڈراونی کہانیاں اس کی سنا دو تو اور زیادہ انہیں جلدی سے خوف کرنے لگیں گے۔ اسی طرح آدمی موت سے ڈرتے ہیں۔ جب آدمی موت کو یوں خیال کرتا ہے کہ وہ گناہ کی سزا ہے اور ایک عالم سے دوسرے عالم میں جانے کی راہ ہے تو یہ خیال مذہبی ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس سفر آخرت کی زاد راہ کے لئے وہ تیاری کرنے اور موت سے کم ڈرنے لگتا ہے۔ مگر مذہبی خیالات میں بعض اوقات توہمات باطلہ اور بیہودہ خیالات بھی شامل ہو جاتے ہیں +

بعض کتابوں میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ اگر ایک آدمی کی انگلی کی نوک پائی جائے تو اس کو کس قدر دکھ درد ہوتا ہے۔ پس اس پر قیاس کرنا چاہئے۔ کہ جب موت آئیگی اور ہر عضو پر صدمہ عظیم پہنچائیگی۔ تو کیا غضب کی تکلیف ہوگی۔ اس خیال سے موت کا خوف زیادہ ہو جاتا ہے۔ باوجودیکہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جان آسانی سے نکل جاتی ہے کہ اس میں اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنی کہ ایک عضو کے درد سے۔ موت کا خوف فقط ہیبت کے خیال سے ہوتا ہے سمجھنے کی بات ہے۔ حکیموں کا قول ہے کہ موت میں اتنی تکالیف نہیں

بقیہ گر اُس کے جلو کی چیزوں میں ہے جو یہ ہیں کہ مریض کا بستر پر تڑپنا۔ کروٹیں بدلنا ہاتھ پاؤں کو دے دے مارنا کبھی سکیڑنا کبھی پھیلانا۔ کراہنا۔ آہ و فغاں کرنا۔ دوستوں کا آنا اور غمزدہ ہونا۔ عورتوں اور بچوں کا رونا نوکروں کا بدحواس زرد چہرہ ہوکر خدمت کیا کرنا۔ گھر کا ڈراونا ہونا۔ آس پاس بیمار کے پلنگ کا بچھنا۔ اس کے گرد شمع و فرش کا دہشت ہونا۔ طبیبوں کا بیٹھنا اور مایوس اٹھنا آخر کو موت کا آجانا۔ تجہیز و تکفین کی تیاری کا ہونا۔ یہ سب باتیں موت سے زیادہ دل پر خوف طاری کرتی ہیں خدا نے انسان کے دل میں ایسے جذبے بھی رکھے ہیں کہ وہ موت کے خوف کو کم کر دیتے ہیں۔ انتقام کا جوش موت کے خوف پر غالب آتا ہے۔ عشق تو موت کی کچھ حقیقت ہی نہیں گنتا۔ عزت نام کے لیے جان دے دینا ایک بات ہے۔ غم و الم تو خود اس پاس زہر کھا جاتے ہیں دولت کی طمع و حرص بھی وقت کی پروا نہیں کرتی۔ تم سنتے ہو گے کہ اکثر آدمی ان اپنے جذبات نفسانی میں اپنی جان کھوتے ہیں دوستوں کے چہرے اگر نقاب اندر چھپے ہوئے ہوں تو اُن سے ڈر لیتے ہیں اور جب نقاب اٹھا کر دیکھ لیں تو پھر ہنستے ہیں بس اسی طرح موت جب تک نقاب لیے اندر چھپی ہوئی ہوتی ہے تو ڈرتے ہیں مگر جب نقاب اٹھا کر اسے دیکھ لیتے ہیں تو پھر خوف نہیں رہتا کچھ آدمی اپنی دلیری یا آفت زندگی کے سبب سے موت کا خواہاں نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اس سبب سے بھی اس کو چاہتا ہے کہ ایک ہی کام کو بار بار کرنے سے تھک جاتا ہے۔ جیسے پیدا ہونا ایک امر طبعی ہے ایسا ہی مرنا ہے چھوٹے بچوں کو تو شاید مرنے اور پیدا ہونے میں ایک ہی سی تکلیف ہوتی ہے۔ زخم کی تکلیف جب تک محسوس نہیں ہوتی کہ اس سے گرم لہو نکلتا ہے درد گرم رہتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ کسی نیک کام میں شوق سے اپنے دل کو سرگرم کرتے ہیں موت کے رنج ان کو محسوس نہیں ہوتے۔ ان کو اپنے توقعوں کے پورا ہونے کا اور اپنے کاموں کی نیک انجامی کا یقین ہوتا ہے موت شہرت اور نیک نامی کا دروازہ آدمی پر کھولتی ہے اور حسد و حقد کا

کا دربند کرتی ہے ساری برائیاں اس کے ساتھ قبر میں دفن ہو جاتی ہیں مرنے کے بعد وہ عزیز ہو جاتا ہے +

(۲) موت ایک غیب تاریک ایسی ہے کہ اس میں ہم کو گزرنا ناگزیر ہے۔ اس کو سمجھ کا ارادہ کرنا بے فائدہ ہے۔ وہ ایک قعر عمیق ہے۔ جس کی تہ پر ہماری رسائی کسی راہ سے ممکن نہیں موت ہی ایک ایسی چیز ہے کہ جس کو ہم نہیں جانتے۔ مگر اس سے ایسے ڈرتے ہیں کہ جان نکلتی ہے +

(۳) موت ہمارے مکان کے آستانہ پر کھڑی رہ کر اتنی مہلت ہم کو دیتی ہے۔ کہ ہم اپنے سارے کاموں کو سوا ان کے جو اوروں کی بھلائی اور اپنے تزکیہ نفس کے لئے کیے ہیں بیہودہ اور باطل و لاطائل سوچ سمجھ لیں +

(۴) تعجب ہے کہ لوگوں کو موت پر تعجب ہوتا ہے مگر سونے پر نہیں جو موت کی بہن ہے ہم برسوں تک متواتر دیکھتے ہیں کہ راتوں کو لوگ بڑے بچے غور میں سوتے ہیں مگر کبھی کوئی دیکھ کر متحیر نہیں ہوتے +

(۵) موت بھی ایک زندگی ہے جنگل میں قبرستان کے مُردوں سے زندہ آہیں بھر کر کہتے ہیں کہ درختوں کے پتے گر گر کر تمہاری قبروں کے گرد ہوا سے مدد لیتے ہوئے ہیں مگر تم ان کی کھڑکھڑ کی آواز نہیں سنتے۔ جانور درختوں پر بولتے ہیں ان کی نغمے تمہارے کان میں نہیں جاتے۔ تم ایسے تنگ تاریک مکانوں میں خاموش پڑے ہو کہ ان سے نکل کر شہر میں ہمارے جلسوں و محفلوں میں تم نہیں شریک ہو سکتے۔ افسوس ہے کہ ہم بھی تم کو جلد مقبول کرنے۔ مردے اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہم بڑے آرام سے اپنے گھروں میں رہتے ہیں یہاں رہنے سے ہماری دنیا کی تمام مصیبتوں اور آفتوں کا خاتمہ ہو گیا۔ ساری مفسدہ رساں باتیں سارے زہریلے کام ہماری ہم سے جدا ہو گئے۔ تمام ناامیدیوں اور اندیشوں تردوں سے سخت بلاؤں سے چھٹکارا ہو گیا۔ ایک ابدی مسرت کے موقوف نہیں ہے

تسکین ہوگئی۔ کوئی بات ایسی نہیں کہ جس کی فریاد وشکایت کریں برخلاف اس کے
تمھاری زندگی بنجر زمین ہے۔ جو آنسو دل سے بوئی جاتی ہے تم عزت وشان حاصل کرنے
کے لیے خوفوں میں گھس رہے ہو۔ تمھاری حساسیت پژمردگی چھائی جاتی ہے تم کیا
زندہ ہو ہم زندہ ہیں ❖

(۶) آدمی خواہ کیسا ہی احمق اور بیوقوف ہو مگر اس کو یہ یقین نہیں ہو سکتا
کہ میری موت نہیں آئیگی موت کا سیاہ بادل جو اس پر آنے والا ہے اس کے فاصلے
حساب میں خواہ وہ غلطی کرے۔ مگر اس کو یقین ہے کہ وہ میرے سر پر ضرور آئیگا۔
آدمیوں کی سب حالتوں میں یوں تو اختلاف ہے مگر مرنے میں سب کا اتفاق ہے۔ اس لیے موت
کی نسبت جو کچھ کہا جائے۔ اس کو ہر ایک آدمی اپنی نسبت منسوب کر سکتا ہے۔
آدمی کی زندگی کی ہزاروں دھاریں ہیں کوئی ان میں تیز چلتی ہے کوئی سست کوئی
اچھا کوئی میلی۔ مگر موت ان سب کو ٹھہرا دیتی ہے۔ موت کہیں نہیں دکھائی دیتی مگر وہ
[illegible] ہر آن پر موجود رہتی ہے۔ خزاں میں جیسے پتے جھڑتے ہیں ویسے آدمی موت سے مرتے
ہیں جینے کی شرط مرنا ہے۔

شعر

یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے + زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے
ہستی کے لئے بھروسہ اگر ان ہے تو فنا + آنا تیری دلیل جانے کی ہے

کسی انسان کو یہ امید نہیں ہو سکتی کہ میں اپنی موت سے بچ جاؤں گا۔ اس کو یقین ہے
کہ ایک دن [illegible] چلا جائیگا۔ [illegible] ہو نگا نہ میری دولت اور اولاد ماتم داری کی
[illegible] میں خواہ کہیں دنیا کے پردہ پر ہوں۔ اور میری حالت خواہ کیسی ہو
[illegible] قومی ہوں مگر پنجہ موت کے پنجہ میں گرفتار ہوا ہوگا۔
[illegible] موت کا فتویٰ صحیفہ پر دیکھ دیا ہے وہ کسی طرح نہیں ٹل سکتا کوئی چیز
[illegible] ایسی نہیں ہے کہ اس کو میں کہوں کہ میری ہے ۔۔۔ مگر موت اور وہ ہے میری

جو میری ہڈیوں کو چھپائیگی +

(۷) ملک عدم کا حال تو کسی کو نہیں معلوم کہ کیا ہے۔ مسافر وہاں جاکر پھر انہیں کم اُس ہی حال معلوم ہوتا۔ مگر جانے والے بہت تھوڑی ہی ایسے ہوتے ہیں کہ وہاں جانے سے ناراض نہ ہوں۔ مگر ہاں امراض کی سختی ایسی ہے۔ کہ اُس کے سبب سے مریض چاہتے ہیں کہ اُس ملک کی سیر کو جلد چلے جائیں تو مصیبت سے چھوٹ جائیں بعض آدمی اپنے مذہبی خیالات ایسے رکھتے ہیں کہ وہ موت کے وقت چپ چاپ اپنے تئیں سنبھالے ہوئے رہتے ہیں اور مرنے سے خوش معلوم ہوتے ہیں تاریخ کا وہ حصہ سب سے زیادہ دلچسپ ہے۔ جس میں بڑے بڑے بیدار مغزوں ہشیار دلوں بزرگ شخصوں کے وہ کلمات لکھے ہیں جو اُنھوں نے اپنے آخری وقت میں زبان گوہرافشاں سے فرمائے۔ جس سے اُن کی ہمت و استقلال معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس موت کے نازک وقت نے بھی اُن کو بدلا نہیں جیسے تھے ویسے ہی رہے +

(۸) موت ایک غول ہے جو آدمی کی امیدوں کی ساری راہوں میں کھڑا رہتا ہے + ایک بھوت ہے جو بِن بلائے گستاخانہ آدمی کے عیش عشرت کے مکانوں میں گھس آتا ہے۔ اُس کی ہنسی خوش طبعی۔ ظرافت۔ لطیفہ سنجی میں بنا تا رنگ بگھڑ دکھاتا ہے اور اپنا نام موت اُس سے لکھاتا ہے۔ اس کی دنیاوی خوشیوں کی جڑ میں گھن کی طرح لگا رہتا ہے۔ کیڑے کی طرح اُس کو اندر ہی اندر کترتا ہے۔ اس کی ساری شیرینیوں میں زہر ملاتا ہے۔ اس کی گل شگفتیوں کے گلے کے لئے کانٹا بنتا ہے۔ اس کی خوشبویوں میں چیکٹ ملاتا ہے۔ اس کی بہار پر خزاں لاتا ہے۔ اس کے خندہ کو گریہ بناتا ہے۔ اس کی حسانت میں داغ لگاتا ہے۔ اس کی موزونیوں کو ناموزوں کرتا ہے۔ اس کے کل کے اقراروں میں اور فردا کے کاموں میں شرط زندگی کی قید لگاتا ہے۔ آدمی اس سے نفرت رکھتا اور خوف کھاتا ہے +

(۹) کوئی امر موت کے آنے سے زیادہ تحقیق اور موت کے آنے کے وقت سے زیادہ نا تحقیق نہیں اسواسطے آدمی کو چاہئے کہ وہ موت کے لئے ہمیشہ آمادہ رہے جو برگزیدہ نیک صفات موت کے لئے تیار رہتے ہیں وہ کچھ جلد مرنا نہیں چاہتے بلکہ اچھی طرح مرنا چاہتے ہیں اس لئے وہ موت کی تلخیوں کو ہمیشہ شیرینی میں پروردہ کرتے رہتے ہیں +

(۱۰) موت وہ ظالم ہے کہ کبھی نچلی نہیں بیٹھتی کہ کوئی اس کی صحیح تصویر اتار لے جو تصویر اس کی اتاری گئی وہ اٹکل پچو ہے اس کی شکل نہ مشابہ بھلا اس کا فرکی تصویر کیونکر اترے۔ ہاتھ میں پنسل اس کے خوف سے لرزتی ہے۔ خیال کو اس کا سیدھا نا پسند ہے اس کے سایہ بنانے میں جہالت اپنی تاریکی خرچ کرنے میں اسراف کرتی ہے۔ بس اس طرح اس کی تصویر بہت ڈراونی بنتی ہے +

(۱۱) ہنسنے اور رونے سے۔ جاگنے اور سونے سے۔ شگفتہ اور پژمردہ ہونے سے۔ روشنی اور تاریکی سے خوف وامید سے۔ نشست و برخاست سے۔ قرار اور بے قراری سے۔ یاد و فراموشی سے فراہمی و پراگندگی سے۔ جوار بھاٹے سے ہجر و وصل سے۔ لہی کبھی سے۔ بخار و فالج سے ان سب چیزوں سے موت جلد نکال کر لے جاتی ہے۔ اور اس گھر میں لے جا کر بسا دیتی ہے جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ اور وہاں آرام چین۔ محبت الفت۔ نیک امیدیں ہوتی ہیں +

(۱۲) حکیم سنیکا کا قول ہے کہ اس شخص کو موت سخت بھاری معلوم ہوتی ہے جس کو لوگ بہت جانتے ہیں مگر وہ اپنے تئیں نہیں جانتا۔ لون ٹی تس ایک بڑا ادیب گزرا ہے۔ جس نے علوم ادبیہ کو دوبارہ زندہ کیا تھا۔ اپنے نفس کے علم کو ہیئت خود شناسی کو ایسا ضروری جانا کہ اپنی تربت کے لیے یہ کتبہ تصنیف کر گیا۔ کہ لوگوں کو اس سے عبرت اور نصیحت ہوا کرے +

میں کون تھا؟ فس ہوں۔ علم ادب کی تمام قوتیں اور ستعدادیں مجھے پیار کرتی تھیں ہر دل عزیز تھا۔ بادشاہان زمین میری تعظیم وتکریم کرتے تھے۔ تو اب جانتا ہے کہ میں کون ہوں یا زیادہ صحیح یہ ہے کہ تو جانتا ہی کہ میں کون تھا؟ اب میں تاریکی میں پڑا ہوں مجھ مسافر کو نہیں جان سکتا۔ لیکن میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو اپنے تئیں جان اور پہچان +

(۱۳) تم دیکھتے ہو کہ بڑے بڑے دولت مند مرتے ہیں اور اپنے عالیشان مکان سپرد چھوڑتے ہیں ان کے باغوں کے درختوں میں سے کوئی ان کے ساتھ نہیں جاتا۔ اگر جاتا ہی تو اودک (ایک درخت کا نام ہی) تابوت بن کر۔ اور۔ وہ بھی بن کر +

(۱۴) موت سب جگہ موجود ہے۔ وہ سب جگہ ہم کو ملتی ہی ہر بہانے موت موجود ہے سختی سے۔ خفیہ اثر سے۔ ستارہ سے۔ گھر کی بدبو سے۔ بادل کے اٹھنے سے۔ بخارات کے ملنے سے۔ پتھر کے گرنے سے۔ پیٹ بھر کر کھانے سے۔ معدہ کے خالی رکھنے سے۔ شراب پینے دو نمازوں کے پڑھنے سے۔ آفتاب سے۔ چاند سے۔ گرمی سے۔ سردی سے۔ راتوں کے نیند نہ آنے سے۔ دنوں کے سونے سے۔ پانی کے جم کر سخت ہو جانے سے خنجر کے تیز ہونے سے دریا میں پانی کی طغیانی سے۔ بال کی کشش سے۔ حرکت کی شدت سے۔ چپ چاپ بیٹھنے سے۔ خدا کے فضل سے۔ خدا کے قہر سے۔ غرض ہر ایک چیز سے جو انتظام گیتی میں داخل ہی اور ہر ایک امر اتفاقیہ سے موت آتی ہی۔ یہ وہ قانون قدرت ہے جو ازلی و ابدی ہی۔ اس میں کبھی تغیر ہوا نہ ہوگا۔ وہ حکم الٰہی ہی۔ اس کی زنجیروں نے ہم کو ایسا ہی مضبوط جکڑ رکھا ہی جیسا قضا و قدر نے +

(۱۵) جب ہم موت کا خیال کرتے ہیں تو وہ ہزاروں گناہ جن کو ہم نے کیڑوں کی طرح روندا ہی پھنکارتے ہوئے سانپ بن جاتے ہیں اور ہم کو کاٹتے ہیں +

(۱۶) موت کا وقت کوئی معین نہیں اس لئے تو اپنی پہرہ پر سنتری بنا کھڑا رہ۔ دشمن ضرور آنے والا ہی۔ تو ہر وقت چوکنا رہ آنکھوں کو سب طرف لگائے رکھ +

(۱۷) لوگ موت کی بے شکایت ناحق کرتے ہیں کہ وہ اچانک دفعۃً ہماری پاس آجاتی ہے۔ وہ تو ہمیشہ اپنے آنے کی خبر دیتی رہتی ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ میں مروں گا۔ اور مرنے کا وقت معین نہیں اگر یہ دو نو باتیں معلوم ہوتیں تو شکایت بجا ہوتی +

(۱۸) موت بھی کیا منصف ہے کہ سب فقیر و غنی اور ضعیف و قوی کو برابر کر دیتی ہے سب مرتے ہیں اور مرنے کے بعد سب خاک میں ملکر برابر ہو جاتے ہیں جیسے گٹھلی کی خاکستر نہیں بتلاتی کہ وہ ایسا بڑا درخت تھا کہ جس کے سایہ میں ہزاروں آدمی آرام پاتے تھے کیونکہ موت کے آرے کی یہ نوبت پہنچائی۔ اسی طرح جو ہر شخص گزرے ہیں کہ جن کے فتوحات کے شہرہ چاروں طرف پہنچے تھے جہاں تک کہ دنیا تھی جیسے ان کی خاک نہیں بتلاتی کہ وہ ایسی دنیا کے مالک تھے۔ یا غریب بھی تھے۔ بادشاہ کو جاہ و جلال کے سبب۔ اور مسکین فقیر کو حقارت کے سبب ہم نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے۔ ان دونوں کی ہڈیاں پڑی ہیں۔ ان کو پہچان ہیں کرکے کوئی بتا سکتا ہے کہ یہ خاک شاہ کی ہے اور وہ گدا کی۔ بادشاہوں کی خاک گردباد کے صحنوں سے اڑ کر ان کے اندر جا بیٹھتی جس کو جب کش پھر نکال کر صحن میں ڈال دیتا ہے۔ غرض موت سب کو ہم مرتبہ بنا کر خاک میں چین اور آرام سے سلا دیتی ہے اور فرق مراتب جو عناد و فساد اٹھتی تھی ان کو مٹا دیتی ہے۔ بادشاہوں کی قبروں کے نشان خاک جھاڑتے بھی نہیں ملتے

(۱۹) جب موت ایسی عالمگیر ہے۔ لازمی اور طبعی ہو تو یہ ناممکن ہے کہ حکمت الٰہی نے انسان کے واسطے اسے مقرر بنایا ہو ضرور وہ مفید ہوتی ہے +

(۲۰) اکثر آدمی اس طرح جیتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہی نہیں کہ مرنا ہے۔ ایسے ہی جو آدمی مرتے ہیں وہ یہ نہیں جانتے۔ کہ ہم کو مرنے کے بعد جینا ہے +

(۲۱) دوست پر دوست مرتے چلے جاتے ہیں کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس کا کوئی دوست نہ مرا ہو۔ کوئی یہاں ایسا وصل ہی داوں میں نظر نہیں آتا جس کے ساتھ ہجر

نہ دکھائی دے مگر ہاں کہتے ہیں۔ کہ دوسرے عالم میں وصل کے لئے ہجر نہیں۔ وہاں کی زندگانی کا حال یہاں کی زندگانی کا سا نہیں ہے۔ کہ برق کی چمک شرر کی لپک ہو۔ کہ آنکھ جھپکنے میں غائب ہو +

(۲۲) جو دُنیا کو علے الدوام جانتا ہے۔ وہ موت کے نام سے ڈرتا ہے۔ مگر جو اُس کو ایسا نہیں جانتا۔ وہ اُس سے خوش ہوتا ہے۔ جس شخص کو آزادی آزاد نہیں کر سکتی۔ اُس کو موت آزاد کر سکتی ہے۔ جس کو دوا اچھا نہیں کر سکتی۔ اُس کے واسطے وہ شفا دینے کو حکیم بنتی ہے۔ جس کام میں کوئی تسلی نہیں دے سکتا اس میں وہ تسلی دیتی ہے +

(۲۳) بعض دفعہ جو آدمی کو یہ خیال رہنے لگتا ہے۔ کہ اب میں مرونگا تو اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ قوائے روحانیہ اُس کے ضعیف ہو جاتی ہیں۔ وہ دماغ کو رگوں کے ذریعہ سے اُس کی خبر پہنچا دیتے ہیں + +

(۲۴) انسان موت کو اس طرح دیکھتا ہے۔ جیسے بجلی کو کہ بہت دور ہے۔ یا آسمان پر ہے۔ مگر وہ نہیں جانتا۔ کہ یہ بجلی اُس کے اندر موجود ہے۔ اس کے بال بال کی اور ہر جزو بدن کی روح ہی وہ ہے۔ ہر دماغ سے نکلتی ہے۔ زمین سے اوپر اور آسمان سے نیچے آتی ہے۔ اور ہر ایک کے مناسب طور پر موت بنتی ہے۔ اور پھر اپنی محل سے جا کر ملتی ہے + + +

(۲۵) موت ایسی کریہ منظر ہی۔ کہ اگر وہ ہمارے پیش نظر بیٹھتی تو ساری زندگی

منغص ہو جاتی۔ اور کسی کام میں لطف نہ آتا۔ کوئی شے بھی ایسی نہ ہوتی۔ جو اس کے سبب کڑوی نہ معلوم ہوتی۔ مگر خداوند تعالیٰ تو بڑا رحیم ہے۔ اس نے ہماری خلقت ایسی بنائی ہے۔ کہ ہمارے حواس۔ اور ہمارا دل اشیا کو محسوس و ادراک کرکے بڑا خوش رہتا ہے۔ ہم اپنے سب کاموں میں موت کو اپنی دور سے دیکھتے ہیں کہ اس کی صورت ہم کو نظر نہیں آتی۔ لیکن آخر موت کا آنا یقینی ہے۔ وہ کبھی نہ کبھی آئیگی اور معلوم نہیں کہ کس وقت آئیگی اس لئے اس کے خیال کے واسطے بھی کوئی حصہ حیات کا مقرر کرنا چاہئے۔ انسان کو خود اپنی ذات سے بڑی محبت ہے۔ اس لئے اس کو یہ فکر دامنگیر ہوتا ہے کہ بعد مرنے کے میرا حال کیا ہوگا۔ اہل مذہب کا خیال ہے کہ نہ دولت جو مال نہ عزیز و اطفال ہمارے ساتھ جائینگے فقط ہمارے اعمال ہمارے ساتھ جائینگے جن کی سزا و جزا پائینگے۔ اس لئے موت کا خیال ان کو بد اعمالی سے بچاتا ہے اور نیک اعمال پر لے جاتا ہے۔

(۲۰۲) بعض لطیفہ سنجوں نے اخلاق کی کتابوں میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آنے کا ایک رستہ بنایا اور جانے کی راہیں بے شمار بخار۔ اور دردوں اور سببوں سے جو موت آتی ہے اس کی تشبیہیں یہ ہیں کہ موت سب سے اول آگ کے جسم میں حلول کرتی ہے۔ اور پھر بچھو بنی۔ پھر کے بعد برف کا آدمی بن جاتی ہے۔ اور پھر توپ کے گولہ کی طرح سر کی گرد غلطاں ہوتی ہے۔ پھر تڑ تڑ طمنچے کی گولی کی طرح پڑتی ہے۔ ہر دفعہ تلوار کی صورت بن جاتی ہے۔ پھر چھوٹی ہوکر خنجر۔ پھر سوا پھر خمیدہ بن پھر بال کی سی باریک ہوتی۔ غرض موت ہزاروں روپ بھرتی ہے۔

(۲۰۳) مشرقی بادشاہوں کا ایک نوکر ہوا کرتا تھا۔ جو صبح کو کسی خاص وقت آکر بآواز بلند یاد دلایا کرتا تھا۔ موت کے اکثر یاد رکھنے کا یہ ضرور نتیجہ ہوتا ہے کہ انسان [illegible] کی [illegible] جن بادشاہوں نے ساری دنیا کے

فتح کرنے کی آرزو کی - یا جن عالموں نے دنیا کے کل علموں کو کامل جانا - وہ اگر موت
کو جانتے تو یہ آرزوئیں پیدا نہیں کرتے - موت کا یقین سکھاتا ہی کہ کسی سے دشمنی
وحسد کرنی نہ چاہئے کسی دنیا کی عزیز چیز کے تلف ہونے کا رنج نامناسب ہے وہ بتلاتی ہے
کہ دو دوستوں میں ضرور پہلے ایک مر جائیگا - اور دوسرا زندہ رہیگا - اس کے
مرنے پر زیادہ رنج نہیں چاہئے بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ اچھا ہوا کہ دوسرے دوست کے
مرنے کا رنج نہیں دیکھا +

مذہب

(۱) مذہب کے لئے دلائل عقلیہ کافی نہیں ہوتیں - بلکہ اس کے لئے کچھ اور بھی چاہئے
جو اہل مذہب سے احکام مذہبی کے پابند ہیں وہ اپنے ایمان اور عقیدہ کے
ایسے دوست نہیں ہوتے جیسے کہ عقل کے دشمن ہوتے ہیں - وہ کہتے ہیں عقل
فی نفسہ رفیع القدر اور بلند پایہ ہے - اسی کے سبب انسان حیوانوں میں ممتاز ہو کر
اشرف المخلوقات بنا ہی - اسی کی افزائش پر انسان کی ترقی - خوشی نیکی
منحصر ہے - وہی انسان کے نفس کی وہ قوت ہی کہ جس سے امور حق کا انکشاف
علمی ہوتا ہی - جب مقدمات ترتیب پاتے ہیں - اور شہادت میں ہوتی
تو ان کو مرتب کر کے عقل نتیجہ نکالتی ہے - غرض یہی قوت مدرکہ کے طفیل سے
ہمارے ادراکات ہوتے ہیں امور حق کے دو حصے ہیں جن میں ایک بڑا حصہ
ہے جس کے انکشافات میں عقل کا بالکل دخل ہی - اور وہ خود کافی ہی کسی اور امداد کی
اس کو ضرورت نہیں - مثلاً مادیات اور مادوں کی طبائع - خواص کی تحقیقات
فقط اپنی قوت سے وہ کر لیتی ہی - مگر دوسرا حصہ امور حقہ کا ایسا ہی کہ جس کے
ادراک میں عقل عاجز ہے - کچھ تو اس سبب سے کہ الحاد نے اس کی شہادت کو
تاریک یا محو کر دیا ہی - کچھ اس وجہ سے کہ ان کی ذات و صفات کی شان ہی

الہٰی ہے کہ خدائے جل شانہ کی خاص تعلیم اور القا و الہام و مکاشفہ پر ان کا انکشاف
موقوف ہے۔ کیونکہ ان حقائق میں عقل کو دخل ہے۔ مگر اتفاقاً صرف تک ... سے یہ
امور ایسے ہیں کہ تمام عالم کی اغراض متعلق ہیں عقل نے اپنے غرور اور تکبر
سے اپنے نتیجہ خطا و خرابی کو ثابت کر دیا۔ ایسے امور ... کہ دخل
نہ ایسے ہیں اور اس کے اعتبار پیدا ... اعتقاد ...

علوم ریاضیہ میں تو اپنے علوم ہندسہ مثل علوم طبعیات میں عقل انسانی نے لے
لئے ہی دوڑائی بھی جاتی ہے کبھی یہ خوف نہیں ہوتا کہ وہ ہمکو ان علوم میں گمراہ
کرے گی۔ تمام اشیاء میں جو ثبوت عقلیہ رکھتی ہیں ان میں وہ اپنی حد کے
دائرہ سے باہر قدم نہیں رکھتی۔ غالباً کبھی غلطی نہیں کرتی۔ وہ جو کبھی اتفاق
سے چوک جاتی ہے تو ایک تحقیق جدید سے کامل استقرا ہونے سے اس غلطی کی
صحیح ہو جاتی ہے مگر جب وہ تن تنہا اخلاق اور مذہب کے دائرہ میں قدم رکھتی
ہے اور کوئی اس کی استعانت نہیں کرتا۔ تو وہ نیکی اور راستی کے بیچ میں خوفناک خطا
کرتی ہے۔ اور خدا کے باب میں بھی اپنے نقص فساد انگیز [illegible] کرتی ہے جہاں
اس نے الہام ربانی سے انحراف کیا تو وہ اپنی دانائی سے اندھی ہو جاتی ہے
اور انسان کے دل کی فطرت کو ناپاک کرتی ہے۔ اسے یہ اعتقاد بناتی
ہے سب سے بڑی عقل پوچھو تو دین ایمان عقیدہ ہے جس کے سبب انسان عاقل
اور پارسا بننے کے قابل ہوا ہے۔

غرض یہ الہام و مکاشفہ کے امور حق انسان کے ...
ہر فرد بشر اور ہر گروہ کے لئے جو باتیں کہ مسرت جاوید رکھتی ہیں ان میں
وہ موجود ہیں حیوان ناطق اور خدا تعالیٰ کے درمیان جو خدا کا کیا ہوا
تعلق ہے جو وہ بتاتے ہیں کہ اس میں غلطی کرنا ہلاکت ہے۔ عقل اس میں لڑ کر

کرکے بڑے مغالطے دیتی ہے۔ حیران و دق کرتی ہے۔ کتب مقدسہ کے الہام الٰہی کی مخالفت
کرکے انسانیت کے اصول میں خلل ڈالتی ہے۔ جب عقل اپنی حد کو جانتی ہے نہ اپنے عہدے
کام کو وہ ان کاموں میں اپنی مداخلت کرتی ہے۔ جو اس کے ماتحت ہونے سے باہر
ہیں۔ وہ دماغ اس کا چلتا ہے۔ کہ الہام الٰہی کو چاہتی ہے۔ کہ میرے آگے سر جھکائے
وہ ان مسائل کا کچھ پاس و لحاظ نہیں کرتی۔ جو بمنزلہ اسرار الٰہی ہیں۔ وہ ان کو یقین
نہیں کرتی ایسی حالت میں عقل دہشت ناک و خوف ناک ہو جاتی ہے۔ اس سے بجائے
نفع کے نقصان پہنچتا ہے ورنہ عقل اگر اپنی حد کو پہچان کر تحقیقات مذہبی میں آزادانہ
قدم رکھے تو انسان کو بہت فائدہ پہنچائے +

(۴) برک صاحب فرماتے ہیں کہ ہم اس بات کو خوب جانتے ہیں اور اس جاننے پر فخر
کرتے ہیں۔ کہ انسان بالطبع مذہبی حیوان ہے۔ ملحد ہونا انسان کی عقل ہی کے
خلاف نہیں ہے۔ بلکہ اس کی جبلت اور فطرت کے برخلاف ہے۔ اس لئے الحاد دیر تک قائم نہیں
رہ سکتا۔ اس امر کی تصدیق تمام زمانوں میں ساری قوموں نے کی۔ انسان خواہ
کیسا ہی ضلالت۔ توہمات باطلہ۔ بت پرستی۔ غلطیوں میں مبتلا ہو۔ مگر وہ وجود
الٰہی اور اس کے کمالات کا ضرور معتقد ہوگا۔ سارے ملک کے باشندے خواہ وہ عالم ہوں یا
جاہل ہوں۔ مہذب ہوں۔ غیر مہذب۔ وحشی ہوں۔ وہ سب کے سب خدا کو کسی
نہ کسی طرح سے مانتے ہیں۔ انتظامات و تدابیر الٰہی کے قائل ہوتے ہیں اس کی
عبادت کرتے ہیں گناہوں کی معافی کے واسطے قربانیاں کرتے ہیں آخرت کو
مانتے ہیں۔ خدا کے ہونے پر ان کی تمام وحشیانہ نیکیوں کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔
غرض خدا کا انکار کسی سے کسی طرح نہیں ہو سکتا +

الحاد مذہبی

دنیا میں کوئی چیز آدم زاد کے اجتماع تمدنی کا پیدا [illegible]

ہوتی ہے۔ اتحاد کی صحیح حدود میں جب مذہب محدود ہوگا۔ تو وہ انسان کے
لئے سعادت و برکت کا سبب ہوگا جیسے خدا پرست مذہبوں میں اختلافات
فساد و عناد و جھگڑے ہوتے ہیں ایسے بت پرستی کے مذہبوں میں نہیں ہوتے۔
اس کا سبب یہ ہے کہ خدا پرستوں کا خدا بڑا غیور ہے۔ وہ اپنی عبادت اور مذہب میں
غیر کی شرکت کو نہیں دیکھ سکتا۔ بت پرستی کے مذہبوں میں مذہب کا مدار فقط رسوم
ظاہری کے برتاؤ پر ہوتا ہے۔ ان کے مذہب کے مصنف بھی اکثر شاعر ہوتے ہیں +
جس مذہب میں اختلافات اور بدعات سب سے زیادہ نمایاں ہوتی ہیں تو اس سے
خود مذہب کو کلنک کا ٹیکا لگ جاتا ہے۔ اور اہل مذہب کا اخلاق بگڑ جاتا ہے
انسان کے جسم میں کسی خلط کے فساد سے وہ خرابی نہیں پیدا ہوتی۔ جو ایک زخم یا
اعضا کی شکستگی سے صدمہ پہنچتا ہے۔ روحانی امراض میں اتحاد مذہبی کا جاتا رہنا
سخت مرض ہے۔ اس سے غیر مذہب والوں کو مذہب کی تحقیر و تذلیل کی
دلیل خوب ہاتھ لگ جاتی ہے وہ کہنے لگتے ہیں کہ اس مذہب کی ایک زبان نہیں
دس زبانیں ہیں ایک کچھ کہتا ہے۔ دوسرا کچھ بولتا ہے۔ کوئی بات ٹھکانے کی
نہیں معلوم ہوتی۔ متناقض رائیں مختلف عقیدے ان میں ایسے ہیں کہ جن سے
وہ دیوانے یا بچے دیوانوں سے بہتر معلوم ہوتے ہیں +

پس اتحاد مذہبی کے نہ ہونے کا ایک نتیجہ تو یہ غیر مذہب والوں میں نمودار ہوتا ہے
کہ انکے نزدیک مذہب بے اعتبار ہوتا ہے۔ اور دوسرا نتیجہ اپنے مذہب والوں میں
یہ ہوتا ہے کہ آپس کی مصالحت جاتی رہتی ہے جس سے ہزاروں عافیتیں اور نعمتیں
چھن جاتی ہیں۔ مصالحت سے ایمان قائم رہتا ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ فیاضانہ
سلوک ہوا کرتا ہے۔ اس کی بجائے ایک دوسرے کے ساتھ مخالفت شروع
ہو جاتی ہے۔ ایک دوسرے کی تحریروں کو پڑھتے ہیں۔ اور تبرا بھیجتے ہیں

دو فریق لڑنے والے اور تیسرے اُن کے درمیان ثالث یا بیچ بنے ہوئے ہوتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ جو ہماری مخالفت کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جو ہماری مخالفت نہیں کرتا وہ ہماری ساتھ ہے۔ جزئیات پر تکرار و لڑائی ختم ہو کر مطلب کے طور ہو جاتے ہیں کلیات پر تھوڑی بحث ہوتی ہے جزئیات میں اختلافات کے سبب بحث و تکرار کو طول ہو تو مضائقہ نہیں مگر کلیات میں اتحاد رہنا چاہئے۔ کپڑے مختلف پہنے جائیں مگر کہیں اُن میں [illegible] ہونا چاہئے جو سمجھ دار ہیں وہ تو یہ سمجھتے ہیں کہ ایسے اختلافات کا کرنا۔ اور اس پر آپس میں لڑنا جاہلوں کا کام ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ دونوں ایک ہی بات کہتے ہیں مگر جاہل سے اس بات کے ماننے میں متفق نہیں ہوتے۔ خدا ایسے جزئیات کے اختلافات پر خیال نہیں کرے گا وہ تو دلوں کو دیکھتا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ انسان ضعیف البنیان ہے کہ وہ ایسی متناقض باتوں کو نہیں سمجھتا کہ وہ ایک ہی ہیں۔ اب اتحاد مذہبوں کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ اس کی بنا جہالت پر رکھی جاوے۔ جیسے اندھیرے میں سب رنگ ایک ہی نظر آتے ہیں ایسی ہی جہالت میں مذہب کے سب رنگ ایک معلوم ہوتے ہیں کوئی اختلاف نظر نہیں آتا اور اصول گو آپس میں متضاد ہوں مگر ان کو اتحاد تسلیم کرائے۔ اس صورت میں جھوٹ سچ کا حال ایسا ہوگا جیسے لوہے مٹی کا کہ گو وہ دونوں آپس میں چسپاں ہوں مگر مل نہیں سکتے +

(۴) مذہب وہی ہے جو انسان کی خوشی پر خوشی زیادہ کرتا چلا جاوے مذہب اس کا نام نہیں ہے کہ آدمی دنیا کی تمام بے گناہ خوشیوں و بہبودی آرام و آسائش کو چھوڑ کر غار و کوہ میں جا بیٹھے اور غمزدہ ہو کر رات اور مصیبت میں پڑا رہے ترک لذات کرے۔ طرح طرح کی سختیاں اٹھاوے۔ ریاضتیں کرے۔ کم کھاوے اور ننگی زمین پر سونے سے اپنے تئیں لاغر و ناتواں بنالے مذہب تو اس کا نام ہے

کہ دل کو گناہ کی آلودگی سے پاک صاف کرے۔ جن خوشیوں میں کوئی گناہ نہیں اُن کو مذہب منع نہیں کرتا۔ مگر ان میں اعتدال رکھنے کو کہتا ہے۔ کیونکہ افراط سے وہ گناہ بن جاتی ہیں جس کا انجام تلخ کام کرتا ہے۔ ایسی خوشی ان تمام خوشیوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ جو گناہ سے ہوتے ہیں +

(۵) مذہب کا اثر۔ مذہب بھی عجیب و غریب کام کرتا ہے۔ میخ کی طرح کسی شے کی میں نہیں گھسا ہوتا۔ وہ تو خدا کا روشن چراغ ہوتا ہے۔ جس کی صاف روشنی دل کو روشن کرتی ہے۔ وہ فیض الٰہی کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ جس میں سراسر اللہ تعالےٰ کی بھلائی بھری ہوتی ہے۔ وہ قلب سے خطاؤں کو دھوتا ہے۔ دل سے دنیا کو اڑا دیتا ہے۔ نفس کو تاریکی سے بالکل خالی کر دیتا ہے۔ وہ تاریک تماشا گاہوں کو روشن کرتا ہے۔ ناہموار راہوں کو ہموار۔ ناخوش دلوں کو خوش۔ نہایت کڑوے تلخ کو میٹھا شہد۔ نہایت بیمار روح کو صحیح و تندرست۔ دل میں امیدیں پیدا کرتا ہے۔ بشرہ کو رونق دیتا ہے۔ سرزمین تیل ڈالتا ہے۔ آنکھوں کو روشن کرتا ہے۔ ہاتھوں کو قوت دیتا ہے۔ پاؤں کو تیز روی۔ زندگی کو خوش و خرم۔ محنت کو راحت۔ موت کو فیروزمند خیرو فلاح کو زمین۔ نامرد کو مردانگی کمزور کو زور۔ قبر کے خوفوں کو اپنے زور سے دور کرتا ہے موت کی تکلیفوں سے بچاتا ہے۔ ایمان کو تقویت دیتا ہے۔ محبت کو شوق۔ امید کو خوش آیندہ۔ حرارت مذہبی کو تابندہ۔ غلاموں کو بیٹیا بناتا ہے۔ جھگڑے اثر والگی بہانی بجھاتا ہے لعنت ملامت سے دل کو خوش کرتا ہے۔ قیدخانہ کو محل شاہی بناتا ہے شہید ہونے کی آگ کو نسیم بہار و گلزار۔ مذہب روپیہ سے خریدا جاتا ہے۔ نہ کسی اور استحقاق سے ہاتھ آتا ہے فقط فضل رب کریم پر موقوف ہے۔ جو خدا کی عبادت کرتا ہے۔ خدا اس کو خود اپنی راہ بتائیگا۔ کچھ ستارے ہی فرشتے کی رہنمائی کی ضرورت نہیں عاجزانہ نیت سے خدا ملتا ہے۔ مغرورانہ عقل سے نہیں۔ بارگاہ الٰہی میں محبت لے جاتی ہے

مغرور بنیں علوم کو وہاں دیکھتے ملتے ہیں مذہب خواہ الہامی ہو یا تجربہ - دونو صورتوں میں یکساں نتائج پہنچاتا ہے - یعنی شباب صحت - ثروت میں وہ احسانمندی اور بڑے درجہ کی محبت کو دلوں میں چمکاتا ہے - مصیبت - بیماری - بڑھاپے میں ایمان و عقیدہ بن کر خدا کی مرضی کا بالکل تابع - اپنے فرائض کے ادا کرنے میں جوش پیدا کرتا ہے - ایسی حالت میں مذہب سے وہ قوتیں موجود ہو جاتی ہیں جو معلوم ہوتی تھیں کہ معدوم ہو گئی ہیں - افق زندگی پر جو ستارۂ شام تھا - وہ دوسرے موسم میں صبح کا ستارہ بن جاتا ہے - اور موت کی تاریکی میں بھی روشنی دکھاتا ہے +

(۲۴) مذہب کی تعظیم — مذہب کو خواہ کسی پیرایہ میں دیکھو - وہ تعظیم و ادب کے قابل ہے اس کی عبادت گاہ بڑی شان و شکوہ رکھتی ہے - اس کے پجاری اندر جا کر تسکین قلب پاتے ہیں خدا کے فضل و کرم کی امید رکھتے ہیں - مگر اس کے ساتھ خوف و عبرت بھی رکھتے ہیں اگر ہم روحانی اشیاء کو جسمانی چیزوں کے ساتھ تشبیہ دینے کے مجاز ہوں تو ہم مذہب کو ایسے قدرتی فضاؤں سے تشبیہ نہیں دے سکتے جن میں سب چیزیں شگفتہ و خنداں ہوں بلکہ اس کی تشبیہ اونچے پہاڑوں - گہرے سمندروں - یا ستاروں بھری رات سے دینگے جن کے دیکھنے سے انسان کے دل کو مسرت و عبرت دونو ہوتی ہیں ان کی حسانت شان و شکوہ کی ساتھ دیکھ کر دل خوش بھی ہوتا ہے - اور عبادت بھی کرتا ہے +

(۲۵) مذہب خود غرض نہیں ہوتا - جو شخص خدا کے مذہب کو مانتا ہے - اس کے واسطے پہلا حکم یہ ہی کہ تو بارور ہو - جو نیک آدمی ہوتا ہے - اس کی نیکی دل کے اندر چھپی ہوئی نہیں ہوتی - بلکہ وہ اس سے اپنے کمزور بھائی کو زور آور کرنا چاہتا ہے +

جب انسان کی روح راستی پر ہوتی ہے - تو وہ ضرور یہ چاہتی ہے کہ میں بہشت میں اور لوگوں کو لے جاؤں - جو نیک آدمی ہوتے ہیں - ان کا مقصد اعظم یہ ہوتا ہے کہ اوروں کو بھی اپنا سا بنائیں جو شخص اس طرح مرجاتا ہے - کہ جس سے شان الٰہی کی شکوہ نظاہر ہو

وہ بڑا ناسپاس ہے۔ وہ درخت کس کام کا ہے کہ زمین کا بوجھ ہو۔ اور پہلے بھی مگر
کوئی بیج ایسا نہ چھوڑے۔ کہ جس سے اس جیسا اور درخت پیدا ہو۔ یہ سچ ہے کہ سب آدمی
اپنی مثل نہیں چھوڑ سکتے۔ مگر اپنے مشابہ چھوڑ سکتے ہیں۔ ایسے آدمی جو اپنا مثل نہیں چھوڑتے
وہ ان پژمردہ اور مردہ دانوں کی مانند ہیں۔ کہ جن سے ایک سال بھی فصل نہیں پیدا
ہوتی۔ اگر ایک طبیب کو کوئی عمدہ نسخہ معلوم ہوا۔ اور وہ اس کو شائع کرنے بغیر مر جائے تو اسکو
جو کہنا چاہیے۔ کہ اس نے حقیقت میں پہلے ہی بہت سے شخص پیدا کئے جو اس کے مرنے کے بعد بہت
پڑھیا میں بس اس کے جیتے کا نتیجہ ہوا۔ اس نے اوروں کے ساتھ بھلائی اس
لئے کی کہ اپنی ساتھ زیادہ بھلائی ہو۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ فقط میں ہی اکیلا بہشت
میں جاؤں معلوم نہیں جائیگا یا نہیں۔ جو اراکان شاہی حسد کے سبب یہ چاہتے ہیں
کہ سوائے ہمارے کوئی اور بادشاہ کا خیر خواہ نہ ہو۔ وہ بادشاہ کے بھی خیر خواہ
نہیں ہیں۔ جن کے دل خداشناس ہوتے ہیں۔ وہ فیاض ہوتے ہیں ان کا دل
ہوتا ہے۔ اور وہ اپنی روشنی پھیلائے بغیر نہیں رہ سکتے۔ نیک نہاد جو چاہتے ہیں خدا کے خیر خواہ
وہ نہیں کر سکتے مگر جو کچھ وہ کر سکتے ہیں۔ اس میں محنت کرتے ہیں۔ ان کی دلی
تمنا یہ ہوتی ہے۔ کہ اوروں کو بہشت میں ساتھ لے جائیں ٭

(۴) مذہب کا دنیا کے کاموں کے لئے دستور العمل ہونا۔ دنیا میں اکثر مذہب ایسے
ہیں کہ ان میں دنیا کے تمام چھوٹے بڑے کاموں کے لئے قاعدے۔ اور سلطنت حکومت
کے لئے قوانین آئین مقرر ہیں۔ ہر شخص ان کے موافق زندگی بسر کرنی فرض ہوتی
انسان کو بالطبع یہ جکڑبندی پسند نہیں ہوتی۔ وہ ان قیدوں سے گھبراتا ہے
اور زنجیریں تڑانی چاہتا ہے۔ اور فراخ دلی کی حالت میں وہ ان متعلقات کو جو
خدا کی ساتھ ہوتے ہیں۔ چھوڑ دیتا ہے۔ مذہبوں میں عیسائی مذہب اس بات سے
مستثنے ہے۔ اس میں سوسائٹی کے برتاؤ کے قاعدے نہیں مقرر کئے سلطنت کے لئے

کوئی صورت نہیں متعین کی۔ اس کے تمام احکام روحانی ہیں جو ہوا، نفسانی اور
شہوات جسمانی کے روکنے کے واسطے زنجیریں ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ اس کا نتیجہ ہے
کہ اس کی ترقی بالاستقلال چلی جاتی ہے۔ اور مذہبوں کا تنزل ہوتا جاتا ہے۔ مسلمانوں
کی جو عالیشان سلطنتیں تھیں ان کو ایسی پابندی شرع نے پست کر دیا ہے۔ ترقی کو روک
دیا ہے۔ اور یہی بڑا سبب ان کے تنزل کا ہوا ہے +

اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے۔ کہ یہی مذہب تھا۔ کہ جس کے سبب سے ترقی ہوئی تھی۔ اصل حال
یہ ہے۔ کہ ہر مذہب میں کچھ نیکیاں ہوتی ہیں کچھ برائیاں۔ ایک زمانہ ایسا ہوتا ہے کہ
اس کی ہوا اس کی نیکیوں کے نشو و نما کے لئے موافق ہوتی ہے۔ اور ان کو سرسبز
شاداب کرتی ہے۔ مگر اس کے ساتھ برائیاں بھی دبے دبے پرورش پاتی ہیں زمانہ کی ہوا
بدلتی رہتی ہے۔ پس جہاں وہ بدلی تو معاملہ بالعکس ہو جاتا ہے۔ کہ برائیوں کا نشو و نما
ہوتا ہے۔ کہ نیکیاں اس کے تلے دب جاتی ہیں اور مذہب کی بہار پر خزاں آتی ہیں
اب کوئی زبردست مصلح و مجدد دین پیدا ہو گیا۔ کہ اس نے ان برائیوں کی بڑھنے کو روک دیا
اور نیکیوں کی پژمردگی میں جان ڈال کر شگفتہ کر دیا تو خیر رہی نہیں بربادی تو ہے۔
عیسائی آزادی سے چلتا ہے۔ دنیا کے معاملات میں کوئی زنجیر اس کے پاؤں میں پڑی
ہوئی۔ وہ اپنی بے لباسی کے پشمینہ لباس میں پھر رہا ہے۔ وہ ہر زمانہ کے مناسب
چال چلتا ہے۔ کوئی زمانہ اس کی شائستگی کا مانع نہیں ہو سکتا۔ اور مذہبوں نے سوسائٹی کا
ڈھانچ بنانے کے قواعد کے ساتھ دل کی ہدایت کے واسطے قوانین بنائے ہیں۔ مگر
عیسائی مذہب نے فقط افراد کے لئے روحانی قاعدے تجویز کئے ہیں جس سے اب بھی اور
آیندہ بھی تبدیلیاں سوسائٹی کے حق میں عمدہ عمدہ ہو گئیں۔

(۹) جیسے تھرمومیٹر کو (مقیاس الحرارت) اصلی آفتاب کی حرارت میں رکھو تو
اس میں پارہ اوپر کو اٹھے گا مگر برف کے ڈلے کے پاس رکھو تو وہ نیچے اتریگا ایسا ہی

اہل مذہب کا حال ہی۔ کہ جب وہ کلام الٰہی کے آفتاب کے قریب ہوتا ہے۔ تو اُس کا عروج محبت الٰہی میں ہوتا ہے۔ جس سے اُس کو خوشیاں ہوتی ہیں مگر جب وہ دنیا کی ٹھنڈی برف کی ساتھ ہوتا ہے تو وہ نیچے اُترتا ہی اور اس کی وہ خوشیاں جاتی رہتی ہیں +

(۱۰) جس وقت بگل بج رہا ہوا اور وہ لڑائی کی خبر دے رہا ہو تو ہتھیاروں کا اٹھا لینا مشکل نہیں ہوتا۔ مگر جب لڑائی کی کچھ اطلاع نہ ہو تو ہر وقت ہتھیار باندھے رہنا مشکل ہے۔ ہماری روحانی لڑائی جنگہائے ہفتم کی طرح نہیں ہے۔ کہ جن میں مہلت اور فرصت ملتی ہے۔ بلکہ وہ روزانہ۔ ہر ساعت۔ ہر لمحہ میں موجود ہے جس میں دشمنوں کو ہٹاتا پڑتا ہے +

(۱۱) مذہب افلاس کو روکتا ہے۔ سچا مذہب انسان کو عقبیٰ میں بہشت ہی میں نہیں لے جاتا۔ بلکہ وہ دنیا میں بھی انسان کی حالت بہتر بناتا ہے۔ وہ امیروں ہی کو فائدہ نہیں پہنچاتا جو مرفہ حالی سے عالیشان مکانوں میں رہتے ہیں بلکہ وہ زیادہ تر اپنا نیک اثر غریب بیچارے مسکین آدمیوں کے جھونپڑوں میں دکھاتا ہے۔ یہ سچے مذہب کا کام ہے کہ وہ انسان کی ہوا و نفسانی کو کم کرتا ہی اور ان کو محکوم بنا لیتا ہی۔ ہوا و نفسانی کا غلبہ انسان کو عیاش اوباش۔ شراب خوار اور طرح طرح سے بدکار بنا لیتا ہے۔ جس کے سبب سے افلاس کی مصیبت میں گرفتار۔ قرضدار ذلیل خوار بے عزت ہوتا ہے۔ وہ اپنی شہوات نفسانی کی لگام کو ہاتھ میں نہیں رکھتا۔ اس کی طبیعت کا میلان برائی کی طرف ہوتا ہے۔ اس میں اپنا وقت۔ اپنا مال۔ اپنی قوت خرچ کرتا ہے۔ یہانتک کہ اُس کو موت آجاتی ہے جن لوگوں کی رای یہ ہی کہ عوام الناس کی تعلیم ان کے حق میں مضر ہوتی ہے۔ وہ حق پر نہیں ہیں۔ تمام جاہلوں کے واسطے علم سے بہتر کوئی چیز نہیں جہالت سے تعصب پیدا ہوتا ہے۔ تعصب سے ہوا و نفسانی میں جوش ہوتا ہے

تعلیم اس آفت سے بچاتی ہے - محنت - انتظام - کفایت شعاری کی عادت پیدا کراتی ہے - مذہب کا اثر جو عوام پر ہوتا ہے وہ روز تم دیکھتے ہو +

(۱۱) دنیا میں جو بالفعل مذہب کی صورت ہے - ہر ملک میں کم و بیش وہ بات نہیں ہے جو پہلے تھی کہ لوگوں کے دلوں سے ہزاروں آوازیں خدا کی ستائش و نیایش کی نکلتی تھیں ہزاروں گیت اُس کی حمد و ثنا کے بڑے ذوق و شوق سے گائے جاتے تھے + اب مذہب ایک نیاوی ہوشیاری کا نام ہو گیا ہے - اس کا حصہ بھی منفعت اور مصلحت پر کیا جاتا ہے - نا چیز دنیاوی خوشیوں کا معاوضہ عقبی کی بڑی خوشیوں سے کیا جاتا ہے - مذہب کو بھی لوگوں نے ایک جرانہ منفعت سمجھ لیا ہے - مذہب کے کاموں کا کرنا اجرت کے لئے ٹھیرا رکھا ہے - اب ہیبت اللہ جل شانہ کی عظمت و ادب نہیں ہے - بلکہ وہ ایک وحشیانہ خوف و رجا ہے - اگرچہ بہت سے اہل مذہب ایسے ہونگے کہ جن کا یہ حال نہ ہو - خدانخواستہ اگر ایسا ہو تو دنیا کی بڑی کم بختی آئی - لیکن جو شخص دانا ہوشیار ہے - ہم کو یقین ہے - کہ وہ زمانہ کا رنگ و رفتار دیکھ کر ہمارے قول کی تصدیق کریگا +

(۱۲) تسلی مذہبی - نیک آدمیوں کی بڑی تسکین و تسلی مذہب سے ہوتی ہے - بہشت کی بڑی خوشی لگی رہتی ہے - بُرے آدمیوں کو نہ اطمینان ہوتا ہے - نہ کوئی توقع ہوتی ہے - انسان کی روح اپنا تعلق آیندہ زمانہ سے کبھی منقطع نہیں کرتی ایسے وقت کو دیکھتی رہتی ہے - جب آدمی کو ہر طرح عیش و آرام حاصل ہوتا ہے - جوانی میں تندرستی نبضوں میں درست - بدن میں طاقت - صورت میں حسانت ہر ایک کام میں کامیابی - تو بھی کبھی کبھی خیال آیندہ کا آتا ہے - کہ کیا ہو گا - جب زمانہ بدل جاتا ہے - دوست آشنا چھوٹ جاتے ہیں بیماری اور بڑھاپا ستاتا ہے - تو پھر عقبی کا فکر زیادہ ہوتا ہے - اور یہ فکر پیدا ہوتا ہے - کہ اب مر کر کہاں جانا ہو گا - ایسے نازک وقت میں سوائے مذہب کے کوئی

تسلی اور تشفی دینے والا نہیں ہوتا۔ مذہب کا بڑا تعلق آیندہ حالت سے ہی۔ اس لئے ہر ایک آدمی کو
اس کی خبر رکھنی چاہئے۔ بہت سے علم ہیں اُن کی شاخیں بھی بہت سی ہیں۔ جن کا حاصل کرنا
عوام کو بڑا فائدہ نہیں دیتا۔ کیونکہ وہ کچھ تعلق ان کے فرائض سے نہیں رکھتے۔ اُن کی جبلت میں
نہ اُن کی طبیعت میں وہ ذہانت ہی۔ نہ عقل ہی۔ کہ جس سے وہ ان علموں کی تحقیقات کے
درپے ہوں۔ مگر ان علموں کی تحقیقات سے مبادی مذہبیہ کا حال
مختلف ہی۔ ان سے ہر روز انسان کو کام پڑتا ہی۔ اور ان کی ضرورت رہتی ہو۔
کچھ وقتی دل لگی کی باتیں نہیں کہ ضیافت طبع ہوں +

(۱۴) سچے مذہب میں نہ تو کوئی مکر و فریب ہوتا ہی۔ نہ اس میں قوت متخیلہ کی جنبش کا شور
و شروش۔ نہ اس میں ہوا و نفسانی کا شور و شور ہوتا ہی۔ کہ بارہا جب مذہب جوش …
کرتا ہی۔ تو آنکھوں کے سامنے ایسی گرد آجاتی ہے۔ کہ یہ سب الٰہی باتیں معلوم ہونے
لگتی ہیں اور بہت سے مغالطے کھانے پڑتے ہیں سچا مذہب انسان میں …
نہ جبری کہ بزرگی نفس کشی بغیر کسی طرفداری اور تعصب کے پیدا کرتا ہو جس سے
کو جانتا ہے۔ اور کسی سے محبت کرتا ہے + غرض وہ انسان میں سچا …
اس کی روح کو خبر دیتا ہے۔ کہ اس کا حال خدا کا سا ہی +

(۱۵) مذہب میں سرد مہری۔ بعض آدمیوں میں مذہبی حرارت ذرا نہیں ہوتی یا بالکل
مذہب میں ٹھنڈے اور سرد ہوتے ہیں۔ بعض آدمیوں میں حرارت مذہبی کی شدت ہوتی ہی
ان میں اصلی تپکی ہوتی ہی۔ گو کبھی کبھی اس حرارت کے اضطراب و اضطرار میں انکی نوبت دیوانگی
تک پہنچ جاتی ہے۔ مگر ان کی دوبارہ صحت پانے اور بحال ہونے کی توقع ہوتی ہی۔ جو
مذہب میں بالکل ٹھنڈی آوہ کی طرح ہیں۔ وہ تو ایسے کودن محض بے حس ہیں کہ جن کے سنبھلنے
کی امید ہی نہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں کہ جن کی حالت ان دونوں افراط و تفریط کے درمیان
اعتدال کی ساتھ ہی۔ ان کا حال ایسا ہی کہ جیسے کوئی شخص دو شخصوں کے درمیان عین

وسط میں کھڑا ہو تو ہر کنارہ کے دیکھنے والے کو وہ دوسرے کنارہ کے قریب معلوم ہو گا۔ پس اسی طرح جو شخص ان دونو حالتوں کے درمیان بیچوں بیچ ہو گا۔ تو وہ شخص جس کو حرارت مذہبی سے خالی کہے گا۔ جو خود حرارت مذہبی سے بھرا ہوا ہے۔ اور جو شخص حرارت مذہبی سے بالکل خالی ہے۔ وہ اس کو کہے گا کہ حرارت مذہبی سے بھرا ہوا ہے۔ غرض دونو طرف سے اس پر لعنت ملامت ہو گی ✢

(۱۲) مشکلات مذہبی - اگر مذہب فقط اتنی بات ہوتی کہ جسم کو کچھ حرکتیں دے لیں کچھ زبان ہلالیں تو بہشت میں جانا ایسا آسان ہوتا۔ جیسے کہ کسی دوست کی ملاقات کو جانا۔ مگر بڑی مشکل تو یہ ہے۔ کہ مذہب تو اس کا نام ہے۔ کہ دنیا کی محبت کے خیالات کو چھوڑ کر خدا سے بالکل دل لگائے۔ اور دنیا اور مافیہا کو بھول جائے۔ ماسوا سے جو تعلق رکھے وہ للہ ✢

(۱۷) نیک آدمیوں کو اگرچہ بڑھاپا آتا ہے۔ ان کے تمام قوا ضعیف روز بروز ہوتے جاتے ہیں جس سے تکلیف ہوتی ہے۔ مگر ان کی روح میں غور کرنے کی قوت۔ وہ تو مندی ایسی آتی جاتی ہے۔ کہ کوئی صدمہ ان کو مغلوب نہیں کر سکتا۔ غرض یوں نفع نقصان برابر رہتا ہے۔ جو ایک طرف سے کھویا جاتا ہے وہ دوسری طرف سے ملتا جاتا ہے۔ اس طرح یہ کہنا درست ہے۔ کہ وہ بوڑھے ہی نہیں ہوتے ✢

(۱۸) آزادی کے شجر کی بلندی پر مذہب نشو و نما پاتا ہے۔ وہاں شگفتہ و پختہ ہوتا ہے جس ملک میں یہ افراط و تفریط نہیں ہوتی کہ طوائف الملوکی ہوتی ہو یا ایک شخص کی تحکمی سلطنت ہوتی ہے۔ بلکہ ایسی آزادی ہوتی ہے جس میں صلح و اعتدال ہو تو وہاں مذہب کی ترقی بہت ہوتی ہے ✢

(۱۹) مذہب کی محبت - جو شاہزادہ کہ مذہب سے محبت کرتا ہے۔ اور اس کو ڈراتا ہے۔ وہ ایسا شیر ہے کہ جو اس کو بچانے کے لئے ڈرتے ہیں تو وہ ان کی طرف بھاگتا ہے

اور جو شاہزادہ مذہب سے نفرت رکھتا ہے اور خوف نہیں کرتا وہ ایک وحشی درندہ ہے جو بھوک کے مارے زنجیر کو کاٹتا ہے۔ جو اُسے مسافروں پر لپکنے نہیں دیتی۔ جو شخص مذہب بالکل نہیں رکھتا وہ وحشت ناک حیوان ہے۔ جو اپنے تئیں آزاد چھوڑنے اور کھانے کے لئے سمجھتا ہے +

(۲۰) سب انسان فطرت میں مساوی ہیں مگر ان میں سے ایک کو طبیعت دوسرے کے نیکی پیدا کرتی ہے غریبی مسکینی کی حالت میں بسبب طبیعت عالی طبع اور فراخ حوصلہ بناتا ہے۔ اور دل میں وہ استغنا پیدا کر دیتا ہے کہ دولت کے فائدوں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ مذہب خواہ چھوٹا ہو۔ یا بڑا ہو۔ یہ سب کو ماننا پڑتا ہے کہ اسی کے عمدہ اصول حقوق و فضائل انسان کی حیات و موت کے لئے رہنما ہوتے ہیں +

(۲۱) بہت سے آدمی معیشت کے مارے مذہب کا دعویٰ کرتے ہیں مگر وہ دنیاوی کے ہزاروں دھندوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ کہ رات دن مشقت اٹھاتے ہیں اور وہ دنفکر کرتے ہیں۔ ان کی روح کا خدا کے ساتھ گفتگو کرنا ایسا ہی جیسا کہ کوئی پہاڑ پر چڑھنا۔ یا آفتاب سے اوپر اچھلنے کا قصد کرنا۔ دنیا کو وہ اپنی بہشت سمجھتے ہیں اور اپنے امثال و اقران کی دلیلیں لاتے ہیں مگر وہ سب ہی بے دلیلیں ہوتی ہیں۔

(۲۲) اہل مذہب کی سنگدلی اور دنیا طلبی سے مذہب کی جو ذلت و خواری ہوتی ہے وہ دشمنوں کی لعنت ملامت سے کبھی نہیں ہوتی۔ اکثر آدمیوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ پہلے مذہب کے چہرہ پر خاک دھول مل دیتے ہیں اور پھر انہیں خاک آلودہ رنگ کو مذہب کا اصلی رنگ قدرتی سمجھنے لگتے ہیں پھر اس صورت سے خوش نہیں ہوتے۔ اور کہنے لگتے ہیں کہ اس ڈراونی شکل کی کیوں اچھی طرح مدارات کریں +

(۲۳) مذہب کی روکیں - اکثر دولتمند مذہب کے پابند نہیں ہوتے۔ کیونکہ مذہب مقید کرتا ہے۔ دولت شتر بے مہار بنا کے آزاد کرتی ہے +

(۲۰۰) اگر دنیا میں خدا اور مذہب مانا جاے۔ تو پھر انسان کی زندگی کا مقصد عظم باقی نہ رہے شخصی خوشی اور قومی بہبودی اور خاص و عام کی نیکی کی جڑ مذہب ہی ہے۔
جو شخص خدا کی مرضی پر رہتا ہے راستی کے قطب کے گرد پھرتا ہے۔ فیاضی اختیار کرتا ہے اس کے لیے دنیا ہی بہشت ہو جاتی ہے۔ یہ مذہب کی ساتھ بڑی گستاخی ہے کہ کوئی کہے کہ کم عقلوں بچوں عورتوں کے واسطے فقط مذہب بنایا گیا ہے مذہب کا بڑا مطلب یہ ہے کہ انسان کی یہی خوشی ہو۔ کہ وہ اپنے تئیں خدا کے مشابہ بناے۔ جو مذہبی علم اس بات کی تعلیم نہیں سکھاتا وہ مذہبی علم نہیں ہے۔ بلکہ کوئی اور جھوٹا علم ہے۔
اکثر آدمی اور بعض وقت کل آدمی طول دعا و نماز سے گھبراتے ہیں اور اس کے جلد تمام ہونے سے خوش ہوتے ہیں مگر یہ کچھ محنت و مشقت کی بات نہ تھی۔ جس سے وہ گھبراے وہ اپنے خدا تعالیٰ کی عظمت ظاہر کرنے اور اپنی عزت حاصل کرنے کی بات تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ انسان کو ضعف روحانی ہے اور وہ مذہب کے خیالات میں جھوٹا ہی۔
نقل مشہور ہے کہ کیا چھوٹا نہیں یا گھیرے ہو وہ مذہب پر صادق آتی ہے کہ مذہب کی تھوڑا ہی واقف ہونا انسان کو بیہودہ بناتا ہی — جیسے کہ علم کا تھوڑا ہونا مغرور بناتا ہے
بعض آدمی اپنے مذہب کو بھی اسی طرح بدلتے رہتے ہیں جیسے کہ لباس کی وضع طرح بدلتی رہتی ہے۔ بہت آدمی سمجھتے ہیں کہ مذہب مروجہ بھی ایک ٹکٹ ہوتا ہی۔ کہ ایک دفعہ اس کو خرید لیا اور بہشت کے دروازہ پر دکھا دیا اور اندر چلے گئے۔
جو مذہب انسان پر پوری فرمانروائی نہیں کرسکتا وہ اس کی پوری شفاعت نہیں کرا سکتا۔ مذہب جو دنیا کی شرارت سے آدمی کو نہیں بچا سکتا۔ وہ عاقبت کی ہلاکت کیسے بچا سکتا ہی۔ مذہب میں اس سے زیادہ کوئی عمدہ خیال نہیں ہے کہ تکمیل روح میں وہ برابر ترقی کرتا چلا جاے۔ اور قوت پر قوت حاصل ہوتی جاے۔ نیکی پر نیکی بڑھتی جاے علم پر علم زیادہ ہوتا جاے۔ جس سے دل کو گرم۔ ہاتھوں کو پاک تواضع دل میں نیکی

کرتا ہے جس سے خدا راضی ہو کہ میرے بندے اپنے تئیں نرم ہونے میں میرے مشابہ بنا جاتے ہیں ؀

(۲۵) بعض ملک اور قومیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان میں مذہبی فرقے سیکڑوں طرح کے ہمیشہ قائم ہوتے رہتے ہیں ان کے مذہب ایسی تشبیہ سے تعبیر ہو سکتے ہیں۔ کہ ایک اژدہا ہو جس کے بہت سے سر ہوں اور ان کے بیچ میں ایک دوسرے پر پھنکارتے ہوں بعض بہت بڑے ہوں اگر ان میں ایک سر کاٹ ڈالو تو اس کی جگہ دس بیس سو تک چھوٹے چھوٹے سر نکل آئیں اور اپنا منہ پھیلائے ہوئے دکھائی دیں ؀

انتقام

(۱) انتقام لینے کی طرف انسان کو بالطبع میلان ہے۔ اور میلان بھی ایسا ہے کہ کوئی دوسرا میلان اس کی برابر نہیں اس لئے اس کی روک تھام میں سب سے زیادہ اہتمام چاہیئے انتقام ایک وحشیانہ عدل ہے (یعنی قانونی نہیں) قانون کا کام یہ ہے کہ انتقام کی راہ کو بند کرے جو شخص کسی کے ساتھ برائی کرتا ہے۔ وہ قانون سے تجاوز کرتا ہے۔ مگر جو شخص اس کا عوض لیتا ہے وہ قانون کو معطل کرتا ہے دشمن سے انتقام لینے میں آدمی اس کی برابر ہو جاتا ہے اور معاف کرنے میں اس سے برتر۔ کیونکہ بزرگوں اور بادشاہوں ہی کا کام معاف کرنا ہے حضرت سلیمان کا قول ہے کہ آدمی کی دانائی غصہ کو ٹالتی ہے اور یہ اس کی عظمت ہے کہ خطا سے اغماض کرے۔ دانشمند آدمی حال اور استقبال کی باتوں پر توجہ کرتے ہیں ماضی کی باتوں کو سمجھتے ہیں کہ وہ تو ہو گزریں گذشت آنچہ گذشت مگر گذشتہ صلوٰۃ بھلائی کی۔ قصہ تمام ہوا۔ کوئی شخص برائی کو برائی کی خاطر نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے فائدے منفعت یا خوشی۔ یا عزت۔ یا کوئی اور بات حاصل کرنے کی غرض سے کرتا ہے پھر برائی کرنے میں ہر شخص اپنی ذات کو دوسرے سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ پس اس پر غصہ کیوں آنا چاہئے اور اگر کوئی شخص اپنے نفس کو مجھ سے زیادہ عزیز رکھتا ہے تو اس سے مجھے کیوں رنج پہنچتا ہے۔ اگر کوئی شخص برائی اپنی بدسرشتی کی مقتضا سے کرتا ہے تو اس کا حال کانٹے کا سا ہے جو

ٹھہتا ہے اور جھیلتا ہے کیونکہ اس کے سوا وہ کچھ اور نہیں کر سکتا - جن برائیوں کی
سزا قانوناً نہیں مل سکتی - اگر اُن کا عوض خفیف سا لیا جائے تو خیر کچھ مضائقہ نہیں مگر
کہیں وہ اس حد تک نہ پہنچ جائے - جو قانوناً مجرم بنائے - اور سزا کا مستحق کرائے جس سے ایک اور
دشمن قانون پیدا ہو جائے - ایک سے دو دشمن ہو جائیں یک نہ شد دو شد - دشمن کے لئے بھٹی
ایسی بھی نہیں گرم کرنی چاہئے - کہ جس کی گرمی سے خود اپنا منہ جھلس جائے - بعض آدمی دشمن
کو جتلا کے انتقام لینے میں خوش ہوتے ہیں وہ پاجی نامرد کمینوں کی طرح اُس کو چھپتے ہوئے نہیں
اور اندھیرے میں تیر نہیں لگاتے - یہ اُن کی فراخ حوصلگی ہے - جب دشمن سے نفرت ہوتی ہے
تو کوئی اُس کو معدوم کر دے اس کی پروا نہیں ہوتی - مگر جب اُس سے انتقام لینا منظور
ہوتا ہے - تو اُس میں لذت آتی ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے اُس کو عدم کی راہ دکھائیں یا خوب ستائیں جو
اگر دشمن دوسرے کی تلوار سے مارا جائے تو دل ایسا خوش نہیں ہوتا جیسا اپنے ہاتھ سے
سر اُڑانے میں اور پاؤں سے سر کچلنے میں +

ایک شخص نے اپنے بے وفا دوستوں کی نسبت کہا - کہ وہ جو برائی کریں وہ معاف
نہیں ہو سکتی - اس لئے حکم یہ ہے کہ دشمنوں کی خطائیں معاف کرو - نہ یہ کہ دوستوں کی
مگر اس باب میں حضرت ایوب نے خوب فرمایا ہے - کہ کیا ہم خدا سے اچھی چیزیں لیویں
بری چیزیں نہ لیویں ؟ پس اسی ارشاد کو دوستوں کے ساتھ ایک مناسب اندازہ کے
ساتھ برتو - جن دوستوں سے فائدہ اٹھاتے ہو اُن سے نقصان بھی اٹھاؤ +

یہ امر تحقیق ہے کہ جو شخص انتقام کے درپے رہتا ہے وہ اپنے زخم کو ہرا رکھتا ہے - اگر وہ
یہ نہ کرتا تو زخم بھر کر اچھا ہو جاتا + سخت انتقام یہ ہے کہ تو اپنے دشمنوں کی
ساتھ نرمی اور شیریں کلامی کر کہ اُن کی ہڈیاں توڑ - اور اُن کے سر پر کوئلے جلا
اُن کی خطائیں معاف کر کے خوب خوش ہو - انتقام استسقاء روح ہے کہ جو ہم
کرنا چاہتے ہیں اس سے زیادہ ہم کو تکلیف پہنچتی ہے - جو شخص انتقام زیادہ لیتا ہے وہ

برائی کرنے والوں سے زیادہ برا ہوتا ہے۔ اُس سے زیادہ برا آدمی کون ہوگا
جو ہمسایہ کی برائی کو اپنی بھلائی جانے۔ آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنے دل و دماغ سے تمام انتقام
لینے کے خیالات کو نکال کر پھینک دے۔ انتقام لینا ایک شیطانی حرکت ہے۔ انسان
سے شیطان کا کام کرانے والا انتقام سے زیادہ کوئی اور نہیں ہے۔ اس میں یہ بھی
مزاج کا زہریلا پن اپنی اوپر اثر کرتا ہے۔ اگر تم پورا انتقام نہ لے سکتے تو تم انتہا
تکلیف و رنج میں ہوگے اور اگر پورا عوض لے سکتے ہو تو آئندہ رنج اٹھاؤ گے۔ انسان کو
کوئی چیز انتقام سے زیادہ گزند رساں نہیں وہ سوہان روح ہے۔ انتقام کا غصہ بہت
ہوتا ہے۔ اگر غصہ میں آن کر ہم کسی کو برا کہیں تو ہم کو چاہئے کہ سورج کے ڈوبنے سے
پہلے ہم صلح کر کے مصافحہ کریں اور دوست آپس میں ہو جائیں ؎

(۲) یہ انتقام لینا نہایت عمدہ ہے کہ اگر کوئی ملک کے سینے کا ایک قطرہ خون نکالے
تو اس کے گاڑھے لہو کی دھار بہانی چاہئے۔ تلوار کی دھاریں ان کی طرف موڑنی
چاہئیں جو ہمارے ملک کو تکلیف دیتے ہیں۔ اگر کوئی داغ ملک پر لگ گیا ہو۔ تو
اس کو ان کے دریا سے دھونا چاہئے۔ جب جوانمرد دشمن کے ملک کو فتح کرتے
ہیں تو وہ اپنے سپاہیوں کو ہدایت کرتے ہیں کہ ہماری بڑی فتح یہ ہے کہ دشمنوں سے
انتقام لینے میں ہم اپنے دلوں کو محکوم بنائیں۔ ــــہ

بزرگے موذی کو مارا النفس امارہ کو گر مارا ۔ نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا

(۳) جو شخص جور و جفا کی عوض میں جور و جفا کرتا ہے وہ قانون سے تجاوز کرتا ہے مگر
درف ثانی ہی نہیں۔ جو لوگ خود اپنے طور پر انتقام دشمنوں سے لے لیتے ہیں اُس کا اثر نافع
ہوتا ہے کیونکہ قانون اکثر اُس کے لئے ہوتا ہے۔ جو شخص کسی کو ضرر پہنچاتا ہے۔ وہ برائی
کو شروع کرتا ہے مگر جو اُس کا انتقام لیتا ہے۔ وہ اُس کو بے انتہا بڑھاتا ہے اور اپنے پیچھے
بدی کی دم لگاتا ہے جس کو نیک دلی اور خوش چلنی بھی الگ نہیں کر سکتی۔ اپنی گھر کے بچے

ایسی آفت لگاتا ہے جس سے عزت جاتی رہیگی۔ اس لئے سب سے اچھا بدلہ یہی ہے کہ جو
شخص ہم کو مضرت پہنچائے ہم اس کی مثل نہ بنیں۔

مصیبت

اس مضمون میں جگہ مصیبت کے معنے یہ ہیں کہ جو ہم چاہیں اس کے خلاف ہو۔
(۱) دنیا میں اقبال و ادبار کے بھی عجیب تماشے نظر آتے ہیں کہ بعض آدمیوں کو دیکھتے ہیں کہ ادبار کی گھٹا ان پر ایسی چھائی ہوئی ہے کہ وہ جس کام میں سعی کرتے ہیں اس میں کامیاب نہیں ہوتے ہیں جو منصوبہ باندھتے ہیں وہ ادھورا رہتا ہے۔ پورا کسی طرح ہوتا ہی نہیں۔ ان کی ساری سعیاں بے فائدہ ہوتی ہیں ان کے گرد آفات کی تاریکی ایسی چھائی ہوتی ہے کہ کبھی اس میں خوش نصیبی کی جھلک تک نہیں دکھائی دیتی۔ اس کے برخلاف بعض شخصوں کو ایسا اقبال مند دیکھتے ہیں کہ مٹی کو ہاتھ لگائیں تو سونا ہو جائے۔ جس کام کو وہ اختیار کرتے ہیں۔ اس میں کامگار ہوتے ہیں۔ دولت کا مینہ ان پر برستا ہے۔ خواہ وہ کیسا ہی انوکھا اور بے جوڑ کام کریں۔ کامیابی ان کے آگے ہاتھ جوڑے کھڑی ہے۔ جن باتوں کی انہیں امید و توقع بھی نہیں ہوتی وہ بھی حاصل ہو جاتی ہیں ادبار اور مصیبت کا سر پر آنا انسان کے اختیار سے باہر ہے۔ وہ اس حکیم کا مقرر کیا ہوا ہے جس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس لئے انسان کو یہ خیال کرنا چاہئے کہ اس بیماری اور مصیبت و ادبار میں بھی اس دانائے کوئی حکمت رکھی ہوگی۔ وہ حکمت یہ ہے کہ مصیبت انسان کی بڑی معلم و ادیب ہے۔ وہ آدمی کو بتلاتی ہے کہ اس کی ولادت اور وفات کے مابین عمر رواں کے چند سالوں کا جملہ معترضہ کچھ معنی نہیں رکھتا۔ اگر خدائے تعالیٰ نے ایک شربت کا پیالہ پلایا تو اس کے مٹھاس کا مزہ کچھ دیر کے بعد جاتا رہتا ہے اور اگر تلخی کا جرعہ منہ میں ڈالا تو تھوڑی دیر بعد کڑواہٹ کا پتا نہیں رہتا ہے۔ مگر مدبر عالم نے ان کے بعد اثر ایسے رکھے ہیں کہ وہ دیرپا ہمیشہ ہو جاتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے جو اپنے اخلاق کی گورنمنٹ بنائی ہے۔ اس کی پیچیدار

کل کو وہ طرح طرح سے چلاتا ہے۔ اور اُس ہی دلوں کو اکساتا ہے۔ وہی اپنی اس گورنمنٹ کی قانون کو کما حقہ جانتا ہی۔ ان ہی قوانین کو اُس نے اپنی محبت کا رشتہ بنایا ہے۔ کسی پر خدا خفا ہوتا ہی کسی پر مہربان۔ بعض پر اپنی نعمتوں کا انبار لگا دیتا ہے۔ کہ وہ شکر گزار ہوں بعض کے سر پر مصیبتوں کا بار رکھ دیتا ہی۔ کہ وہ دنیا کو بیکار (؟) جانیں۔ اس کی عیش و عشرت مال و دولت پر اعتماد نہ کریں۔ جو سمجھتے ہیں وہ خدا کی طرف اپنی تسلی و تشفی پاتے ہیں کہ جس سے کوئی ان کو محروم نہیں کر سکتا۔ وہ ... اس تسکین تسلی کی تلاش کے پیچھے ایسے رہتے ہیں جیسے کوئی جہاز ... پاتا ہے۔ تو وہ ایسی بندرگاہ کی تلاش کرتا ہی۔ کہ جس میں جا کر سلامت رہے۔ اور سمندر کے اندر جن ... میں مبتلا ہو رہا ہی ان سے بچ جاوی +

(۲) جیسے کہ بے موسم بارش آدمیوں ... کے حق میں ... مگر زمین کو سرسبز و شاداب ... اور بعض پھولوں کو شگفتہ اور بعض پھلوں کو پختہ کر دیتی ہے ایسے ہی مصیبت و آفت جو آتی ہی۔ گو وہ اکثر آدمیوں کے حق میں مضر ہوتی ہی مگر بعض کو مفید بھی ہوتی

(۳) دنیا میں مصیبتوں کا پڑنا بھی ایک بڑی نعمت ہی۔ اس لئی کہ اس حالت میں خدا سب سے زیادہ یاد آتا ہی۔ اور دل خدا کی طرف خوب رجوع ہوتا ہی۔ اور آدمی دنیا سے اداس ہو کر برداشتہ خاطر ہوتا ہی۔ اور جانتا ہے کہ میں یہاں اپنا وطن چھوڑ کر غریب الوطن ہوں مسکینی و غریبی میں رہنا مجھے بدکاریوں سے بچائیگا۔ گو لوگ مجھے آفت زدہ اور خوار و ذلیل جانینگے۔ مگر میں اپنے باطن کو جسے خدا دیکھ رہا ہی راست کردار کروں۔ اور اسی کو اپنی شیخی غرور۔ نخوت۔ ہمو دستان کے زہر کا تریاق بناؤں۔ ایسی حالت میں آدمی سمجھتا ہی کہ میں اپنی اصلی وطن سی جلا وطن ہو کر یہاں آیا ہوں +

(۴) مصیبت زدگی کے فائدے۔ انسان کی حالت موجودہ ہمیشہ بدلتی رہتی ہی۔ اس کو قیام نہیں ہوتا۔ کوئی حماقت اس سی زیادہ نہیں ہی۔ کہ ہم یہہ توقع کریں۔ کہ

ہماری زندگی ہمیشہ آرام سے بسر ہوگی - اور ہم پر راحت کا چشمہ ہمیشہ یکساں رواں رہیگا - خواہ جھونپڑوں کے رہنے والے ہوں یا محلوں کے - اُن کیواسطے بچپنے سے لیکر بڑھاپے تک ہمیشہ چھوٹے چھوٹے واقعات ایسے پیش آتے ہیں جو اُن کو تکلیف پہنچاتے ہیں اُن سے کسی طرح نجات نہیں ہو سکتی - ان واقعات کا نام سخت مصائب نہیں کہنا چاہئے - نہ ان کو سخت سمجھنا چاہئے - ہوگر صاحب ذہن کی مصیبت زدہ اس شخص کو نہ کہنا چاہئے کہ جس کی کامیابی دُنیا میں تھوڑی دیر کے لئے رُک گئی ہو - بلکہ اُس شخص کو جس پر آسمان ٹوٹ پڑا ہو اور سخت صدمات واقع ہوئے ہوں ایسے مصیبت زدہ بھی دُنیا میں تھوڑے نہیں ہوتے بلکہ ہر وقت دیکھ لو - کہ کتنے امیر صاحب دولت مفلس ہو جاتے ہیں تندرست سے بیمار راحت و آرام سے رنج و عذاب میں گرفتار - کام سے معزول کیا جاتے بھلے چنگے اپنے عزیز و اقارب دوست آشناؤں میں رہتے تھے - یا موت کے پنجے میں پہنچ گئے پس جب اس قسم کی بلائیں ہمارے گرد جمع ہوتی ہیں تو ہمارا دل متفکر ہو کر اُن کا علاج کرتا ہے - مصیبت حقیقت میں ایک مکتب ہے جو تمام قوائے روحانیہ کی وہ تعلیم و تادیب کرتا ہے - جس سے روحانی چین اور آرام ہوتا ہے - اور یہ مفید سبق وہ سکھاتا ہے کہ انسان عاجز و ناتوان ہے - اس کو مذہب کی ضرورت ہے - دنیا ہمیشہ اُس کو پھسلاتی ہے اور مغالطہ دیتی ہے - آدمی اسی مدرسہ میں دانائی اور گناہ کی برائی اور دنیا کی بے ثباتی سیکھتا ہے - عیش و عشرت میں بعض نیکیاں دیکھنے میں آتی ہیں جو بڑی دلاویز اور نمود و شان کی ہوتی ہیں - مگر رنج و ملال میں جو نیکیاں نظر آتی ہیں وہ بڑی مستحکم و مستقل ہوتی ہیں مسکینی - صبر - وقار - ہوشمندی - عابدانہ توکل - یہ نیکیاں سب ایسی ہیں کہ ان کی ترقی سخت مصیبت زدگی کی حالت ہی میں ہوتی ہے - اس سے ہم اپنی شرمگیں غفلت کی نیند سے جاگتے ہیں جس سے ہمارے خوابہائے شیریں جو ہمارے دل کو بہلاتے اور پھسلاتے تھے - پراگندہ و منتشر ہو جاتے ہیں اور دل خدا کی ساتھ لو لگاتا ہے اور

اُس کو اپنا مامن بناکے پناہ مانگتا ہی - اُس پر توکل کرکے اپنی کارروائی چاہتا ہی - جس سے دل کو بڑی تقویت اور طمانیت ہوتی ہی - مصائب اور آفات کے سمندر میں اُس کو سہارا ایسا ملتا ہی - کہ اُس کا بیڑا پار ہوتا ہی - ثبات قدم کا علم بلند ہوتا ہی - دل نورِ سعادت سے منور ہوتا ہی - اس تاریکی میں جہاں اندھیرا غضب ہوتا ہی - خدا کے توکل کا نور اُسکو منزل مقصود پر پہنچاتا ہی + غرض فائدہ مصیبت زدگی کا یہ ہی - کہ قوائے روحانیہ ایسے بلند مرتبہ پر پہنچا دیتی ہے کہ وہ اس دنیا کو پست پایہ سمجھ کر بازیچۂ اطفال کی طرح سے ثبات جانتی ہیں - اور عالم فانی سے برداشتہ خاطر ہوکر عالم باقی کی تمنا کرنے لگتی ہیں جہاں جاودانی نعمتیں اور برکتیں ملتی ہیں وہ دنیا کے قابل القدر اشیاء کی قدر کرتی ہیں مگر ان کا قبضہ اپنے اوپر ایسا نہیں ہونے دیتیں کہ جب سے ضرر اور تکلیف پہنچے وہ اپنا ایمان اور خدا پر توکل کرتی ہیں +

(۴) مصیبت زدگی کا فائدہ یہ ہی کہ ہم اس کے سبب سے اپنی ہمسایئی کی خدمات کا حق خوب سمجھ لاتے ہیں جہاز راں جب ہی کامل ہوتا ہی - کہ سمندروں کے طوفانوں کی مصیبتوں کو اُس نے سہا ہو سپاہی جب ہی اپنے فن سے ماہر ہوتا ہی - کہ محاصروں اور لڑائیوں کے داؤ گھاتوں کی آفتیں اُٹھا کر واقف ہوا ہو - ان کاموں کے جاننے کے واسطے اوروں کے کارناموں کا فقط پڑھ لینا کافی نہیں بلکہ اپنے ذاتی تجربہ کی ضرورت ہی +

(۵) ہمیشہ مصیبت کم و بیش کسی برائی کے روکنے کے واسطے ہوتی ہی - وہ اُن باتوں کو جو کانوں سے سنا کرتے تھے آنکھوں کو دکھا دیتی ہی وہ ساری بیماریوں اور افلاس کی آفتوں اور موت کی تکلیفوں کو بیمار مفلس قریب الموت بناکے دکھا دیتی ہی - آدمی کو چاہئے کہ وہ مصیبت کے نیشوں سے بے قرار و بے صبر ہوکر زیادہ چیخنے نہ دے +

(۶) جو شخص مصیبت زدہ ہو - اُس سے پوچھو کہ اور لوگ اُس کی ساتھ اس حالت میں کس طرح پیش آتے ہیں اور وہ خود اس حالت میں اوروں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہی -

ان دونوں کے واسطے مصیبت زدگی معیار ہے۔ مصیبت زدہ کے واسطے یہ کہ وہ کمینگی اور بیدیانتی اس حالت میں نہ اختیار کریں۔ اور اور لوگوں کے واسطے یہہ کہ اُنکے ساتھ گستاخی نہ کریں غرور سے نہ پیش آئیں اور ذلیل و حقیر نہ جانیں +

(۷) مصیبت کا حال زہردار مینڈک کا سا ہے۔ کہ نہایت بدشکل اور زہریلا۔ مگر سر میں ایک بیش قیمت جوہر رکھنے والا +

(۸) اگر ہمارے گرد طوفان برپا ہو۔ ہمارا جہاز بھنور میں پھنسا ہو تو ہم بچوں کی طرح رو رو کر اُس طوفان کو نہ دیکھنا چاہیئے۔ اور مایوس ہو کر یہہ نہیں خیال کرنا چاہئے کہ ہوا کا اور جھونکا ہم کو برباد کر دیگا۔ اور لہروں کا تلاطم ہم کو ڈبو دیگا۔ بلکہ اُس وقت ہماری ساری توجہ دل سے خدا کی طرف ہونی چاہئے۔ کہ جس نے یہ طوفان اور تلاطم اُٹھایا ہے۔ وہی ناخدا بن کر ہمارا بیڑا پار کریگا ہم کو دلیری اور جرأت و ہمت ایسی دیگا۔ کہ ہم طوفان کی مصیبتوں کو خوشی سے اُٹھا لینگے

(۹) عاقل نیک نہاد آدمی کا حال مصیبت میں دھندلی لالٹین کا سا ہوتا ہے۔ کہ جو آدمی اُس کے گرد ہوتے ہیں اُن کو وہ تاریک معلوم ہوتی ہے۔ مگر اُسکے اندر خوب روشنی ہوتی ہے۔ جب اُس کا دروازہ کھلتا ہے تو وہ خوب دکھا سکتی ہے +

(۱۰) جس شخص پر مصیبت نہیں پڑتی وہ کبھی خود شناس نہیں ہو سکتا اور اپنی نیکی کو پہچان نہیں سکتا

(۱۱) اقبال مندی کی خوبیوں کی آرزو سب کو ہوتی ہے۔ مگر ادبار کے خوبیوں کی تعریف خوب ہوتی ہے۔ اگر معجزہ کے معنی نیچر پر حکمرانی کے قرار پائیں تو وہ مصیبت کی حالتیں انسان سے صادر ہوتے ہیں اقبال مندی میں بڑی نیکی اعتدال ہے۔ اور ادبار میں بڑی نیکی استقلال ہے اقبال خوف و آفت سے خالی نہیں ہوتا۔ اور ادبار تسکین اور توقع سے۔ اقبال میں آنکھ کی خوشی ہے دوسرے میں دل کی خوشی۔ نیکی کا حال خوشبو کا سا ہے کہ وہ آگ میں جلنے سے یا پسنے سے بہت مہکتی ہے۔ اقبال بدی کو خوب کھول کر دکھا دیتا ہے۔ ادبار نیکی کا اظہار خوب طرح سے کر دیتا ہے +

(۱۲) جیسے برف اور پالے کا موسم گذر جاتا ہے۔ مگر اس کا اثر زمین نرم کر دیتا ہے اور فصل کے بڑھانے میں

اور بچانے میں موسم گرما میں معلوم ہوتا ہے۔ ایسا ہی مصیبت کا وقت اور موقع گزر جاتا مگر اس کا اثر انسان کے پختہ کار کرنے کے لئے باقی رہتا ہے +

(۲۰) مصیبتیں دو طرح کی ہوتی ہیں ایک تنبیہ و تادیب کے لئے دوسرے امتحان کے لئے تنبیہ تادیب سے یہ مراد ہے کہ مصیبت سے وہ خوبی آدمی میں پیدا ہو جائے جو پہلے اس میں نہ تھی اور اگر تھی تو اس کی ترقی ہو جائے + امتحان سے مراد یہ ہے کہ ترقی کی مقدار معلوم ہو جائے کہ کتنی ہوئی۔ معلم کا کام یہ ہے کہ طلبہ کو اچھی طرح پڑھائے۔ ممتحن کا کام یہ ہے کہ یہ بتلائے کہ کہاں تک طلبہ نے ترقی کی ہے۔ مصیبتوں کی یہ دو قسمیں اکثر خلط ملط ہو جاتی ہیں کیونکہ ہم تعلیم اور امتحان سے ایک ہی نتیجہ نکالتے ہیں۔ ایسی خلط ملط کرنے سے خرابی پیدا ہوتی ہے جب مصیبت ادنیٰ درجہ کی ہوتی ہے تو وہ تنبیہ و تادیب کے لئے ہوتی ہے۔ اور جب وہ بڑھ جاتی ہے تو امتحان کے لئے ہوتی ہے۔ بیماری ایسی مصیبت ہے کہ جو دونو تادیب اور امتحان کے لئے ہے جب وہ تھوڑی ہوتی ہے تو تادیب تنبیہ کے واسطے۔ اور جب زیادہ طول کھینچے تو امتحان کے لئے۔ جب آدمی کو نئی نئی بیماری ہوتی ہے تو دوستوں کی تیمار داری کا ممنون وہ دل سے ہوتا ہے۔ مگر جب مرض کو طوالت ہوتی ہے۔ تو وہ کسی کی تیمارداری کا احسان مند نہیں ہوتا۔ ایک مساوات ہو جاتی ہے کہ وہ خود اپنی ہی رنج و تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔ آدمی یہ خوب سمجھ لے کہ کوئی چیز اس کو دانشمند اور نیک نہیں بنائیگی۔ جب تک وہ اس کے سیکھنے میں سخت رنج و تکلیف نہیں اٹھائیگا +

(۲۱) یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ کوئی انسان ایسا نہیں ہو سکتا۔ کہ زندگی میں جس پر کوئی چھوٹی بڑی مصیبت نہ واقع ہوئی ہو۔ اس سے کسی طرح ہمارا چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔ نہ اس کو اپنی شان و شکوہ دکھا کے ڈرا سکتے ہیں نہ اپنے ثبات و استقلال سے اس پر فتحیاب ہو سکتے ہیں نہ بھاگ کر اس کے آگے آنے سے۔ نہ تاریکی میں چھپ کر اس کے پیچھا کرنے سے بچ سکتے ہیں + حکما حاذق ان مصیبتوں کے حزن و ملال کا یہ علاج بتاتے کہ ہماری کچھ آنسو پوچھتی ہیں۔

کہ خداوند تعالیٰ نے ہماری حالت کے انقلاب کے ساتھ رنج میں راحت کو غالب کیا ہے اور ہماری جہالت وغیرہ کے سبب ہماری برائیاں ہم کو مصیبت زدہ بناتی ہیں یہ علاج ان کا ایسا ہی جیسا کہ طبیبوں کا ہوتا ہے کہ جب وہ کسی درد کو رفع نہیں کرسکتے تو جس جگہ درد ہوتا ہے اسے سُن کر دیتے ہیں جو مصیبت زدگی کی مداوی کرتے ہیں اُن کی فوقیت کی تعریف ہو جاتی ہے۔ مگر ان کی دلائل تسلیم نہیں کیجاتیں اب تک کسی کی تقریر ایسی فصیح اور ایسی بلیغ ہوئی۔ کہ ظلم سے جو تکلیفیں پہنچتی ہیں یا غنا ہی سے جو آفتیں آتی ہیں یا ضعف و ناتوانی سے جو رنج پہنچتے ہیں اُن میں تخفیف ہو جاتی +

آدمی جو اپنی بلند سودائی سے بڑی بڑی امیدیں کرتا ہے۔ وہ گو سب طرح پوری نہیں ہوتیں مگر جس کام میں وہ بہت کوشش کرتا ہے اس میں کچھ نہ کچھ کام بن جاتا ہے + بہتیرے حکمائے جو مصیبتوں کے زہر کے تریاق کی تلاش میں بڑی جانفشانی کی تو وہ ایسا تو نہ ہاتھ لگا۔ کہ جو جام حیات کو شیریں و لطیف بنا دیتا۔ مگر اس سے تلخی اس کی کم ہو گئی۔ دل کے ناسوروں پر جو مرہم انھوں نے لگایا گو وہ اس سے بالکل اچھے نہ ہوئے مگر ان کی اذیت کم ہو گئی + غرض مصیبت پر فضول اور حد اعتدال سے باہر جو اضطرار و اضطراب ہوتا تھا۔ اس سے نجات حاصل ہو گئی۔ جو قوت مصائب کی بیقراری میں زائل ہوتی تھی وہ رنج کے گھٹانے میں اور اس کے علاج بچاؤ میں صرف ہونے لگی +

ہر مصیبت ایک نعمت ہے +

رواقی سنیکا نے فقط مصیبت زدگی پر صبر و ثبات ہی کی ہدایت نہیں کی بلکہ اس سے دل کے خوش کرنے کی راہ بتائی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جو شخص مصیبت میں گرفتار نہیں ہوا اس نے دنیا کا ایک ہی رخ دیکھا۔ دوسرے رخ کے تماشے سے محروم رہا۔ دل کے خوش کرنے کے واسطے مصیبت کا پڑنا ضرور شرط ہے۔ وہ اپنے شاگردوں کو ارشاد کرتا ہے۔ کہ تم مصیبت اٹھاؤ جب ہی تم کو راحت و عافیت کا لطف آئے گا۔ جو محقق حقیقت سے آگاہ ہونا اور مشہور ہونا چاہے

عوام الناس کے درجے سے بلند ہو کر خواص بنا چاہتے ہیں وہ ہمیشہ تحقیق و تفتیش کے درپے رہتے ہیں یہاں ایک تحقیق تمام ہوئی دوسری شروع ہوئی۔ اسی طرح سے جتنے وہ عقل و دانش میں افزوں ہوتے جاتے ہیں۔ اتنا ہی نیرنگی عالم کا تماشا زیادہ دیکھتے ہیں۔ سیدان عقل ہیں جتنے وہ جفاکشی و رنج اٹھاتے ہیں اتنی ہی ان کو وہ خوشدلی حاصل ہوتی ہے کہ وہ کسی بادشاہ اور امیر کی حالت پر رشک و حسد نہیں کرتے۔ مشقت کی مصیبت اٹھانے ہی کا نتیجہ ہے کہ وہ خوشیاں علم سے حاصل کرتے ہیں سنیکا نے نہایت خوش بیانی سے مصیبت زدگی کا حال لکھا ہے۔ اور خوب لکھا ہے ــــ کہ مصیبت زدگی ہی آدمی کو دنیا کے تجربہ کرنے کا موقع دیتی ہے۔ ہمیشہ کی راحت پانے سے بھی زیادہ حاصل ہوتا مصیبت سے بھاگنا لاعلمی ہے۔ اور راحت سے رہنا ایک حجاب ہے جب تک آدمی مصیبت نہ اٹھائے۔ راحت آتی ہی سمجھ میں نہیں آتی قدر عافیت کسے داند کہ بمصیبتے گرفتار آید۔ ہماری خوشحالی ایک امر اضافی ہے۔ ہر شخص اپنی مصیبت کے رنج کو یوں خیال کر کے گھٹا سکتا ہے کہ بہت سی مصیبتوں سے بچا ہوا ہوں ہیرے کی چمک دمک سیاہ چیزوں کے پاس رکھنے سے اور تصویر میں سایہ کے ہونے سے روشنی زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ پس اسی طرح اپنی مصیبت بھی اوروں کی مصائب کے ساتھ ملانے سے راحت دیتی ہے دنیا میں انسان کے لئے کوئی مسرت اس سے زیادہ نہیں کہ محنت کے بعد راحت ملے جس محنت سے خوشی ہو وہ راحت ہے۔ تونگری ثروت تو آدمی کو خود شناس بننے ہی نہیں دیتی۔ وہ ایسے سست خیال آدمی کو بنا دیتی ہے کہ وہ اپنی قوتوں کا تخمینہ درست کر ہی نہیں سکتا جس شخص کے استقلال نے خوف کا مقابلہ نہ کیا ہو جس کی فراست مشکلات پر غالب ہوئی ہو جس کی دیانت بری ترغیبوں میں امتحان کے اندر نہ آئی ہو۔ اس کا حال اس سونے کا سا ہے جو کسوٹی پر نہ چڑھا ہو اور اس سبب سے اس کی قیمت نہ مقرر ہوئی ہو +

بناوٹ

اس مضمون میں جہاں بناوٹ کا لفظ لکھا ہے۔ وہاں مراد یہ لکھی ہے کہ آدمی اپنے

نہیں بہانے بنا کے وہ دکھا وی جو حقیقت میں نہیں ہی یا جو حقیقت میں ہی اُس کو چھپا وی۔
بناوٹ بھی حکمت عملی اور دانائی سمجھی جاتی ہی۔ مگر ادنے درجہ کی اور ضعیف۔ یہ بڑی ذہین
اور ذکی اور قوی دل آدمی کا کام ہی۔ کہ وہ ان موقعوں کو پہچان جاوی۔ جہاں سچ بولنا
اور سچ کام کرنا چاہئی۔ جو مدبران ملکی اِس رستہ کو چھوڑکر بناوٹ کی باتیں کرتے ہیں وہ
دانائی میں ضعیف سمجھے جاتے ہیں۔ جو مدبران ملکی معاملات ملکی میں یا اور لوگ جو اور قسم معاملات
دنیاوی میں ماہر اور باہنر ہوتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ معاملات کے اندر کون سی باتیں
چھپائی جاتی۔ اور کون سی ظاہر کی۔ اور کون سی آدھی کسی پیرایہ میں بتلائی جاتی ہی۔
اور یہ کام کس موقع پر اور کس کے سامنے کرنا چاہئی۔ ان آدمیوں کے واسطے تو بناوٹ کی عادت
ناجح و مانع کام روائی میں ہوتی ہے۔ مگر جن کو بناوٹ کی عادت نہیں ہوتی۔ علی العموم
ان کو بناوٹ سے کام پڑتا ہی۔ اور اختیار اپنی کاموں کا کرنا ہوتا ہی۔ اور ایسی احتیاط
کرنی پڑتی ہی جیسے کہ رستہ چلنے میں کم دکھائی دینے والے کو کہ وہ سہج سہج رہ رہ کر قدم
رکھتا ہی۔ جو عاقل ہوشیار بیدار مغز ہوتے ہیں وہ معاملات میں کھری اور صاف ہوتے
ہیں اور ان کا نام راستبازی اور راست گوئی میں مشہور ہوتا ہی۔ اُن کا حال سدھائے ہوئی
گھوڑوں کا سا ہوتا ہے کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ کہاں ٹھہرنا اور کہاں مڑنا چاہیے اگر
جہاں ضرورت بناوٹ کی پڑتی ہی وہاں اسکو اختیار کرتے ہیں مگر ان کی راست معاملگی
کی شہرت اور ناموری ان کی بناوٹ کو کسی پر کھلنے نہیں دیتی۔ آدمی اپنی اوپر تین
طرح سے نقاب ڈال کر چھپاتے ہیں ۔ اوّل خلوت۔ اختفا۔ کم گوئی۔ اختیار کرتے ہیں
آدمیوں کے مشاہدہ میں ہی نہیں آتے۔ اور کوئی موقع نہیں دیتے کہ کوئی ان کو پہچانے
کہ وہ دراصل کیا ہیں دوم وہ حرکات ایسی کرتے ہیں جو ان کے [illegible]
ان کی اصل حقیقت برخلاف لوگوں پر ظاہر ہو۔ سوم [illegible]
درحقیقت نہیں ہیں ۔

اوّل صورت میں جب آدمی اپنے تئیں خلوت میں بیٹھ کر چھپاتا ہی۔ تو بہت سے لوگوں کا حال اُس پر ظاہر ہو جاتا ہی۔ اُس پاس لوگ جا کر اپنے دل کا حال کہہ دیتے ہیں اور کم گوئی کی عادت سے بھی وہ اور لوگوں کے حال پر مطلع ہوتا ہی۔ کیونکہ جو شخص بکواسی ہوتا ہی وہ جو کچھ بتاتا ہی اور علاوہ اسکے وہ جو نہیں جانتا اُسے بھی کہتا ہی اور پیٹ کا ہلکا ہوتا ہی اس لئے لوگ اُس کے روبرو اپنے راز کی باتیں نہیں کہتے ہیں۔ مگر جب چاپ آدمی کے آگے اپنے دل کی باتوں کے کہنے میں دریغ نہیں کرتے ہیں جانتے ہیں کہ وہ ان کا اعلان نہیں کریگا دوسری صورت کے آدمی سے لوگ گستاخانہ سوالات ایسے کرتے ہیں کہ خواہ وہ خاموشی جواب میں اختیار کرے یا سچا جواب دے تو دونوں سے ایک نتیجہ نکالتے ہیں مثلاً اس سے پوچھینگے کہ یہ مضمون آپ کے فلاں دوست کا لکھا ہوا ہی۔ یا آپکے فلاں دوست کا یہ والا نکلنے کو ہی۔ اور وہ فلاں جگہ چھپا ہوا ہی اب اگر ان سے وہ یہ کہے کہ میں ایسے سوالوں کا جواب دینا پسند نہیں کرتا۔ تو لوگ اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ان باتوں کو تسلیم کرتا ہی۔ اور اگر سچا جواب دے تو اس میں اور خرابیاں پیدا ہوتی ہیں تیسری صورت جو ہے وہ نہایت ہی مکروہ ہی اور نازیبا اور چھوٹی ہی۔ وہ جھوٹ اور ڈرپوک پن سے پیدا ہوتی ہی بناوٹ کے تین فائدے ہیں اوّل فائدہ یہ ہے۔ کہ جو شخص بناوٹ جانتا ہی اُس کا مقابلہ ہمیشہ سو تا رہتا ہے اس لئے مقابلہ تو جب جاگتا ہی کہ کوئی شخص ذرا ارادہ اور نیت کا اعلان کرتا ہی۔ جس کے سبب سے اُس کے مخالف جو ہوتے ہیں وہ مقابلہ کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دوم بناوٹ میں آدمیوں کو پھیر جانے کے واسطے خوب موقع ہاتھ میں رہتا ہی۔ اور اُن پر عدم ایفا کا الزام نہیں عائد ہوسکتا اسواسطے اُن کا جو اظہار ہوتا ہے وہ کوئی ایسا معاہدہ نہیں ہوتا کہ اُس پر چلنا یا کھسکنا پڑے اور ان پر عدم ایفا کا الزام عائد ہو سوم بناوٹ سے دوسرے آدمی کی باتیں خوب دریافت کر سکتا ہی کیونکہ جو شخص اُس کے سامنے دل کی باتیں کہتا ہے وہ اُس کی مخالفت نہیں کرتا

تائید ایسی کرتا ہے کہ اور آگے وہ چلتا ہے اور آزادانہ گفتگو کرتے کرتے اپنے خیالات آزادانہ بیان کرنے لگتا ہے۔ اسی لئے یہ بڑی سیانی ضرب المثل اہل سپین کی ہی۔ کہ ایک جھوٹ بات کہو ایک سچی بات دریافت کرو + غرض کوئی اور طریقہ بات دریافت کرنے کا بناوٹ کے سوا نہیں ہی بناوٹ کے تین ہی نقصان ہیں اول بناوٹ کرنے والا ڈرپوک اور نامرد سمجھا جاتا ہی۔ وہ کاموں میں سیدھی طرح اپنے مقصد تک پہنچنے میں اپنے پروں کو نوچتا ہے۔ دوم وہ ان لوگوں کے خیالات کو حیران اور پریشان کرتا ہے جو اس کے معاون ہوتے اسی سبب سے اس کو اکیلا اپنے مقصد تک جانا ہوتا ہی۔ سوم سب سے بڑا بھاری نقصان یہ ہوتا ہی کہ اعتبار اور اعتماد جو کارروائی کا بڑا اوزار ہے وہ اس سے چھن جاتا ہے۔ سب سے بہتر اور عمدہ طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنی رائے کے اظہار میں صاف و کھرا ہو۔ اپنی عادات کا اخفا کرے۔ کبھی کبھی موقع پر بناوٹ کو بھی کام میں لاوے۔ اس کو زمانہ سازی کا ملکہ ایسا ہو۔ کہ جہاں کام چلانے کا علاج کوئی اور نہ ہو تو وہ اس کو کام میں لاوے۔ مگر یہ یاد رکھو کہ آدمی کی بڑی خوبی یہ ہے کہ بناوٹ میں باوجود قدرت اور ملکہ رکھنے کے اس کو کام میں نہ لائے۔ اگر بناوٹ میں لیاقت نہ ہو تو اس کو کام میں نہ لانا کوئی خوبی نہ ہوتی۔ مگر بعض جگہ بناوٹ کا کام میں لانا ضروری معلوم ہوتا ہی جیسا کہ لڑائی میں۔ کیونکہ وہاں ایک دوسرے پر اعتماد نہیں ہوتا جس میں خدع سے کوئی خلل ہو۔ وہاں تو پولس اور چور کی سی لڑائی ہوتی ہی +

(۲۰) بناوٹ بھی ایک مختصر دانائی ہی۔ بالکل دل کا عریاں ہونا ایسا ناخوش معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کہ جسم کا ننگا ہونا + بناوٹ بھی انسان کی محافظ ہی جو آدمی بناوٹ نہیں کرتا وہ بھی لوگوں کو ایسا ہی مغالطہ میں ڈالتا ہی۔ جیسا وہ شخص کہ جو بناوٹ کرتا ہی۔ اس لئے کہ دنیا اس پر اعتماد اور بھروسہ نہیں کرتی۔ اس کو

اس کو کچھ مال نہیں سمجھتے - جو شخص بناوٹ نہیں جانتا وہ اپنے اوپر اختیار نہیں رکھتا اگرچہ انسان اشیا کا خیال بالکل راست درست نہیں کرسکتا - مگر کم از کم یہ تو اس کو چاہیے کہ جو خیال کرے وہ سچ سچ بیان کرے - جو شخص سچی بولی کو اپنی سمجھ سے پرے رکھتا ہے - وہ بناوٹ کو دانائی سمجھتا ہے - جو بناوٹ کرتا ہے وہ آزادی سے ہاتھ اٹھاتا ہے - بناوٹ کا جواب بناوٹ سے دیا جاتا ہے - جواب ترکی بہ ترکی

(۳) بناوٹ دو طرح کی ہوتی ہے - ایک ظاہری صورت اور لباس میں جیسے کوئی شخص بڑا دولت مند ہو - مگر کپڑے ایسے موٹے جھوٹے پہنے کہ غریب معلوم ہو - جیسے سیٹھ اور مہاجنوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ لاکھوں روپے لیے ہوئے ہیں مگر کپڑے گزی گاڑھے کے چھوٹے پلوں کے ہوتے ہیں دوسرے دولت ایسی نہ ہو جیسی کہ پوشاک فوق البھڑک ہو کہ دولت مسلمانوں کا یہی حال ہے - ہم دیکھتے ہیں مفلس جو کرایہ کا جوڑا پہن کر اپنی عیش آسودہ حال دکھاتا ہے - اور کپڑوں کا کرایہ بھی نہیں دے سکتا یہ ان تینوں میں بدتر ہے +

بعض جاہلوں کو دیکھتے ہو - کہ جبہ و دستار وہ پہنتے ہیں کہ عالم معلوم ہوں یا مکار وعظ یا کہ عابدوں اور زاہدوں کے سے کپڑے پہنتے ہیں دوسری طرح کی یہ کہ جو دل کی حالتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے آثار چہرہ پر ضرور نمودار ہوتے ہیں وہ ان کو ظاہر نہ ہونے دیں یا اس کے برخلاف ظاہر کریں مثلاً غم - غصہ - عشق - یہ تینوں دل کی حالتیں ایسی ہیں کہ جیسی دل میں اضطراب وہ پیدا کرتی ہیں ایسی ہی چہرہ پر اضطراب مگر بعض آدمیوں میں بناوٹ کا وہ ملکہ ہوتا ہے کہ اثر کو چہرہ پر ظاہر ہونے نہیں دیتے بلکہ برخلاف اس کے اگر دل غمزدہ ہے تو چہرہ پر بشاشت دکھاتے ہیں اگر غصہ کے مارے سینہ میں کینہ دشمن سے ایسا ہی کہ بس چلے تو تسمہ لگا نہ رکھیں مگر ظاہر میں خندہ پیشانی کے ساتھ میٹھی میٹھی باتیں دشمن سے کرتے ہیں +

معشوق کے عشق کا تیر دل میں لگا ہوا ہے مگر ظاہر میں ایک بے التفاتی دکھاتے ہیں

ورتے ہیں کہ کہیں وہی مثل نہ ہو کہ گدھی نے کھیت کھانا چھوڑ دیا تھا۔ اس کے برخلاف کسی حسین سے ان کو نفرت قلبی ہے۔ مگر زبان سے اس کے حسن و ادا و انداز کی وہ تعریف کرتے ہیں نہایت مشکل ہے کہ آدمی کو بناوٹ۔ تکلف۔ تصنع میں وہ ملکہ حاصل ہو کہ ان کو بے تکلف کرنے لگے۔ برسوں کی مشق کی ضرورت ہے +

ماباپ اور بچے

بچوں سے ماباپوں کے دلوں کو جو خوشیاں ہوتی ہیں وہ ان سے بیان نہیں ہوسکتیں اور جو رنج و خوف ہوتے ہیں وہ ان کو بیان کرنا پسند نہیں کرتے۔ بچوں کے سبب سے محنت مشقت کرنے میں راحت معلوم ہوتی ہے۔ مگر مصیبت کی تلخی ان کے ہونے کے سبب سے زیادہ تر تلخ ہو جاتی ہے اولاد بہت سے تفکرات و تردد پیش لاتی ہے مگر موت کی یاد کم دلاتی ہے۔ بچوں کی وجہ سے حیوان و انسان میں بقائے نسل کا ہمیشہ رہنا مشترک ہے۔ مگر عمدہ کاموں کے سبب سے۔ یادگار رہنا انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ باپ کی محبت سے ماں کی شفقت کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات تو وہ بڑھ کر حماقت بن جاتی ہے +

حضرت سلیمان کا قول ہے کہ دانشمند بیٹا باپ کو خوشنود کرتا ہے۔ پر بے دانش فرزند اپنی ماں کا بار خاطر ہوتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ اولاد کی نیکی اور خوبی کو بنسبت ماں کی باپ زیادہ سمجھتا ہے۔ ماں کی محبت ایسی نرم و ملائم ہوتی ہے کہ جب وہ اولاد کی مصیبت و کم بختی دیکھتی ہے تو جانتی ہے کہ شاید میرے لاڈ پیار نے خراب کر دیا۔ بچوں سے جو گھر بھرپور ہو تو اُن میں جو بڑے ہوتے ہیں اُن کا ادب و لحاظ ہوتا ہے۔ جو چھوٹے ہوتے ہیں اُن سے کھلونوں کی طرح ماں باپ دل بہلاتے ہیں اور ان دونوں کے بیچ میں جو ہوتے ہیں اُن کو کوئی پوچھتا نہیں مگر وہ دونوں سے اکثر اچھے ہوتے ہیں +

وہ ماباپ اولاد کے حق میں کانٹے بوتے ہیں جو اُن کی ساتھ سختی و تنگی و بخل کرتے ہیں

اور اُن کے دینے کے واسطے تھیلی کا مُنہ بند کرتے ہیں وہ ساری برائیوں کا دروازہ
اُن پر کھولتے ہیں اُن کو کمینہ بناتے ہیں بہانہ جوئی کی خو ڈالتے ہیں کمینوں کی صحبت
میں بٹھاتے ہیں اُن کو ندیدہ ایسا بناتے ہیں کہ جب اچھا کھانا اُن کے سامنے آئے تو
پیٹ سے زیادہ کھا جائیں ٭ بچوں پر حکومت رکھنی اچھی ہے۔ مگر بے بیہدہ کا بخل اُن کے
ساتھ اچھا نہیں وہ ماں باپ اور اُستاد بڑے بیوقوف ہیں جو بھائیوں بھائیوں
میں باہم اور شاگردوں میں آپس میں رشک کی عادت ڈالتے ہیں یہ گویا اُن کے درمیان
میں فساد کی بنیاد جماتے ہیں جس سے وہ بڑے ہونے پر خانہ برباد ہوں ٭
لاولدی میں قریب کے اقربا کے ساتھ وہی محبت کرتے ہیں جو اولاد کے ساتھ بھتیجے بھانجے
بیٹے کو برابر ہی سا سمجھتے ہیں۔ یہ کچھ نیچر کا بھی قاعدہ ہے کہ ہر خاندان میں ایک مشابہت
اور مماثلت ہوتی ہے۔ بعض دفعہ بیٹے کی شکل باپ سے ایسی نہیں ملتی جیسی چچا یا ماموں سے
آدمیوں کو چاہیے کہ بچوں کے واسطے ابتداء عمر میں کوئی پیشہ و ہنر و حرفہ و علم ایسا تجویز
کریں جس کا سیکھنا اُن کی عمر میں آئندہ کام آئے۔ مگر یہ بات نہایت مشکل ہے کہ
والدین اولاد کے واسطے ایسا کوئی کام سیکھنے کے لئے تجویز کریں کہ جو اُن کی طبیعت کے
ساتھ مناسبت رکھتا ہو۔ دُنیا کو یوں تشبیہ دیا کرتے ہیں کہ وہ ایک تختہ ہے کہ جس
میں بہت سے سوراخ ہیں اور اُن پر میخیں پھینکی گئی ہیں اب یہ ایک اتفاق کی بات ہے
کہ کوئی میخ اُس سوراخ میں داخل ہو کہ اُس میں ٹھیک آئے۔ ورنہ کچھ ایسے ہونگے جو اُن میں
جا ہی نہیں سکینگی۔ اور کچھ اُن کے اندر ہوکر باہر نکل جائینگی۔ بس اسی طرح یہ امر اتفاقی ہے
کہ پیشہ میں آدمی وہی کام سیکھے جو اُس کی طبیعت کے لئے مناسب و موزوں ہو جیسے والدین
خود غرض نہیں ہوتے۔ اور اپنی آسائش اور آرام کا خیال اپنی اولاد کے آرام اور فائدہ
کے آگے کچھ نہیں کرتے۔ اُن کی اولاد خود غرض اور آرام طلب ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ ابتدا
عمر سے اس کی عادی ہوتی ہے کہ اُن کو آرام اور آسائش اور اُن کا مقصد و مطلب

اوروں کی تکلیف سے حاصل ہو۔ اور خود اُن کو تکلیف اٹھانی نہ پڑے مگر جو ماباپ خود غرض ہوتے ہیں اوراپنے آسایش اور چلین کو اولاد کی آرام و فائدہ پر مقدم رکھتے تبہ ان کی اولاد نہایت جفاکش ہوتی ہے اور خود غرض نہیں ہوتی۔ کیونکہ خود اُنکو آغاز عمر سے حصول مطلب کے لیئے اوروں کی نازبرداری اٹھانی پڑتی ہے +

(۲) آدمی کے دل میں ملک کی محبت کنبے کی الفت کے سبب سے پیدا ہوتی ہے + مجرد آدمی اکثر بہت تندمزاج ہوتا ہے جن آدمیوں کو سب طرح کا عیش و عشرت کا سامان ہوتا ہے وہ اولاد کی طرف سے اکثر بے نصیب ہوتے ہیں +

(۳) اولاد کے وجود ظاہری کے سبب ماں باپ ہوتے ہیں اور وہی ان کی تعلیم و تربیت کرتے ہیں اس لیئے اولاد پر واجب ہے کہ وہ ماباپوں کا ادب لحاظ پاس و تعظیم و تکریم و محبت دل و جان سے کریں + ماباپوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے حسن خلق کا نمونہ شیریں کلامی اور فیاضی کی مثالوں سے ایسا دکھائیں جس سے اُن پر اثر ہو۔ نصیحت ایسی شفقت و مہربانی سے کریں کہ اُن کے دل پر یہ بات نقش ہو جائے کہ ماباپوں سے زیادہ کوئی ہمارا شفیق دوست نہیں۔ وہی ہمارے محافظ ہیں وہی ہماری خیر اندیش ہیں وہی ہمارے رہنما ہیں وہی ہماری قبلہ گاہ ہیں جب ماباپ شکی ہوتے ہیں تو ان کی اولاد بڑی مکار ہوتی ہے +

(۴) گھر میں باپ ایسا ہوتا ہے جیسے کہ کوئی بوڑھا درخت کہ وہ سب صدمات سے بچا رہتا ہے۔ اور بال بچے اس کے مثل سبز شاخوں اور پتوں کے ہوتے ہیں۔ جن کو وہ جانتا ہے کہ میں اپنے پیچھے چھوڑ جاؤنگا +

تجرد و تاہل

(تجرد کے معنے بیاہ نہ کرنے کے اور تاہل کے معنے بیاہ کرنے کے ہیں)

کارہائے نمایاں خواہ خیر کے لیئے ہوں یا شر کے لیئے ان کے کرنے پر بیوی بچے رکھنا ہونا

آدمی کا سدراہ ہوتا ہی سرکشی یا آزادی کے کام جو صورت عظیم میں نمودار ہوتے ہیں۔
ان کی سزا اولاد یا بیوی کو پہنچتی ہی۔ گویا کہ بیوی بچوں کا ہونا تقدیر کو اول دنیا یعنی
محکوم ہونا ہے اکثر مجرد اور بے اولاد آدمیوں نے بڑے بڑے کام رفاہ عام اور
فائدہ عوام کے لئے کئے ہیں ان کاموں کے کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ گو انہوں نے
جسمانی ازدواج کسی عورت سے نہیں کیا۔ مگر روحانی نکاح رفاہ عام کے ساتھ
کرکے اسمیں وہ ایسے مصروف ہوئے جیسے کوئی اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہوتا ہے
صاحب اولاد اس سبب سے آئندہ زمانہ کا بڑا خیال رکھتی ہیں کہ ان کو اپنی ولاد
اس میں سے چھوڑنی پڑتی ہی ٭

بعض مجرد آدمی فقط اپنی ذات تک زمانہ کا خیال رکھتی ہیں آئندہ زمانہ کی کچھ پروا
نہیں کرتے بعض ان میں سے بیوی بچوں کو یہ سمجھتے ہیں کہ خرچ کے بل (چٹھیاں) ہیں
بعض ایسی طامع دولتمند ہیں یہ کہتی ہیں کہ ہم دولتمند اسی سبب سے ہیں کہ جورو
بچے نہیں رکھتی۔ زیادہ اولاد دولت کو کم کرتی ہے۔ دو دولتمندوں میں اگر
دولت برابر ہو تو جس کی اولاد زیادہ ہوگی وہ کم دولت بہ نسبت دوسرے کے سمجھا جائیگا
اسلئے کہ اسکی اولاد کا خرچ زیادہ ہوگا۔ تجرد کو آزاد طبع آزادی کے سبب سے پسند کرتے
ہیں ان میں بعض یہاں تک آزادی پسند ہوتے ہیں کہ کمربند اور گارٹر کی بندش سے
بھی ان کی طبیعت میں تنگی پیدا ہوتی ہے۔ مجرد آدمی عمدہ دوست۔ عمدہ آقا۔
عمدہ ملازم ہوتے ہیں۔ مگر عمدہ رعیت ومحکوم نہیں ہوتے کیونکہ وہ اہل وعیال رکھنے کے
سبب ایسے سبکبار ہوتے ہیں کہ ان کے فرار کے لئے کوئی روک ہی نہیں ہوتی۔
بھگوڑے اکثر مجرد ہی ہوتے ہیں کلیسا کے خادموں کا مجرد ہی رہنا مصلحت ہے۔ ایسی حالت
میں ان سے خیر کے کام زیادہ ہو سکتے ہیں جب پانی کو تالاب بھرنا ہو تو وہ زمین کو کیا شاداب
کریگا ایسی ہی جب وہ اپنے گھر کی خیر منانے میں لگینگے تو اور کار خیر مشکل سے کرینگے

مجسٹریٹ وجج خواہ مجرد ہوں یا نہ ہوں) یکساں ہیں۔ پانچ ملازم خراب ہوں تو چنداں خرابی نہیں ہوتی جیسی کہ ایک بیوی کے خراب ہونے سے۔ سپاہیوں کے واسطے جرنیلوں کی اکثر نصیحتیں تاہل کے باب میں ہوتی ہیں تاہل درحقیقت انسانیت کی تعلیم و تادیب کرتا ہے مجرد آدمی اس سبب سے کہ عیالداری کا خرچ ان کے ذمہ نہیں ہوتا فیاض ہوتے ہیں مگر کٹر اور سنگدل بڑے ہوتے ہیں کیونکہ ان سے کوئی چیز ایسی متعلق نہیں ہوتی کہ وہ ان کی الفت اور شفقت کی متقاضی ہو۔ بیویاں جوان آدمیوں کے لئے بمنزلہ بادشاہ کے ہوتی ہیں (حکم زوجہ بہ از حکم خدا) متوسط العمروں کے لئے دوست مصاحب بڈھوں کے لئے اتائیں۔ تاہل اور تجرد دو تو ایسے ہیں کہ جن میں سے ہر ایک کی تردید اور تائید میں دلائل پیش ہوسکتی ہیں بڑی بڑی دانشمندوں نے تجرد اختیار کیا ہے۔ تھلیز سے جب اس کی ماں نے بیاہ کرنے کے پہلی دفعہ کہا تو جواب دیا کہ میں ابھی کم عمر ہوں۔ دوسری دفعہ اس درخواست پر وہ بولا کہ میں بوڑھا ہوں ۔ ارسطو سے کسی شخص نے پوچھا تھا کہ بیاہ کرنا کیسا ہے۔ تو اس نے جواب دیا تھا کہ جو کریگا وہ بھی پستائیگا اور جو نہ کریگا وہ بھی پستائیگا (موتی کے لڈو جو کھائیگا وہ بھی پستائیگا اور جو نہ کھائیگا وہ بھی پستائیگا) بدمزاج خاوندوں کی بیویاں نیک مزاج ہوتی ہیں اسکا شائد یہ سبب ہو کہ بدمزاج خاوندوں کی ساتھ بیاہ کرنے میں عورتوں کی نیک نامی بڑھی ہوتی ہے اور ان کو اپنی صبر پر فخر ہوتا ہے یا وہ اپنی پسند سے برخلاف اپنے عزیزوں کی صلاح کے بُرے خاوند کرلیتی ہیں تو اپنی اس حماقت کے چھپانے کے لئے عقلمندی سے اُن کی ساتھ نباہ کرتی ہیں اور اپنے کئے کو بھگتی ہیں جہاں میاں بیوی دونو بدمزاج ہوتے ہیں تو اُن پر لوگ توجہ نہیں کرتے۔ جیسے کو تیسا۔ مگر جب ایک بد ہوتا ہے تو خیال کرتے ہیں *

ہم تاہل کے باب میں یہ معقولے جو ہم نے لکھی ہیں ان کو غور سے دونو میاں بیوی مطالعہ

کرکے فائدہ اٹھائیں +

اوّل دنیا میں گھر کی خوشی سے قربت جب حاصل ہوتی ہے کہ میاں بیوی میں سے کوئی خود غرض نہ ہو +

دوم دونوں ایک وقت میں ساتھ غصے نہ ہوں -

سوم نہ خلوت میں نہ جلوت میں ایک دوسرے کے ساتھ گستاخانہ باتیں کریں -

چہارم - جب تک گھر میں آگ نہ لگے کبھی ایک دوسرے سے غل شور مچا مچا کے باتیں نہ کریں -

پنجم ہر ایک کے دل میں یہ آرزو ہو کہ میں وہ کام کروں جس میں دوسرے کی خوشی ہو -

ششم ہر ایک کا یہ برتاؤ ہو کہ دوسرے کی خاطر کو اپنی خاطر پر مقدم رکھے -

ہفتم میاں بیوی میں سے جب تک ایک سے خطا کا سرزد ہونا نہ تحقیق ہولے دوسرا اُس پر الزام نہ لگائے اور جب الزام لگایا جائے تو محبت و اخلاص سے -

ہشتم خطا گزشتہ پر ایک دوسرے پر طعن و تشنیع نہ کرے -

نہم گو ساری دنیا کو دونوں بھول جائیں مگر ایک دوسرے کو نہ بھولیں

دہم کبھی ایسا کام نہ کیجے کہ ایک کو دوسرے سے دو دفعہ درخواست کرنی پڑے -

یازدہم ایک دوسرے کے خرچ میں چون و چرا نہ کریں یہ پاجی پن کی بات ہے -

دوازدہم ایک دن کے لئے بھی اگر جدا ہوں تو وقت رخصت پیار کی باتیں کریں -

سیزدہم جب پھر آکر ملیں تو محبت شوق سے ملاقات کی مبارک باد دیں -

چہاردہم آفتاب غروب ہونے پائے کہ لپٹنے غصے رنج کو جو باہم ہو دور کریں -

پانزدہم دونوں میں سے جو ایک خطا کرے اُس سے اقرار کرکے دوسرے سے معاف کرالے -

شانزدہم روزانہ پیار اخلاص کی باتیں کرنی کبھی نہ بھولیں -

ہفدہم گزشتہ ناصلاح بیچ کو آئندہ کے لئے بہبودی کی باتیں اختیار کریں

ہشتدہم ہمیشہ یاد رکھے کہ نکاح خدا کے حکم سے ہوا ہے اسی کے فضل و کرم سے وہ ہوگا جو ہونا چاہئے۔

نوزدہم جب تک یقین تم کو نہ ہو کہ ہم دونو جنت کی راہ پر چل رہے ہیں تب تک قانع ہو۔

بستم بہشت میں داخل ہونے کی توقع کبھی کم نہ ہو۔

(۳) متاہل اُس گل کی مانند ہے جو آگ پر کھچ کر گلاب دیتا ہے۔ اُس کا بڑھنا جینا۔ مرنا۔ سب سہل ہیں مجرد مثل اُس گل کی ہے جو کانٹوں پر مرجھا کر رہ جاتا ہے۔ پس جلینا پھلا گل دوسرے گل سے بہتر ہوتا ہے۔ ایسا ہی متاہل مجرد سے اچھا ہوتا ہے۔

(۴) تاہل کے فائدے۔ تاہل میں حسانت کم ہے مگر سلامتی زیادہ ہے۔ اس میں آرام بہت زیادہ ہیں مگر خوف نہایت کم ہے۔ رنج اور خوشی دونو اس میں زیادہ ہیں وہ خوشیوں سے بھی بھرا ہوا ہے اور رنجوں سے بھی۔ اُس کا بوجھ بڑا بھاری ہے۔ مگر محبت و نیکی اس کو سنبھال کر ایسا ہلکا کر دیتی ہے کہ جس سے دل خوش ہو جاتا ہے۔ تاہل ساری دُنیا کی ماں ہے۔ وہی سلطنتوں کو قائم کرتا ہے۔ شہروں کو آباد و معمور۔ کلیسا اور بہشت کو وہی بھرتا ہے تجرد کا حال اس مکھی کا سا ہے کہ جیسے اندر بیچوں بیچ میں بیٹھی ہو۔ کہ ہمیشہ شیرینی میں رہتی ہے۔ مگر اکیلی ہے اور مقید ہے۔ اسی تنہائی میں مرجاتی ہے۔ مگر تاہل کا حال شہد کی مکھی کا سا ہے۔ کہ گھر بناتی ہے پھولوں سے مٹھاس چوس کر جمع کرتی ہے۔ محنت کرتی ہے۔ اپنی سوسائٹی قائم کرتی ہے۔ سلطنت بھی بناتی ہے اپنی آبادی میں سے نقل مکان کرا کے نئی بستیاں آباد کرتی ہے دُنیا کو مزہ دار چیزیں کھلاتی ہے۔ اپنے بادشاہ کی فرماں پذیر ہوتی ہے۔ انتظام رکھتی ہے اور بہتا ہے اور بھلے کام کرتی ہے۔ تاہل انسان کی اغراض کو بڑھاتا ہے اور اس قانون کے موافق چلاتا ہے۔ جس کے اوپر خدا تعالیٰ نے دنیا کی بنیاد رکھی ہے۔

(۵) نیک ماں کی لڑکی سے شادی کرو۔ عقد نکاح کی گرہ کو خوب نیکی سے باندھو
آپس میں باتیں کرنے میں نہایت احتیاط یہ رکھو کہ کوئی بات ایسی نہ ہو کہ جس سے
کوئی ایک خفا ہو جائے۔ ہوا کے ذرا سے جھونکے سے کلی گر پڑتی ہے ایسے ہی ذرا
سی بے ڈھنگی بات بگاڑ کرا دیتی ہے۔

(۶) تاہل کی مختلف قسمیں ——— تاہل بہ لحاظ دیکھا ہوتا گئے جن
دو میں شادی بیاہ ہو جاتی مگر نہ ان میں کوئی وبانت ہو نہ کوئی مذاق ہو بلکہ
فقط اس وجہ سے شادی ہو کہ طرفین کے ماں باپ نے دولہا دلہن کو ملکیت زمین نقدی
اور مقدرت میں ہم حالت دیکھ لیں اس میں دلہن کی ذاتی خوبیوں کا خیال اس سے زیادہ
نہیں ہوتا جیسا کہ جائداد زرعی کے خریدنے میں کسی مکان کے ہونے کا۔ ان سے
ایک گروہ دولت مندوں کا پیدا ہوتا ہے اور اس سے بنی نوع انسان میں ایسے
آدمیوں کی بھیڑ لگتی ہے کہ نہ جو لینے سے کمتر کو فائدہ پہنچائیں نہ برتر کا ادب لحاظ
کریں۔ ایسا تاہل ایذا رساں ہوتا ہے۔ کہ ایسی دو آدمیوں میں یہ رشتہ ہو کہ
جن کا مذاق جلد باز اور مزاج کینہ توز ہو۔ ان کے دوست یہ جانتے ہیں کہ یہ
شادی فقط اس لئے ہوئی ہے کہ افلاس سے بچیں جس کو سب سے زیادہ برا جانتے
تھے اور ان سے اور برا نہوں کے ساتھ دولت مند ہیں یہ دو نو مجلسوں اور
صحبتوں میں کچھ ترکے گھٹے گھٹے معلوم ہوتے ہیں مگر خلوت میں ان کے اندر
خوب جوتی پیزار ہوتی ہے اور ایک دوسری کی صورت و سیرت پر لعنت ملامت
کرتا ہی وہ جلوت میں برزخ کے اندر اور خلوت میں دوزخ کے اندر ہوتے ہیں۔
ایسا تاہل خوشحال ہوتا ہی کہ میاں بیوی نے خود اپنی پسند سے آپس میں یہ عقد
باندھا ہو آپس میں حسانت اور دولت کا چنداں خیال نہ کیا تو وہ ہر حال میں
شریک رہتی ہیں راحت مصیبت میں بیماری و تندرستی افلاس و ثروت میں ایک دوسری

محبت و اخلاص کرتے ہیں ◆

(۷) بعض بیاہ ایسے ہوتے ہیں کہ ابتدا میں تو بڑا سہاگ بھاگ ہوتا ہے مگر وہ صبح کی شفق کی طرح جلد ہوا ہو جاتا ہے اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ جیسے وہ شادی کے وقت آپس میں ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے بعد اس کے نہیں پسند کرتے۔ تم کو خدا سے ڈرنا چاہئے اور ایک دوسرے کو خوش کرنا چاہئے۔ اور یہ سمجھنا چاہئے کہ نکاح میں فقط آج ہی کا دن نہیں ہے کہ بیاہ میں فضولی کریں بلکہ آج کے بعد کل ہے اور کل کے بعد اور کل ہے۔ ای لڑکی تمہارا خطاب کدبانو ہے۔ تم کو اس کی شرم ہمیشہ رکھنی چاہئے کہ جس خاوند کے گھر کی تم مالک بنی ہو۔ تم پر واجب ہے کہ ایسا اعتبار پیدا کرو کہ خاوند اپنے دل کی کنجی اور گھر کا قفل تمہارے حوالہ کرے۔ اس کے گھر کی عزت اور بہبودی تمہارے ہاتھ میں ہے ای لڑکو تم بھی اچھے باپ اپنے بچوں کے بنو۔ تم وہ کام کرو کہ تمہاری بیویاں دل جان سے تمہاری عاشق ہو جائیں انسان کے دل کا چین و آرام جیسا ایک عورت کی محبت میں مخفی مستقل ہے ایسا دولت عیش خزانوں میں نہیں جب وہ اپنے گھر کے پاس آتا ہی تو اس کی ہوا اس برکتوں اور نعمتوں کی خوشبو سونگھتا ہے ◆

(۸) تاہل سے جوش شہوت کم ہو جاتا ہے مگر اس سے اوضاع و اطوار میں اصلاح نہیں ہوتی۔ بیاہ سے اگر خوشی ہونا چاہتے ہو تو جلدی نہ کرو جو جلد شادی کرتا ہے وہ پچھتاتا ہے۔ بیوی کو سوچ بچار کر کرو۔ اس کا حال ایسا ہی جیسا کہ لڑائی میں خدع و حکمت عملی کا کہ اگر اس میں ایک دفعہ چوک گئی تو پھر کچھ نہیں ہوتا اسی پر تمہاری آئندہ زندگی کی ساری خوشیوں کا مدار ہے۔ اس کی خو بو عادت مزاج کو خوب دریافت کر لو اور اس کے ماں باپوں کے جوانی کے مزاج کو تحقیق کر لو۔ اگر وہ فیاض طبع ہوں تو مفلس نہ ہونے چاہئیں کیونکہ بازار میں کوئی چیز بے قیمت نہیں ملتی فقط فیاض طبعی سے نہیں

مل سکتی۔ کسی بدمزاج یا جی طبع سے خواہ وہ کیسی ہی حسینہ ہو نکاح نہ کرو۔ اور
نہ کسی بدشکل عورت سے شادی کرو گو وہ دولت مند ہو۔ اُس سے ذلیل ہو جاؤ گے۔
ایک مصیبت تم پر پڑے گی کبھی کسی بوتی نہ کسی احمق عورت سے شادی کرو۔ اسواسطے
کہ اُس سے بونوں اور احمقوں کی نسل بڑھیگی۔ بیوی حماقت کریگی اور ذلت
تم کو ہوگی یہ بھی ایک گالی ہے کہ کوئی کہے کہ بیوی تمہاری احمق ہے +
بیاہ کرنا بھی لوٹری میں چٹھی ڈالنا ہے کہ جب چالیس چٹھیاں خالی نکلتی ہیں تو ایک
چٹھی مال کی نکلتی ہے۔ اسی طرح صد ہا بیاہوں میں ایک ایسا ہوتا ہے کہ میاں بیوی
کا جوگ ایسا ہو کہ سہاگ بھاگ خوب ہو۔ جو آدمی اپنے مزاج کو بس میں کر سکتا ہے
وہ بیوی کو بھی اپنے اختیار میں لا سکتا ہے +
بیاہ سے اگر خوش ہونا چاہتے ہو تو اس عورت سے بیاہ کرو۔ جو ہم عمر اور ہم حالت حسب
نسب دولت میں ہو۔ تاہل انسان کی زندگانی کا فردوس ہے۔ دنیا کو اس کی
خوشیاں جنت بنا دیتی ہیں اس کے لڑائی جھگڑے ایسے رنج پہنچاتے ہیں کہ وہ دنیا
کو جہنم بنا دیتے ہیں جو لوگ برزخ کے قائل نہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ تاہل میں سوائے
بہشت اور جہنم کے کوئی تیسرا مقام نہیں تم فقط یہی خیال نہ کرو کہ بیوی خوب ملتی
ہے نکاح کر لو۔ بلکہ اس سے زیادہ تر یہ سوچو کہ ہمارے لئے شادی کرنے کا وقت بھی
آیا یا نہیں +
(۹) بیوی بچے انسان کو اس محنت و مشقت پر مجبور کرتے ہیں جس کے قابل وہ نہیں ہوتا
جب وہ محنت کرتے کرتے مایوس ہو جاتا ہے تو وہی پھر اس کو ایسا اکساتے ہیں کہ
گویا وہ نامردوں کی طرح کوئے میں پڑا ہوا تھا کیا پھر بہادرانہ لڑنے لگا +
غرض آدمی کو جتنا افلاس سہارا دیتا ہے اتنا وہ کنبہ کو سہارا نہیں دیتا +
(۱۰) تاہل کی جواب دہی تاہل بڑی جواب دہی اور ذمہ داری کا

مقدس کام ہے - ایک چھوٹی سی کشتی میں دو جانیں بیٹھ کر عمرِ رواں کے بحر متموج کے تلاطم میں رواں ہوتی ہیں ان کا مددگار سوا ان کی اپنی ذات کے کوئی نہیں ہوتا - ان کی نازک کشتی آئندہ خود انہیں کے کنارہ سے ہم کنارہ ہوتی ہے - کوئی ان کی رنج و خوشی کا شریک نہیں ہوتا - بیوی کی ہماری خوشیاں خاوند سے پیدا ہوتی ہیں جن کا جاننا اس کو ضرور ہے - وہی ایک شخص ہے جس کی خوش کرنے کے لئے اس کو سوچنا کرنے پڑتے ہیں باقی اور آدمی تو ایسے ہیں جیسے کہ دیوار پر سائے چمک رہی ہیں خاوند پر بیوی کے یہ حقوق ہیں کہ جو عقد بندھا ہے اور اس میں عہد ہوا ہے اُسے پورا کرے - ہر حال میں اُس کا شریک رہے - بیوی کی خطاؤں کو رحم و شفقت کی نظر سے دیکھے - اُس کی اطاعت کے حق کا عوض دے - وہی مبارک شادی ہے جس میں یہ سب باتیں ہوں +

(۱۱) ہم نیچے تاہل کی دلائل ایسی لکھتے ہیں کہ چند الفاظ کے بدلنے سے وہ اسی کے رد کی دلائل ہو جاتی ہیں

اول اگر اوقات بسر کرنے کی اسباب تمہارے پاس ہیں تو تم کو تاہل سے ایک ایسا شخص ملجائیگا کہ وہ اُن کی حفاظت کریگا اور اُن کو بڑھائیگا -

دوم اگر یہ سب اسباب موجود نہیں ہیں تو تاہل سے ایسا شخص ملیگا جو تمہاری تائید اُن کے پیدا کرنے میں کریگا -

سوم اگر تم خوش حال ہو تو تاہل سے تمہاری خوشی دوچند ہو جائیگی -

چہارم اگر تم مصیبت زدہ ہو تو تاہل سے تم کو ایسا شخص ملے گا کہ وہ تمہاری رنج کو بٹائیگا اور تسلی اور تشفی دیگا -

پنجم جب تم گھر کے اندر ہوگے تو بیوی رنج کو گھر سے باہر نکال دیگی -

ششم جب تم گھر سے باہر ہوگے تو بیوی شوق کے ساتھ تمہاری منتظر رہیگی اور

آئنے پر تمہیں مبارکباد دیگی -

ہفتم انسان کو کوئی خوشی بغیر سوسائٹی کے نہیں حاصل ہو سکتی اور سوسائٹی کوئی بہتر اہل و عیال سے نہیں ہو سکتی -

ہشتم ازدواج کی محبت نہایت سخت ہوتی ہے -

نہم یہ ازدواج ہی ہے جس سے کنبہ بڑھتا ہے - بھائی بہن بھتیجے بھانجے زیادہ ہوتے ہیں والدین کی تعداد دوچند ہوتی ہے -

دہم اس سے تم اچھی اولاد کے باپ بنتے ہو -

یازدہم حضرت سلیمان خاندان کے بانجھ ہونے پر لعنت کرتے ہیں اور تجرد کی حالت پر اس سے زیادہ + اب انہیں دلائل کو برعکس یوں بناتے ہیں

اول اگر اوقات بسر کرنے کے اسباب تمہارے پاس موجود ہیں تو اہل ہی ایک شخص ان کا خرچ کرنے والا پیدا ہو گا -

دوم اگر نہیں ہیں تو وہ شخص اور افلاس بڑھائیگا -

سوم اگر تم خوشحال ہو تو تاہل سے یہ حالت جاتی رہیگی -

چہارم اگر تم مصیبت کی حالت میں ہو تو حضرت ایوب کی بیوی کی طرح تمہاری مصیبت کو بیوی بڑھا دیگی - بہت سی آفتیں اس کی تمہاری جان کو عذاب میں ڈالیں گی - تمہارے سر پر ایسا بوجھ بھاری رکھ دیگی کہ تم سے نہیں اٹھ سکے گا -

پنجم جب تم گھر میں ہو گے تو بیوی تم سے ایسا لڑیگی کہ گھر سے باہر نکال دیگی -

ششم اگر تم باہر ہو گے تو یہ عقلمندی ہے کہ تم باہر ہی ہو ورنہ جب اندر جاؤ گے تو بیوی تیوری میں بل ڈالیگی -

ہفتم خلوت سے قناعت ہوتی ہے اور تجرد سے بہتر کوئی خلوت نہیں -

ہشتم ازدواج کی بندش ایسی سخت ہوتی ہے کہ وہ کسی طرح کھلتی نہیں آخر کو تباہ کر دیتی ہے

نہم کنبے کی افزایش بھی کھا جائیگی۔

دہم بی عصمت بیوی ایسے بچے جنے گی جو تیرے نہیں ہونگے۔

یازدہم سنیٹ پال تجرد کو تاہل پر ترجیح دیتا ہے۔

غرض خواہ حکما کے مقولوں کو دیکھو یا شعرا کے اشعار پر غور کرو تاہل کرو دونو تجرد و تاہل میں سے ہر ایک کے موافق و مخالف دلائل پاؤ گے۔

(۱۲) بعض آدمی پہلی بیوی کے مرنے کے بعد شادی کرتے ہیں اور بعض نہیں کرتے جو نہیں کرتے اسکے دو سبب ہوتے ہیں اول یہ کہ پہلی بیوی سے اُن کو انس ایسا ہوتا ہے کہ وہ اس کے مرنے کے رنج سے شادی نہیں کرتے ہیں یا وہ پہلی بیوی کے ہاتھ سے دق ایسے ہوتے ہیں کہ اُس کے مرنے کے بعد تاہل سے توبہ کرتے ہیں جو شادی کرتے ہیں اُن کا سبب یہ ہوتا ہی کہ وہ تاہل سے چین اور آرام پہلی بیوی کے سبب ایسا پاتے ہیں کہ بغیر اُس کے خوش نہیں رہ سکتے۔

(۱۳) اچھا خاوند وفادار ایسا ہوتا ہی جیسا کہ گڈریہ کا کتا۔ پیار ایسا ہوتا ہے جیسا کہ بچہ ماباپوں کو۔ محسن ایسا جیسا کہ چشمہ تشنہ لب مسافروں کو۔

اچھی بیوی خاوند کا داہاں ہاتھ ہوتی ہے اُس کا مرنا خاوند کو ایسی تکلیف دیتا ہی جیسا کہ اُس کا ہاتھ سوکھ جاتا یا کمر کا ٹوٹ جاتا کہ پھر اٹھا ہی نہ جای۔

حسد

(۱) محبت اور حسد دونو دل پر جادو کا اثر کرتے ہیں جہاں کوئی شی محبوب اور محسود نظر کے سامنے آئی۔ اُس کا اثر تصور میں ہوا اور ظاہر میں بھی وہ نمودار ہوا بعض تو زخم چشم اور نظر بد یا نظر لگنے ہی کو کہتے ہیں کہ وہ چشم حاسد ہوتی ہے کہ محسود کی شان و شکوہ کو دیکھ کر اُس کو گزند پہنچاتی ہی۔ غرض یہ تحقیق گو بیفایدہ نہ ہو مگر اس میں پڑنا خالی از وقت نہیں اس لئے ہم اُس کو چھوڑ کر یہ تین باتیں بیان

بیان کرتے ہیں کہ اول کون لوگ حاسد ہوتے ہیں یعنے جو حسد کرتے ہیں۔ دوم وہ کون سے آدمی ہوتے ہیں جو محسود ہوتے ہیں یعنے جن پر حسد ہوتا ہے۔ سوم حسد شخصی اور حسد اجتماعی میں کیا فرق ہے۔ اول بات کا بیان جو شخص خود نیکی و خوبی سے خالی ہوتا ہے یعنے بد آدمی ہوتا ہے وہ حسد کرتا ہے۔ انسان کی روح کی غذا کیا ہی نیکی یا دوسرے کی برائی ہوتی ہے۔ جب اس میں پہلی موجود نہیں ہوتی تو دوسرے سے وہ اپنا پیٹ بھرتی ہے۔ جس شخص کو یہ امید نہیں ہوتی کہ میں دوسرے کی خوبی اور نیکی اپنے میں پیدا کر لوں گا۔ تو وہ اُن کو گھٹا کے دوسرے کی ساتھ اپنی مساوات پیدا کر لیتا ہے۔ دوم وہ شخص حاسد ہوتا ہے جو اوروں کے حال کی تحقیق اور تجسس کے درپے رہتا ہے اور خود بڑا کاہل ہوتا ہے اور آدمیوں کے حال سے زیادہ واقفیت پیدا کرنی اس سبب سے نہیں ہوتی کہ وہ کچھ اس کی دولت و اولاد کے معاملات سے تعلق رکھتی ہے بلکہ اس میں خوشی اُس کو ایسی حاصل ہوتی ہے جیسے کہ تماشوں کے دیکھنے میں جو شخص کہ اپنے کاموں میں سرتا پا مصروف رہتا ہے اور دوسرے کے کاموں سے کچھ غرض نہیں رکھتا۔ اُس کے لئے حسد کا سامان کوئی نہیں رہتا۔ ہاں جو شخص پرایا حال کا تجسس کرتا ہے اس کو وسیلے حسد کے اسباب موجود ہوتے ہیں حسد تو کوچہ گردی ہے میں ہر روز آوارہ گردی کرتی پھرتی ہے اس کا کوئی گھر در نہیں ہے اس لئے جو آوارہ گرد رہتا ہے اس سے وہ ملتا ہے۔ سوم اشراف ان آدمیوں سے ہمیشہ حسد کرتے ہیں جو ادنےٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ پر پہنچتے ہیں وہ نظر کی طرح دھوکہ کھاتے ہیں۔ کہ آگے بڑھنے کو اپنا پیچھے ہٹنا سمجھتے ہیں * اور جانتے ہیں کہ ان کے مراتب میں جو بعد و فصل تھا وہ گھٹ گیا۔

چہارم بدصورت خواجہ سرا بوڑھے حرام زادے حاسد ہوتے ہیں اس لئے کہ جو شخص اپنا عیب کسی طرح دور نہیں کر سکتا وہ دوسروں کو عیب لگا کر اپنی برابر

کرنا چاہتا ہے مگر یہ عیب اگر کسی بڑی بہادر شجاع جوانمرد میں ہوتی ہیں تو وہ ان عیبوں کو
اپنے کارہائے نمایاں سے عجائز بنا دیتا ہے۔ اور وہ اُس کی عزت و عظمت کے جزو اعظم
ہو جاتے ہیں جیسے تیمور گورکاں کا لنگ۔ پنجم وہ لوگ کہ جن کو زمانہ دھکا دیکے پیچھے گرا یا
تھا۔ مگر پھر وہ سنبھل کر اٹھے۔ مصیبت اور ذلت اور آفات سے نکلے۔ اس لئے وہ اوروں کو
بھی چاہتے ہیں کہ ذلت خواری میں رہیں کہ جس سے اُن کو پہلی ہی بے عزتی سے نجات
ششم وہ لوگ بھی حاسد ہوتے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ ہم بہت سے ہنروں میں صاحب کمال
ہوں مشکل ہے کہ ایک شخص متعدد ہنروں میں کمال رکھے ضرور ہے کہ کسی نہ کسی ہنر میں اور لوگ
اس سے زیادہ تر کامل ہوں پس وہ انسان حسد کرتا ہے۔ شہنشاہ انڈرین میں یہ بیہودگی تھی
کہ وہ شاعری مصوری کاریگری میں یہ چاہتا تھا کہ میں ان سب کاموں میں اوروں سے
سبقت لیجاؤں۔ اس لئے اُس کی عادت یہ تھی کہ وہ شاعروں مصوروں کاریگروں سے
حسد کرتا تھا۔ ہفتم رشتہ داروں اور ہم نشینوں اور ہم سبقوں میں زیادہ محاسدت ہوتی
ہے۔ جب ان ہمسروں میں کوئی زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ تو اُس پر باقی حسد کرنے پر تیار
ہو جاتے ہیں اُسے دیکھ دیکھ کر اُن کو اپنی بدنصیبی یاد آتی ہے۔ اور وہ جانتے ہیں کہ اس کی
برتری سے ہماری کمتری لوگوں کے نزدیک عیاں ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اپنے نصیبے کو روتے
ہیں اور اُسے دیکھ کر جلتے ہیں اور اُس کی شہرت اور ناموری سے ان کی حسد اور بھی دوچند
ہو جاتی ہے۔ قابیل کی حسد اپنے بھائی ہابیل کے ساتھ پرلے درجہ کی کمینگی اور پاجی پنے
کی تھی کیونکہ جب ہابیل کی قربانی اچھی طرح قبول ہوئی تھی تو وہاں کوئی اور دیکھنے والا
نہ تھا۔ اب ہم ان آدمیوں کا ذکر کرتے ہیں جو محسود ہوتے ہیں یعنی جن پر حسد ہوتا ہے
اول رذیل آدمی جو اول ہی اول معزز و نو دولت ہوتے ہیں ابتدا میں ان پر حسد کا
بڑا زور ہوتا ہے مگر یہ کم ہو جاتا ہے۔
دوم لائق و قابل آدمی جن کی اقبال مندی اور برتری پر مدت دراز گزر جاتی ہے

تو وہ زیادہ محسود ہو جاتے ہیں اسواسطے کہ گو ان کی خوبیاں بدستور رہتی ہیں
مگر اس مدت دراز میں اُن کے نئے حریف و رقیب ایسے پیدا ہو جاتے ہیں جو ان کے
اقبال و دولت کے سورج کو زوال کا گرہن لگانا چاہتے ہیں جو محسود کم ہوتے ہیں
یہ ہیں اول بادشاہ عالیشان کے مقابلہ کرنے سے حسد پیدا ہوتا ہے جہاں مقابلہ
ہی کوئی نہیں ہوتا وہاں حسد نہیں ہوتا۔ پس بادشاہوں کے مقابل بادشاہ ہی ہوتے
ہیں اس لئے بادشاہ پر حسد بادشاہوں کو ہوتا ہے کسی دوسرے کو نہیں ہوتا۔
دوم وہ لوگ جو اپنی نیک فعالی کے سبب سے اعلیٰ درجہ پر پہنچتے ہیں اُن پر لوگوں کو
حسد اس سبب سے کم ہوتا ہے کہ وہ اس بزرگی و عزت کا مستحق اُن کو جانتے ہیں کسی شخص
کا ادائے قرض پر حسد نہیں ہوتا بلکہ انعام و عطیات پر۔
سوم۔ خاندانی اشراف عالی نسب آدمیوں کا عروج ہوتا ہے تو اُن کی اقبالمندی پر
لوگ کم حسد کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ وہ ابھی کچھ بڑھے نہیں پہلے ہی بڑھی ہوئی ہیں حسد کا
اثر آفتاب کا سا ہے کہ وہ پشتوں اور ناہموار زمینوں پر زیادہ گرم ہوتی ہے۔ اور ہموار زمین
پر کم۔ ایسے ہی جن آدمیوں کی بتدریج ترقی ہوتی ہے۔ اُن پر بہ نسبت اُن لوگوں کے جو
دفعۃً بڑھ جاتے ہیں حسد کم ہوتا ہے۔
چہارم۔ جن لوگوں کو بڑی جانکاہی اور دور دراز کے سفروں کی مصیبت اٹھانے
سے اور جان جوکھوں کے کام کرنے سے عزت و بزرگی حاصل ہوتی ہے اُن پر لوگ کم حسد
کرتے ہیں بلکہ اُن کی جفاکشی اور سختیاں اٹھانے پر رحم کرتے ہیں۔ یہ رحم حسد
کی تیزی کو کند کر دیتا ہے۔ اسی لئے مدبران ملکی جو بیدار مغز و ہوشیار اور سنجیدہ و متین
ہوتے ہیں وہ اپنی مصائب و آفات کا حال اپنی جاہ و منصب حاصل کرنے میں بہت
ظاہر کیا کرتے ہیں تاکہ لوگ اُن سے حسد کم کریں اور اُن کے حال پر رحم کریں +
یاد رکھو کہ جو لوگ اپنی فراخ دلی اور آزادی سے بزرگی کو ظاہر کرتے ہیں اُن پر حسد

ایسا نہیں ہوتا جیسا اُن لوگوں پر جو اپنی برتری کو مکر و فریب دغا کے لباس میں دکھاتے ہیں
اس طرح دکھانا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ خود اپنی کم لیاقتی سے آگاہ ہیں جو دغا سے لیاقت کو
دکھاتے ہیں اُن آدمیوں کے بڑے حاسد پیدا ہو جاتے ہیں جو اپنی بزرگی اور برتری کو
مغرورانہ دکھاتے ہیں اور اُن کے دل کو چین نہیں آتا جب تک اپنی عظمت کی نمائش ظاہری
سامان سے یا اپنے حریفوں پر فتح پانے سے وہ نہ دکھائیں حقیقت میں لوگوں کو حسد کا
وہ سکھاتے ہیں برخلاف اس کے ان لوگوں کے حاسد بہت کم ہوتے ہیں جو اپنے
چھوٹوں کے ساتھ مدارات اور تواضع سے پیش آتے ہیں اور اپنے ماتحت افسروں کے
استحقاق میں فرق نہیں آنے دیتے اور اُن کی بزرگی کو مانتے ہیں سیدھی سادی وضع
رکھتے ہیں کوئی ظاہری نمائش و نمود مکان میں اسباب میں پوشاک میں خوراک
میں نہیں رکھتے جو لوگوں کے دلوں میں حسد کا اشتعال کریں۔

اب تک ہم نے شخصی حسد کا بیان کیا یعنے جو ایک شخص میں ہو اب ہم اجتماعی
کا بیان کرتے ہیں یعنے جو پبلک میں ہو شخصی حسد میں کوئی خوبی نہیں مگر اجتماعی حسد
میں بعض خوبیاں ہوتی ہیں۔ جب کوئی آدمی اعلیٰ درجہ پر سرافراز و ممتاز ہوتا ہے
تو اُس سے عوام کی ناراضی یعنے حسد اُس کی حد اعتدال سے پاؤں باہر نکالنے کو ایک
ایک زنجیر ہوتی ہے اور شہر بدر ہونے کا خوف دلاتی ہے اور ناجائز قوت حاصل کرنے
سے روکتی ہے ریاستوں اور سلطنتوں میں حسد کا حال مرض متعدی و وبائی کا سا
ہوتا ہے جو اُس سے ڈرتا ہے اُسی کے پیچھے وہ زیادہ پڑتا ہے۔ بھلے چنگے
آدمیوں میں وہ متعدی ہوتا ہے بس یہی حال سلطنتوں و ریاستوں میں حسد کا
پھیلنے کا ہے کہ اُن کے اچھے کاموں کو بھی بدنام کرتی ہے اور بھلے کاموں کی
بھی بری صورت بنا دیتی ہے اور جو لوگ حسد سے ڈرتے ہیں اُن پر وہ زیادہ
اثر کرتی ہے عوام کی حسد زیادہ تر ارکان شاہی پر ہوتی ہے۔ کچھ بادشاہ و سلطنت

نہیں لیکن اگر کل ارکان شاہی سے حسد ہو تو گویا وہ سلطنت سے ہی حسد ہوتی ہے۔
تمام برائیوں میں سب سے بدتر حسد ہے۔ اس کی برابر کوئی باہمی دشمنی برائی نہیں وہ
ایک شرارت شیطانی ہے۔ جو اندھیرے میں اپنا کام اندر ہی اندر چھپ کے کرتی ہے
اور بات کو گھیوں میں موڑا دیتی ہے جتنی بھلائیاں ہیں ان کی ساتھ برائیاں کرتی
ہے۔ موت کے سوا حسد کا کوئی علاج نہیں +

(۳) حسد درحقیقت خودپرستی ہے خود پرستی یوں تو بہت سے گناہوں کی صورتیں لیتی
ہے۔ مگر جن کو وہ خود پیدا کرتی ہے ان میں سے حسد بھی ایک ہے جس کو رنج اور نفرت سے
مرکب کرکے بناتی ہے۔ وہ دل کی کیفیت ایسی کردیتی ہے کہ دوسرے کی خوشحالی اس پر صدمہ
پہنچاتی ہے۔ اوروں کی خستہ حالی اور آفت زدگی اس کو چین اور آرام دیتی ہے۔ انسان
کی ہوا نفسانی میں سب سے زیادہ بڑی حسد ہے غضب ظالم ہوتا ہے۔ غصہ قہر کا ہے
مگر حسد وہ بد بلا ہے کہ اس کے سامنے کوئی نہیں کھڑا رہ سکتا۔ کوئی پناہ گاہ اسے بچا نہیں
سکتی۔ کوئی قوت اس کے حملوں کو دفع نہیں کرسکتی۔ جیسا لوہے کو زنگ برباد کرتا ہے
ایسا ہی حسد دل کو +

حضرت سلیمانؑ فرماتے ہیں کہ حسد ہڈیوں کو بوسیدہ کرتی ہے + جانسن صاحب کہتے
ہیں کہ انسان اس سبب سے کہ مدنی الطبع ہے اس کے لئے کوئی چیز حسد سے زیادہ غیر مناسب
نہیں ہوسکتی وہ ذراسی ترغیب پر صداقت اور محبت سے منہ پھیر لیتی ہے۔ اب تک نہ اولیا
کو اور نہ ہجو کرنے والوں کو ایسا اوزار ملا ہے۔ نہ کوئی حکمت اور ہنر ایسا دریافت ہوا ہے کہ
اس سے اس موذی دیو کا سر کچلا جاتا۔ انسان کی طبیعت کا مقتضا یہ ہے کہ وہ شرارت
کی طرف رغبت کرتا ہے۔ جسمانی اور روحانی فائدے۔ عالی نسبی۔ علو مرتبگی اچھی چیزیں ہیں
جن کی انسان بالطبع دل سے تمنا رکھتا ہے۔ وہ جب غیروں کو ملتی ہیں تو دلوں کی قدرتی
خباثت زور کرتی ہے اور اس سے حسد پیدا ہوتا ہے +

(۴) جو انسان یہ چاہتا ہے کہ میں ممتاز او ر سرافراز بھی ہمسروں میں ہوں اور چین اور آرام بھی کروں تو یہ دو نو باتیں جمع نہیں ہو سکتیں عیش و عشرت بے محنت مل نہیں سکتا۔ پس جو شہرت اور ناموری کی نردبان پر عروج کرنا چاہتا ہے مگر جبر ذہنی کی تکلیف کو گوارا نہیں کرتا وہ بُری نظر سے ان لوگوں کو دیکھتا ہی کہ جو اپنی فراست ذکاوت مستعدی وغیرہ بازوی محنت صبر و استقلال سے بزرگی اور برتری حاصل کرتے ہیں پس یہ سستی اور کاہلی اسکے دل میں حسد پیدا کرکے دل اس کا جلاتی ہے۔ مال و دولت کی طمع و حرص بھی بعض وقت حسد کا سبب ہوتی ہی۔ زر پرست جب دوسرے شخص کو دیکھتا ہے کہ وہ دولت کے جمع کرنے میں اپنے تمام منصوبوں اور تدابیر میں کامیاب ہوتا ہے مگر میری قسمت ایسی بُری ہے کہ مجھے ذلت و خواری کی حالت میں رکھتی ہے اور ہر طرح سے ناکام و نامراد کرتی ہی اس لئے وہ اس شخص سے حسد کرکے جلنے لگتا ہے یہ نہیں جانتا کہ تجارت ہزاروں پہلو رکھتی ہے۔ کسی کو کوئی پہلو دکھاتی ہی کسی کو کوئی +

حسد کا سبب خواہ کچھ ہی ہو اس سے سوائے رنج اور تکلیف کے پیدا اور نہیں حاصل ہوتا۔ اس کے اجزا مقوم نامرادی اور بدخواہی ایسے ہیں جنسے زیادہ انسان کی بدحالی کو دوا کسی اور اجزا کی معجون نہیں بن سکتی۔ حاسد اپنے تئیں ضرر پہنچاتا ہے۔ حسد کرنا ایک زہریلے سانپ کا کھلانا اور پالنا ہے جو پالنے والے ہی کے دل پر ڈنک لگاتا ہے اوروں کی خوشحالی دیکھ کر جلنا۔ یہ ایک در اضافہ حاسد کی ذاتی مصائب پر ہو جاتا ہے +

ایک ظریف نے جب ایک شخص کو افسردہ خاطر دیکھا تو اس سے پوچھا کہ کیا آج تم پر خود کوئی آفت پڑ گئی ہی۔ یا تم نے کسی اور کی حالت اچھی دیکھی ہی جو تم پر یہ افسردگی چھائی ہے حسد۔ شرارت کی کلیں بناکر بڑے ظلم و جور و جفا کا کام برپا کرتی ہے ایک جو اس نے شرارت کے کام کئے ہیں وہ اتنے ہیں کہ اگر ان کو لکھیں تو پڑھنے والے تھک جائیں اس کا آغاز جب سے ہے کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔ حسد نے ہی اول انسان کے خون سے

زمین کو تر کیا معلوم نہیں و نہ کتنے قتل آدمی کرا چکی ہے۔ اگر حسد اپنے کاٹنے دل میں نہیں
چھوڑتی۔ تو وہ اپنے زہریلے اثر دوسری طرح سے پھیلاتی ہے نیچر میں اُس کے زہر کا کوئی
تریاق نہیں حکمت و فلسفہ اُس کو بجھاتا ہے مگر مار نہیں سکتا سوائے اس کے کوئی علاج اس کا
نہیں کہ آدمی خدا سے گڑگڑا کر دعا مانگے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے اس بلا کو پھیر دے۔ نگاہ
(۳) ہر گناہ میں کچھ لذت اور خوشی ہوتی ہے۔ اس کے کرنے کے لئے آدمی عذر بھی
کر سکتا ہے۔ مگر حسد میں یہ دونوں باتیں نہیں جس کسی کو منظور ہو کہ ہم یہیں دنیا میں ہی
جہنم کے مزے چکھیں تو وہ حسد کرنا اختیار کر لے۔ خوبیوں کے دیکھنے میں وہ اندھی ہے
برائیوں کے دیکھنے میں اس کی سو آنکھیں ہیں اُس کو سوائے عیبوں کے اور کچھ نظر نہیں آتا
اس سے زیادہ کیا برائی ہوگی کہ وہ خدا سے لڑنا چاہتی ہے مگر اُس کا جاہ و جلال کب
اس کو پاس آنے دیتا ہے اس لئے وہ ان آدمیوں سے لڑنے لگتی ہے جن پر وہ فضل و
رحم کرتا ہے اور جن کو دولت و جاہ مرحمت کرتا ہے۔ دل میں حسد کا ہونا ایسا ہے
جیسے کہ چھاتی پر ہزاروں زہریلے کالے سانپ بیٹھے پھنکارتے ہوں اور چھاتی ہی کو
کاٹتے ہوں حسد لیاقت و قابلیت کا سایہ ہے جو اس کے پیچھے پیچھے لگا پھرتا ہے +
قاعدہ ہے جیسی اصل ہوتی ہے ویسا سایہ ہوتا ہے۔ بس محسود کی لیاقت و قابلیت کے
موافق حاسد کی حسد چھوٹی بڑی ہوتی ہے۔ حسد سے بعض دفعہ آدمی ایسے مخالف ہوتے
ہیں کہ وہ اپنے تئیں برتر اور اعلیٰ درجہ کا بنانا گناہ کی برابر سمجھنے لگتے ہیں اچھے کام کرنے
میں حسد کی طرف سے ہی خوف لگا رہتا ہے حسد کمینگی اور پاجی پنے ہی سے پیدا ہوتی ہے
وہ یہ چاہتی ہے کہ نیکی کا زور گھٹے خوشی کا پیمانہ خالی ہو۔ وہ تو خوشحالی کو دیکھ کر
بیمار اور تندرستی دیکھ کر بیمار ہوتی ہے۔ جب برائی سے خوش ہونے والی حسد کے پر
پھوٹ کے نکل جاتے ہیں تو وہ اُڑ کر بری بری خبریں خوب اُڑاتی پھرتی ہے تم حسد سے
بچتے رہو یہ ایسی برائی ہے کہ ہمیشہ ہلاکی بدی میں مبتلا کرتی ہے وہ اسی میں رہتی ہے وہ دولت کے

پیچھے بڑے شوق سے لپتی ہے۔ خواری ہی اُس کی خوراک ہے۔ غارتگری میں وہ
بڑی شوخ و بیباک ہے +

(۵) جیسے گھانس پھوس ہر سرزمین اور ملک میں خواہ اُس کی آب وہوا کچھ ہی ہو سبز و
شاداب ہوتے ہیں ایسے ہی حسد سب جگہ خواہ گاؤں ہو یا بادشاہی دربار ہو موجود ہے
وہ تموّل و افلاس کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ ہر درجہ و مرتبہ کے آدمیوں کے دل میں وہ
جوش و خروش کرتی ہے رنگیلی اور بھڑکیلی پوشاک میں وہی اپنے رنگ دکھاتی ہے۔ جو
افلاس کے پھٹے پرانے گدڑ کے لباس میں طالب العلموں اور معلموں گنواروں بادشاہ کے
عزیز درباریوں میں ایک ہی سی حقارت اپنے ہمسروں اور ہمسایہ کی کرتی ہے
اور خدا سے سرکش بناتی ہے۔ اس لئے سب کو چاہئے کہ بہت احتیاط و نگہداشت کرے
کہ وہ کہیں اپنا گھر دل میں بنا کے آباد نہ ہو جاے۔ اُس کے باہر رکھنے کی تدبیریں کرتے رہے

(۶) حسد عناد کی ماں ہے قتل کی بانی۔ روح کے لئے بڑی میلی کچیلی کیچڑ۔ تازہ گوشت
اور ہڈیوں کے گودے کے گلانے کے واسطے سنکھیا۔ ہمسایہ کے موٹے ہونے سے دُبلی ہونے والی۔
حاسد سب سے حسد کرتا ہے مگر کوئی اُس سے حسد نہیں کرتا۔ اُس کی کچھ طبیعت میں
غرور حاسدانہ ہوتا ہے۔ اُس کو یہ برداشت ہی نہیں ہوتی کہ سوا اپنے کسی دوسرے
کی اچھی حالت دیکھ سکے۔ جب وہ کسی کی سچی تعریف سُنتا ہے تو آپس میں ناحق چون و
چرا کرتا ہے اور جب نیکیاں کسی کی ایسی نمایاں ہوتی ہیں کہ ان میں کچھ کلام
نہیں ہو سکتا تو وہ اپنی اگر مگر لگا کے اُن میں ایسی بُرائیاں بتلاتا ہے جو اُن کی
شان کو بٹا لگاتی ہیں اور اگر زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتا تو خاموشی ایسے ادا و انداز
سے اختیار کرتا ہے کہ جس سے اُن میں شبہ پڑ جاے +

(۷) جو آدمی تم کو اپنے سے برتر نظر آتے ہیں اور اُن کے خطاب و القاب بڑی دھوم
دھام سے اُن کے نام کے ساتھ لگائے جاتے ہیں مکانات عالیشان اور باغ آئین

دیکھتے ہیں اُن کی سونے چاندی کی سواریاں چھم چھم کرتی ہیں اُن پر حسد نہ کرو، ان کا
یہ سارا اسباب کیا ہے؟ وہ سوا مالکوں کی آنکھوں کے سب کی آنکھوں کو چکا چوند لگاتا ہے
جس شخص کو اُن کے دیکھنے کی عادت ہو گئی ہے اس کی نظر میں ان کی کچھ قیمت نہیں ہوتی۔
ارزاں اُن کو جانتا ہے اور قابل التفات نہیں سمجھتا۔ یہ سارا خانمان عمدہ و عالی شان
اس کی نزدیک ایسا ہی سادہ ہے جیسے کہ کسی غریب آدمی کا سامان خانہ ہوتا ہے جیسے
غریب اپنے جھونپڑے میں جاتا ہے۔ امیر اپنے محل میں داخل ہوتا ہے۔ اپنے سامان کی عظمت
شان اس کے دھیان میں بھی نہیں آتی۔ جن تصویروں بیش بہا اور اسباب خوش نما پر
تم اپنی آنکھ اٹھاتی نہیں چاہتے۔ وہ انہیں آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ تم یہ خوب سمجھ لو
کہ چیزوں میں خواہ کیسی ندرت اور حیرت ہو۔ مگر روزمرہ دیکھنے سے وہ نہ حیرت دلاتی ہیں نہ
تعجب اس عالم کو دیکھو کہ اس میں آفتاب عالمتاب کیا شان کبریائی اپنی دکھاتا ہے آسمان
پر کیا کیا عجب عجیب چیزیں ہیں۔ عادت نے ایسی مساوات کر دی ہے کہ ہم ان کو کبھی
دیکھتے بھی نہیں تعجب و حیرت تو کیا کریں بس جب کل عالم کا یہ حال ہو تو اس کے آگے
کسی بڑے آدمی کے ٹھاٹھان کی کیا بساط ہے +

غرض یہ بڑی غلطی ہے کہ ہم بڑے آدمیوں اور دولت مندوں کی خوشی پر حسد کریں
ہم نہیں جانتے ہیں کہ اُن کے دل کے اندر ایک گھن لگا ہوا ہے جو اُن کے دل کی خوشی کو
کھائے جاتا ہے وہ حقیقت میں ہم سے زیادہ مصیبت زدہ ہیں +

(۲) جو شخص پہاڑوں کی چوٹی پر چڑھتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ اُن کی بلند چوٹیاں
بادلوں اور برف سے گھری ہوئی ہیں ایسے ہی جو شخص کہ اور آدمیوں سے درجہ و رتبہ
میں بلند ہو جاتا ہے یا ان کو محکوم بنا لیتا ہے وہ اپنے تئیں نیچے کے درجہ کے آدمیوں
کی حسد سے گھرا ہوا دیکھتا ہے۔ اگرچہ اوپر آفتاب باشان و شکوہ بہت دور چلتا
ہے اور نیچے بہت دور زمین اور سمندر بچھا ہوا ہے۔ مگر اس کے ننگے سر کے گرد برفی

پہاڑیاں اور ہوا کے سخت طوفان برپا ہیں +

(۹) دوسرے کی آسایش و آرام و خوش حالی سے نفرت کرنے کا نام حسد ہے۔ حاسد اپنے بڑوں سے اس لئے جلتا ہے کہ وہ مجھ سے بڑے کیوں ہیں برابر کیوں نہ ہوئے اور اپنے چھوٹوں سے اس لئے حسد کرتا ہے کہ خوف ہے کہیں وہ اُس کی برابر نہ ہو جائیں برابر والوں سے اس لئے حسد کرتا ہے کہ وہ اس کی برابر کیوں ہیں جب یہ حال ہو تو حسد کے دنیا کا تنزل کیوں نہ ہو +

(۱۰) حاسد کی مت ایسی اُلٹ جاتی ہے کہ جن چیزوں سے اور لوگوں کو جو حسد نہیں رکھتے خوشی ہوتی ہے اُس کو دلی رنج ہوتا ہے جو اُن کے حُسن شجاعت۔ دانائی۔ یہ سب خوبیاں اُس کے دل میں کانٹے چبھوتی ہیں وہ وہاں رنج کرتا ہے جہاں اُس کو خوش ہونا چاہیے۔ وہ ایسے عالم میں بستا ہے کہ اُس میں جو شخص اپنی خوشی و خوبی حاصل کرنے میں سعی کرتے ہیں وہ اُسی پر آگ جلاتے ہیں کیا یہ کم سخت حالت ہے کہ وہ کسی شخص سے عداوت اس سبب سے رکھے کہ اور لوگ اُس سے محبت کرتے ہیں۔ حاسد کے دل کی اُس وقت تسلی ہوتی ہے کہ کوئی بڑا نامور صاحب ہنر ایسی حرکت کرے کہ جو اُس کی شان کے لائق نہ ہو اور اُس سے کچھ اُس کے عیب و نقص ظاہر ہوں یا کسی شخص نے کام عظیم کیا ہو۔ مگر اُس میں کوئی خلل ایسا پڑ جائے جس سے فقط وہی اکیلا اس کام کا کرنے والا نہ سمجھا جائے۔ بلکہ اور لوگ بھی اُس کے شریک جانے جائیں مثلاً کوئی نظم ہو جس میں مصنف نے اپنا نام نہ ظاہر کیا ہو تو حاسد جو ایسی کتاب نہیں تصنیف کرسکتے۔ اُس کے مصنف بہت سے آدمیوں کو قرار دینگے اور کہیں گے کہ کتاب کی طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ایک شخص کی تصنیف نہیں۔ جس پر لوگوں کا گمان ہے اگر کسی حاسد سے کہو کہ فلاں آدمی بڑا امیر و دولتمند ہے تو اس کا منہ بگڑ جائیگا۔ مگر اُس کے ساتھ یہ بھی کہو کہ بچے بہت سارے اُس کے ہیں تو البتہ کچھ صورت سنوریگی حاسد کی خوشی کا حال ایسا ہی ہے جیسا کہ نقل میں ایک جن کا حال لکھا ہے

کہ اس کے مکان کی شان نہیں آدمیوں کی ہڈیوں سے معلوم ہوتی تھی کہ جن کو مار کر اس نے ان کی ہڈیوں سے بنایا تھا بس دیکھو کہ حاسد کا رنج دلی تسلی کا باعث [illegible] دلی خوشی کا باعث ہے خدا کا شکر بھیجو کہ تمہارا دل حسد سے خالی مسکین بنایا ہے۔ گو وہ جھونپڑا ہو [illegible] بڑی لفظی طمطراق نہیں کرتا۔

غرض و حسد میں فرق

انسانوں میں جو باہم رقابت و عداوت قائم ہوتی ہے اس کے دو سبب ہوتے ہیں ایک غرض۔ دوسرے حسد۔ جب ایک غرض میں بہت سے آدمی مشترک ہوتے ہیں تو وہ چیز کسی کو حاصل ہوتی ہے اور باقی اس سے محروم ہوتے ہیں اس میں کامیاب و ناکام میں عداوت ہوتی ہے ہر شخص دولت ناموری حکومت چاہتا ہے مگر یہ سب چیزیں باقی ہیں اس لئے وہ اوروں کی مفلسی۔ گمنامی۔ محکومی کا بھی آرزومند ہوتا ہے جب تک کہ محکوم و مفلس نہ ہوں اپنے دولتمند ہونے کا مزہ نہیں آتا۔ غرض کی صورت میں اوروں سے منفعت حاصل کرکے اپنی برتری کی آرزو ہوتی ہے۔ مگر حسد کی صورت میں بغیر اپنی کسی منفعت کے اوروں کے گھٹ جانے کی تمنا ہوتی ہے [illegible] یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان دونو تباہ اور غارت کرنے والی قوتوں میں غرض زیادہ قوی اور بہت تاثیر ہے اس لئے کہ یہ بات بہ آسانی سمجھ میں آتی ہے کہ آدمی کو اپنے خوش کرنے کا شوق بہ نسبت دوسرے کے خوش کرنے کے زیادہ ہوتا ہے۔ انسان کا مقتضائے طبع کہ جو کچھ اپنی منفعت کے سبب سے زیادہ تر کرتا ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ غارت گری فقط شرارت کے لئے کرے لیکن درحقیقت غرض پر حسد غالب ہے۔ قاضی کے قدرتی قوانین کے خلاف جتنا حسد کام کرتی ہے اتنا غرض نہیں کرتی۔ بہت عیب کاموں کی تہمتیں اور دیانتمندی کے کاموں پر خیانت کی تہمتیں جو انسانوں پر مصیبت لاتی ہیں ان سے کوئی منفعت ان مصیبت لانے والوں کو نہیں ہوتی نہ وہ تو اس خیانت کے لگانے میں

زہر ملاتے ہیں جس میں خود شریک نہیں ہوتے اور اس فصل کو برباد کرتے ہیں جس سے
خود متمتع نہیں ہوتے۔ غرض کا میدان تنگ ہے معدودے آدمیوں کے عہدوں کے چاہنے والے تھوڑے ہوتے
ہیں حسینوں کی جانشینی کی توقع کرنے والے تھوڑے ہوتے ہیں اس لئے ان کا مدعی کی نسبت
ہوتی ضرور ہے۔ مگر حسد کا میدان بے حد و پایان ہے اس کو اپنے اثر کرنے کے لئے کسی
خارجی امداد کی ضرورت نہیں کسی لیاقت کی حاجت نہیں کاہلی ضرور ہے وہ پیدا ہوتی
ہے۔ جو سب جگہ افراط سے موجود ہیں خود غرض جب کسی اونچی جگہ سے اکھیڑیگا کہ اس کے
قائم مقام ہونے کی لیاقت ہوگی اور اس کے کام کے انجام دینے کی لیاقت ہوگی
مگر حسد تو ایک خیالی چیز ہے۔ اس میں لیاقت کی حاجت نہیں آدمی خواہ کیسا ہی نالائق
اور ناہنجار ہو۔ وہ نامردی اور حماقت سے حاسد بن سکتا ہے جو غرض مند ہے تگ و دو کرتا ہے
اس کو کھوکھے شیر بھنبھوڑتے ہیں وہ اپنے دشمنوں کو دیکھ سکتا ہے اور ان سے مقابلہ
کر سکتا ہے مگر جو حسد کی کمین سے ہلاک ہوتا ہے وہ اپنے حملہ آوروں کو نہیں دیکھ سکتا کہ ان
مقابلہ کرے۔ اس کا دم گھٹ کر اس طرح نکل جاتا ہے جیسا کہ زہریلے بخارات سے
غرض مندی کے ساتھ ہمیشہ محنت و مشقت جھگڑے لگی رہتی ہے جو زیادہ فائدہ حاصل
چاہتا ہے اس کو نقصان کا بھی خوف ہوتا ہے۔ اور جب وہ کسی رشتے سے کشتی کرکے
بچھڑتی ہے تو پھر کھڑی بھی نہیں ہو سکتی۔ مگر حسد کرنے میں کچھ خرچ ہوتا ہے نہ کوئی خوف
ہوتا ہے نہ کچھ محنت اٹھانی پڑتی ہے۔ جس نیک نام کو چاہو اس کو بدفرجام کہنے لگے
اس میں کچھ محنت کی ضرورت نہیں جھوٹی بات کے کہنے میں خواہ وہ بگڑی جاتی اور بنا
ہو۔ مگر اس کے پھیلانے میں کوئی مشقت نہیں اٹھانی پڑتی غرض یہ ہے کہ حسد سے جو نقصانات
ہوتے ہیں وہ غرض مندی سے نہیں ہو۔ غرض مندی میں تو منفعت بھی ہوتی ہے مگر حسد
میں نقصان ہی نقصان ہوتا ہے ۔

عشق ومحبت

زندگی اور معاشرت کے اندر عشق انسان کے کسی کام نہیں آتا - مگر تھوڑا سا شاعرانہ
[illegible] اور اکثر خوب بگاڑ دیتا ہے - معشوقوں کو بھی خوب خوب
[illegible] ساتھ تو وہ شرارت
[illegible] کرتا ہے - جہاں تک جانوروں کا [illegible] وہاں تک
[illegible] آدمی کو اونچا [illegible] لاتا [illegible] ہوتا ہے
عشق میں [illegible] - اگرچہ [illegible] اُس کی مثال [illegible] لاؤ - تو وہ عشق کی صورت
[illegible] ساتھ لازمی ہے - آدمی اُس سے [illegible] ہے کہ ہر انسان
محبت کی [illegible] کو دیکھ کر ان پر عشق کرے - [illegible] اس کو زیبا ہے کہ وہ بجا
[illegible] کر دل سے پرستش کیا کرے - جیسے [illegible] کی کرتا ہے
[illegible] ایسے ہی آدمی اپنی آنکھوں کے معشوقوں کو
[illegible] کے واسطے آنکھیں بنائی گئی ہیں اُن کو چھوڑ دے
عشق [illegible] معشوق [illegible] سب باتوں میں مبالغہ بڑا معلوم ہوتا ہے
مگر عشق کی باتوں میں وہ بھلا لگتا ہے - انسان کا خوشامدی سب سے بڑا اُس کا اپنا آپا
ہے [illegible] خوشامدیوں کو خوب جانتا ہے - مگر عشق اُس سے بھی زیادہ خوشامدی ہے
[illegible] عشق کی ایسی خوشامد کرتا ہے کہ اپنا آپا بھی دل سے خوشامد آدمی کی نہیں کرتا -
جب عاشق معشوق سے محبت کرتا ہے تو معشوق کیا عاشق سے محبت کرنے لگتا ہے - یا نفرت +
دوسری حالت میں آدمی اپنے تئیں اور اپنی دولت وعقل سب کو برباد کرتا ہے - عاشقوں کے
مسلمان شاعر [illegible] بیان کرتے ہیں - جو عاشق معشوق پر مرتا ہے وہ اپنی حکومت وفراست
کھوتا ہے - عشق وعقل ایک دل میں کسی طرح ساتھ نہیں رہ سکتے - عشق کمزوروں پر زبردستی
کرتا ہے اور زبردستوں سے بھاگتا ہے - یہ امر شاذ و نادر ہے کہ کسی قوی دل کے دل میں

کسی غفلت کے سبب سے عشق داخل ہو جاے - ورنہ وہ اکثر ضعیف القلب کو دبا تا و ستاتا ہے آدمی کو چاہیے کہ اپنے کار و بار میں ذرا بھی عشق کو دخل نہ دے اگر وہ ایک دفعہ کام کا ستد راہ ہو تو وہ دولت و مال کو برباد کر دیگا - اور کسی کام کا انجام نیک نہیں ہونے دیگا - سپاہی زیادہ تر عاشق مزاج ہوتے ہیں مگر یہ عشق آن کا ایسا ہوتا ہے - جیسا کہ شراب کا پینا کہ جس سے یک گونہ انبساط خاطر ہو اپنے نقصان کا معاوضہ خوشی سے ہو جاتا +

غرض یہ عشق فقط شہوت پرستی ہوتی ہے انسان کو بالطبع رغبت دلی ہے کہ وہ اور آدمیوں سے موانست کرتے جب اپنی محبت کو ایک شخص یا چند شخصوں میں تقسیم نہیں کرتا تو بہت سے آدمیوں میں تقسیم کرتا ہے جس سے فقراکی ہی انسانیت اور سخاوت اس میں پیدا ہو جاتی ہے - زن و شوی کی محبت تو بہی نوع انسان کی بانی ہے اور دوستانہ موانست انسانیت کی تکمیل کرتی ہے - مگر شہوت پرستی سے جو محبت پیدا ہوتی ہے وہ خانہ خراب ہوتی ہے -

(۲) جن آدمیوں کی یہ آرزو ہو کہ ہم سارے دنیا کے محبت بنیں اور سارے عالم کو محبوب بنائیں تو ان کو لازم ہے کہ وہ اول نہایت گہری اور کامل محبت اُس شخص سے کریں جو اُن سے بہت اقریب ہو - اگر اس اقرب سے وہ محبت نہیں کر سکتے جس کا نام محبت ہے تو وہ بعید سے کیا کرینگے - ستارہ جتنا بعید ہوتا ہے - اُس کی اتنی شعاعیں ضعیف آتی ہیں لبس جو آدمی کہ ساری دنیا کے آدمیوں کو اپنا محبوب بناتے ہیں وہ درحقیقت کسی سے محبت سوا اپنی ذات کے نہیں رکھتے +

(۳) محبت الٰہی - وہ دل کا نور ہے - ہمارے فہم کو روشن اور دل میں محبت و موانست کو گرم کرتی ہے - دماغ کو مصفٰی مجلیٰ بناتی ہے - روح کو وہ فراخی دیتی ہے - جس میں دین اور دنیا کے امور حقہ کو آدمی خوب دیکھ لیں وہ حکمت نظری میں عمدہ معلم و ادیب ہے - اور عملی میں رہنما و ہادی ہے - کلام الٰہی کو ایسا سمجھاتی ہے کہ جس سے تمام شرک و شبہات جاتے رہیں - وہی بتلاتی ہے کہ خدا کیونکر راضی رہتا ہے

غلبہ تمام معاملات کو فیصلہ کرکے طے کر دیتی ہے۔ مذہب میں جو مباحثے اور تکراریں ہوتی ہیں اُن میں ثالث بالخیر پیدا کر دیتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ خدا کا خوف دانائی کا آغاز ہے۔ اس کی محبت دانائی کا انجام و کمال ہے وہی تمام علموں کی کنجی ہے۔ خدا سے محبت جب تمھاری ثابت ہو گی کہ جو بُرا بھلا تمھارے آگے پیش آئے اُس سے راضی رہو۔ خدا کی طرف سے سمجھو۔ اچھی کا شکر بھیجو۔ اور بُرے پر صبر کرو۔ جو آزار یا تمھاری پیٹھ پر پڑے اُس کو چشم بند کرکے بوسہ دو ٭

(۴) محبت بھی کیا مسرت ناک ہے۔ محبت مست کو چالاک بے خبر کو باخبر طامع کو قانع۔ خاموش کو گویا۔ غمزدہ کو خرم و شاد بنا دیتی ہے۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ جہاں محبت نہیں ہوتی وہاں خوشی بھی ہوتی ہے یا نہیں تو اس کا جواب یہ اکثر ضرور دیا جائیگا کہ جہاں محبت نہیں وہاں مسرت نہیں اور جہاں محبت ہے وہاں مسرت ہے خوشی کے معنے یہ ہیں کہ کسی اچھی چیز سے محبت چاہئے۔ غم کے روکنے اور ہٹانے کے واسطے دوستوں کی محبت سے زیادہ کوئی چیز نہیں ٭

(۵) دوستوں کی محبت ضرورت کے وقت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ روشن شمع سے دن کو کچھ فائدہ نہیں حاصل ہوتا۔ مگر رات کو اُس سے بہت کام نکلتے ہیں اس کا سبب یہ نہیں ہوتا کہ شمع کی روشنی دن کو کم ہوتی ہے۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ شام کو آفتاب کی روشنی نہیں ہوتی۔ یہی حال محبت کا ہے کہ صداقت دوستوں میں وہ یکساں رہتی ہے مگر ضرورت و احتیاج کے وقت زیادہ وہ محسوس ہوتی ہے۔ محبت زیادہ نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی احتیاج زیادہ ہو جاتی ہے۔ یہ احتیاج ہی دوست کو مدارات کی سیاری یاد دیتی ہے اور اس کی قابلیت کے موافق قدر کراتی ہے۔ خوش حالی میں وسعت اخلاق و مدارا کی ضرورت نہیں

(۶) عشق افلاطونی ۔ ایک عشق تو وہ ہے [illegible] کا ہوتا ہے کہ آنکھوں سے دیکھے نہ کانوں سے سنے ٭ دوسرا عشق [illegible] جسم اور روح کا

تعلق روح سے ہوتا ہے۔ اس عشق کا محقق اول افلاطون تھا۔ حکیم موصوف کے مقالات محبت
میں عشق کے باب میں [illegible] کی [illegible] شریف [illegible]
مقدس لیے پروردگار کی ہوتی ہیں۔ اس کو [illegible] اور [illegible]
(۲) موت سے کچھ کم زور آور عشق نہیں ہوتا۔ نہ وہ کسی [illegible] جسم
کسی سمندر کی طغیانی میں ڈوب سکتا ہے۔ وہ انسان کی خودی [illegible]
مزاج کو مستحکم اور شریف بناتا ہے۔ زندگی کے [illegible] کو [illegible] کی طرف [illegible]
ہے۔ سچی محبت پرستی ایسی عطیہ الٰہی ہے کہ کوئی اور عطیہ اس کی برابری [illegible]
وہ ایسی متبرک اور مقدس آگ ہے کہ بتوں کی پاس نہیں بجھائی جا سکتی۔
(۳) ماں کی محبت سب سے بڑھ کر ہے کہ نہ کبھی کم ہو نہ کبھی بدلے نہ کبھی بجھے۔ باپ بیٹے
سے منہ پھیر لیتا ہے۔ بھائی بہن [illegible] رشتہ دار دشمن ہو جاتے ہیں۔ میاں بیوی
ایک دوسرے کو چھوڑ دیتے ہیں مگر ماں بیٹے کی نیک نامی اور بدنامی دونوں [illegible]
یکساں چاہتی ہے۔ بیٹے کو دنیا ملامت کرتی ہے مگر وہ اپنی محبت سے باز نہیں آتی
اس کو ہمیشہ یہ امید لگی رہتی ہے کہ اب میرا بیٹا توبہ کرتا ہے اور نیک کام پر چلتا ہے
اولاد کا ایسا رفیق ماں سے زیادہ کوئی نہیں ہوتا وہ اس روز سے کہ اس کا نطفہ
رحم میں پڑتا ہے۔ اس کی محافظ ہوتی ہے۔ وہ خوب یاد رکھتی ہے کہ جب میرا بچہ مسکراتا
تھا۔ تو میں شاد ہوتی تھی۔ جب وہ ہنستا تھا تو میرا دل باغ باغ ہوتا تھا۔ جب وہ کلکاریاں
مارتا تھا تو میں خوش ہوتی تھی۔ اس کی جوانی کی امیدیں دل خوش کرتی تھیں۔
غرض ماں اور اولاد کے درمیان وہ رشتہ محبت مستحکم ہوتا ہے کہ وہ کبھی شکستہ نہیں ہوتا۔ وہ
مبارک رشتہ ہے کہ جس کی قدر مہد سے شروع ہوتی ہے — اور اس
وقت ختم ہوتی ہے کہ ماں کو قبر میں دفن کرتے ہیں۔ یہ ماں ہی ہوتی ہے کہ کبھی [illegible]
سے جدا ہونا پسند نہیں کرتی کبھی ہم کو نہیں بھولتی۔ ہم کو یاد کرتے ہیں تو وہ اس پر لعنت

ملامت غصہ سے نہیں کرتی - بلکہ غم و رنج کھاتی ہے - غرض ماں صداقت و وفا کی تصویر ہوتی ہے - اس کی محبت سب محبتوں پر غالب ہوتی ہے - اس میں کبھی خود غرضی کے سبب فرق نہیں آتا - اولاد خواہ اس کا احسان نہ مانے اور نالائق ہو. مگر اس امر کی محبت کچھ کم نہ ہوگی - اس کی ساری خوشیوں کا مدار اولاد پر موقوف ہوتا ہے - اس کی بیکناہی اور مارت اور ثروت سے وہ خوشی کے مارے پھولی نہیں سماتی - اگر اولاد مصیبت میں گرفتار ہو تو وہ زیادہ اس کی مددگار ہوگی اور امداد کے لئے خون سے دریغ نہ کریگی اگر لوگ اسے بدنام کرتے ہیں تو بھی وہ بدستور پیار کریگی - اگر ساری دنیا اسے چھوڑ دے تو بھی ماں ساتھ رہیگی - اور ساری دنیا کی ماں ہی ہوگی -

(۱۰) آدمی کا دل ہمیشہ بدلتا رہتا ہے - بعض شخص جس کو آج پیار کرتا ہے کل اس سے نفرت کرتا ہے - بہتر ہے کہ محبت میں ثابت رہنا عقل و دانش ہے - جو شخص کو ہمیشہ ایک سا دوست رہنا ہے - جیسے درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے ایسے ہی محبت اپنے ثمرہ سے پہچانی جاتی ہے - اشرافانہ محبت خواہ اس میں خوشی ہو یا ناخوشی تمام زندگی کو سہانا بنا دیتی ہے یہ محبت سب سے زیادہ خدا کی اپنے ملک کی اپنے بادشاہ کی اپنے خاندان سے ہونی چاہئے +

(۱۱) ہر شخص یہ نہیں دریافت کرنا چاہتا ہے کہ عاشق ہی اپنے تئیں پہچانتا ہے عشق ہی انسان کے دل کی تربیت ایسی کرتا ہے کہ وہ باقاعدہ ہو جاتا ہے عاقل کو چاہئے کہ وہ کسی نہ کسی چیز کو چاہے - اگر وہ کسی چیز کو نہ چاہے گا تو ضرور دنیا اس کو تو خوش و ناگوار معلوم ہوگی +

(۱۲) عشق کبھی تو ایسا احمق ہوتا ہے کہ وہ اپنے تئیں خود نہیں جانتا کہ میں کیا ہوں کبھی وہ دانا بھی ایسا ہوتا ہے کہ اپنا چہرہ دشمن میں چھپا کے دکھاتا ہے +

(۱۳) یونانیوں کے بت خانوں میں عشق کی بت کی صورت ایک حسین اندھے بچے کی

اڑتی ہے جس کے پہلو میں تیروں کا ترکش ہوتا ہے اور کمان ہاتھ میں تیر چاروں طرف پھینکنا اس کا کھیل ہے مگر کسی کو اپنا نشانہ بنانے کا قصد نہیں کرتا اس سے یہ معلوم ہوا کہ معشوق کا ارادہ عاشق کو تکلیف پہنچانے کا نہیں ہے خود اُس کا حسن ایسا دل لبھاتا ہے کہ بے اختیار اس پر پیار آتا ہے جیسا کہ پیارے بچے کی صورت پر آتا ہے۔ وہ خود اوروں کو اپنی طرف کھینچتا ہے مگر بچپنے کے سبب سے اُس کو خبر نہیں کہ میرا یہ حسن دلربائی کر رہا ہے۔ اور مجھ میں ایسی خوبی ہے کہ وہ اوروں کو فریفتہ کرتی ہے +

(۱۲) زر عیث عشق میں مت

عشق بازی میں نہ شرافت کام آتی ہے۔ نہ ذکاوت و ذہانت۔ نہ لیاقت و فراست۔ فقط زر اس میں کام آتا ہے۔ وہی معشوقوں کی خرید و فروخت کرتا ہے فقط اس لئے جس شخص نے اول زر نکالا ہے۔ اُس پر عاشق بُرا کہتے ہیں زر کی بُرائی یہ کرتے ہیں کہ وہی ایک بھائی کو دوسرے بھائی کا جانی دشمن بناتا ہے بیٹے کو باپ سے لڑاتا ہے سب سے زیادہ یہ غضب ڈھاتا ہے کہ معشوقوں کو عاشقوں سے چھڑاتا ہے +

(۱۳) عشق کی پیدایش ۔ جب حسن پیدا ہوا تو اُس کی چھٹی بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔ بہت سے مہمان بلائے گئے ان میں دولت بھی گئی جو عاقبت اندیشی کی صاحبزادی تھی اور بہت سی خوبیاں رکھتی تھی۔ جب اس چھٹی کی دعوت کا جلسہ ختم ہوا تو جیوپٹر کے باغ میں سب مہمان سیر کو چلے گئے۔ مہمانوں میں افلاس بھی ایک مہمان تھا۔ اُس نے دیکھا کہ دولت ایک میچ پر بڑے چین سے سوئی ہے اُس سے وہ ہم بستر ہوا۔ ان دونوں سے عشق پیدا ہوا۔ اس لئے عشق میں ماں (دولت) کی طرف کا اثر یہ ہے کہ وہ منصوبے و تدبیریں اور حکمتیں کرتا ہے۔ اور باپ افلاس کا

یہ ہے کہ وہ گدائی کرتا ہے۔ زمین پر لوٹتا ہے اپنے تئیں خاک میں ملاتا ہے۔ ہر طرح کی ذلت و خواری اٹھاتا ہے۔ ان باپوں (دولت و افلاس) کے اثر سے اس میں متضاد صفات موجود ہوتی ہیں +

(۳۰) انسان خیال کرنے کے لئے پیدا ہوا ہے وہ ایک لحظہ بھی خیال سے خالی نہیں رہتا۔ مگر فقط خیالات سے اس کی زندگی بسر نہیں ہوتی۔ خالی خیالات خواہ کیسے ہی نیک اور خوش کرنے والے ہوں وہ دل کو سست بیکار کر دیتے ہیں انسان کی ہوائے نفسانی جو افعال پر متحرک کرتی ہیں دو ہیں۔ ایک محبت۔ دوم جاہ۔ یعنی اپنی برتری کی خواہش ان ہی سے آدمی کی خصلت چھائی جاتی ہے۔ اور وہ غیر دل پر اور اپنے اوپر بہت اثر کرتی ہیں۔ ان کی بڑی عمیق چشمی دل کے اندر ہوتی ہیں جو افعال پر متحرک کرتے ہیں اور ان میں بڑی زبردست قوت ہوتی ہے۔ یہ دونوں ہوائے نفسانی گو ساتھ ساتھ ہمیشہ رہتی ہیں مگر متحد نہیں ہوتیں گو وہ ایک دوسرے کو فنا نہیں کرتیں مگر ضعیف ضرور کرتی ہیں خواہ انسان کا قلب کیسا ہی وسیع ہو اس میں ایک ہوائے نفسانی محبت یا جاہ خوش وسعت کے ساتھ پھیل سکتی ہے۔ مگر جب دونوں اس میں آتے ہیں تو ہر ایک تنگ وسعت میں پھیلتا ہے۔ انسان کے دل میں اپنی محبت پوری سمائی نہیں اس لئے وہ اس سے باہر نکل کر خارج کے اشیا پر جاتی ہے یہ محبت اس لئے دو چیزوں پر زیادہ ہوتی ہے۔ ایک حسانت پر اور دوسری کمال پر۔ خدا تعالیٰ نے انسان کی برابر کسی کو حسین نہیں بنایا۔ اس کے چہرہ کا سایہ بھی دوسری مخلوق میں نظر نہیں آتا۔ پھر انسان میں بھی عورت کے حسن کو برتری ہے۔ اس کو خدا تعالیٰ نے عقل دی ہے۔ وہ مرد کا عجیب ندیر تو ہے۔ جب عورت چاہتی ہے وہ مرد کا دل خوش کر سکتی ہے۔ اس کے ادا و انداز دل آویز اور دلکش ہیں کوئی اس کی برابری دلربائی و دلبری میں نہیں کر سکتا۔ ہر دل میں اس کی ہو(ا)ئی

ہوتی ہے۔ جس دل میں چاہے وہ بس جائے۔ عشق کی عمر کچھ نہیں ہوتی۔ وہ نت نیا پیدا ہوتا ہے۔ شاعر اسی لئے اُس کو بچہ کہتے ہیں عشق سے عقل و ذہانت بڑھتی ہے اور اُس کی تقویت عقل ہی سے ہوتی ہے۔ ہر روز وہ ہماری حفاظت کو چھوڑتا ہے اور پھر از سر نو اختیار کرتا ہے *

اگر انسان تنہا ہوتا تو بڑا ہی ناقص الوجود ہوتا۔ کوئی ذی حیات اُس کی برابر محتاج نہ ہوتا۔ اُس کو اپنی خوشی کے لئے ہمراہیوں کی سخت ضرورت ہے۔ وہ اپنی حوائج اور تمناؤں اور آرزوؤں کو بغیر اوروں کی مدد کے پورا نہیں کر سکتا۔ اس لئے وہ اوروں کی تلاش کرتا ہے۔ کبھی وہ عشق ان چیزوں سے رکھتا ہے جن تک رسائی اُس کی قدرت سے باہر ہوتی ہے۔ جب اس میں مایوسی ہوتی ہے۔ تو وہ اُس کو چھپاتا ہے اور اسی لئے اندر ہی اندر اُس کے دل کو گھن لگ جاتا ہے آدمی جب اپنے سے کسی اعلیٰ درجہ کی ساتھ محبت کرتا ہے۔ تو اُس محبت کے ساتھ اپنی برتری کی آرزو بھی شامل ہوتی ہے۔ مگر اُس پر محبت غالب ہوتی ہے وہ ظالم بادشاہ کی طرح اپنی حریف کو نہیں رکھتی سارے دل کی آرزوئیں اُس کے تابع ہوتی ہیں اور اُس کے حکم کی منتظر رہتی ہیں سارا دل اپنے سے اعلیٰ درجہ کے معشوق کی محبت سے پُر ہوجاتا ہے۔ مگر اپنے سے کمتر یا برابر درجہ کی محبت ایسی ہوتی ہے کہ وہ دل کی ظرف کے ایک کونے میں پڑی رہتی ہے محبت کا اول کام یہی ہے کہ وہ بڑا ادب پیدا کرے۔ جن سے ہم محبت رکھتے ہیں ضرور اُن کا ادب کرتے ہیں۔ جب ہم کسی پر عاشق ہوتے ہیں تو اس کی بڑی قدر کرتے ہیں اور اپنے سارے کاموں کو اُس کے خوش کرنے کے واسطے وقف کر دیتے ہیں مگر جب معشوق متواتر بیوفائیاں کرتا ہے تو عشق میں پژمردگی آجاتی ہے۔ اُس وقت جو مصیبت عاشق پر گزرتی ہے اُس کا حال بیان نہیں ہوسکتا۔ یہہ عشق دشمن جانی ہوجاتا ہے۔ اور دل کے سو سو ٹکڑے کرتا ہے۔

معشوق تمام دوستوں مربیوں عزیزوں کو بھلا دیتا ہے عاشق کو سوای معشوق کے کسی اور کی ضرورت ہی نہیں معلوم دیتی - دل ایسا عشق سے معمور ہوتا ہے کہ کسی بے آرامی اور رنج کے لئے جگہ ہی نہیں رہتی +

عشق و عقل ایک دوسرے کی ضد نہیں - عشق کبھی بے دلیل کے نہیں ہوتا عشق سے کبھی عقل خارج ہی نہیں ہو سکتی تو وہ ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ ہی نہیں سکتے - اگر عشق میں عقل نہ رہے تو پھر انسان انسان نہ رہے وہ ایک بھدی کل بن جائے - شاعروں کی بیعقلی ہے کہ وہ عشق کو عقل کی ضد بتلاتے ہیں اور اس کو اندھا کہتے ہیں - ذرا اس کے چہرہ پر سے نقاب اٹھا دو تو وہ سب کچھ دیکھ سکتا ہے - عاشقوں کی ان تدابیر کو جو وہ معشوق کے دل کھینچنے کے لئے کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیسے عاقل ہوتے ہیں - عاشق جب اپنے محبوب سے جدا ہوتا ہے تو بہت سی باتیں بناتا ہے - لیکن اس کے روبرو سب بھول جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب وہ دور ہوتا ہے تو عقل میں خلل نہیں ہوتا جب وہ نظر کے سامنے ہوتا ہے تو طبیعت موج میں آ جاتی ہے عشق میں ابتدا ہی سے یہ لگا رہتا ہے کہ کبھی معشوق ہمارے بس سے نہ نکل جاوے - اس خیال سے جس قدر خطا ہو جاتی ہیں عشق کے خوف و رجا بڑے ہی تکلیف پہنچاتے ہیں معشوق کے عشق سے جو فائدے عاشق کو معلوم ہوتے ہیں ان کے قائم رہنے کا یقین نہیں ہوتا اس میں ان کا کلیجا دھڑکتا رہتا ہے .

اعلیٰ درجے کے عہدے

اعلیٰ درجے کے عہدے جو لوگ پاتے ہیں - وہ تین چیزوں کے نوکر رہتے ہیں اول بادشاہ یا سلطنت کے دوم شہرت و ناموری کے - سوم خود عہدے کے کاموں کے - ان عہدوں سے نہ خود ان کی ذات کو آزادی رہتی ہے - کیونکہ وہ بادشاہ کے ہاتھ بک جاتے ہیں اور اس کے بس میں ہوتے ہیں نہ ان کو اپنے کاموں میں آزادی ہوتی ہے -

اپنی عمر وہ سب ناموری اور شہرت کے لحاظ سے مرتب کرنے پر مٹتے ہیں نہ ان کی اوقات میں آزادی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ عہدہ کا کام ان کا پیچھا ایک لمحہ نہیں چھوڑتا۔ یہ بھی انسان کی عجیب آرزو ہے۔ کہ اپنی آزادی بیچ کر اوروں پر حکومت خریدتی اور خود اپنی ذات پر بے اختیار ہو کر اوروں پر اختیار حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اعلیٰ درجہ کے عہدوں تک پہنچنے میں بڑی محنت اور مشقت اٹھانی پڑتی ہے اور پھر پہنچکر اور مشقت پر مشقت بڑھ جاتی ہے۔ کبھی ان اعلیٰ عہدوں کی عزت بڑے کمینہ پن اور ذلت کے کاموں کے کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ غرض ایسے عہدوں کا حاصل کرنا اور اُن پر بحال رہنا اور معزول ہونا۔ ان سب حالتوں میں اس میں تکلیف و محنت موجود رہتی قیام اُن پر بے ثبات ہے۔ تنزل ہونا۔ معزول ہونا۔ اوندھے منہ گرنا ہے۔ یا گرہن لگتا ہے۔ جس سے وہ افسردگی اور ملال ہوتا ہے۔ کہ اس ضرب المثل پر عمل کرنے کو جی چاہتا ہے۔ کہ جب ہم وہ نہیں ہیں جو پہلے تھے تو کوئی عقل کی بات نہیں ہے کہ ہم اور زیادہ جینے کی آرزو کریں مقتضاء عقل جب ملازمت کا چھوڑنا لازم ہوتا ہے تو بھی اُن کا دل کبھی نوکری چھوڑنے کو نہیں چاہتا۔ مگر ہاں جب وہ بیماری اور بڑھاپے سے مجبور ہوتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ اب ہم ملازمت کی دھوپ سے بچ کر اپنے گھر کی چھت کے سایہ تلے بیٹھیں بڑے عہدہ داروں کو ضرورت پڑتی ہے کہ وہ اپنے خوش کرنے کیلئے اوروں کی رای کو مستعار لیں جب وہ اپنے کاموں کی نسبت لوگوں کی رای اچھی سنتے ہیں تو دل میں بہت خوش ہوتے ہیں لیکن اگر اس کے برعکس صورت ہوتی ہے رنجیدہ دل ہوتے ہیں اوّل اوروں اپنی خطا پانے میں آخر ہوتے ہیں جب اعلیٰ درجہ کی آدمی کو امارت حاصل ہوتی ہے۔ تو وہ اپنے حال سے ناواقف رہتا ہے۔ کاموں کی سرگردانی میں ایسا پھنسا رہتا ہے۔ کہ اپنی جسمانی و روحانی صحت کی بھی خبر نہیں رہتی۔ اس شخص کی موت بڑی سخت ہوتی ہے جس کو اور سب خوب جانتے ہیں مگر وہ اپنے تئیں نہیں جانتا +

آدمی کو اعلیٰ عہدہ میں برائی اور بھلائی کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ برائی کرنا تو خدا کی لعنت کا اپنے اوپر لینا ہے۔ مگر بھلائی کرنے کی قدرت حاصل کرنی انسان کی سچی آرزو ہے دو طرح کی آدمی اعلیٰ عہدوں پر پہنچتے ہیں ایک تو وہ ہیں جنھوں نے اس سوچ بچار میں اپنا وقت صرف کیا ہے۔ کہ کیونکر اعلیٰ عہدے وہ حاصل کریں دوسرے وہ ہیں کہ اس خیال میں رہتے ہیں کہ جب عہدے حاصل ہو جائیں تو ان کے کام کیونکر سرانجام دیں۔ اول قسم کے لوگوں کو جب عہدے ملجاتے ہیں تو وہ پورا فائدہ اٹھاتے ہیں کیونکہ قاعدہ ہے کہ اچھی اطاعت کا ہنر بیچی حکومت کے ہنر کا رہنما اور بانی ہے **مصرعہ** — ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد ٭ دوسری قسم کے لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ جس دولت کے حاصل کرنے میں انھوں نے اپنی عمر کا عمدہ حصہ کھویا جب وہ ہاتھ لگی تو نہیں جانتے کہ اسے کیا کریں جو آدمی نیک خیالات کرتے ہیں گو وہ خدا کے نزدیک مقبول ہوں مگر وہ نیک خیالات جب تک عمل میں نہ آئیں تو مثل خواب ہیں اور عمل میں وہ جب آئیں گے۔ کہ آدمی کو اختیار اور اقتدار کے عہدے ہوں اور موقع مفید اور حکومت کی جگہ ان کے کرنے کے لئے میسر ہوں جب آدمی اعلیٰ عہدہ پر پہنچے تو اس کو پہلے زمانہ کے بزرگ عقلمند عہدہ داروں کی جن کے ہزاروں احکام موجود ہیں تقلید کرنی چاہئے پھر خود کام کو اس طرح کی خوش اسلوبی سے سرانجام دینا چاہئے کہ تھوڑے دنوں میں لوگ خود اس کو قابل تقلید سمجھنے لگیں ٭ جن عہدہ داروں نے کام کو بری طرح کیا ہے۔ ان پر لعنت ملامت نہ کر بلکہ ان سے یہ سیکھ کہ کن چیزوں سے اپنے عہدہ کی خدمات میں مجھے بچنا چاہئے۔ ہر حال اپنی اصلاح میں سعی کر۔ پہلے زمانہ کو اور اس کے عہدہ داروں کو اپنی شیخی وتعلی کے لئے برا نہ کہہ اپنے میں ایسی خوبیاں پیدا کر کہ مخلوق واہ واہ کہہ کر تیرے پیرو ہو جائے۔ ہر چیز کی اصل اور تہ پر پہنچ اور سمجھ کہ اس کی ترقی کیونکر ہوئی اور تنزل کس وجہ سے ہوا اور زمانہ گزشتہ اور حال دونوں کی

صلاح و مشورہ۔ پہلے زمانہ سے یہ کہ کیا اس میں سب سے اچھا تھا۔ اور زمانہ حال سے کہ کیا اس کے لئے مناسب ہے اپنے طریقے کو ایسا باقاعدہ بنا کہ لوگ جو تجھ سے کام کرنے کی تمنا کریں وہی تو کرے مگر اس اپنے طریقے کی پابندی میں ایسی ہٹیلے اور متعصب بھی نہ ہو کہ کبھی اس سے ضرورت کی حالت میں بھی انحراف نہ کرو۔ غرض زمانہ حال اور گزشتہ کو دیکھ کر عقل کے مطابق کام کرو۔ تم اپنے عہدہ کے حقوق بھی قائم رکھو۔ اور اپنے ماتحت کے استحقاق اور خدمات کی قدر و منزلت کرو۔ نئی باتیں ایجاد کرنے کے درپے نہ ہو۔ زیادہ تر خاموشی اختیار کرو۔ نو ایجاد باتوں کا اظہار لوگوں کو چوکنا بناتا ہے۔ پہلی باتوں سے ان کو ایسی محبت و مواانست ہوتی ہے کہ تم اس میں جو ایجاد کرتے ہو وہ برا معلوم ہوتا ہے۔ مگر کبھی عوام کی غلط رائی کے موافق تم کو کام کرنا نہیں چاہئے۔ تم کو خود جاننا چاہئے کہ کسی زمین کا جوہر کیا ہے اور کونسا درخت اس میں خوب نشو و نما پاسکتا ہے گو عوام اسے جانتے ہوں تم ایسے درخت بو کر اس کا بار و ہونا دکھا دوگے +

تم کو چاہئے کہ اپنی ماتحتوں کو اپنا کام اعلیٰ درجہ کا سکھاؤ۔ نہ یہ کہ خود ادنے درجہ کے بن کر ان کا کام کرنا شروع کرو۔ ماتحت برابر اونچے ہونے سے جتنے خوش ہونگے تمہارے نیچے ہوکر برابر بیٹھنے سے راضی نہیں ہونگے۔ اپنے عہدہ کی خدمات میں ان کے صلاح و مشورے سے مدد لو۔ وہ جن باتوں کے میانجی بنیں ان میں سے جو اچھی باتیں ہوں ان کو انتخاب کر لو۔ اعلیٰ درجہ کے عہدہ داروں کو اپنے ماتحت نوکروں کے رکھنے میں بڑی دقت پڑتی ہے۔ جو امیدوار عہدوں کے ہوں۔ ان میں ان لوگوں کو نوکری دو۔ جو اپنے حق خدمت کے ادا کو فرض جانتے ہوں اور کام کی لیاقت اور عہدہ سے مناسبت رکھتے ہوں۔ گو عوام اس معیار پر ہمیشہ اعتراض کرتے رہیں گے۔ کیونکہ وہ خود اس کو نہیں جانتے +

(۳) اعلیٰ درجے کے عہدوں میں چار بڑی برائیاں ہیں اُن سے بچنا چاہئیے۔ اوّل تاخیر
دوم رشوت لینے سے (بلکہ اس کے شبہ سے) سوم ناہمواری سے چہارم ملائمت سے
اوّل تاخیر سے لوگوں کو کاموں میں خلل یابی کا موقع ملتا ہے۔ ہر کام کے لیے جو اوّل وقت
مقرر ہو سکے مقرر کرنا چاہئیے اور اُس میں وہ ختم کرنا چاہئیے اگر ضرورت کے سبب سے کچھ بیکا ہو تو
خلط ملط نہیں کرنا چاہئیے۔ دوم رشوت کے باب میں تم کو اپنا اور اپنے ہاتھوں ہی کے
ہاتھ نہیں باندھنے چاہئیں بلکہ اہل معاملہ و مقدمہ کے بھی کہ وہ رشوت دینے کے واسطے کھول ہی
نہ سکیں اور اُن کو یہ شبہ بھی نہ ہو کہ کوئی رشوت لیتا ہے کہ اُن کے دینے کی جرأت کریں۔
جو حاکم ایسے متلوّن مزاج ہوتے ہیں کہ وہ اپنی رای کو بغیر کسی سبب ظاہری کے بدلتے ہیں تو
اُن پر رشوت ستانی کا شبہ ہوتا ہی اس لئے تم کو چاہئیے کہ جب اپنی رای بدلو
تو اُس کا اقرار اور اظہار وجوہ کے ساتھ کرو۔ اور کوئی بات اس میں چھپاؤ۔ کسی
دوست یا عزیز کی قدر و منزلت اتنی نہ کرے کہ جس سے لوگوں کو یہ شبہ ہو کہ اس کی
معرفت رشوت لیتی ہو۔ اور تم نے اُس کو اپنی رشوت ستانی کا آلہ بنا رکھا ہے
سوم ناہمواری۔ اعلیٰ عہدہ دار جو ناہموار ہوتا ہے تو بے ضرورت اُس سے لوگ
ناراض ہو جاتے ہیں اُس کی سختی سے خوف پیدا ہوتا ہے مگر ناہمواری سے نفرت پیدا
ہوتی ہی۔ عہدہ دار کو چاہئیے کہ وہ اپنے منصب حکومت کے موافق لوگوں کو لعنت ملامت نہایت
سنجیدگی اور متانت کے ساتھ کیا کرے نہ طعن و تشنیع کے ساتھ +
چہارم ملائمت۔ حاکم میں ملائمت رشوت سے بھی زیادہ بری ہوتی ہی۔ رشوت
کی صورت تو کبھی کبھی ہوتی ہی مگر ملائمت کا حال یہ ہے کہ جہاں اُس کی تحریک ہوئی۔ تو
اُس سے ناحق مہربانیاں اور رعائتیں ہونے لگتی ہیں جیسے مسرف کی فیاضیاں۔ اعلیٰ
عہدہ دار ہو کر موم کی ناک بنا اپنے حق میں کانٹے بوتے ہیں اُس سے بُری بڑی خرابیاں
پیدا ہوتی ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کا قول ہے کہ آدمیوں کی ذات کا لحاظ پاس کرنا اچھا

نہیں کیونکہ ایسا آدمی ایک روٹی کے ٹکڑے کے لئے خطا و گناہ کریگا۔

عہدہ پانے سے آدمی کے بعض خصائل صلاح پاتے ہیں اور بعض بگڑ جاتے ہیں۔ آدمی کے عیب و صواب عہدہ پانے پر خوب کھل جاتے ہیں بعض عہدہ دار اپنی خوبیوں کو دکھا کر اچھے معلوم ہوتے ہیں بعض برائیوں کو بتلا کرتے۔ بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو لوگ لائق حکومت سمجھتے ہیں لیکن جب وہ حکومت کے عہدہ پر مقرر ہوتے ہیں تو ایسے کام کرتے ہیں کہ اگر وہ حاکم نہ ہوتے تو ان کی فیاضی اور لیاقت کے قائل لوگ ہوتے۔ عزت کا گھر سنگی میں ہے قانون فطرت ہے۔ کہ چیزیں اپنی مرکز کی طرف بڑی تیزی سے حرکت کرتی ہیں۔ اور مرکز پر پہنچکر ساکن ہو جاتی ہیں ایسے ہی نیکی اولو العزمی میں بہت تیز و تند حرکت کرتی ہے۔ اور حکومت پر پہنچ کر ساکن ہو جاتی ہے۔ اعلےٰ عہدہ پر پہنچنے کی راہ ایک پیچدار سیڑھی ہے۔ اگر اس پر چڑھتے میں دیکھے کہ جھگڑے اور فساد پیش آتے ہیں تو آدمی کو چاہئے کہ وہیں تھم جاوے۔ جہاں جانے کہ میں یہاں تلا رہونگا۔ جہاں پارٹی یعنی فریق بن کر مخالفت اور فساد کھڑے ہوتے ہیں وہاں آدمی کو بڑی مشکلیں پیش آتی ہیں۔ جو لوگ یہ مصلحت بتلاتے ہیں۔ کہ آدمی دونوں کے بیچ میں کھڑا رہے تو وہ غلطی کرتے ہیں اس صورت میں آدمی زیر و رانده و زان سو مانند ہو جاتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ جب فرقے مخالف کھڑے ہو جاتے ہیں تو ہر طرف کچھ باتیں سچ ہوتی ہیں کچھ جھوٹ۔ طرفین میں سے جو باتیں سچ ہوں ان کو انتخاب کرکے ان کا طرفدار ہو جاوے۔ کسی فریق کی طرف نہ ہو یہ سمجھ لے کہ فریقین موجود ہی نہیں ہیں گو عہدہ کسی فریق میں ہونے سے ملا ہو +

(۱۰) جو بلند مرتبہ تجھ سے پہلے گزرے ہوں اور جو تیرے شریک ہوں ان سب کی عزت و تعظیم و ادب کر۔ جو تیرے شریک ہوں ان کو بلا۔ جس وقت ان کو بلانے کی امید بھی نہ ہو۔ اور جس وقت بلانے کی امید ہو تو ان کو خارج نہ کر۔ اپنے عہدہ کے آداب کو ملاقات خانگی

کام بہت لاؤ۔ ایک شخص گھر پر ملاقات کو آئے تو اُس سے ملاقات کرنے میں وہ برتاؤ برتو
جو اپنے عہدہ کی حیثیت سے برتتے ہیں اُس کو جتا دینا چاہیے کہ جب ہم اپنے عہدہ کے کام
پر بیٹھے ہیں تو اور آدمی ہوتے ہیں اور اپنے گھر پر اور +

(۳۰) اعلیٰ عہدہ سلطنت کی بساط میں پیادہ نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ انتظام الٰہی کی بساط میں پیادہ
ہوتا ہے + عہدہ آدمی کی بُرائیوں بھلائیوں کو کھول دیتا ہے نیکیوں کے ہمیں بار اٹھانے اور
بُرائیوں پر لگام لگاتا ہے +

جب تک عہدہ دار کے آگے بہتر عہدہ کا میدان نہ کھلا ہو۔ وہ یہ نہیں جان سکتا
کہ ہم نے میدان نیکی کی دوڑ میں کہاں تک ترقی کی +

عہدہ ہم کو ان چیزوں کے درست کرنے کے قابل کرتا ہے جن کے لیے آرزو کرنی چاہیئے
بہتر یہی ہے کہ ہم کو حکومت نہ ہو۔ نہ ہمیں عہدہ پانے سے اوروں کی رائے پر عہدہ دار
کی خوشی کا موقوف ہوتی ہے اور اس کی آزادی اوروں کے ہاتھ بک جاتی ہے مگر دنیا
میں سب سے بڑی یہ نعمت ہے کہ ہم خوش ہوں اور اس سے زیادہ یہ کہ ہم اوروں کو خوش
کریں سو یہ بات حکومت کے عہدہ میں نہیں ہوتی +

(۳۱) بادشاہ نائب خدا ہوتا ہے۔ جو اس سے سرکشی کرتا ہے وہ خدا سے بغاوت
کرتا ہے اس کا اثر سلطنت پر وہ ہوتا ہے جو ستاروں کا آسمان پر۔ اس کو مثل اجرام
فلکی کسی وقت گردش سے آرام نہیں ملتا۔ گو اُن کی تعظیم و تکریم بڑی ہوتی ہے +

بہادری۔

(۱) انسان کی سرشت میں دانائی سے زیادہ حماقت ہے۔ اس لیے اس کے
کاموں میں حمق کی بہ نسبت دانشمندی کے زیادہ ظاہر ہوتا ہے جو قوائے نفسانی حماقت کے
کام کراتے ہیں وہ اس پر زیادہ تر اختیار رکھتے ہیں بس یہ بہادری بھی اسی قسم سے
ہے جو جہالت کے کام زیادہ کراتی ہے۔ بہادری کی ماں جہالت اور حماقت ہے دو

انسان کی اور قوتوں سے کم درجہ رکھتی ہے۔ مگر باوجود اس کے وہ ان سب لوگوں کے
ہاتھ پاؤں باندھ لیتی ہے۔ جو ضعیف الرای اور بے ہمت ہوتے ہیں وہ ہو سلطنت میں
عجیب عجیب حرکتیں کرتی ہے اور تماشہ دکھاتی ہے۔ جیسے اناڑی حکیموں کے دوا پانی اور
تجربے جسم انسانی کے کام آجاتے ہیں۔ ایسی ہی ان بہادروں کے کچھ کام سلطنت کے بھی
بکار آمد ہوتے ہیں گویا وہ بھی بدن سلطنت کے واسطے اناڑی نیم حکیموں کا حکم رکھتے ہیں
دو نوصورتوں میں یہ کامیابی اصول علمیہ کے نتیجے میں نہیں ہوتی اس لئے وہ مستقل و پائدار
نہیں ہوتی۔ بڑی بڑی کاموں کے کرنے کے دعوے بہادرانہ کرتے ہیں اور جب ان
میں ناکام رہتے ہیں تو نہ شرم کرتے ہیں نہ پھر اُن کے کرنے کی پروا رکھتے ہیں
وہ ایک نتیجہ ارباب دانش کے ہوتے ہیں۔ بہادری اندھی ہوتی ہے وہ خوف ہول
اور تکلیفوں کو نہیں دیکھتی۔ اس وجہ سے وہ صلاح و مشورہ کار بھی نہیں ہوتی۔ مگر کارگر
ہوتی ہے کیونکہ صلاح و مشورہ میں مقدم امر یہ ہے کہ خوف اندیشے تمام دیکھے جائیں مگر
کارکنی میں اُن پر کچھ خیال نہیں ہوتا۔ خواہ وہ کیسے ہی بڑے ہوں اسی وجہ سے بہادر
آدمی سپہ سالاری کے واسطے ایسا موزوں نہیں ہوتا جیسا کہ ماتحت افسری کے لئے

(۲) انسان کو اپنی اور غیروں کے حقوق ادا کرنے میں ایسے مشکل جھگڑے اور دشوار
قصے آن کر پڑتے ہیں کہ جن کے انفصال میں ہمیشہ اُس کو کامیابی نہیں ہوتی
اور ایسے جوکھوں و خطروں میں اُس کی جان پھنستی ہے کہ وہ اُن سے بچ کر ہمیشہ نہیں
نکل سکتا۔ غرض انسان کی زندگی ایک جنگ ہے۔ جنگ کے لئے بہادری اور شجاعت
کی سخت ضرورت ہے۔ شجاعت سے مراد ہماری یہ ہے کہ طبیعت میں ایسی قوت ہو کہ وہ
خوف اور خطروں کا مقابلہ استقلال اور تحمل کے ساتھ کرائے جس میں یہ صفت ہوتی ہے
اُس کی عزت دل میں بغیر اس خیال کے پیدا ہوتی ہے کہ اس کی شجاعت آزادی
کی حفاظت کرکے چین و آرام پیدا کریگی۔ یا ظلم کی حمایت کرکے سر پر بلائیں لائیگی

ایک شجاعت تو یہ مجبوری کرنی پڑتی ہے۔ کہ کوئی خدمت و منصب ایسا ہوتا ہے۔ کہ اگر اس کے سبب سے خوف و خطر کا مقابلہ نہ کیا جاے تو ناک کٹ جایے اور ساری عمر بدنامی رہے۔ ایسے محل پر شجاعت کرنا اپنا فرض ادا کرنا ہے اس سبب سے نیکنامی نہیں حاصل ہوتی بلکہ بدنامی سے بچاؤ ہوتا ہے۔ دوسری شجاعت وہ ہے جو آدمی خود بخود کرتا ہے اس کو اختیار ہوتا ہے خواہ پلنگ پر آرام سے سوئے۔ یا آدھی رات کو غنیم کے شہر میں آگ لگانے کے لئے فصیل پر کمند لگا کے اتر جائے۔ جاڑے پالے برف میں پہاڑوں کے لئے ندیاں نالے پہاڑ ہیں او طوفان سے مقابلہ کرے جو یہ کرتے ہیں وہ بڑے اولوالعزم عالی ہمت ہوتے ہیں۔

(۲) شجاعت اور فضیلت میں نیکی میں شمار کرنے کے اندر بڑی احتیاط چاہئے کہ اس کا سبب اور وسائل اور نتائج نہ معلوم ہوں وہ فضیلت میں نہیں شمار ہو سکتی اگر کوئی شخص یہی چوری زر اور جاہ کے واسطے جان کو جوکھوں میں ڈالے مثلاً پہاڑوں میں دریا اور سفر اس لئے کرے کہ ان کی معدنیات کا مالک ہو جائے۔ یا ان قوموں کو جو اس زبردست ہتھیاروں کا مقابلہ نہیں کر سکتی محکوم و مطیع بنا لے تو ایسی محنت میں نہیں گنی جائیگی نہ اس کا کرنے والا شجاع سمجھا جائیگا۔ وہ تو ایک قزاق چور ہے جو مال کی طمع میں پھانسی اور سزا کی پروا نہیں کرتا۔ یا وہ احمق ہے جو اپنے کل مال کو ایک ہی کشمکش میں لگا دیتا ہے۔ جو شجاع بے غرض اور دوسروں کے فائدہ کے لئے خوف و خطر کا مقابلہ کرتا ہے اور جان کو جوکھوں میں ڈالتا ہے وہ تحسین و آفرین کا مستحق ہے۔ ان شجاعوں نے بت صنم خانوں میں رکھے جاتے ہیں اور وہ دیوتا سمجھے گئے ہیں اور ان کے نام کے عبادت خانے بنائے گئے ہیں اور ان کی تصاویر کی پرستش ہوتی ہے شجاعت کے ساتھ عزت توام ہے اور عزت کے ساتھ فضیلت +

بھل منسائی اور بھلائی کرنا۔

بھلائی کرنے سے مراد ہماری یہ ہے کہ خلائق کی خیر خواہی و بہبودی اور بہتری کو اپنی عادت بنائیں۔ بھل منسائی سے یہ مراد ہے کہ آدمی کا دلی میلان تمام انسانوں کی بہی و خیر خواہی کے واسطے ہو۔ سب اور نیکیوں پر اس نیکی کو فوقیت حاصل ہی کوئی اس سے زیادہ دل کی بزرگی نہیں ہے۔

اس میں جناب الٰہی کا خلق پایا جاتا ہے اگر آدمی میں یہ نیک خو نہ ہو تو پھر وہ کیڑے مکوڑے سی بہتر نہیں ہے۔ بلکہ وہ شریر اور ذلیل ہی۔ یہ بھلائی کرنا جیسا الٰہی خد اترس فیاضی کہتے ہیں اس میں افزونی نہیں ہوسکتی مگر غلطی ہوسکتی ہے مثلاً ایک شخص اپنا سارا مال و متاع خیرات کر دے جس سے تمام خاندان مفلس ہو جائے اور پھر اس میں بالکل فیاضی کی قابلیت نہ رہے یا یہ دولت کو غیر مستحقوں میں تقسیم کر دے تو ان دونوں باتوں میں یہ نہ سمجھا جائیگا۔ کہ فیاضی کے مقدار میں افزونی ہوئی۔ بلکہ یہ سمجھا جائیگا کہ فیاضی کرنے میں غلطی ہوئی۔ ہم کو چاہیے کہ ہم اپنے چال چلن کو خواہ کیسا ہی وہ نیک ہو عقل کا مطیع و منقاد رکھیں اور اپنے سب فرائض کے ادا کرنے میں عقل کو رہ نما بنائیں اگر نیک مزاج بے پروائی سے نیک کام کرتا ہے تو اس سے برائی پیدا ہوتی ہے مثلاً ایک شخص اپنی نرم دلی کے سبب سے مجرموں کو سزا نہ دے تو وہ ایک خاص گروہ کو منفعت پہنچاتا ہے مگر ہزاروں آدمیوں کا نقصان کرتا ہے تکلیف پہنچانے کے لئے مظلوموں پر ظالموں کو چھوڑتا ہے یا ایک بڑا دولت مند فیاضی سے کاہل بدمعاشوں کی پرورش کرتا ہے تو وہ محنت شعاری کو برباد کرتا ہے اور اس سے تمام قوم کی تونگری اور اخلاق کو خراب کرتا ہی۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ بے تمیزی کے ساتھ خیرات دینا بہ نسبت فائدے کے نقصان زیادہ کرتا ہے اور سستی و کاہلی کی طرف رغبت دلاتا ہے اور مکر و فریب بڑھاتا ہی۔ اگر تم کوچہ و بازار کے میلے کچیلے چیتھڑے لگائے ہو

فقیروں کو خیرات دو تو گویا ان آدمیوں کو تم کرایہ پر رکھتے ہو جو میلے کپڑے پہنیں اور
اپنی مصیبت کی جھوٹی کہانیاں بنائیں اگر تم خوب تحقیق کر کے سچے محنتی آدمیوں کو اس
صورت میں خیرات دو کہ آفات ناگہانی میں وہ مبتلا ہو گئے ہیں تو تم ان کے ساتھ
فقط نیکی ہی نہیں کرتے ہو بلکہ محنت جو دیانت کے ساتھ کی جاتی ہے اس کی حمایت کرتے
ہو + بعض نیک آدمی یہ کہتے ہیں کہ ہم خیرات میں اپنی نیت کو دیکھتے ہیں کہ سوا محتاجوں
کے احتیاج رفع کرنے کی اور نہیں ہوتی۔ اگر کوئی محتاجوں کی صورت مکر و فریب بنا کر
ہم سے کچھ لے جائے تو اس میں ہمارا کیا قصور گناہ ہے یہ اس کی خطا ہے جس نے مکر و فریب کیا
یہ خیال ان کا صحیح جب ہے کہ وہ تحقیق و تفتیش کے بعد محتاج کو دیں لیکن اگر تحقیق نہیں کی تو
ان کی اور مکار کی دونو کی خطا ہے۔ وہ اپنے معاملات میں جن کے اندر ان کی غرض
متعلق ہوتی ہیں دیکھیں کہ اگر وہ کسی شخص کو اس کام پر مقرر کر کے کہیں کہ وہ ہمارے لئے گھوڑا یا مکان
یا کوئی اور چیز خریدنے اور وہ اسے بہت سی قیمت دیکر خرید لے اور یہ عذر کرے کہ میں نے
بیچنے والے کی بات کو بے تحقیق صحیح سمجھ کر قیمت کا روپیہ دیدیا یہ اگر خطا ہے تو بیچنے والے کی ہے
کہ اس نے مجھ سے دغا کی میرا کیا اس میں دوش ہے تو کیا تم اس سے یہ نہیں کہو گے کہ جانب فروشندہ
کی یہ خطا ہے کہ اس نے تم کو دغا دی اور سستے کے مال کے روپئے لے لئے۔ ویسی ہی
تمہارا یہ قصور ہے کہ چیز کی واجب قیمت چکانے کے لئے تحقیق میں تکلیف نہیں اٹھائی +
پس اس اصول پر غور کر کے یہ سمجھو کہ خدا نے تم کو اپنی دولتوں کا خزانچی مقرر کیا ہے اس کو ناحق
نہ اڑاؤ۔ بہتر طور سے اسے خرچ کرو اور اپنے غفلت کی خطا کو دوسرے کی بدچلنی کی پناہ میں نہ
لے جاؤ۔ اب اس بات کو اکثر عاقل تسلیم کرتے ہیں کہ محتاجگی دور کرنے سے اور محتاجی زیادہ
بڑھتی ہے۔ ہاں بیمار اور اپاہج اس قسم کے محتاج ہیں کہ وہ اپنی احتیاجوں کو نہیں گھٹا
سکتے کہ زیادہ اپنے تئیں بیمار یا اپاہج کریں۔ اس لئے ایسوں کی احتیاجیں زیادہ تر دور
کرنی چاہئے اور ان کے ساتھ بھلائی کرنا انسان کے دل پر منقش ہے۔ اگر وہ انسان کچھ

ساتھ بھلائی نہیں کرتا تو جانوروں کے ساتھ کرتا ہے تم نے بعض بے رحم آدمیوں کو دیکھا ہوگا
کہ وہ کتے بلیوں کو کیسا پیار کرتے ہیں اور عمدہ کھانے کھلاتے ہیں ٭

(۲۲) اہل اٹلی کی ایک ضرب المثل مشہور ہے کہ وہ ایسا نیک ہے کہ کسی کام کا نہیں ایک ایک فاضل نے کہا کہ مقدمہ میں عیسائیوں کو نیکی کا یہ بہانا بتا کر ایسا ضعیف اور نامرد کر دیا کہ ان کو یہاں اپنے انتقام کا خیال نہیں ہوتا ——— بہشت میں سے خریدنا چاہتے ہیں قوت بازو اور شجاعت نہیں میں خود اس طرح زیست بسر کرنے کو اپنے مذہب کے برخلاف جانتا ہوں جنہوں نے اس پیرایہ میں مذہب کی تشریح کی وہ غریب پست ہمت تھے کہ سوا آرام طلبی کے کسی بڑے امر خیر کو نہیں چاہتے تھے - اگر عیسائی مذہب کا حکم ہے کہ وہ اپنے ملک اور قوم کو سربلند کریں تو ان پر فرض ہے کہ وہ ملک اور قوم سے محبت کریں اور اس کی عزت اس طرح رکھیں کہ سارا سامان حفاظت کا مہیا رکھیں عیسائیوں کی بود و باش کا جو طریقہ ہے وہ ان کے مذہب کے بالکل خلاف ہے جو ان کو کام کرنا چاہئے وہ کرینگے تو اپنی حفاظت کر سکینگے - اور اگر وہ کام کرینگے جو کرتے آئے ہیں تو تباہ اور خستہ حال رہینگے - جو نرم دل یہ چاہتا ہے کہ میرے کام میں دیانت دار ہوں وہ بڑے نقصان میں رہتا ہے اور جو ملکوں میں پڑتا ہے بڑے مخالف جھولوں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے اس لئے بادشاہوں کو سخت دل رہنا چاہئے - اور حسب ضرورت نرم دل ہونا ٭

[illegible] ان کو دنیا میں اسی بات کو خوب جانتے ہیں کہ آدمی وہ کام کرے جو آدمی ہمیشہ [illegible] سے ہیں - نہ وہ کام جو اس کو کرنا چاہئے - یہ ممکن نہیں کہ آدمی لپٹ میں [illegible] جانب کی بھی دانائی اور فاختہ کی سی بے گناہی جمع کر سکے - آدمی پیدائش ہی کر [illegible] فطرت و صفت سے خوب واقف ہو کیونکہ بغیر اس کے نیکی بے حفاظت رہتی ہے [illegible] خوف سے بچنے کے لئے یہ بہتر ہے کہ آدمی کو علم اپنی نیک عادت کی غلطی پر

ہو جاؤ اور آدمیوں کی بھلائی چاہو۔ مگر یہ بات اُن کے بشرے اور توہمات کے علامات پر بنا ہو جیسے کوئی شخص تمھارے پاس بنا بشرہ بناتا ہوا اور توہمات میں مبتلا ہوا آئے تو تم اپنی نرم دلی سے اُس کو پیار کرنے لگو اور اُس کی بہبودی کے درپے ہو جاؤ۔ اور اپنے دل کو اُس کی ساتھ وابستہ کرو ہر شخص کی ساتھ وہ سلوک کرنا چاہیے جو اس کے لئے مناسب ہے۔ نقارہ کی مرغ کی حکایت یاد رکھو کہ اُس کو ایک اناج کا دانہ گوہر کے دانہ سے زیادہ خوش کرتا ہے ✤

(۲۳) خدا تعالیٰ کو دیکھو کہ وہ سب پر کیسے ظالم و عادل پر پانی یکساں برساتا ہے اور سورج چمکتا ہے۔ مگر نہ سب پر دولت کا مینہ برابر برساتا ہے۔ نہ عزت و دولت کی روشنی سب کو میسر آتی پہنچاتا ہے۔ اُس کے عام فیض سب کو برابر پہنچتے ہیں مگر اُس کے خاص فیض خواص ہی کو ملتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو خود اپنی ساتھ محبت کرنے کو بجائے حربہ کی بنایا ہے اور ... کی محبت کو اُس پر تم تصویر بنانے میں حربہ کو نہ توڑو۔ اوروں کی خیر خواہی میں عقل کو رہنما بناؤ۔ وہ انسان کے وہم و خیال کے مطابق نہیں دینی چاہیئے۔ بلکہ ضرورت و مصلحت کے موافق حاجت مندوں پر بھی اور لینے والوں پر بھی نظر کرنی چاہیئے۔ اگر کوئی شخص سائل تھوڑے رکھتا ہے۔ اور فیاضی زیادہ کرتا ہے تو خزانہ خالی کرتا ہے اور رہا سہا جاتا ہے ✤

(۲۴) عقل مستقیم کی ہدایت سے خیر خواہی خلائق کی عادت نہیں پیدا ہوتی بلکہ وہ بعض آدمیوں کی جبلت و فطرت میں داخل ہوتی ہے برخلاف اس کے یہ بھی ہوتا ہے کہ بدخواہی خلائق بعض آدمیوں کی طینت میں ہوتی ہے اس خوئے بد کا ادنےٰ اثر تو یہ ہے کہ مزاج میں چڑچڑاپن ہٹ دھرمی۔ مقابلہ کے لئے تیاری۔ کسی بھلائی کی طرف مشکل سے رغبت کرنا پیدا ہو اور اعلیٰ اثر یہ ہے کہ حسد اور شرارت پیدا ہو۔ ایسے آدمیوں کی خوشنودی اُس وقت ہوتی ہے کہ اور لوگ مصیبت میں مبتلا ہوں وہ لیزرس کے کتے سے بھی بدتر ہوتے ہیں جس نے اُس کے زخم کو چاٹ اچھا کیا۔ اُن کا حال مکھیوں کا سا ہوتا ہے کہ زخم جب تک ہرا ہی اُس کے گرد بھن بھناتی ہیں ان کو اچھے ہوئے نفرت ہوتی ہے اُن کا حال طائی من کا سا ہوتا ہے

کر جس نے کہا تھا کہ میرے باغ میں ایک درخت نشو و نما پاتا ہے میں اس کو اپنے مطلب کے لئے کاٹ لیتا ہوں کچھ دنوں کے بعد اسے اکھیڑ کر پھینک دونگا۔ میری دوستوں اور اہل اس شہر کے سب چھوٹے بڑوں سے کہ دیا جاوے کہ جس کسی کو اپنی مصائب کا دور کرنا منظور ہو۔ وہ اس سے پہلے کہ میرے درخت پر کلہاڑی لگے اس کی شاخوں میں لٹک کر اپنے تئیں پھانسی دے لیں + بس ایسے ہی وہ لوگ درخت نہیں دیتے ہیں اس کی شاخیں پھانسی لگانے کے واسطے دیتے ہیں +

(۵) خیر خواہی خلائق کی اجزا اور نشانیاں اور بہت سی ہیں۔ جو شخص غیر آدمیوں کے لطف و کرم کرتا ہے۔ اس کو کسی خاص شہر کا باشندہ نہ جاننا چاہیے۔ بلکہ ساری دنیا کا + اسکے دل کا حال جزیرہ کا سا نہیں ہوتا ہے کہ ساری زمینوں سے علیحدہ اور [illegible] ہو بلکہ اقلیم کا سا ہوتا ہے کہ اور زمینوں سے ملا ہوا ہے۔ اگر وہ اوروں کی تکالیف و محن کو دیکھ کر شفقت اور الفت کرتا ہے تو اس کا دل درخت کا سا ہے کہ خود زخمی ہو کر اوروں کے لیے مرہم تیار کرتا ہے۔ اگر وہ اوروں کے قصوروں اور خطاؤں کو آسانی سے معاف کرتا ہے تو اس کا دل ایسا ہو گیا ہے جس پر کوئی گزند نہیں پہنچتا ہے اور نہ کوئی نشانہ اس پر لگ سکتا ہے سب سے بڑی بھلائی یہ ہے کہ آدمی خلائق کی خیر خواہی میں اپنے تئیں سرتاپا وقف اور قربان کر دے +

(۶) بھلائی چھپ کر کرو اور اس کی شہرت پانے سے منفعل ہو۔ جن کو خدا روشن ضمیر بناتا ہے وہ اپنی شعاعوں سے اوروں کو روشن کرتے ہیں اگر اوروں کی ساتھ بھلائی جتنی کرنی آدمی چاہتا ہو اتنی نہ کر سکے تو جتنی کر سکے اس میں کوشش کرے۔ جیسے بلسان کا درخت اپنا تیل اوروں کے فائدے کے لئے نکالتا ہے اپنے لئے نہیں ایسے ہی نیک آدمی اوروں کے فائدہ کے لئے خود اپنے تئیں تکلیف دیتے ہیں اور بڑے بڑے کام کرتے ہیں بھلائی کا درخت خدا ہی نے لگایا ہے۔ وہی اس کو پانی دیتا ہے وہی اس میں کلیاں پھول

لگاتا ہی اور پھل لاتا ہی +

یہ ہی تخلق باخلاق الٰہی یہی ہی کہ جہاں تک ہمارا اختیار اور اقتدار ہو وہاں تک وہ اسم محبت کریں خلائق کی بھلائی کے لئے منصوبہ باندھیں تمام دنیا کے فائدوں کی ترقی پر کمر بستہ ہوں نیک آدمیوں کی پہچان یہ ہے کہ ان کے تمام دوست آشنا نیک نام ہوں اور دشمن ان کے بد ہوں دنیا میں ہزاروں آدمی سانس لیتے ہیں چلتے پھرتے ہیں رہتے سہتے ہیں طفلی جوانی پیری بسر کر کے مر جاتے ہیں پھر کوئی ان کا نام نہیں لیتا یہ ہوتا ہے اس لئے کہ انہوں نے دنیا میں کوئی بھلائی کا حصہ نہیں لیا کسی کو کوئی منفعت و برکت ایسی نہیں دی کہ ایک ... کوئی ... ایسی کہی کہ اس کو کوئی یاد کرتا وہ فنا ہو گئے ان کی روشنی تاریکی میں چھپ گئی جیسے حشرات الارض کو کوئی یاد نہیں کرتا ایسا ہی ان کو بھی کوئی یاد نہیں کرتا اگر کیا ... جینا عمر نا چاہتے ہو؟ تم کو چاہی کہ ایسی بھلائی کے کام کرو کہ مرنے کے بعد وہ ... اور انقلاب زمانہ کا طوفان ان کو نہ مٹا سکے مدارات کو بیج بو دوستی کا پھل پاؤ ... اور الفت کا درخت لگاؤ محبت کا ثمر پاؤ لوگوں کو احسان کر کے خوش کرو یہ کام کبھی بے ثمر نہیں ہوتا احسان کرنے کا اجر ضرور ملتا ہی ان کاموں کی قلم سے اپنا نام لوح دل پر با ... خط میں لکھو تو تمہارا نام ایسا چمکے گا جیسا کہ سر شام ستارے چمکتے ہیں اور تمہارے کام ایسے روشن ہونگے جیسے کہ آسمان پر ماہ و مہر +

امارت امرا اور شرافت شرفا

اول ہم ان امرا کی امارت کا ذکر کرتے ہیں جو ارکین سلطنت ہوتے ہیں اور پھر خاص شرفا کی شرافت کا ذکر کریں گے جس سلطنت میں امرا ارکین سلطنت نہ ہوں وہ ایک قہری سلطنت ہے سلطنت میں امرا کا ہونا بادشاہ کی خود مختاری کو روکتا ہے اور شتر بے مہار ہونے نہیں دیتا وہ خاندان شاہی کی طرح سے رعایا کی نظر کو اپنی طرف پھیر لاتے ہیں سلطنت جمہوری میں ان کا ہونا کچھ ضرور نہیں اس میں ان کے ہونے سے وہ امن امان

نہیں ہوتا ہو نہ ہونے سے رہتا ہے۔ اس میں رعایا کاموں کو دیکھتی ہی کام کرنے
والوں کو نہیں دیکھتی۔ اور اگر اُن کی طرف دیکھتی ہی تو کچھ امارت کی نشانیوں اور عمدائی
شجرہ کے سبب سے نہیں بلکہ کاروبار کی خاطر سے کہ وہ اُن کے لائق ہیں یا نہیں بادشاہ
کی شان شوکت کو باوقار با اختیار اُمرا بڑھا دیتے ہیں مگر اُس کے زور کو گھٹا دیتے ہیں
رعایا میں اولوالعزمی اور جرأت ہمت پیدا کر دیتے ہیں مگر اُس کی دولت کو دبا دیتے
ہیں۔ یہ بہتر ہے کہ حکومت و عدالت میں تو بادشاہ کی برابر درباریوں کو ملے نہیں مگر وہ
رعایا اور بادشاہ کے درمیان میانجی ایسے رہیں کہ رعایا کی گستاخیوں کا سلسلہ انہیں
پر ٹوٹ جائے۔ بادشاہ تک اُس کی نوبت نہ آئے۔ جب اُمرا کی کثرت ہوتی ہی تو اُن کے
خرچ اُٹھانے سے رعایا زیر بار ہو کر مفلس ہو جاتی ہے اور تکلیفیں اُٹھانی پڑتی ہیں
علاوہ اسکے یہ بھی ایک امر ضرور ہے کہ ایک زمانہ میں امرا ایسے کم دولت ہو جائیں
کہ اُن کی آمد و خرچ میں کچھ مناسبت نہ رہے۔ خرچ آمد سے کہیں زیادہ ہو جائے۔ خاص شرفا
کی شرافت کا حال یہ ہے کہ جب ایک قدیم قلعہ و عمارت کو جس میں کوئی فرسودگی اور
بوسیدگی نہ ہو اور ایک لکڑی کے پرانے درخت کو جس میں کچھ نہ بگڑا ہو نہ گھن لگا ہو
عظمت کی نظر سے دیکھتے ہو تو شرفا کے قدیمی خاندانوں کو جو زمانہ کی حوادث کی
طغیانی کا مقابلہ کر کے بچا رہا ہے۔ کیوں نہ عزت کی نگاہ سے دیکھیں جب بے جان
اشیاء کی قدامت کی عزت کرتے ہیں تو جاندار وں کی عزت اُن سے کہیں زیادہ کرینگے
امرائے جدید اپنی قوت بازو سے پیدا ہوتے ہیں اور امرائے قدیم زمانہ کی مساعدت سے
جو لوگ اوّل امارت کے درجہ پر سرافراز ہوتے ہیں وہ گو نیک کردار زیادہ ہوتے ہیں مگر اولاد
کی طرح بے گناہ نہیں ہوتے۔ کیونکہ کوئی امارت کی سربلندی نہیں حاصل ہوتی۔ جب تک نیکی
بدی دونو اُس میں شامل نہیں ہوتیں اولاد اُن کی نیکیوں اور خوبیوں کو یاد کرتی ہی
اور بدیوں کو اُن کے ساتھ دفن کر کے بھلا دیتی ہے۔ امرا حاسد تو ہوتے ہیں اسلئے کہ

خاندانی امیر جفاکش کم ہوتے ہیں اور جو جفاکش کم ہوتا ہے وہ جفاکش پر حسد کرتا ہے سوا اس کے امرا ایک درجہ تک بلند ہو کر ٹھہر جاتے ہیں۔ اور زیادہ اونچے بلند نہیں ہوتے اور نئے نئے آدمی بلند ہو کر ان کے پاس آتے ہیں تو پھر مشکل ہی کہ وہ ان پر حسد نہ کریں لیکن محسود کم ہوتے ہیں اس لئے کہ وہ معزز ہوتے ہیں کسی بادشاہ کے پاس خاندانی امرا لائق موجود ہوں تو وہ ان کو سلطنت کے کار بڑے بزرگ آسانی سے سپرد کر سکتا ہے کیونکہ رعایا بالطبع ان کی طرف ملتفت ہوتی ہے اور سمجھتی ہے کہ وہ حکومت ہی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں ؛

(۲) جو لوگ شرافت نسب رکھتے ہیں ان کا کچھ ناجی کمینہ ہو جانا ناممکن نہیں ہے + امارت کا سہرہ سر پر زمانہ کے ہاتھ سے بندھتا ہے اگر کوئی شخص شرافت امرا کو بے قدر جانے تو پھر انسان اور حیوان کی اولاد میں کیا فرق و تمیز باقی رکھے گا + شریف امرا حاسدوں کی حسد سے یہ نیکی خیال کرتے ہیں کہ ان پر مہربانی کرتے ہیں یہ شاذ ہے کہ نیکی سے امارت پیدا ہو اور اس سے زیادہ یہ شاذ ہے کہ امارت سے نیکی پیدا ہو۔ انسان کو امارت حاصل کرنے کا وہ شوق دامنگیر ہے کہ زمانہ کی دوڑ میں وہ ایسا دوڑتا ہے کہ نیا امیر بن جاتا ہے اور اس کی بغل میں پرانے امیر بے حس و حرکت بیٹھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور اس سے پیچھے رہ جاتے ہیں +

(۳) شرافت نسب کی وہی شخص بے قدری کرتا ہے جو خود شرافت نسب نہیں رکھتا۔ اور شرافت نسب کا فخر وہی شخص کرتا ہے جو کوئی ہنر اپنی ذات میں ایسا نہیں رکھتا کہ اس پر فخر کرے جو شرفا نجابت ذات اور اصالت نژاد رکھتے ہیں وہ پیشے اور حرفے رذیل کرتے ہیں تو وہ یہ افسوس کرتے ہیں کہ ہم ایسے بزرگوں کی اولاد ہو کر یہ کام خسیس کرتے ہیں اور رذیلوں کی اولاد جو امارت کے کام کرتے ہیں وہ افسوس کرتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا رذیل کام کرتے تھے مگر بیہودہ افسوس ان لوگوں کو ہوتے ہیں جو حسن اخلاق سے معرا ہوتے ہیں ورنہ جو لوگ سچی شرافت رکھتے ہیں وہ شرمندہ ایسی باتوں سے نہیں ہوتے

بلکہ باجی پنے کی بات کے سرزد ہونے سے اب لوگ کہتے ہیں کہ شرافت وہ نہیں جو باپ دادا سے ورثہ میں ملے۔ بلکہ وہ جو انتخاب سے یعنے لوگوں کی پسند سے ہاتھ آئے سچ ہے کہ سخاوت بڑی شرافت ہے ٭

الحاد (خدا کے ہونے سے منکر ہونا)

انگریزی لفظ اتھیزم کے اصلی معنی خدا کے وجود سے انکار کرنے کے ہیں ہم نے اس کا ترجمہ الحاد کیا ہے جس کے عربی زبان میں معنے دین سے پھر جانے کے ہیں۔ وہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک یہ کہ انسان کو یقین ہو کہ خدا نہیں ہے دوم یہ کہ یہ یقین ہو کہ کوئی نہیں جانتا کہ خدا کی صفات کیا ہیں انسان کا اعتقاد کوئی اس سے بدتر نہیں ہے کہ خدا کے نہ ہونے کا یقین کرے۔ ساری دنیا کی جھوٹی کہانیوں اور دروغ افسانوں کو یقین کر لینا ایسا کم نہیں ہے جیسا اس بات کا کہ یہ سارا عالم بغیر کسی مدبر و منتظم خالق کے ہست ہو گیا ہے خدا نے اپنے منکرین کے وجوہ رد کرنے کے واسطے معجزے نہیں کئے وہ خود اس کے تمام کاموں کے رد ہوتے ہیں یہ سچ ہے کہ جب آدمی فلسفہ شروع کرتا ہے۔ اور تھوڑا سا ہی اس کو اوپر اوپر کا علم ہوتا ہے تو علت ثانیہ پر جو حواس سے محسوس ہوتے ہیں انھیں پر اکتفا کرتا ہے اور وہیں ٹھیر جاتا ہے اور وجود الہی کے انکار پر اس کو مبادرت ہوتی ہے مگر جب فلسفہ کو نظر تعمق سے مطالعہ کرتا ہے اور اس کو استعداد حاصل ہوتی ہے اور اس کی حد پر پہنچتا ہے تو علت ثانیہ سے علت اولی یعنی علت العلل پر (خدا) جس میں حواس کو دخل نہیں ہے اس کا ذہن منتقل ہوتا ہے اس سے زیادہ کیا کم عقلی اور ہوگی کہ آدمی یہ یقین کرے کہ ہمارے چار عنصر ناپائدار اور پانچواں عنصر پائدار جس سے اجرام فلکی پیدا ہوئے ہیں خود بخود اس خوش اسلوبی سے ترتیب اور اندازہ کے ساتھ ترکیب پا گئے ہیں اور اُن کو کسی منتظم اور مدبر کی ضرورت نہیں ہوئی یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک بے انتہا چھوٹے چھوٹے ذروں یا بجوں کی فوج خود بخود مجتمع اور منتظم اور حسین بغیر خدا کے سپہ سالاری کے ہو جانے ملحد زبان سے

خدا تعالیٰ کے وجود کا انکار کرتا ہے مگر دل میں اُس کے ضرور کچھ نہ کچھ اقرار ہوتا ہے
کہتے ہیں کہ ملحدوں کو خدا پر آدھا یقین کرنے لگتا ہے وہ ضرور کسی اُس چیز کو
مانتا ہی جس میں صفات الٰہی پائی جائیں اُن کا حال وحشی قوموں کا سا ہوتا ہی کہ اپنی
جہالت وحشت کے سبب الفاظ میں خدا کی تعریف نہیں کر سکتے مگر افعال میں وہ بتوں
کی پرستش اس طرح کرتے ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے دل میں خدا کا خیال ہے۔
دھریہ دھر میں وہی صفات مانتا ہے جو خدا میں ہیں ملحد خدا سے انکار کرنے والے دنیا
میں بہت تھوڑے ہیں مگر اُن کی تعداد ہمیشہ مبالغے سے بیان کی جاتی ہے بعض حکما
کے نزدیک دنیا میں ایسے ملحد کا وجود نہیں ہے کہ جس کو یہ یقین ہو کہ خدا نہیں ہے۔ الحاد کے
اسباب ہوتے ہیں اول مذہب کی تفریق اگر اُس میں دو فریق ہوں تو مذہب کی حمایت
کا جوش اور شوق بڑھ جاتا ہے مگر جب اُس میں فریقوں کی کثرت ہو جاتی ہے تو آدمی
مذہب سے چڑنے لگتے ہیں اور ملحد ہو جاتے ہیں دوم علماء مذہبی کا بداخلاق ہونا پھر یہ
کوئی نہیں کہتا کہ علما ایسے برے ہیں جیسے اور آدمی بلکہ اور آدمی ایسے بُرے نہیں جیسے
علما۔ سوم مقدس چیزوں کی اہانت ہنسی اور مسخرگی اس سے رفتہ رفتہ مذہب کا
ادب بھی دلوں سے اُٹھ جاتا ہے چہارم زمانہ جس میں علم زیادہ ہو اور لوگ امن و
امان سے خوش و خرم رہتے ہوں کیونکہ قاعدہ ہے کہ مصیبت میں آدمی کو خدا بہت
یاد آتا ہے اور اُس کو مانتا ہے۔ ملحد شرافت انسانی کو مٹاتے ہیں کیونکہ انسان میں
ایک جزو حیوانی ہے جو حیوانوں سے ملتا ہے اور دوسرا جزو روحانی ہی جو رحمان
سے ملتا ہے پس جب دوسرا رشتہ تعلق قطع کیا گیا تو انسان حیوان ہی رہ گیا شرافت
روحانی اُس سے دور ہو گئی علاوہ اس کے وہ انسان کی شان و شوکت اور نفسانیت
کی ترقی کو بھی روکتا ہے اس بات کو کُتے کی مثال سے سمجھاتے ہیں انسان کُتے
کا پرورش کرتا ہی تو وہ انسان کو اپنا خدا جانتا ہے اور اُس کے سبب سے وہ کیسے کیسے

جرأت اور وفا کے کام کرتا ہے۔ یہ کام اُس سے ہرگز نہ سرزد ہوتے اگر انسان جو اُس سے غیر ہی اُس کی اعانت اور حمایت نہیں کرتا اسی طرح آدمی جب خدا کی حمایت پر بھروسہ کرتا ہی۔ تو اُس کو ایمان اور تقویتیں ایسی حاصل ہوتی ہیں کہ وہ صرف طاقت بشری سے کبھی نہیں حاصل آسکتے ہیں خدا کو نہ ماننا اور اُس کے ہونے کا انکار کرنا سب طرح سے قابل نفرت ہے۔ ایسا کرنا فطرت انسانی کو ان وسائل سے محروم کرنا ہی جو اُس کو عجز بشری سے نجات دیتے ہیں خدا کا انکار ایک شخص کرے۔ یا ایک قوم دونوں پر ایک سا اثر ہوتا ہے ✤

(۲) خدا پرستی ارزو بیرونی و روانی پر غالب ہے۔ جو قوم کہ خدا پرست ہوتی ہے خواہ وہ تعداد میں اور جسمانی قوا میں مکر و فریب میں علم و ہنر میں وطن و قوم کی محبت میں قوموں کی برابر نہ ہو۔ مگر وہ اپنی سچی خدا پرستی اور مذہب کی پابندی کے سبب اُن پر غالب آتی ہے ✤

(۳) یہ امر امکان سے باہر ہے کہ انسان کا دل سچے خدا سے منکر ہو۔ ملحد بڑا مکار ہوتا ہے جو سچا ملحد ہے وہ مقدس چیزوں کو بگڑتا ہے مگر اُن کا ادب نہیں کرتا۔ الحاد کا اُلو بچپن کے پر لگا کے دوپہر کو اُڑتا ہے اور جب آسمان پر آفتاب درخشاں ہوتا ہی تو اپنے منہ کو بند کرکے بولتا ہی۔ کہ میں کہاں ہوں وہ ملحد تو ایک سیپ کا سا ہوتا ہے جو موتی سے خالی ہوتا ہے بھلا اُس میں اس کی عقل کے پر و بازو کیا اُڑ سکتے ہیں اور اس کی فصاحت بلاغت کی آواز کب نکل سکتی ہے اجرام فلکی کو ملحد دیکھے تو وہ ایسا اندھا نہیں بن سکتا کہ اُس کو اس عجیب و غریب عالم کا منتظم و مدبر و خالق نظر نہ آئے۔ جہالت۔ غرور۔ قوی حواس ضعیف عقل خوش خوراکی۔ بری طرح زندگی بسر کرنے سے الحاد پیدا ہوتا ہے وہ سوسائٹی کے واسطے وبا ہے۔ آخر اخلاق میں تو وہ فساد پیدا کرتا ہے مال کا دشمن ہی۔ آدمی ملحدانہ زیست بسر کرسکتا ہے۔ مگر وہ دل میں ملحد نہیں ہوسکتا۔ کوئی آدمی ملحد کی برابر ذلیل و خوار نہیں ہے

اس کا عقیدہ کہتا ہے کہ وہ بیڈول مٹی کا ڈھیر ہے ایک سمت رفتار کل ہے۔ روح
بغیر ایک بولتا ہوا سر ہے۔ اسکے تمام خیالات قوانین حرکت کے پابند۔ اسکے تمام کام پہلے
سے متعین اس میں اس سے زیادہ آزادی نہیں جیسے کہ دریا کی دھار کو۔ یا طوفان باد میں ہوا
کے جھونکے کو۔ جہاں انتخاب نہیں وہاں لیاقت نہیں ملتی جہاں محبت والا رشتہ منقطع۔
وہ ہر خود رہنما نہیں ہو سکتا +

(۳) ملحد تو روح کو چھوڑ ہی بیٹھے کے بالکل اس کا کام تمام کرتا ہے۔ نجات اخروی سے
انکار ہوتا ہے گناہگار آدمی تو حیوانوں سے کمتر ہوتے ہیں مگر یہ شیاطین سے بدتر
بنتے ہیں کیونکہ شیاطین خدا کا یقین کرتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں +

(۴) جنگل میں جب کسی وحشی آدمی کا نشان قدم ملحد دیکھتا ہے تو آدمی کے ہونے کا
اس کو یقین ہوتا ہے گو پہلے سے وہاں اس کی صورت نہ دیکھی ہو تو کیا وہ اس
خالق اکبر کا یقین نہیں کریگا۔ جس کے ہاتھوں کے نشان سارے عالم پر منقش ہیں +

(۵) ملحد بڑا ہوشمند ہوتا ہے وہ اہل مذہب سے کہتا ہے کہ خدا نہیں ہے تو کیوں فضول ہی
تکالیف اٹھاتا ہے۔ اہل مذہب جواب دیتا ہے کہ مذہب سے میرا نقصان کیا ہوتا ہے۔
اسکے سبب سے مجھے کچھ شہوات نفسانی کو مارنا پڑتا ہے جو میرے حق میں نہایت مفید
ہوتا ہے کچھ تھوڑی سی ظاہرا تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں جس سے میرا دل اندر سے راضی
اور خوش ہوتا ہے اس پابندی مذہب کے سبب سے شاید لوگ میرا بڑا ادب کرتے ہیں اور
بے ریا وفادار دوست ملتے ہیں میں تجھ سے زیادہ خوش وخرم اور تندرست رہتا
ہوں۔ اور اس دنیا کی بہت سی برائیوں اور سزاؤں سے ایسا بچتا ہوں کہ تو
نہیں بچتا۔ اگر خدا نہ ہوا تو میں اور تو دونو یکسان و برابر ہیں اگر خدا ہوا تو پھر تیری
بڑی کم بختی ہے اگر خدا کے ہونے اور نہ ہونے کے دلائل برابر کانٹے کی تول ہوں تو
بھی خدا کے نہ ماننے میں جو بھاری جوکھوں و خوف ہیں وہ ماننے میں نہیں ہیں کہ اگر خدا

نہ ہوا تو ماننا نہ ماننا اُس کا برابر ہوا۔ ماننے والے کا کچھ نقصان نہ ہوا لیکن اگر ہوا تو پھر دیکھئے کہ ملحد کی جان کیا سخت عذاب میں آئی ہی۔ جب اس کی جان اِس جسم سے جدا ہو کر عالمِ ارواح میں پہنچی جس کا خیال بھی اُس کو نہ تھا۔ اور وہاں اُس خدا ذوالجلال سے دوچار ہونا پڑا جس کو وہ معدوم جانتا تھا تو کیا سخت حالت مصیبت کی پیش آئیگی ہمارے خیال سے اشیا معدوم و موجود نہیں ہو جاتیں جیسے وہ ہیں ویسے ہی ہیں خواہ ہم کچھ خیال کریں ان پر یقین کریں یا نہ کریں اس سے اُن کی ماہیت میں فرق نہیں آتا تو خدا ہے اور ہم اُس کے یقین کرنے سے سرکشی کریں تو کیا وہ معدوم ہو جائیگا ہمارے نہ ماننے سے کیا آفتاب نابود ہو جائیگا۔

منکرِ خدا کا حال ایسا ہے جیسے کہ کوئی شخص کسی بڑے شاندار محل میں جائے جس میں نہایت نفیس فرش اور عمدہ اسباب سے سجا ہوا ہو۔ نہایت خوبصورت چیزیں قرینے سے رکھی ہوں مگر وہاں کوئی ذی حیوان ہو نہ انسان ہو۔ ایک چوہیا اُس مکان میں پھر رہی ہو تو وہ یہ یقین کرے کہ اُس عالی شان مکان کو اس چوہیا نے بنایا اور سجایا ہے۔ اسی طرح دنیا میں بڑے بڑے کاموں میں خدا کو کام کرتا ہوا نہ دیکھ کر کہے کہ دنیا کو خدا نے نہیں بنایا بلکہ آپ ہی ہے۔

باطل پرستی اور توہمات باطلہ

انگریزی لفظ سوپرسٹیشن کا ترجمہ باطل پرستی اور توہمات باطلہ کیا ہی۔ باطل پرستی سے مراد ایسی چیزوں کی پرستش ہے جو پرستش کے مستحق نہیں ہیں اور توہمات باطلہ سے مراد یہ ہے کہ بغیر کسی معقول وجہ کے بیہودہ باتوں کا لحاظ اور ادب ایسا کرنا جیسا کہ مذہب کا ہوتا ہے یہ بہتر ہے کہ آدمی خدا کے باب میں کوئی رای نہ رکھے۔ بہ نسبت اس کی کہ ایسی رائے رکھے کہ شانِ الٰہی کے سزاوار نہ ہو۔ پہلی صورت میں نہ یقینی کرتا ہے دوسری صورت میں تحقیر اور گستاخی کرتا ہے اس باطل پرستی میں بہ نسبت الحاد کے زیادہ ناخدا پرستی ہے ایک میں خدا کی طرف سے غفلت ہے دوسری میں خدا کی حقارت

پلوٹارک نے کہا تھا کہ اگر بہت سے لوگ یہ کہیں کہ ہم پلوٹارک کو نہیں جانتے کہ وہ کوئی آدمی ہے تو یہ بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ لوگ کہیں کہ ہاں پلوٹارک کو ہم جانتے ہیں کہ وہ ایسا آدمی ہے کہ اپنے بچوں کو پیدا ہوتے ہی کھا جاتا۔ پس بت پرستی سے مذہب کا نہ ہونا اچھا ہوتا ہے الحاد اس کا مانع نہیں کہ آدمی علوم عقلی فلسفہ و قوانین شہرت ناموری حاصل کرے حسن خلق جو انسان کی فطرت کے موافق ہے پیدا کرے — غرض الحاد گو انسان کے دل میں مذہب کا خیال نہ ہو تو کوئی فرق حسن اخلاق میں پیدا نہیں ہوتا برخلاف اس کے باطل پرستی اور توہمات باطلہ ہیں کہ وہ حسن اخلاق اور تعلیم و ثقافت کو اپنی شان سے گرا دیتے ہیں اور دل میں فقط ادنیٰ و خیالی سلطنت جماتے ہیں الحاد نے کبھی کوئی سلطنت درہم برہم نہیں کی کیونکہ ملحد مذہب کے پیرو ہوتے ہوئے فسادی و مذہب کی بنا پر نہیں قائم کرتا۔ چنانچہ آگسٹس قیصر روم کے عہد میں الحاد کا زور تھا۔ مگر اس کا عہد سلطنت لڑائی جھگڑوں کے فساد سے پاک صاف تھا لیکن باطل پرستی نے تو بہت سی سلطنتوں کو ستیاناس کر دیا۔ وہ تو مجسم ہو کر سلطنت کی تمام گردن کو اپنی کشش کے زور سے کھینچ کر اپنی گرد میں لے آتی ہے — الحاد سے بڑھ کر باطل پرستی گناہ ہے اس لئے کہ الحاد کوئی تمدنی اور ملکی معاملات میں پیچیدگی پیدا نہیں کرتا۔ برخلاف اسکے باطل پرستی حسن اخلاق کو اپنے پایہ سے گراتی ہے اور گورنمنٹ کی جڑ کو گھن لگاتی ہے۔ باطل پرستی اور توہمات باطلہ کا آغاز تو عوام الناس کے فوق سے شروع ہوتا ہے مگر بعد ازاں عاقل بھی مذہب کے دلائل کو الٹ پلٹ کر ان کی تائید کے پہلو نکال لیتے ہیں انسان کو ایسے رسوم کے ادا کرنے میں جن میں حواس کو حظ اور لذت اور خوشی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ رسوم مذہبی کی صورتیں جس کو وہ مقدس جانتا ہے اپنی مرضی کے موافق ایجاد کر لیتا ہے یا وہ ہمیشہ جہالت اور وحشی زمانہ سے چلی آتی ہیں اکثر بدعت اور پیر و مرشد اپنے اقتدار اور اختیار بڑھانے کے واسطے

مذہبی باتوں کے اظہار کو رسوم ظاہری کی صورت میں ڈھال دیتے ہیں اور اپنی قوت متخیلہ اور زمانہ جہالت کے خیالات کو ملا کر توہمات باطلہ لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیتے ہیں ایسی ایک بات کھل جاتی ہے کہ جس سے انسان اپنی عقل کو اسرار الٰہی میں دوڑاتا ہے اور خدا کی باتوں میں دخل دینے لگتا ہے جیسے کہ بندر کی شکل جب وہ انسان سے مشابہ کی جاتی ہے تو نہایت مکروہ نظر آتی ہے ایسے ہی باطل پرستی کی شکل جب مذہب سے ملائی جاتی ہی تو نہایت بد اور کریہ دکھائی دیتی ہے جیسے عمدہ گوشت سڑانے سے چھوٹے چھوٹے کیڑوں میں بدل جاتا ہے ایسے ہی مذہب کی عمدہ صورت اور انتظام خراب ہو کر توہمات باطلہ کی صورت بن جاتے ہیں ٭ قاعدہ ہے کہ دریا کبھی ایک خط مستقیم میں جہاں کی زمین نرم ہوتی ہے نہیں بہتا۔ اس کی دھار ہمیشہ ادھر ادھر کے کناروں کو کاٹ کر اپنا رستہ پیچ بنا کے چلتی ہے ایسے ہی انسان کے سارے معاملات ملکی ور مذہبی کا حال ہے کہ وہ سیدھے رستہ سے نہیں چلتے۔ ادھر ادھر مڑتے چلتے ہیں مذہب میں علما اور مرشدوں کی چالیں شامل ہوتی جاتی ہیں توہمات باطلہ کا زور ہوتا جاتا ہے اور اسکے طریق کو پیچ در پیچ بناتا جاتا ہے جب مذہب کی ہر سچی بات میں جھوٹی باتیں شامل ہو جاتی ہیں تو مصلحان دین جب اس کی اصلاح کرنے بیٹھتے ہیں تو وہ جھوٹی باتوں کو مضر جان کر نکالنا چاہتے ہیں مگر جو سچ جھوٹ کی بغل میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کو وہ بھی اس بری صحبت کے سبب ذلیل سمجھ کو الگ کرنے لگتے ہیں اصلاح کے وقت اس بات میں بڑی احتیاط چاہیے کہ بری چیزوں کے ساتھ اچھی چیزیں نہ نکل جائیں مشکل ہے کہ فصد سے خون فاسد ہی صرف نکلے اور خون صالح نہ نکلے ٭

(۲) باطل پرستی کے توہمات باطلہ ایک وحشت ناک خواب ہے جو ایسے اندھیرے میں آدمی پڑا دیکھتا ہے جسکے پاس روشنی نہیں جا سکتی۔ اور اُس میں وہ پوست کے زہر بھرے پیالے اور بدخوابی کے جرعے پیتا ہے۔ گھاس پھوس کی روشنی کرنے سے آسمان کے ستارے

چھپ جاتے ہیں مگر وہ معدوم نہیں ہوتے پھر نمودار ہوتے ہیں ایسے ہی مذہب کو توہمات باطلہ کے سبب سے کچھ دیر کے لئے چھپ جاوے۔ مگر وہ معدوم نہیں ہوتا پھر اپنے تئیں نمودار کرتا ہے۔ باطل پرستی کے سبب سے توہمات باطلہ کا بار بھی انسان کے سر پر بڑا بھاری ہو فقط رسوم ظاہری کا نہیں بلکہ دل پر بھی خیالی اور ڈرانے والے گناہوں کا ۔

ہم باطل پرستی کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو تمدن میں خلل انداز ہو۔ اور نہ مذہب کا زیادہ ادب کر سکتے ہیں جو اس کو سہارا دے باطل پرستی سے بچنے کا عمدہ علاج بعد کلام الٰہی کے علوم طبعیات ہیں جو شخص مذہب کی ادب ... وان وکشادہ میں چلنا نہیں پسند کرتا تو وہ صحرا... میں گمراہ ہو کر جا پڑتا ہے جس میں کہیں راہ نہیں ہی ہوئی جو اس کو ملے یا خیالات کی بھول بھلیوں میں پھنس جاتا ہے بعض دفعہ توہمات باطلہ کو توہمات باطلہ ہی دور کرتے ہیں آگ کا جلا آگ سے ہی اچھا ہوتا ہے ۔

سفر کرنا

سفر کرنا چھوٹوں کی تعلیم کا اور بڑوں کے تجربہ کا ایک جزو ہے جو شخص اجنبی ملک میں جاتا ہے اور وہ پہلے سے اُس کی زبان سے واقفیت نہیں پیدا کرتا۔ وہ سفر نہیں کرتا ... مدرسہ میں زبان سیکھنے کے لئے جاتا ہے جب نوجوان ایسے غیر ملکوں میں سفر کریں جہاں کی زبان سے نا آشنا ہیں تو لازم ہے کہ کسی معلم یا کسی شخص ملازم کو ساتھ لیجائیں جو اُس ملک کو پہلے دیکھ چکا ہو اور اس سے واقف ہو۔ اور زبان وہاں کی جانتا ہو۔ وہ بتلادیگا کہ یہاں کون کون سی چیزیں قابل دیکھنے کے ہیں اور کون کون سے آدمی ملاقات کے قابل ہیں کہاں تعلیم تادیب جاتی اور ورزش جسمانی ہوتی ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرینگے تو اُن کا سفر ایسا ہوگا جیسے کہ برقع اوڑھ کر پھرنا کہ جس میں تھوڑا ہی نظر آتا ہے ۔ بحری سفروں میں سوا پانی اور آسمان کے کچھ اور نظر نہیں آتا کبھی کبھی کچھ حادثات بھی دیکھنے میں آتے ہیں بری سفروں میں بہت چیزیں شاہدہ میں آتی ہیں

اس لئے سفر کے اندر خشکی کی سیر میں روزنامہ بنانے کی زیادہ ضرورت ہے بہ نسبت تری کے
سفروں کے حادثات بحری سے زیادہ مشاہدات بری ہوتے ہیں جن کا لکھنا مفید ہوتا ہے
سفر میں جو چیزیں قابل دیکھنے کے ہوتی ہیں ان کی تفصیل یہ ہے
بادشاہ اور ان کے دربار خصوصاً اس وقت کہ عہد سلطنت کے سفیر اس میں موجود ہوں
مجلس ہائے شہر کی جس وقت ان میں کاموں کے اجلاس ہو رہے ہوں۔ مقدمات فیصل
کنیسے عبادت خانے خانقاہیں کالج۔ کتب خانے۔ مجالس جن میں باہم مناظرے ہو رہے ہوں وہ
عمارات جو وہاں بطور یادگار باقی ہوں قدیم شہر عمارات اور آثار کھنڈر۔ شہر کا سواد
اور شہر پناہ۔ بندرگاہ۔ گھاٹ۔ بادشاہی باغ اور باغ جو صرف تفریح کے لئے شہر
کے پاس لوگوں نے بنا رکھے ہوں مکانات شاہی سلاح خانہ۔ توشے خانہ ہیگا ہیں صدقہ
کی دکانیں بنات سپاہ کی قواعد۔ خزانے۔ جواہرات۔ لباس و پوشاک سواد ان کے
جو اشیا وہاں نادر ہوں۔ اور وہ قابل یادر کھنے کے ہوں ان میں عتیق باتیں علوم
لازم جو ساتھ ہوں تحقیق کرکے بتائیں وہ علوم و معاہدے پہلے تماشے۔ وہ تو مبتنع جشن
شادی بیاہ۔ تجہیز و تکفین اور اس قسم کی چیزوں پر توجہ کرنا چاہئے جب کسی نوجوان کو
تھوڑا سا سفر کرنا ہو تو وہاں کی زبان سے پہلے واقف ہو اور معلم و ملازم جو
ملک سے واقف ہوں ساتھ لے۔ کتاب جس میں اس مقام کا بیان اچھی طرح ہو اور نقشہ
یہ دونوں بھی ساتھ لے۔ اور اپنے سفر کا روزنامچہ بنائے کہ اس میں روز روز کا حال لکھتا
جائے۔ وہ سفر میں ایک ہی جگہ نہ پڑا رہے بلکہ مقامات کے مناسب حال اپنا قیام کم و بیش
مقرر کرے جب وہ کسی شہر میں زیادہ دنوں ٹھہرے تو اس کے ایک محلہ میں نہ رہے بلکہ
مختلف محلوں میں رہے جو دور دور شہر کے سروں پر ہوں اس طرح رہنے میں سارے
شہر کے حالات خوب معلوم ہونگے وہاں اپنے وطن کے آدمیوں کی صحبت میں وقت ضائع
نہ کرے۔ ان سے جدا رہے۔ جو لوگ وہاں کے منتخب ہوں ان کے ساتھ ہم کلام ہو

ہم نوالہ ہوں۔ اگر ایک شہر سے دوسرے شہر میں جائے تو یہاں کے عمائد سے وہاں کے عمائد کے
نام خطوط لے جائے۔ اور وہاں لوگ مہربانی سے وہ چیزیں کہا دیں جو قابل دیکھنے کے ہوں
اور وہ باتیں بتلائیں جو یہ جاننا چاہتا ہے تو اس نقشے پر تم سے بہت سے فائدے
حاصل ہونگے شہر میں آدمی زیادہ تر ملاقات سکرٹریوں وغیرہ ملکوں کے سفیروں اور انکے اہل فن
سے کرے۔ ایسی ملاقاتوں سے بہت سے غیر ملکوں کا حال بھی معلوم ہو جائیگا۔ جو اہل کمال
ہوں اور کسی علم یا پیشے میں مشہور و معروف ہوں یا کسی اور طرح کی امارت و ثروت
رکھتے ہوں۔ ان سے ملو اور دیکھو کہ انہوں نے اپنی زندگی کے کیا طریقے اختیار کئے ہیں کہ
جن سے نامور ہوئے۔ سفر میں بڑی احتیاط رہے کہ کبھی لڑائی جھگڑا دنگہ فساد نہ ہو جائے
جھگڑالو اور فسادی آدمیوں کی صحبت میں بہت ہوشیاری اور عقلمندی کے ساتھ جائے۔
جب سفر کر کے آدمی اپنے گھر صحیح سلامت آئے تو جن ملکوں میں سفر کیا ہے وہاں کے آدمیوں سے
یکبارگی بالکل قطع تعلق نہ کرے بلکہ اپنے لائق مدح و صفت آشناؤں کی خط و کتابت برابر جاری
رکھے۔ خاص کر اپنی سیاحت و سیر کو علم کے پیرایہ میں ظاہر کرے نہ لباس اور گفتگو میں ان ملک والوں کا
جواب دے جو پوچھیں نہ یہ کہ کہانیاں بنا بنا کے کہنے لگے +
نیز یہ بھی چاہئے کہ اپنے ملک کی وضع و طرح کو ایسا نہ چھوڑے کہ غیر ملک کا آدمی
معلوم ہونے لگے۔ ہاں جو اس نے باہر کی وضع و طرح کے پھول دیکھے ہوں۔ اُن کو اپنے ملک کے
اصناف میں گملوں سے لگائے +

(۲۴) مسافر بعض اندھے بن کے جیسے دونوں آنکھیں بند کر کے سفر کرتے ہیں اور کچھ نہیں دیکھتے
بعض خوب چوکنے ہو کر دونوں آنکھیں چاروں طرف کھول کھول چیزوں کو دیکھتے ہیں مگر اکثر مسافر ایک
آنکھ بند کر کے سفر کرتے ہیں یعنے ایک خاص چیز کی اُن کو دھن ہوتی ہے اسی کی تحقیق
و تدقیق کے درپے رہتے ہیں اور باقی سب چیزوں کے دیکھنے میں اندھے بن جاتے ہیں۔
مثلاً ایک شخص کو زمانہ قدیم کی تاریخ کا شوق ہے وہ سفر میں انہیں مقامات کو دیکھتا بھالتا ہے

جو اُس تاریخ سے متعلق ہیں باقی چیزوں کا خیال بھی نہیں کرتے تھے جو مسافر عالمانہ تحقیق کے لئے سفر کرتے ہیں اُن کو اپنے استقرا اور تحقیقات میں بڑا صبر چاہئے یہ نہیں کہ چند جزئیات کو دیکھ اور ایسے بیتاب ہوئے کہ اُسی سے نتیجہ نکال کے ایک کلیہ بنا لیا ۔ کسی شہر میں گئے ۔ دو چار بھلے مانسوں سے ملے اور اُن کو دیکھا کہ وہ اپنے ماتحت ملازموں سے بہ لطف و مدارا پیش آتے ہیں ۔ تو جلد یہ کلیہ بنا لیا کہ اس شہر کے آدمی بڑے خلیق اور متواضع اور منکسر ہیں یا برخلاف اسکے دو چار بدمعاشوں سے مل کر اس کے برعکس نتیجہ پیدا کر لیا کسی ملک کی اصل مزاج و سیرت دریافت کرنے کے واسطے بہت سے جزئیات پر علم حاصل کر کے استقرا سے کلیہ بنانا چاہئے یہی سبب ہے کہ جب ایک ملک میں مختلف آدمی سیاحت کرتے ہیں اور وہ بالکل سچا حال بیان کرتے ہیں اور اُن کی نیت میں نہیں ہوتا کہ ہم کوئی بات گھڑ کر اس میں ملا دیں پھر بھی ان دونوں سچے مسافروں کا بیان ایک دوسرے کے مخالف ہوتا ہے اور آپس میں نہیں ملتا ایک سواری میں دو آدمی پیٹھ سے پیٹھ ملا کر اس طرح بیٹھیں کہ سڑک کی ایک طرف دکھائی دے ایک کو بنجر زمین نظر آئے دوسرے کو باغ اور کھیت ۔ تو ایک اس ملک کو بنجر بتائیگا اور دوسرا مزروعہ ۔ دونو سچے ہیں مگر اُن کا کلیہ بنانے کا قاعدہ غلط ہے ۔ مسافروں کو بڑی احتیاط یہ چاہئے کہ اپنے مختصر تجربے سے غلط نتائج نکال لینے میں بے صبر نہ ہوں +

(۳) سفر میں یہ مشکلات پیش آتی ہیں کہ کہیں دریا ۔ پانی ۔ دلدل میں تیرنا ۔ ڈوبنا ۔ پایاب چلنا ۔ پڑتا ہے کہیں ہموار ناہموار راہوں کے نشیب فراز میں اور بستی اور ویرانے میں پاؤں کا تھکانا ۔ اور گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل چلنا پڑتا ہے +

(۴) سفر کرنے میں یہ فائدے حاصل ہوتے ہیں کہ اگر ہم کسی ایسے ملک میں گئے ۔ جہاں کا حال ہمارے ملک سے اچھا ہے تو اُس ملک کی ترقی کے طریقے سیکھتے ہیں اور اگر اپنے ملک سے بدتر ملک میں جاتے ہیں تو اپنے ملک کو غنیمت جان کر اُس کی نعمتوں سے زیادہ متمتع ہوتے ملک ملک کا سفر کرنا ایک خوان بوقلموں ہماری نظروں کے سامنے لاتا ہے +

ہمارے حواس خمسہ محظوظ ہو کر اُن پر فریفتہ ہوتے ہیں اور جو چپ چاپ ہمارے دل میں پاک مسرت پیدا کرتا ہے جن کو سفر کا مذاق نہیں ہے اُن کو وہ بُرا معلوم ہوتا ہے وہ عہد سے لحد تک ایک ہی چیزوں کو دیکھا کرتے ہیں اور کولھو کے بیل کی طرح ایک ہی جگہ میں پھرتے ہیں جہاں پیدا ہوتے ہیں وہیں بندھے اور لگڑے ہوتے ہیں اُن کے مثل تھان کے گھوڑے فقط اس لئے مقید ہوتے ہیں کہ شہر ہی کے بازاروں میں فقط ناچ کود کر اپنے آقاؤں کا دل خوش کر دیں بعض آدمیوں کا دل ایسا مضبوط ہوتا ہے گویا شعلوں کی طرح اوپر اُڑنا چاہتے ہیں اور آگ لگا دی اور آگ بجھی چاہتی ہیں مگر گھر کی چار دیواری اُن کو نکلنے نہیں دیتی وہیں بجھ کر رہ جاتے ہیں سفر کرنا ہمارے فہم و فراست کی کثافت کو دور کرتا ہے ہم کو چست و چالاک بناتا ہے مختلف قوموں اور لوگوں کے اوضاع و اطوار کے عیب و صواب سے واقف کرتا ہے جس کے سبب سے ہم اپنے اطوار و افعال کی اصلاح کر سکتے ہیں کوئی دانشمند سفر کے ان فائدوں سے انکار نہیں کر سکتا اس سے دربار بادشاہی کے ارکین کے اوضاع و اطوار پاکیزہ و شائستہ ہوتے ہیں مدبران ملکی کے خیالات وسعت پاتے ہیں حکما کے آگے مشاہدات و تجربوں کا میدان وسیع آتا ہے کہ جس سے سیرت انسانی کے بابت میں صحیح نتیجے نکال سکتے ہیں

اثنائے سفر میں ہم کو لباس ایسا پہننا چاہئیے کہ جس سے ہم کو لوگ متین و سنجیدہ و معزز سمجھیں تقریر ایسی کرنی چاہئیے کہ کوئی راز کی بات منہ سے نہ نکلے گفتگو میں بہت احتیاط چاہئیے۔ بہت سوچ بچار کر کے بات کرو۔ اکثر مسافر یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم نے یہ مقام دیکھا وہ چیز دیکھی مگر اصلی مذاق اس کا نہیں بیان کر سکتے۔ اس لئے زیادہ تر رای لوگوں کی یہ ہو گئی ہے کہ سفر میں امر محنت و خطر ہے جوانی میں غیر ملک کی سیر کرنے سے گو بہت خوشی حاصل ہوتی ہے اس خوشی کو مثل اور خوبیوں کے ہم اپنی تشخص و تعلی کا اور آئندہ افسوس کا ذریعہ بناتے ہیں یا مستقل یادگار ترقی کا وسیلہ سفر فقط تجسس اور دل بہلانے کے لئے نہیں ہے

بلکہ اس لئے کہ بالفعل کچھ سیکھیں اور آئندہ اپنی فہم و فراست کی ترقی کریں ✦

صلاح و مشورہ

کونسل ایک انگریزی لفظ ہے جس کے معنے صلاح اور مشورہ کے بھی ہیں اور مجلس شوریٰ کے بھی اور کونسلر کے معنے مشیر کے ہیں جہاں ہم نے کونسل کا لفظ لکھا ہے وہاں مراد ہماری مجلس شوریٰ سے ہے مشیر پر جو اعتبار بادشاہ کرتا ہے وہ کسی اور شخص پر نہیں کیا جاتا اور لوگوں پر جو اعتبار کیا جاتا ہے تو فقط ایک چیز اُن کے حوالہ کی جاتی ہے معلم کو بچے خزانچی کو دولت اہل کاروں کو زمین یا خاص معاملات مگر مشیر کو تو سارے اپنی زندگی کے کام حوالہ کرنے پڑتے ہیں انھیں کی صلاح و مشورہ پر اُس کی بہبودی و بربادی موقوف ہوتی ہے جو بادشاہ بڑے دانشمند ہوتے ہیں وہ کچھ صلاح و مشورہ لینے سے نہیں سمجھتے ہیں کہ اُن سے ان کی شان کی برتری میں کچھ کمی ہوگی یہ جانا جائیگا کہ وہ اپنے کام کے لیئے کافی نہیں جو اوروں سے صلاح و مشورہ لیتے ہیں حضرت سلیمان کا قول ہے کہ ہر کام مصلحت و مشورہ سے ٹھیک ہوتا ہے معاملات کیا صلاح و مشورہ کی تدابیر کے حوالہ کئے جاتے ہیں یا تقدیر کے۔ اس دوسری صورت میں تذبذب کے تلاطم میں آن کر ڈانواڈول ہوتے ہیں اور بدمست کی طرح لڑکھڑاتے ہیں ✦

زمانہ قدیم میں ایک کہانی بنائی گئی جس میں سلطنت و مشورت کو تشبیہات میں اس طرح بیان کیا ہے کہ جیوپیٹر (رومیوں کا بڑا دیوتا ہے) نے میٹس سے بیاہ کیا۔ یعنے سلطنت کا بیاہ مشورت سے ہوا۔ میٹس کو حمل جیوپیٹر سے رہا۔ مگر خداوند نے اس کا انتظار نہیں کیا۔ کہ بیوی کے پیٹ میں بچہ پورے دنوں کا ہو کر پیدا ہو اس لیئے وہ اُسے کھا گیا۔ جس سے اُسے خود حمل رہ گیا اور اُس کے سر سے پالس سلح پیدا ہوا یعنے بادشاہ جو پہلے اپنے معاملات کونسل میں پیش کرتے ہیں وہ اول حمل سے کہانی میں تعبیر ہوا ہے۔ جب کونسل اُن معاملات کی صورت بنا سنوار کے تکمیل کرتی ہے۔ تو

تو بادشاہ اُن کو کونسل سے لے کر پیٹ میں رکھتے ہیں تاکہ خود اپنے دماغ سے اُن کا فیصلہ کر کے اُن کا اعلان بڑی ہوشیاری اور زور سے کریں گویا یہ دوسرے محل سے اِس مسلے کا پیدا ہوتا ہوا اُس سے فقط بادشاہ کی حکومت ہی نہیں ظاہر ہوتی ہے۔ بلکہ اُس کے مدبر اور عالی دماغ ہونے کی شہرت خوب ہوتی ہے ✤

کونسل سے جو قباحتیں پیدا ہوتی ہیں اور جو اُن کے رفع کرنے کے لئے عمل کیے جاتے ہیں وہ بیان ہوتے ہیں ✤

اوّل قباحت کونسل سے یہ ہوتی ہے کہ اُس کے سامنے اہم معاملات رازداری کی باتیں کم قائم رہتی ہیں ✤

دوسری قباحت بادشاہوں کی کسرشان ہوتی ہے کہ وہ خود کاموں کو سرانجام نہیں کر سکتے ہوا اوروں سے صلاح مشورہ سے کام چلانا چاہتے ہیں ✤

سوم قباحت یہ خوف ہے کہ اگر مشیر مؤتمن نہ ہوئے سب کے سب دغاباز اور بے ایمان ہوئے تو اُن کا صلاح مشورہ اپنے فائدے کے واسطے ہوگا کچھ بادشاہ کے نفع کے لئے نہیں اِن قباحتوں کے دور کرنے کے واسطے کونسل خفیہ بادشاہوں کے خلوت خانہ میں مقرر ہوئی تھی مگر یہ علاج مرض سے بھی بدتر تھا اب جو کہ افشاءِ راز کی قباحت کا انسداد اس طرح ہو سکتا ہے کہ بادشاہوں کو یہ ضرور نہیں کہ وہ اپنی باتیں سب مشیروں کے روبرو اعلان کر دیں بلکہ جو عاقل بادشاہ ایسا ہے کہ وہ اپنی جگہ اپنے ہاتھ سے کر سکتا ہے وہ اپنے سب کام اپنے آپ کر سکتا ہے وہ ایک دو مشیر عاقل بیدار مغز ایسے انتخاب کرے جو سب طرح سے قابل اطمینان ہوں اور علاوہ اِس کے بادشاہ کونسل میں وہ باتیں پیش کرے جو وہ کرنی چاہتا ہے نہ وہ جو کریگا ✤

اب دوسری قباحت دور کرنے کے لئے جس سے بادشاہ کی حکومت کا ضعف کونسل کے ہونے سے معلوم ہوتا ہے وہ ایسے ہے جو کہانی میں بیان ہوئی۔ کہ کونسل کی اولاد کا

جو بادشاہ باپ بن جائے۔ یعنے اُن کے صلاح و مشورہ کی تدابیر کو وہ خود اپنا ہی کے
اعلان کرے ۔

تیسری قباحت بے ایمان مشیروں کی انسداد کے واسطے یہ ہے کہ بادشاہ خود اپنے ہی آپ سے
مشورہ کرے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ کا قول ہے کہ دنیا میں کوئی ثبات نہیں مگر یہ مقولہ مخصوص وقت
ہے ورنہ یوں مخلوق میں آدمی سچے ایماندار بے ریا با وفا ہوتے ہیں مکر و فریب ان کے
پیٹ میں نہیں ہوتا۔ پس بادشاہ کا کام ہے کہ ایسے آدمیوں کو اپنی طرف مخاطب کرے
اور اُن میں سے انتخاب کرے۔ سوا اس کے مشیر باہم متفق نہ ہوتے۔ بلکہ ایک دوسرے کے
رقیب حریف ہوتے ہیں کوئی بات اُن کی بادشاہ کے کان تک پہنچنے سے باقی نہیں رہ
سکتی اگر صلاح و مشورہ میں جھگڑے اور خانگی امور کو دخل ہوتا ہے تو بادشاہ کو دھوکا
ہو جاتا ہے سب سے بہتر اس قباحت دور کرنے کا طریقہ ہے کہ بادشاہ اپنے مشیروں کے
حال سے ایسا واقف ہو جیسے کہ مشیر بادشاہ کے حال سے خوب واقف ہوتے ہیں سب سے
بڑی خوبی بادشاہ کی یہ ہے کہ وہ اپنے آدمیوں کو خوب جانچے ۔

مشیروں پر لازم ہے کہ وہ بادشاہ کے مشورہ کار ہوں نہ خوشامدی بادشاہ کو چاہئے کہ
وہ اپنے مشیروں سے معاملات سلطنت میں خلوت میں الگ بھی مشورہ لے پھر مجمع کر کے اتفاق
بھی۔ قاعدہ ہے کہ آدمی خلوت میں رائے اپنی بڑی آزادی سے ظاہر کرتا ہے اور اس
کی طبیعت کو بڑی جرأت ہوتی ہے۔ مگر مجمع میں آزادی اور جرأت اوروں کی شان
و ادب و لحاظ کے دباؤ سے دب جاتی ہیں ۔ دونو طرح کا مشورہ لینا مصلحت ہے۔ اس لئے کہ
اندر خلوت میں چھوٹوں کو آزادی ہوتی ہے اور مجمع میں بڑوں کو لحاظ و ادب چاہئے
بادشاہ کو معاملات ملکی میں صلاح و مشورہ لینا بیکار ہے اگر وہ اہلکاروں کے باب میں
صلاح و مشورہ نہ لے۔ اسواسطے کہ معاملات تو مردہ تصویریں ہیں اور اہلکار
اُن کی جان ہیں ان کے انتخاب میں صلاح و مشورہ مقدم ہے۔ اس ...

بہت زور لگانا پڑتا ہے - پھر بھی اُس میں غلطیاں ہوتی ہیں +

کتابیں ایسی مشیر ہوسکتی ہیں جو خوشامد نہیں کرتیں یہ سچ کبھی کہا ہے کہ دوست سے زیادہ عمدہ مشیر ہوتا ہے کتابیں صاف صاف مشورہ دیتی ہیں برخلاف زندہ مشیروں کے کہ کوئی رو رعایت مشورہ میں کرتے ہیں بس ان کتابوں سے خوب واقف ہونا چاہئے - خصوصاً ان کتابوں سے جو خود اسٹیج پر ایکٹ ہوئی ہیں +

ایجنڈا (جو باتیں کہ کونسل میں بحث کے لئے پیش ہوں) کی اطلاع پہلے سے دینی چاہئے دستخطوں کے واسطے دن مقرر ہوں کمیٹیاں جو مقرر ہوں اُن کے ممبر ایسے مقرر ہوں کہ کسی کی پاسداری نہ کریں نہ ایسے ہوں کہ اُن کی مخالفت آپس میں موازنت کریں جو کمیشن مقرر ہوں جیسے کہ تجارت - خزانہ - لڑائی - بعض خاص مقدمات کے واسطے خاص خاص اضلاع میں مقرر ہوں - پھر جو اُن کے سامنے شہادت پیش ہو تو اُس میں معزز پیشوں کے آدمیوں کی جیسے کہ قوانین دان وغیرہ ہیں مگر گواہوں کی بھیڑ بھاڑ گستاخانہ دنگہ فساد و غل شور مچاتے ہوئے نہ آئے - بلکہ شہادت اسطرح لی جائے کہ جس سے معاملات میں علم حاصل ہو - کونسل کے کمرہ کی وضع شکل و صورت بھی خالی از اثر نہیں ہوگی + جب بادشاہ میر مجلس ہو تو اُس کو جن باتوں کی طرف میلان طبع ہو اُن کا اظہار نہایت ہوشیاری سے کرنا چاہئے - اگر وہ خود بولنے لگے گا تو اُس کے مشیر خوشامدی بن جائینگے اور صرف اُس کا دل خوش کر دینگے +

کمیٹیوں اور کونسلوں میں معاملات ملکی کا فیصلہ زیادہ تر کثرت رائے پر ہونا - جو لوگ بچوں کی سی معمولی سمجھ رکھتے ہیں یا علم تاریخ سے ناواقف ہیں یا جو دنیا میں گزر رہا ہے اُس کا مشاہدہ نہیں کرتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہی اصول اجرا پاتے ہیں جن پر غلبہ آرا ہوتا ہے اور باقی رائیں سب نابود ہو جاتی ہیں اُن پر کچھ لحاظ نہیں ہوتا جیسے کہ ایک جسم پر بہت زور اثر کریں تو جو زبردست زور ہوگا اُس کی طرف

جسم متحرک ہوگا ایسے ہی زبردست رایوں کی طرف فیصلہ جھکیگا - یہ ولو باین وہ غلط
سمجھتے ہیں جسم تو کسی زور کی سمت میں حرکت نہیں کریگا - بلکہ ایسی سمت میں جائیگا جو کسی
زور کی بھی سمت نہ ہوگی ایسے ہی معاملات ملکی میں تجربہ بتاتا ہے کہ جو اصول جاری
ہوتے ہیں وہ کسی خاص مشیر کی رائے کے مطابق نہیں ہوتے - بلکہ ایک دوسرا نیا اصول ہوتا ہے -
جو کسی کی رائے سے نہیں ملتا - انگلستان کی تاریخ کو پڑھیے تو معلوم ہوگا - کہ ایک گروہ خالص
حکومت شخصی کا طرفدار تھا - وہ چاہتا تھا کہ وہ قائم ہو دوسرا اُس کا مخالف گروہ سلطنت جمہوری
کا خواہاں تھا - ان اختلاف آرا کا نتیجہ یہ تھا کہ سلطنت کی وہ تیسری صورت قائم
ہوئی کہ نہ شخصی تھی نہ جمہوری - قاعدہ ہے کہ گو مخالف گروہوں میں کسی گروہ کی رایوں
کی کثرت اور غلبہ ہو مگر مغلوب رائیں بھی اپنا اثر ضرور کرتی ہیں یہ ممکن نہیں کہ ایک مجمع خواہ
کیسے ہی بڑے عقلا کا ہو وہ کسی امر کے فیصلہ کے لیے بیٹھے تو اُن میں اختلاف آرا نہ ہو
مگر یہ اختلاف ایک دوسرے کو روکتا نہیں بلکہ تائید کرتا ہے اگر دنیا میں اختلاف آرا کا اثر
نہ ہوتا اور ایک طرف کی رائیں مغلوب ہو کر نیست و نابود ہو جاتیں تو دنیا کا انتظام اُس سے
بدتر ہوجاتا - خلاصہ یہ ہے کہ اگر کونسل قابل اعتبار و اعتماد ہو تو اُس سے سلطنت کا استحکام
و اعتماد ہوتا ہے +

تاخیر

معاملات کے انصرام کرنے اور سرانجام دینے میں جو تاخیر اور سرعت کی جاتی ہے اُن
دونوں کی تائید میں معقول دلائل پیش ہو سکتی ہیں ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ کار امروز بفردا
مگذار (آج کا کام کل پر نہ ٹالو) دوسرا گروہ یہ کہتا ہے جو کام کل کر سکتے ہو اُس کو
آج کرو - غرض تاخیر و شتابی کے واسطے ایسے قواعد منضبط نہیں ہو سکتے کہ اُن پر چلنے سے کام
سرانجام پورا ہو جائے - قاعدے جلد ختم ہو جاتے ہیں پھر فکر عملی کو سوچ بچار کرکے منصوبے باندھنے
پڑتے ہیں اور اُن کے موافق آگے قدم چلانا پڑتا ہے تاخیر سے کبھی موقع ہاتھ سے [illegible]

رہتا ہے کبھی اُس سے کاموں کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ قسمت کا حال بازار کا سا ہے کہ کبھی اُس میں ٹھیرنے سے بھاؤ گر جاتا ہے چیز سستی ملتی ہے کبھی بھاؤ بڑھ جاتا چیز مہنگی ملتی ہے جو بڑے دانشمند عالیمرتبہ ہیں وہ بہت تاخیر بھی کرتے ہیں بہت جلدی بھی کرتے ہیں مگر بہت سے آدمی اُن عاقلوں کا منہ بھی چڑاتے ہیں انھیں کی مثل تاخیر اور سرعت کرتے ہیں مگر بے موقع اور بے محل ایک امر کا فیصلہ جلدی کرتے ہیں مگر اُس کے موافق عمل کرنے میں تاخیر کرتے اکثر کام کے شروع کرنے میں نہایت جلدی مگر اُس کی تکمیل میں نہایت تساہل وہ اپنے توشہ دانوں کو جلدی کھول کر لگا دینگے مگر توشوں کے بھرنے میں تمہی دیر لگا ئینگے کر ہی ہری کھیتی کو ملیا میٹ کرینگے۔ درختوں پر جو پکے پھل لگے ہوئے ہیں ان کے توڑنے میں اتنی تاخیر کرینگے کہ وہ ہوا سے زمین پر گر کر گل سڑ جائینگے۔ جو لوگ تاخیر کے عادی ہوتے ہیں وہ ہمیشہ یہ کہا کرتے ہیں کہ ابھی دنیا ان تدابیر کے عمل میں لانے کے لئے تیار و پختہ نہیں ہے ابھی اُن کا وقت نہیں آیا۔ مگر وہ اس امر کی تحقیق کو بھول جاتے ہیں کہ جب وہ ایک ہی ہے تو کل پرسوں کیونکر وہ پختہ اور تیار ہوگی۔ اس کے پکانے والا اور کامل کرنے والا وقت نہیں ہوتا جب ہم یہ کہتے ہیں کہ وقت نے یہ تبدیلیاں کیں تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اس وقت میں تبدیلیاں ہوئیں وقت عامل نہیں ہوتا وہ اور چیز ہوتی ہے جو تدریج تبدیلیاں کرتی ہے۔ اس لئے ہم کو یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ کون سی چیز ہے جو تبدیلیاں کر رہی ہے اور کس سمت میں تبدیلی کرتی ہے اور تبدیلی خاص جو واقع ہوگی وہ مشکلات ڈالیگی یا آسانی کریگی +

مثلاً ہم پانی میں گھر گئے ہوں تو ہم کو یہ سوچنا چاہئے کہ پانی کا اُتار ہے یا چڑھاؤ۔ اگر چڑھا ہی تو خواہ کیسی ہی جو کھوں اُٹھانی پڑے اُس میں سے جتنا جلد ممکن ہو باہر نکلنا چاہئے اگر اُتار ہے تو صبر کرنا چاہئے اگر پانی ٹھیرا ہوا ایک حال پر ہے تو سمجھنا چاہئے کہ گو ڈوبنے کا تو خوف نہیں ہے مگر پانی میں کھڑا رہنا مناسب نہیں ہے اُس سے ایک ہی دفعہ میں نکل آنا چاہئے۔ قسمت جلد بازوں سے چیزوں کی قیمت لیتی ہے اور تاخیر کرنے والوں کو مفت چیزیں

دیتی ہے۔ جب ہم کسی چیز کو جلد شروع کر دیتے ہیں تو اُس کے سایہ کو مٹھی میں پکڑ لیتے ہیں کوئی چیز ڈگمگا رہی ہو تو جب تک وہ بحال خود نہ آئے اُس پر عمل کرنا نہیں چاہئے جب کسی کام کا آغاز کرو تو اُس کو سو آنکھوں سے دیکھ لو۔ اور جب اُس کی تکمیل کرو تو سو ہاتھ اُس میں لگاؤ یعنے کام کے آغاز میں سوچ بچار کرو اور اُس کی تکمیل میں جلدی کا جب کسی کام کرنے کا موقع و محل ہوتا ہے تو وہ تمھارے ہاتھ میں استادی کا دستہ دیتا ہے جس کا پکڑنا نہایت آسان ہے مگر بعد اُس کے وہ پیٹ پکڑاتا ہے جس کی گرفت مشکل ہے اِس سے بہتر کوئی دانائی نہیں کہ آدمی موقع اور وقت پر کام کا آغاز کرے اور اُس پر عمل درآمد کرے۔ شتابی اور تاخیر زیادہ تر خوداپنے محل پہ کرنی پڑتی ہے۔ جو خوف ہلکے معلوم ہوتے ہیں وہ دیر کے بعد ہلکے نہیں رہتے بہت سے خوف آدمی کو دھوکا دیتے ہیں چڑھ کر وہ دباتے ہیں بہتر ہے کہ بعض خوفوں کو ہم چل کر آدھے ہی رستہ میں لیں کیونکہ دیر تک اُن کی چوکسی کے واسطے پہرہ دینے میں احتمال ہے کہ نیند نہ آجائے کبھی اس کے برخلاف یہ لوگ کرتے ہیں کہ ابھی خوف آیا نہیں کہ اُس کے دور کرنے میں شتابی کرتے ہیں جیسے چاندنی دشمنوں کی پیٹھ کی طرف چمک رہی ہو۔ تو یہاں پیچھے سایہ پڑ رہا لگائی شروع کر دیتے ہیں غرض تاخیر و شتابی اپنے اپنے محل پر کرنی چاہئے۔ بعض کام تاخیر سے خاک میں ملجاتے ہیں بعض شتابی سے +

(۲) جس شخص نے اوّل یہ مقولہ کہا کہ کار امروز بفردا مگذار۔ اُس کو دانشمند کہنے میں کوئی تامل کرے مگر کوئی اُسے احمق نہیں کہیگا۔ اگر آدمی آج کے کام کو کل پر ٹالتا جائے تو اس قدر کاموں کا ہجوم ہو جائیگا کہ پھر دارتوں ہی کو اُن کا پورا کرنا پڑیگا۔ آج ہی کے سیکڑوں کام ایسے ہوتے ہیں کہ آج کے آج نہ کرنے سے بڑا نقصان ہوتا ہے۔ مثلاً بڑے آدمیوں کے چھوٹے آدمیوں کے ساتھ وعدے۔ سیکڑوں بیوپاریوں کے قرض دینے کا اقرار۔ اگر آج کے آج نہ پورے کئے جائیں تو بات میں رسائی میں اُن کے فرق آتا ہے کہ آگے اعتماد اور اعتبار جاتا ہے۔ +

سیان پت

جس انگریزی لفظ کا ترجمہ ہم نے سیان پت کیا ہے۔ اُس کے معنے ٹیڑھی ترچھی عقل کے ہیں سیان پت کی ساتھ مکاری کرنی ایک ہنر ہے مگر کج عقلی کے ساتھ۔ سیانے مکار اور عقلمند میں فرق صرف بہ لحاظ راستبازی کے ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ لیاقت اور قابلیت کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے کسی شخص کی عقل خواہ کیسی ہی ہو۔ مگر اخلاق اُس کے رذیل ہوں تو وہ انسان کی سرشت کے خراب و ضعیف حصے سے واقف ہو سکتا ہے اور نیک حصے سے نہیں شریر مکار کو یقین ہوتا ہے کہ میری ہی سی طبیعت اور سرشت سارے آدمیوں کی ہے۔ بعض آدمی انسانوں کی تقسیم احمقوں اور شریروں میں کیا کرتے ہیں جب اُن کو کوئی راستباز آدمی ملتا ہے تو وہ حیران ہوتے ہیں کہ اس کو انسانوں کی کس قسم میں شمار کریں + نپولین بونا پارٹ جب کسی کو پہلے دولت کی تحریص پھر جاہ و منصب عالیہ کی ترغیب دیتا اور وہ اُس کے دم میں آتا تو اُس کو پہلے درجہ احمق جانتا۔ یا آدھا پاگل خواب دیکھنے والا۔ گویا کہ وہ اُس کو سمجھ ہی نہیں سکتا تھا۔ اگر شریر مکار اور راستباز میں سب باتیں برابر ہوں تو راستباز کو یہ فائدہ زیادہ حاصل ہے کہ وہ انسان کی سرشت کو بہ نسبت شریر کے زیادہ سمجھنے کی قابلیت رکھتا ہے حیوان کے تمام اوصاف انسان سمجھ سکتا ہے مگر انسان کی وہی صفتیں حیوان جان سکتا ہے جو خود اُس میں ہیں۔ بس ایسے ہی شریر مکار راست کردار کے اوصاف نہیں سمجھ سکتا ہے۔ مگر راست کردار اُس کے اوصاف کو خوب سمجھ سکتا ہے بشرطیکہ بالکل بھولا بھالا نہ ہو۔ بعض آدمیوں میں لڑائی فساد جھگڑوں میں معاملہ فہمی کی بڑی عقل ہوتی ہے۔ مگر اور معاملات میں سب طرح سے ضعیف العقل و کم فہم ہوتے ہیں اُن کا حال ایسا ہوتا ہے کہ جیسے کوئی گنجفہ کے شعبدے دکھانے خوب جانے۔ مگر اُس کا کھیلنا نہ جانے ایک مردم شناسی ہے۔ دوسری معاملہ فہمی۔ بعض آدمی مردم شناس ہوتے ہیں مگر معاملہ فہم ایسے نہیں ہوتے کہ معاملہ کی اصل تہ پر اُن کی طبیعت پہنچ جائے وہ کتابوں سے زیادہ تر

آدمیوں کا مطالعہ کیا کرتے ہیں ایسے آدمی سازشوں کے لئے بہ نسبت کاہل کے زیادہ مناسب ہوتے ہیں وہ لوگ جو اپنی روش کے عادی ہیں اُس پر خوب چالیں چلتے ہیں مگر اُس سے ذرا پھیر کر اُن کو نیا رستہ بتا دو تو پھر وہ ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ اُن کی اپنے مقصد تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ احمق اور عقلمند ہونے کا یہ پرانا قاعدہ کہ وہ لوگو نکا کر کے بیگانے آدمیوں میں بھیجو پھر جانو کہ وہ کیا ہیں ان پر صادق نہیں آتا ان مکاروں کا حال تھٹ پونجیے بساطیوں کا سا ہوتا ہے کہ جن کی دکان کے اسباب کی تفصیل ہی مشکل نہیں ہوتی ایسے ہی اُن کے ہتھکنڈے چھوٹے چھوٹے مگر نہایت بہت ہیں اُن کے شمار کرنے میں کچھ وقت نہیں ہو ہم اُن کو شمار کرتے (۱) جس سے وہ باتیں کرتے ہیں اُس کے چہرہ کو خوب اپنی نظروں سے تاکتے ہیں گویا چہرہ سے باتیں وہ سمجھتے ہیں جو زبان کے کہنے سے جانتے۔ بشرہ کو دل کا عنوان جانتے ہیں بہت سے دانشمند ایسے ہوتے ہیں کہ جو باتیں اُن کے دل میں ہوتی ہیں وہ اُن کے چہرہ پر عیاں ہوتی ہیں +

(۲) جن لوگوں کے مطلب نکالنا ہو اُن کو اور باتوں میں ایسا متوجہ کر دینا کہ اُن کو موقع اور وقت اُن کے مطلب پر اعتراض کرنے کا نہ ہے جیسے کہ کسی حاکم سے کاغذات پر دستخط کرانے ہوں تو حاکم کو ایسی باتوں میں لگائیں کہ کاغذات پر دستخط کرنے میں اعتراض کرنے کے لئے وقت ہی نہ ہے ایسے وقت پیش کریں کہ حاکم کو جلدی ہو +

(۳) کسی کام میں جو اُن کو اعتراض کرنا مقصود ہوتا ہی اور وہ جانتے ہیں کہ دوسرا شخص اس کو بہت خوبی اور سلیقہ سے پیش کرے گا تو بظاہر وہ اس کام کے حامی اور خواستگار ہو کر خود پیش کر دیتے ہیں اور اس کو پیش کرنے میں ایسی شرارت کرتے ہیں کہ وہ کام شک میں الجھ جاتا ہے +

(۴) معاملات میں اپنی معلومات بڑھانے کے واسطے باتیں ایسی ملاتے ہیں کہ دوسرا آدمی

کہ دوسرا آدمی اُن کی باتیں سننے کا شائق ہو جاتا ہے +

(۵) بعض وقت اُن کو یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنی بات جب کہیں کوئی ہم سے پوچھے تو اُس مطلب کے لئے وہ اپنی عادت اور دستور کے خلاف چہرہ کو بدل کر ایسی صورت بناتے ہیں کہ بے اختیار لوگ پوچھیں کہ خیر تو ہے آپ کی صورت ایسی کیوں بن رہی ہے۔ مثلاً بادشاہ کے روبرو ہنشاش بشاش رہنا چاہئے تھے مگر مطلب کے دن چہرہ کو اُداس بنا کر گئے تو خواہ مخواہ بادشاہ پوچھیگا۔ کہ چہرہ کیوں بنا ہوا اُس وقت اپنے مطلب کا اظہار کرینگے +

(۶) جن باتوں کو وہ چاہتے ہیں کہ اُن کی اپنی معلوم ہوں تو وہ اُن کو اوروں کے نام سے بیان کرتے ہیں یا کہتے ہیں کہ باہر ان کی شہرت ہو رہی ہے اور ایک دنیا اُن کو کہہ رہی ہے +

(۷) دوسرے کے بیان میں ایک بات ایسی کہہ دیتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ کہنے والا اپنی عظمت بیان سے باہر تھا یا حیران تھا +

(۸) اپنے حریف یا رقیب کے کان میں ایسی بات ڈال دیتے ہیں کہ جس کے کہنے سے وہ زیادہ اور برباد ہو جائے مثلاً کسی شخص کو عہدہ ملتا ہو تو وہ اس عہدہ کے قبول کرنے کی شرائط ایسی بیان کرینگے۔ کہ اگر امیدوار اُن کو کہے تو عہدہ دینے والا بیزار ہو جائے

(۹) اپنی حفاظت کا بہانہ بنا کے دوسرے پر حملہ کرتے ہیں ایک بات خود کہتا ہے۔ مگر بتاتا یہ ہے کہ دوسرا شخص کہتا ہے یہ معاملہ دو آدمیوں میں ہوتا ہے اس کے جھوٹ سچ کی تحقیق بھی مشکل ہوتی ہے کہ کس نے پہلے وہ بات کہی +

(۱۰) اپنے مطلب کو داستان کی لپیٹ میں بیان کرتے ہیں پہلے بہت سی تمہیدیں کہانی کے طور پر کہتے ہیں جس سے اور لوگ بھی محظوظ ہوتے ہیں اور اُن کو خود بھی مزہ آتا ہے یوں بہت دیر تک باتیں بنانا اور اصل مطلب کو پی بیٹھے رہنا

بڑے صبر کا کام ہی مگر فائدہ مند بھی زیادہ ہی +

(۱۱) ایک آدمی نے منہ میں دو جواب کہہ دیتے ہیں جو اُن کا خود مطلب ہوتا ہی یا کیا یک سوال ایسے کرتے ہیں کہ جسکے جواب میں دوسرا آدمی کھل جاتا ہی +

(۱۲) اپنی لغو پر سکے لیے جب تک موقع اور وقت ہاتھ نہ آئے انتظار کرتے ہیں +

(۱۳) دوسرے کی بات کو دفعۃً سوال کرنے سے بزور چھین لیتے ہیں

اِس مکاری میں بعض دفعہ بڑی ذہانت خرچ کی جاتی ہے - ایک دفعہ کسی عالی القدر افسر کو گورنمنٹ نے یہ حکم بھیجا کہ اگر تم اپنے وطن سے باہر رہو تو تم کو بڑی پنشن دیجائیگی اور اگر تم اس حکم سے راضی نہ ہوگے اور وطن میں آؤگے تو تمہارے جرموں کی تحقیقات کی جائیگی ایک مکار مصلاح کار نے جو باقی ہلاکے مچھلی پکڑنا چاہتا تھا۔ اُسکو یہ صلاح دی کہ اگر تم حقیقت میں مجرم ہو تو گورنمنٹ کا حکم بسر و چشم قبول کرو اور اگر بے گناہ ہو تو وطن میں جاکے تحقیقات کراؤ اس صلاح سے وہ افسر یہ سمجھا کہ اگر میں وطن نہ جاؤنگا تو یقینی مجرم سمجھا جاؤنگا وہاں گیا اور مجرم قرار پاکر سزایاب ہوا مصلاح کار اپنے مطلب میں کامیاب ہوا +

سیاسیات کی چھوٹی چھوٹی باتیں بہت ہیں ان کی فہرست بنانی اچھا کام ہے کیونکہ اِن کی بدولت سلطنت کے کاموں میں کوئی خلل نہ آئے بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اپنی سیاسیات سے سلطنت کے کاموں میں چھلانگیں مارجاتے ہیں مگر اُن میں قوت اور استعداد ایسی نہیں ہوتی کہ حقیقی طور پر نظم و نسق کر سکیں اُن کا حال ایسے مکانوں کا سا ہوتا ہے کہ جن کا دروازہ اور زینہ تو بہت عمدہ ہو مگر کوئی کمرہ اچھا نہ ہو عاقل آدمی اپنے قدموں کو دیکھ کر چلتا ہی احمق مکروں کی طرف چل کر پھندے میں پھنستا ہی +

(۲۰) سیانے یگانگی کا پاس لحاظ نہیں کرتے - فرزانگی کا منہ چڑایا کرتے ہیں یہ سیانت کی

صفت بہت اچھی ہے۔ نہ بہت بری وہ نیکی اور بدی کے درمیان تیرا کرتی ہے
لیکن اگر وہ ایک قدم اپنا بڑھا کر جھوٹ سے اپنے تئیں ملائے تو پھر وہ شرارت بن جاتی
ہے کوئی ضرورت نہیں پیش ہوتی ہے کہ جس میں وہ اپنا قدم نہیں اڑاتی لیکن اگلی
ذات نکال کر اُس کی جگہ لے لیتی ہے۔

(۳) [illegible] اُدیبوں کی اکثر مردوں میں ہمیشہ یہ صحیح کرنا چاہیئے کہ اُن کا [illegible] اُن کا
کیا ہے جو ایسی وہ چاہتے ہیں اُن سے یہ کہنی چاہئے اُن کے ساتھ تمام مشکل
معاہدوں میں بھی یہ سمجھو کہ اگر اُنہیں [illegible] اور [illegible] سے کے بچنے
کو احتیاط کریں۔

(۴) سیانپت اور ہوشیاری میں فرق۔ [illegible] یہی خودغرضی
اور خود مطلبی ہوتے ہیں وہ کسی بات [illegible] کا [illegible] ہو۔
سیانپت کوتاہ نظر ہوتی ہے جو [illegible]
[illegible] کو چیز [illegible] کو وہ نہیں دیکھ سکتی ہوشیاری [illegible] وہ [illegible] اور [illegible]
رکھتی ہے کہ بڑی بڑی فائدوں کو [illegible] رکھتی [illegible]
بھی ظاہر ہو جاتی ہے [illegible] اور سیانپت
جو ایک مخفی ظاہر ہو جاتی ہے [illegible] آدمی [illegible] بھی بد
بنا دیتی ہے۔ اور [illegible] کا کام [illegible] چھپتے [illegible] آدمی کی
ہوشیاری عقل کا کمال ہے اور [illegible] زندگانی [illegible] نمائی کرتی ہے
سیانپت ایک [illegible] ہوتی ہے جو [illegible] منفعت کو دیکھ لیتی ہے
ہوشیاری ایک قسم عاقل میں ہوتی ہے سیانپت وحشی حیوانوں میں یا انسانوں
میں جو اُن سے کچھ ہی بہتر ہوں پائی جاتی ہے۔

(۵) سیانپت اور فرزانگی کے درمیان فرق۔ سیانپت اور فرزانگی میں

ایسا فرق ہے جیسا کہ شفق اور دن کی دھوپ میں۔ جو شخص آفتاب کی روشنی میں چلتا ہی تو وہ دلیرانہ پاس کے رستہ پر جاتا ہے اور دیکھتا ہی کہ کہاں راہ سیدھی اور ہموار ہی وہاں وہ آسانی سے چلا جاتا ہی۔ اور جہاں دیکھتا ہی کہ راہ کج اور پرنشیب و فراز ہی۔ تو ایسی خندق راہوں سے بچتا ہی لیکن جو آدمی شام کی تاریکی میں سفر کرتا ہی۔ تو جتنا اُس کو کم سوجھائی دیتا ہی اُتنا ہی وہ خوف کھاتا جاتا ہی۔ اور ہر قدم پر خائف رہتا ہی۔ پھونک پھونک کر قدم اٹھاتا ہے۔ اور جو آواز کان میں آتی ہے اُس سے ڈرتا ہے کہ کہیں وہ خطرناک نہ ہو +

فرزانگی ایک ہی دفعہ میں کسی کام کے انجام اور وسائل کو سمجھ جاتی ہی۔ اور اُس کی رسائی اور دشواری کا تخمینہ کر لیتی ہی اور اُس کے مناسب چال ہوشیاری کو اختیار کرتی ہی + سیان پت کو چال بہت کم معلوم ہوتا ہی۔ اور اُس کو کوئی اور چارہ کرنا سوا فضول مکر او فریب کے مشتبہ شبہوں کے آتا نہیں سیانے آدمی کو کبھی طمانیت خاطر نہیں ہوتی اور وہ اپنے تئیں امین اور محفوظ نہیں جانتا۔ اسلئے اپنے تئیں ایسے غلاف میں چھپائے رکھتا ہی کہ کبھی رقیب اور جاسوس کی نگاہ کی رسائی اُس تک نہیں ہوتی +

(۲) لومڑی بڑی سیانی ہوتی ہی جہاں اُس کی ناک اندر چلی جاتی ہی وہاں اُس کا سارا جسم چلا جاتا ہی۔ یہی حال سیانے آدمی کا ہی کہ جہاں کوئی بات اُس کی چل جاتی ہے پھر وہاں بہت باتیں اُس کی چل جاتی ہیں +

اپنی ذات کے لئے دانائی

اپنی ذات کے لئے دانائی سے مراد یہ ہے کہ آدمی دانائی کا کام فقط اپنی ذات کی محبت کے سبب سے کرے۔ ایک اپنی ذات سے محبت ہے۔ جس کو خود مہری کہتے ہیں دوسرے خود مطلبی یا خود غرضی جس انگریزی لفظ کا ترجمہ کیا جاتا ہے اُس کے اصل معنی یہ ہیں کہ آدمی اپنے اغراض اور مقاصد کو اور دوسروں کی اغراض اور مطالب پر تقدیم اور ترجیح دے اور اپنی خوشی کے آگے اوروں کی خوشی کا خیال نہ رکھے۔ خود مہری انسان تنہائی میں بھی رکھتا ہی

مگر خود غرضی میں سائنس کا ہونا ضرور ہے۔ جو لوگ اپنی ذات سے محبت رکھتے ہیں وہ اوروں کو تباہ کرتے ہیں آدمی پر لازم ہے کہ اپنی محبت کو اپنی ذات اور سوسائٹی کے درمیان تقسیم کرے اور اپنی خود مہری اور غیروں کی محبت میں مصلحت رکھے۔ اپنی ذات کے ساتھ محبت میں سچا ایسا ہونا چاہیے کہ دوسرے کے ساتھ محبت میں جھوٹا نہ ہو۔ خاص کر اپنے ملک اور بادشاہ کے ساتھ تو جھوٹ کا سایہ بھی نہ پڑا ہو اپنی ذات کو اپنے سارے کاموں کا مرکز اور مرجع نہیں بنانا چاہیے اجرام فلکی جب اوروں کے مرکز کے گرد پھرتے ہیں تو وہ فائدہ پہنچاتے ہیں بادشاہ کی ذات تنہا نہیں ہوتی۔ اس کی برائی بھلائی میں اور لوگ بھی شریک ہوتے ہیں اپنے بادشاہ کی خود مہری سے وہ خرابیاں نہیں پیدا ہوتیں جو اراکین سلطنت اور وزراء کی خود مہری سے ہوتی ہیں ان کی یہ خود مہری کی اغراض سلطنت کی اغراض سے ان کو منحرف کر دیتی ہیں اور ان کی خود غرضی کی چھوٹی چھوٹی باتیں سلطنت کے بڑے بڑے کاموں کو بگاڑ کر بھی بادشاہ کو راضی رکھتی ہیں ان کو بادشاہ کی خوشامد کا ڈھب ایسا یاد ہوتا ہے کہ وہ اس کو کام بگڑنے پر نارضامند نہیں ہونے دیتے۔ یہ خود غرض وہی تدبیریں پیش نظر رکھتے ہیں ایک ہی مطلب ان کی ذات سے بادشاہ کو راضی رکھنا ان کی خود غرضوں کے واسطے وہ اپنے آقا کی خیر خواہی چھوڑ دیتے ہیں اگر بادشاہ کے جلیل القدر افسر مثل جنرل سفیر خزانچی۔ اور اور چھوٹے ملازم نمک حرام اور بدخواہ ہوتے ہیں اور ان کی خود غرضی کے دائرہ کا مرکز سلطنت کی اغراض کے مرکز سے متحد نہیں رہتا۔ جتنا بادشاہ کا نقصان ہوتا ہے اتنا ان نوکروں کو فائدہ نہیں ہوتا جب نوکر کے فائدہ اور آقا کے نقصان میں تناسب نہیں رہتا۔ نوکر اپنے ٹکے کے فائدہ کے لئے آقا کے روپیہ کے نقصان کا خیال نہیں کرتا تو نہایت مضر اور زبون اثر پیدا ہوتے ہیں بعض کم بخت خود غرض وہ ملازم ہوتے ہیں کہ آقا کے گھر میں آگ اس واسطے لگاتے ہیں کہ اپنے انڈوں کو پکائیں +

جن خود غرضوں میں خود مہری ہوتی ہے ان میں جانوروں کی دانائی پائی جاتی ہے

کسی میں چیونٹی کی۔ کہ وہ چند روز پہلے اُس گھر کو چھوڑ دیتا ہی کہ گرنے کو ہوتا ہے۔
کسی میں بوم مرغی کی۔ کہ بچھو جو اپنا گھر بناتا ہے اُس کو وہ ڈھا دیتی ہی۔
کسی میں مگرمچھ کی۔ کہ جب کسی کو نگلتا ہے تو پہلے آنکھوں سے آنسو بہاتا ہے۔ وہ سب سے زیادہ دانائی جو قابل ادب ان کی ہے جو اپنی ذات کے پیار کرنے والے بغیر کسی رقیب کے ہوتے ہیں وہ اپنا سارا وقت اپنی ذات کے لیے وقف کر دیتے ہیں مگر قسمت ان کو خود ذبح کرتی ہی۔ اور شتر مرغ کی دن کھاتی ہی۔ جن بازوں و پروں سے وہ اُڑنا چاہتی ہی وہی بندہ جاتے ہیں یہ خود غرضی انسان میں بالکل حیوانوں کی سی ہوتی ہے ✤

(۲) تو کسی سے محبت نہیں کرتا۔ مگر اُس سے جس سے اور کوئی محبت نہیں رکھتا یعنے خود آپ سے انسان کا خوشامدی کوئی اپنی محبت سے زیادہ نہیں ہے۔ وہ سچ کو ڈھونڈ لی روشنی میں دیکھتی ہی۔ وہ اور خوشامد دو نوجوان بہنیں ہیں اور انھوں نے اپنی آنکھیں ایسی ایک کر رکھی ہیں کہ اگر ایک کو چھوڑ دو تو دوسری خود چھوٹ جاتی ہے (۳) اپنی ذات کی محبت جیسی خطاؤں بڑھاتی ہی ایسی ہی نیکیوں کو۔ جیسے تالاب کے اندر جس کا پانی ٹھیرا ہوا ہوا ایک چھوٹا سا پتھر پھینکو تو وہ ایک مرکز پر سے موجوں کے دائروں پر دائرہ پیدا کریگا۔ اسی طرح اپنی محبت نیک ہو کے دلوں میں عزیزوں۔ دوستوں ہمسایوں ملک کل انسانوں کی محبت کی موجیں اٹھاکر پھیلاتی ہیں ✤

ایجاد۔

(۱) جس انگریزی لفظ کا ترجمہ ایجاد کیا ہے اس کے معنے یہ ہیں کہ کسی جدید چیز کا یا نئی تبدیلی کا داخل کرنا۔ خواہ وہ بری ہو یا بھلی ایجاد جوان کی ذہانت اور پیری کی حجت ہوتا ہے جیسے مخلوق میں ہر چیز ابتدا کی پیدائش میں بدشکل و بھونڈی ہوتی ہے ایسے ہی زمانہ جو ایجاد کرتا ہے ابتدا میں وہ بدنما معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی شخص جو اوّل ہی ابتدا میں اپنے خاندان کی عزت و حرمت قائم کرتا ہے وہ اکثر اپنے قائم مقاموں سے زیادہ

لائق ہوتا ہے ایسے ہی جو شخص کسی چیز کا موجد اوّل ہو۔ خواہ اُس کا ایجاد کیسا ہی بیہودہ اور بےہودہ ہو وہ اپنے متقدمین پر ترجیح و تقدم رکھتا ہے۔ کہا کرتے ہیں کہ زمانہ بڑا موجد ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ زمانہ ایجاد کیا کرتا ہے۔ زمانہ خود کچھ نہیں کرتا۔ مگر اُس کے اندر اسباب ایسے جمع ہو جاتے ہیں وہ چپکے چپکے اندر ہی اندر تبدیلیاں کیا کرتے ہیں جو بظاہر نہیں معلوم ہوتی ہیں مگر اُن کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے کہ اُس میں وہ نمایاں ہوتی ہیں اگر یہ اسباب اپنا کام نہ کریں تو ہزاروں برس میں کوئی تبدیلی نہیں واقع ہو۔ سوا اُن سلطنت میں جو تغیرات ہوتے ہیں اُن کے باعث ارکین سلطنت اور رعایا ہوتے ہیں نہ زمانہ۔ مگر یہ ہمارا محاورہ ہے کہ جو کام زمانے کے اندر ہوتا ہے اُس کا فاعل زمانہ کو کبھی ہیں ظرف کو مظروف کی بجائے مجازاً فاعل کہتے ہیں محاورہ کے موافق یوں ادا کرتے ہیں کہ زمانہ بدتر کرتا ہے اگر زمانہ چیزوں کو بُرا بناتا ہے اور دانائی اور تدابیر اُن کو بہتر نہ بنائے تو معلوم نہیں کہ دنیا کا انجام کیا ہو یہ سچ ہے کہ رسم و رواج دستور کے موافق جو فضول ہوتے ہیں گو وہ اچھے نہ ہوں مگر وہ مناسب کچھ نہ کچھ ہوتے ہیں جو چیزیں کہ مدت ہم رفاقت رکھتی ہیں اُن میں باہم الفت ہو جاتی ہے برخلاف نئی چیزوں کے۔ کہ گو نفع پہنچائیں مگر اُن کو پرانی باتوں سے پیوستگی نہیں ہوتی وہ اپنی ناموافقت سے تکلیف دیتی ہیں اُن سے وحشت ہوتی ہے۔ اُن کا حال بیگانوں کا سا ہوتا ہے کہ جن کی تعریف تو زیادہ ہوتی ہے مگر اُن سے محبت تھوڑی گو آدمیوں کو اپنی پرانی باتوں سے زیادہ موافقت ہوتی ہے وہ اپنے قدیمی آئین و رسم دستور اور قوانین نہیں بدلتے۔ خواہ اُن کے بدلنے سے کیسا ہی فائدہ پہنچے مگر اس کے برخلاف یہ بھی ہے کہ انسان بالطبع ایجاد کا شوقین ہے۔ ایک ہی باتوں کو برتتے برتتے وہ تھک اور اکتا جاتا ہے کل جدید لذیذ مشہور ہے نئی تبدیلیاں اگرچہ وہ اچھی بھی نہ ہوں تو بھی اُس کے ذہن و دل کو بھاتی ہیں اصل بات یہ ہے کہ آدمی بڑے باتوں میں تبدیلی کسی طرح پسند نہیں کرتا۔ مگر

چھوٹی چھوٹی باتوں میں وہ جدت کو پسند کرتا ہے جیسے لباس زیورات۔ اسباب آرائش وغیرہ۔ اُس کا حال درخت کا سا ہے کہ وہ اپنے تنہ اور گدّوں کو تو نہیں بدلتا مگر پتوں وپھلوں اور پھولوں کو بدلتا رہتا ہے زمانہ کو قرار نہیں وہ جلدی جلدی تبدیلیاں کرتا رہتا ہے اسی سبب سے قدیمی دستوروں میں بھی ایسی تکلیفیں پیدا ہو جاتی ہیں جیسے جدید دستوروں میں۔ ایک لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ زمانہ قدیم کا بڑا ادب کرتے ہیں اور زمانہ حال کی تحقیر وہ اپنے پرانے دستوروں کے دستور قائم رکھنے میں بڑی ہٹ دھرمی کرتے ہیں یہ ضد بھی ایسی بری ہے جیسے کہ نئی تبدیلیوں کے ساتھ گرویدگی۔ جن قوموں نے یہ عہد کر لیا ہے کہ ہم اپنی پرانی رسم وآئین کو خواہ اُن سے ہم کو کیسے ہی نقصان پہنچیں نہیں تبدیل کرینگے وہ یہ کہتی ہیں کہ ہمارے باپ دادا ایسے دانشمند تھے کہ جو کچھ اُن کا مقرر کیا ہوا ہے اُس میں تبدیل کرنے کے لئے لیاقت اور قابلیت ہمارے فہم وفراست میں نہیں ہے ہم کسی طرح اُس سے بہتر کوئی جدید قاعدہ نہیں مقرر کر سکتے۔ اِس خیال میں وہ دو غلطیاں کرتے ہیں اوّل وہ اپنی اولاد کو اس بات کا یقین نہیں دلا سکتے کہ اُن کے بزرگوں میں ایک نسل ایسی گذری ہے کہ جن کی عقل و دانش ایسی کامل تھی کہ بالکل سہو و غلطات سے خالی تھی اور اُن میں قابلیت تھی کہ وہ ہمیشہ اپنی نسلوں پر حکومت کیا کریں اگر یہ کمال اُنکا مان لیا جاوے تو اُس کے یہ معنی ہونگے کہ زمین زندوں سے چھین کر مُردوں کے حوالے کی جاوے دوسرے یہ کہ اگر یہ مان ہی لیا جاوے کہ ہاں اُن کے آبا و اجداد کسی نسل کی عقل ایسی تھی کہ قصور وخطا سے پاک و صاف تھے۔ مگر زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے وہ بہت سی صورتیں ایسی پیش کرتا رہتا ہے جو اُن کے زمانہ میں موجود نہیں تھیں اگر وہ خود زندہ ہوتے تو ضرور اپنے دستوروں میں تغیر کرتے۔ پس بہتر یہ ہے کہ آدمی ایجادوں میں زمانہ کے موافق چال چلے اور اپنی پرانی باتوں کی ترمیم کرے یا تنسیخ۔ زمانہ انہیں کا مددگار ہوتا ہے جو اُس کی چال پر چلتے ہیں وہی خوش نصیب ہوتے ہیں جن کا زمانہ یار و یاور ہو

وہی آدمی عقلمند ہوتا ہے جو زمانہ کی مصلحت پر چلتا ہے۔ مسلمان قوم اور سلطنت جو
تبدیلیاں اختراع کرتے ہیں بہ نظر اصلاح و فلاح کرتے ہیں اصلاح کا خیال تو پہلے ہی
مقدم ہوتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ پہلے ان کے دل میں تبدیلی کی خواہش پیدا ہوتی ہے
اس کو اصلاح کا بہانہ بناتے ہیں + جو تبدیلیاں وہ داخل کرتے ہیں گو لوگ ان کو
رد نہ کریں۔ مگر ان میں شبہ ضرور رہتے ہیں تبدیلی کرنے میں کتاب مقدس کا یہ قول
پیش نظر رکھنا چاہئے کہ پرانے رستے پر کھڑے ہو اور اپنی چاروں طرف دیکھو اور
پھر دریافت کرو کہ کونسا راستہ سیدھا اور ٹھیک ہے۔ اس پر چلو۔ یعنی قدیمی آئین و دستور
پر قائم رہ کر یہ تحقیق کرو کہ کونسی راہ اچھی ہے۔ دستور اور آئین طریق اس ادب کے
مستحق ہیں کہ آدمی ان پر قائم رہے۔ اور یہ تحقیق کرے کہ کونسا بہتر راستہ ہے۔ جب
اس کو یہ بات منکشف ہو جائے تو پھر وہ اس پر چل کر ترقی کرے اپنے پرانے قوانین
و آئین جو جاری ہیں ان کو دفعۃً نہ تبدیل کرے امورات سلطنت میں جب تک
کوئی سخت ضرورت آن کر نہ پڑے اور یہ نہ تحقیق ہو جائے کہ اس تبدیلی سے اصلاح و فلاح سلطنت
یقینی ہوگی وہ تب تک وہ کی جائے۔ کیونکہ اس امر کا تحقیق ہونا کہ جو ہم قدیم آئین کو جدید
آئین سے بدلتے ہیں اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔ آسان نہیں ہے کیونکہ آج تک انسان نے
کوئی بات ایسی نہیں ایجاد کی جو ایسی کامل ہو کہ اس میں تبدیلی کی ضرورت نہ ہو
اور وہ بالکل عیب سے خالی ہو + یہ انسان کی حماقت ہے کہ وہ کسی چیز کے قبول کرنے
سے انکار اس وجہ سے کرے کہ وہ کامل نہیں یا بے عیب نہیں غرض نہ پرانے دستور
کے ماننے میں ضد و ہٹ چاہئے کہ ہم ان کو مانیں گے خواہ وہ کیسے ہی بری ہوں۔ نہ خواہ
مخواہ نئی باتوں کو بے ضرورت داخل کرنا چاہئے اصلاح اور فلاح کے لئے جو تبدیلیاں
ضرور ہوں وہ پرانی باتوں میں ہمیشہ اور جلدی اور استقلال کے ساتھ کرنی چاہئیں
اصلاح و فلاح خواہ جمہوری ہو یا شخصی۔ شخصی اصلاح بھی جمہوری اصلاح ہو جاتی ہے۔ اگر کل

ہر مکاندار اپنے مکان کے آگے کوڑا کرکٹ غلاظت نجاست صاف کرے تو گلی گلی پاک صاف اور ستھری ہو جائیگی +

خلاصہ یہ ہے کہ نئی راہ پر قدم رکھیں جب تک اُس کو خوب ہوشیاری سے دیکھ بھال نہ لیں نہ ان پرانی راہوں میں جائیں جن پر ہمارے نشان قدم دھوکا دے کر کولھو کے بیل کی طرح ایک ہی جگہ میں پھراتے ہیں نہ پروانہ بنیں کہ اڑ کر شمع پر جل جائیں نہ گھوڑے بنیں کہ اصطبل میں جب آگ لگے تو اڑیل بن کر کھڑے کے کھڑے جل جائیں بہت سے آدمی دنیا میں ایسے مخالف خصلتوں کے نظر آتے ہیں کہ ان کی خصلتیں کیا پروانہ کی سی ہوتی ہیں یا گھوڑے کی سی۔ کیا وہ نئی باتوں کو بے سوچے سمجھے اختیار کر لیتے ہیں یا پرانے قانون پر ایسے جمے ہوئے ہوتے ہیں کہ اُن کو کسی طرح ہلنے نہیں دیتے مگر جو عقلمند ہوتے ہیں وہ بہت سوچ بچار کر نئی باتوں کو اختیار کرتے ہیں اور پرانی باتوں کو چھوڑتے ہیں +

(۲۲) ہر دوا ایک ایجاد ہے نئی دواؤں سے پرہیز کرنا۔ نئی خرابیوں کا منتظر رہنا ہے زمانہ بڑا موجد ہے۔ اُس کی تقلید ہم کیوں نہ کریں؟ سابق دستوروں کے موافق کام کرنے کو احمقوں اور حیلہ جوئیوں پر چھوڑ دو تو خود بخود چیزیں بدل کر بری ہوتی جاتی ہیں اگر اُن کا انتظام صلاح و مشورہ و تدبیر سے بہتر ہونے کا نہ کیا جائے تو معلوم نہیں برائیوں کا ڈھیر کیا لگ جائے؟ زمانہ ہی ایسی حکومت رکھتا ہے جس کے آگے سب خوشی سے سر جھکاتے ہیں جو لوگ رسم و رواج کے غلام ہوتے ہیں وہ ہنسی کے قابل ہوتے ہیں کوئی نئی چیز ایسی نہیں ہوتی جس میں کوئی نقصان نہ ہو۔ نئے کپڑے کے پیوند پرانے کپڑے کو زیادہ پھاڑ دیتے ہیں جس بات کی توقع کچھ نہ ہو وہ دفعۃً ہو جائے تو جس کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے وہ خوش ہوتا ہے اور جس کو نقصان پہنچتا ہے وہ زیادہ رنج کرتا ہے +

(۵۳) نئی باتوں کے ایجاد کا زیادہ تر شوق جن لوگوں کو ہوتا ہے وہ اکثر خود غرض اور تنگ خیال ہوتے ہیں جیسا اُن کو پہلے اپنے بزرگ آباو اجداد کا پاس خاندانی تبدیلی میں نہیں رہتا ایسے ہی اُن کو پچھلی اپنی اولاد کا خیال نہیں ہوتا۔ صرف اختراع میں اپنے مطلب کا خیال ہوتا ہے۔ وہ نئی راہوں پر اپنے نام کو بلند کرکے اڑاتے ہیں کہ جس سے شہرت حاصل ہو جاوے ۔

(۵۴) سب سے زیادہ زمانہ جلد جلد تبدیلیاں جو علوم ہیں ان میں پیدا ہوتی ہیں زبان میں اختراع کرتا ہے کتنی ہی زبانوں کو اس نے چھلکے چھان نکال کر مردہ بنا دیا کیا وہ زندہ کی زبانوں پر بولی جاتی تھیں یا کتابوں کے اندر مردوں کی طرح قبر میں خاموش پڑی ہیں

کار ہائے بزرگ کا جلد سر انجام دینا۔

جیسا کہ اطبا کے نزدیک کبھی غذا کا معدہ سے قبل از وقت ہضم نکل جانا جسم میں بیماریوں کا باعث ہوتا ہے ایسے ہی کسی کار بزرگ کی حد سے زیادہ جلد سر انجام ہونے کی خواہش منصوبوں کی بڑھ جاتی ہے مضرتیں پیدا کرتی ہے۔ گو کار ہائے بزرگ کے انصرام کرنے کے لئے وقت پیمانہ ہے جو اُس کا اندازہ کرتا ہے مگر اُن کی زود انجامی کے لئے اخلاص کار کے وقت کو پیمانہ نہ بناؤ بلکہ اُن کی نیک انجامی اور خوش اسلوبی اور ترقی کو گھڑ دوڑ میں کچھ لمبی دوڑ کو سرعت فنا نہیں پیدا ہوتی ایسے ہی دفعۃً بہت کام کرنے سے کام نہیں چلتا۔ بلکہ کام جب خوب ہوتا ہے کہ آدمی صبر سے لوگوں کی باتیں سنے اُن کو ذہن نشین رکھے اصل مطلب کو اُن سے اخذ کرے پھر خوش اسلوبی کے ساتھ حصول مقصد کے لئے بندوبست کرے۔ بعض آدمی کام کرنے میں متامل و سست کہلاتے ہیں وہ فرصت میں کام پر بہت تامل اور غور کرکے اپنی پختی رائے قائم کرتے ہیں پھر اُس کے موافق تدابیر درست کام میں لاتے ہیں گو وہ اپنی رائے قائم کرنے میں دیر لگاتے ہیں مگر اُن کے کام کا انجام آخر یقینی اچھا ہوتا ہے۔ ہاں البتہ جو بچا کچھ

...ساتھ کام کرنے والے ان کاموں کے لائق نہیں ہوتے۔ جن میں مستعدی اور جلدی کی چالاکی درکار ہو۔ ایسے کاموں میں وہ ہمیشہ ناکام رہتے ہیں بعض آدمی بڑے روشن خیال ہوتے ہیں اور قیاس کرنے میں تیز و ہوشیار۔ اور عین وقت پر نہایت ذہانت کی تدبیر کرنے والے۔ مگر وہ ایسے کاموں میں جن میں سرعت کی ضرورت نہیں ہے۔ بہت سست ہوتے ہیں کیونکہ ان کو محنت کی عادت نہیں ہوتی اور وقت کو اس میں اپنے نہیں لگاتے۔ ان کا کام کرنا ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی تیر اندھیرے میں مارے اور نشانہ پر لگا دے۔ بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ خود سوچتے نہیں مگر تاخیر و تامل کرتے ہیں جہاں جلد جلدی اصل کام چلانے والی ہوتی ہے ان کا حال ایسا ہی ہے جیسے کوئی مریض کو تحفہ دوا پینے دے اور پھر اس کی نبض اور زبان کو دیکھے بعض آدمی ایسی طبیعت کے ہوتے ہیں کہ جو اپنی رائے سے وہ فیصلہ کریں اس کے درست اور صحیح ہونے میں شبہ نہیں کرتے ہر اعتراض کا جواب فی الفور دے دیتے ہیں اور ایک نتیجہ نکال کے کہہ دیتے ہیں خواہ اس کی کوئی بنیاد ہو یا نہ ہو جو شخص ان کا معترض ہوتا ہے۔ اس کو وہ اپنا مخالف جانتے ہیں بعض آدمی جب کسی معاملہ میں طرفین کی دلائل معقول ہموزن ہوتی ہیں تو شبہ میں رہتے ہیں لیکن جب ایک طرف ذرا بھی غلبہ ہو جاتا ہے تو پھر اس کے طرفدار ہو جاتے ہیں اکثر دنیا میں آدمی معاملات کا فیصلہ اسی طرح کیا کرتے ہیں کہ ان میں کسی طرف کوئی وجہ ترجیح نہیں ہوتی۔ اگر ایک آدمی کے سامنے روپیوں کی بھری ہوئی دو تھیلیاں ایک سی رکھ دو تو وہ ان میں کوئی ایک بلا وجہ ترجیح اٹھا لے گا۔ تھوڑے ہی آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ طرفین کی دلائل کو خوب سوچ بچار کر کے ایک طرف کی ترجیح کی وجوہ کو تلاش کر کے فیصلہ کریں۔ بعض آدمی تحقیق کرتے ہیں مگر فیصلہ نہیں کرتے بعض آدمی فیصلہ کرتے ہیں مگر تحقیق نہیں کرتے ہیں۔

ہر مہم کار یا ہر ایک کام کے انصرام میں وقت مناسب کا انتخاب کرنا بھی بڑی بات ہے

نپولین کہا کرتا تھا کہ اگر تم دشمن کی حملہ آوری کے وقت کا حساب لگانے بیٹھو۔ اور جو وقت اپنے حساب سے تم مقرر کرو اُس سے دس منٹ پہلے وہ تم پر حملہ کرے تو خواہ تم اپنی حفاظت میں کیسی ہی زبردست سپاہ لاؤ۔ وہ تم کو شکست دیدیگا۔ اگر تم طغیانی آب میں گھر جاؤ اور دس منٹ تک سوچا کرو کہ کس طرح بچ کر جائیں تو تم ضرور ڈوب جاؤ گے بعض آدمی بڑے کاموں کو جلد سرانجام کرنا چاہتے ہیں اور کام کے واسطے تھوڑا وقت مقرر کرتے ہیں تاکہ اُس سے معلوم ہو کہ وہ کارہائے بزرگ کو جلد سرانجام دینے والے ہیں مگر کشتی تیر کا مختصر کرنا ایک تو اُس کو تنگ کرنے سے ہوتا ہے دوسرا قطع کرنے سے بس یہ اُن کا اختصار وقت قطع کرنا ہے + ایکدفعہ کسی دانشمند نے خوب جلسہ میں کہا تھا کہ تم تھوڑی دیر ٹھہرو تو اُس کام کا انجام نیک بہت جلد ہو جائیگا +

(۴) جیسا کہ اشیاء کی قیمت کا اندازہ روپیہ سے ہوتا ہے۔ ایسے ہی کام کا اندازہ وقت سے ہوتا ہے اس لئے کسی کام کا نیک انجام جلد ہو جانا بڑی دولت ہے۔ اگر کام کے انصرام میں جلدی کم ہو تو وہ زیادہ مہنگا ہو جاتا ہے کام کے لئے مناسب وقت کا انتخاب کرنا۔ وقت کا بچانا ہے اور ناوقت کسی کام کا کرنا ہوا پر کوڑے مارنا ہے۔ سب سے زیادہ کاموں کے سرانجام کرنے کی یہ خوبی ہے کہ اُس کی ترتیب تقسیم خوش اسلوبی کے ساتھ ہو کاموں کے علیحدہ علیحدہ حصے ہونے چاہئیں جو شخص کام کے حصے نہیں کرتا وہ کام میں دخل ٹھیک نہیں رکھتا۔ جو اُس کو بہت سے حصوں میں تقسیم کرتا ہے وہ بھی اُس کو صفائی سے نہیں انجام دے سکتا ہر کار بزرگ کے تین حصے کرنے چاہئیں اول حصہ ابتدائی تیاری کا۔ دوم اُس پر مشورہ مباحثہ کا۔ سوم اُس کے انجام دینے کا۔ اول اور سوم حصہ تو چند آدمیوں کو حوالہ کرنا چاہئے اور دوسرے حصہ میں جتنے آدمی کثرت سے ہوں مناسب ہے۔ اطبا کہتے ہیں کہ انسان کے معدہ کے واسطے غذا کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ وہ اُس کو وسیع رکھے تاکہ معدہ اپنا کام بافراغت کرے۔ اسی لئے گھوڑوں کو دانہ

ساتھ گھاس ڈالنی چاہیے کہ جس سے معدہ میں وسعت پیدا ہو۔ ایسے ہی کاموں کرنے کے واسطے معلومات اور اطلاعوں کا دفتر چاہیے کہ جن میں ذہن اپنا کام وسعت کے ساتھ کر سکے۔ جو ایک مجلد کتاب کے پڑھنے سے فیصلہ ہو سکتا ہے وہ ایک چھوٹے رسالہ کے مطالعہ سے نہیں ہو سکتا ؛ غرض تحریری معلومات بھی انفصال خیالات میں بڑا اثر رکھتی ہے ؛

(۱۰) کار شناسی [illegible] (ام میں بڑے عقلمندوں کا کام یہ ہے کہ یہ معلوم ہو کہ کس صورت میں [illegible] تامل و غور کی ضرورت ہے اور کس میں نہیں اسی لئے بزرگ صاحبان [illegible] کے مشورہ کا جمع کرنا چاہتے ہیں [illegible] جو متامل ہوں تو دوسرے وہ جو متعجل ہوں [illegible] سبب سے فیصلہ [illegible] فیصلہ کا نہ ہونا یا اس میں التوا ہونا [illegible] اگر [illegible] ساعت کے وقت بیچ ہونے کا فیصلہ نہ کرے تو یہ بھی [illegible] فیصلہ [illegible] ساعت کرنی نہیں چاہتا ؛

بظاہر عاقل معلوم ہونا ۔

بعض آدمی اپنے رنگ ڈھنگ دکھانے میں تدابیر ایسی کرتے ہیں کہ وہ زیادہ تر دانشمند معلوم ہوں گو وہ در اصل ویسے نہ ہوں بعض قوموں کے ظاہری اطوار ایسے ہوتے ہیں کہ وہ عقلمند معلوم ہوتی ہیں مگر حقیقت میں نہیں ہوتیں کسی کے برخلاف بعض ایسے عقلمند نہیں معلوم ہوتے [illegible] وہ ہوتی ہیں ؛

ایک حواری کا قول ہے کہ وہ دینداری کی صورت میں ہو کے خدا کی قدرت کا انکار کرتے ہیں ایسے ہی [illegible] دانشمندانہ صورت بنا کے عقل کے خلاف کام کرتے ہیں ایسے آدمی پہلے سے [illegible] ہیں کہ کاموں میں عاقل کبھی متامل ہوتے ہیں کبھی مستعجل کبھی کسی کام [illegible] کبھی کسی کام میں نہیں خرچ کرتے۔ کہیں خوف کی جگہ تہور کو کام میں نہیں لاتے۔ کہیں [illegible] کی جگہ نامردی نہیں دکھاتے۔ نہ بخل کرتے ہیں نہ اسراف غرض کام [illegible] ان کے اعتدال [illegible] ہوتا ہے۔ بعض کاموں میں [illegible] طرح ان کی نقل اتارتے ہیں

مگر غلط محل موقع پر جہاں وہ تاخیر کرتے ہیں یہ تعجیل کرتے ہیں اور جہاں وہ [illegible]
[illegible] تعجیل کرتے ہیں جہاں وہ دور نہیں کرتے یہ دور کر کے بڑے [illegible]
کرتے ہیں غرض جو کام عقل کے موافق ہوتے ہیں ان کو یہ [illegible] کرتے [illegible]
[illegible] بیان کرتے اور اگر کرتے ہیں تو [illegible] وہ [illegible]
ہو جاتے ہیں اپنے راز کی بات کبھی نہیں بتلاتے اور دوں کی [illegible]
آدمی ہوتے ہیں مگر بڑے بڑے آدمیوں کی تحقیر کرتے ہیں اپنے اوپر اعتماد و عجب
بہت کرتے ہیں اپنی قابلیت اور دانائی کو کافی سمجھتے ہیں سبب یہی [illegible]
[illegible] کہ اگر ہم کو کچھ حق [illegible] قوم کی پیروی [illegible] کو بنا دیں [illegible]
[illegible] ہیں اعتراض کرتے ہیں جب اپنے ذہن کی طرف [illegible] اپنے فتنے [illegible]
سبب وہ ایک بات کو جانتے نہیں اور اس میں گفتگو کرتے ہیں تو اپنے اعضا کی [illegible]
کرتے ہیں اور چہرہ کی لیتے ہیں کہ لوگ یہ جانیں کہ وہ اس بات سے خوب واقف ہیں اور بڑی
بڑی الفاظ اور محاورے بولتے ہیں غرض باتیں خوب بناتے ہیں وہ عاقلوں کے نزدیک
تو عقل سے خالی معلوم ہوتے ہیں جو عقل سے خالی ہیں وہ ان کو دانشمند جاننے لگتے ہیں
استقلال ایسا دکھاتے ہیں کہ جس سے لوگ ان کی عقل [illegible] ایسا کہ وہ الیہ
سوداگر اپنے ساکھ رہنے کے واسطے طرح طرح کے فریب کرتا ہے ایسے ہی وہ بہت سے
فریب و مکر اس لئے کرتے ہیں کہ لوگ ان کو عقلمند جانیں وہ عقلمندوں کی تصویر ایسی
بنتی ہیں جیسی کہ آئینہ میں آدمی کی شبیہ ہوتی ہے کہ وہ بعینہ ہوتی ہے مگر دائیں طرف کی بائیں
طرف اور بائیں طرف کی دائیں طرف۔ وہ اپنے تئیں ایسا [illegible] بناتے ہیں جس میں [illegible] مجسم
دکھائی دیں [illegible] اپنی سطاحت کو جسامت بنا کے دکھاتے ہیں کہ جن میں عمق اور سمک
[illegible] ان کا حال اس لڑکے کا سا ہوتا ہے جس کی نقل مشہور چلی آتی ہے کہ اپنی آستین میں
[illegible] سوئی [illegible] کرنی [illegible] چاقو لٹکایا۔ اور جیب میں جس میں چاقو رکھا جاتا ہے [illegible]

یعنی عقل کا بڑا کام یہ ہی کہ وہ دُنیا کے معاملات میں تمثیلات اور نظائر کا انتخاب ٹھیک ٹھیک کری۔ اگر آدمی اُس میں مغالطہ کھاتا ہی تو زمانہ سابق کا علم اُس کو کچھ نہیں سکھاتا بلکہ فریب دیتا ہی۔ ایسے آدمیوں کو شہرت حاصل کرنے دو۔ مگر اُن کو کام نہ سپرد کرو۔ کیونکہ حمق اُنسے زیادہ اچھی طرح کام کر سکتے ہیں ✢

دوستی۔

× ارسطاطالیس کا قول ہی کہ انسان کو اپنی خوشی کے لئے یہ ضرور ہے کہ وہ کسی دوسرے آدمی سے دوستی کرے۔ اگر کسی شخص کو دوستی کی ضرورت ظاہر و باطن میں نہ ہو تو وہ انسان نہیں ہی۔ کیا اُس سے نہایت کمتر ہے یا نہایت اعلےٰ درجہ پر ہے۔ اسی مضمون کو یوں بھی بیان کیا ہی کہ جس شخص کو تنہائی پسند ہے وہ کیا وحشی حیوان ہی یا دیوتا ہی۔ اس مختصر بیان میں پہلی بات کو سب مانتی ہیں کہ جس شخص کو صحبت انسانی سے نفرت ہو۔ اس میں ضرور کوئی وحشی حیوان کی صفت ہوتی ہے مگر دوسری بات میں اختلاف ہی۔ بعض تو اسکو بالکل غلط جانتے ہیں کہ کہیں تنہا نشینی سے آدمی کو خدا ملتا ہی ✢

ارسطو اس کا قائل ہے کہ بعض آدمی سوچنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اپنی ذات کے لئے کافی ہوتے ہیں اور شہری آدمیوں سے برتر ہوتے ہیں ظاہری حالتوں کے وہ محتاج نہیں ہوتے اسلئے وہ خدا کی طرف بالکل توجہ رکھتے ہیں مگر افلاطون اُس سے انکار کرتا ہی۔ اور حکیموں کو ہدایت کرتا ہی کہ وہ جمہوری سلطنت میں معاملات ملکی میں متوجہ ہوں یہی کام خدا تک پہنچائیگا محض تنہائی سے خدائی صفات نہیں آتیں رشی منی فقرا۔ راہب بھی خلوت گزین اسلئے ہوتے تھے کہ جلوت میں بیٹھیں اور خدا سے باتیں یہ لوگ تنہائی کے معنے نہیں سمجھے۔ تنہائی کے معنے یہ نہیں ہیں کہ آدمی ہمراہ نہ ہوں بلکہ اسکے معنے یہ کہ دوست پاس نہوں اگر آدمی بہت سے ہوں اور اُن میں محبت نہ ہو تو وہ ایک مرقع تصاویر کا ہے اور اُن کا بولنا ایک باجے کی سی آواز ہی۔ بڑا شہر بڑا جنگل ہوتا ہے اس لئے کہ اُس میں دوست دور دور رہتے ہیں

تو وہ اس میں ملنے جلنے بہت کم ہیں۔ وہ شریک حال باہم ایسے نہیں ہو سکتے جیسے ا
پس پاس کے ہمسائے اس شخص کی تنہائی سے زیادہ مصیبت ناک ہے کہ جس کے سچے دوست
نہ ہوں سچے دوستوں بغیر دنیا ایک ویران جنگل ہے۔ اس دنیا کے تماشہ میں جو شخص
تنہائی کو پسند کرتا ہے۔ اس کی طبیعت وحشت انگیز ہے کہ وہ دوستی کے قابل نہیں
ہوتا وہ حیوان ہوتا ہے۔ انسانیت نہیں رکھتا۔ قول ہے کہ بڑا پھل دوستی کا یہ
ہے کہ اس سے دل ہلکا ہوتا ہے جو باتیں دل میں بھری ہوتی ہیں وہ سب زبان پر آتی ہیں سب
سے زیادہ سخت تکلیف آدمی کے جسم کو گلے گھٹنے اور بھنچنے سے ہوتی ہے۔ بس ایسے ہی دل کا
حال ہے کہ اگر دوست نہ ہوں تو بڑا گھٹتا اور بھنچتا ہے۔ دل جب تک کہ منبسط نہیں ہوتا۔
سچا دوست ... آدمی اپنی سارے رنج تو ... شکستہ یقین صلاح و مدد ...
... جو دل میں ... ہوتا ہے وہ دوست کے روبرو نہایت محبت سے بیان کرتا ہے۔
بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس دوستی کو بڑے بڑے بادشاہ اور فرماں روا
اپنی جان و نشان کو جوکھوں میں ڈال کر خریدتے ہیں اکثر ایسے کہ بادشاہ اور
رعایا و ملازمین کے اقبال اور دولت میں زمین و آسمان کا بعد ہوتا ہے
دوست پیدا کرنے کے لیے ضرور ہے کہ رعایا میں سے لوگوں کو اوّل درجے
... تک ذریعہ پر پہنچائیں اور پھر ان کو اپنا رفیق بنائیں اس کام کے کرنے میں
... نقصان پڑتی ہیں بادشاہ۔ عاقل شجاع۔ اہل دل۔ زبردست اپنی
... سے بڑے محبت کرنے والے یہ سب جانتے ہیں کہ بغیر دوستوں کے دل کو چین
اور آرام نہیں ملتا۔ اگر وہ ان کو نہ پیدا کریں تو ان کے کام ادھورے پڑے رہیں۔
دوستوں سے دل کو تسلی و تشفی حاصل ہوتی ہے وہ بھائی بندوں سے نہیں حاصل ہوتی۔
فیثا غورث کا قول ہے کہ جو شخص ایسا دوست نہیں رکھتا کہ اس کے آگے اپنے دل کی باتیں
کہے وہ مردم خوار ہے جو اپنے دل کو کھاتا ہے۔ جو شخص اپنے احباب کے روبرو اپنی رنج و

خوشی کو بیان کرتا ہی۔ اس سے یہ دو فائدہ متضاد اثر پیدا ہوتے ہیں۔ کہ
خوشی اس کی دو چند ہوتی ہی۔ اور رنج آدھا ہوتا ہی۔ کوئی شخص ایسا نہیں ہوتا
کہ وہ اپنی خوشی کو دوستوں میں بیان کرے اور اس سے اس کی خوشی نہ بڑھ جائے
اور غم [illegible] دوستی کا حال قانون طبعی کا سا ہوتا ہی کہ
وہ [illegible] کہ قانون قدرت
[illegible] پیدا ہوتی ہی [illegible] کہ ان کے [illegible]
[illegible] دوستی کا دوسرا [illegible] ہی کہ اس [illegible]
ہوتی ہی [illegible] پیدا ہوتی ہی [illegible] عقل کی [illegible]
صاف کر دیتی ہے۔ اس دوسرے پہلو سے انتشار [illegible]
روشن ہو جاتی ہی۔ [illegible] نہیں کہ دوست سے [illegible]
اس کے سامنے فقط زبان سے بیان کئے جائیں تو [illegible] ہوتی ہی
اور یہ معلوم ہوتا ہی کہ الفاظ میں ان خیالات کی صورت کیا ہوتی ہی [illegible]
پہلے اپنے خیالات کی ترتیب درست کرنی پڑتی ہی اس سبب [illegible] گفتگو سے
دانائی حاصل ہوتی۔ وہ ایک دن کے سوچ سے نہیں حاصل ہوتی جو خیالات کہ ایک گٹھڑی میں
بندے ہوئے تھے وہ کھل جاتے ہیں ان کی صورت منتظم ہو جاتی ہی۔ اس سے خیالات روشن ہو
[illegible] اپنا حال کھل جاتا ہے اور [illegible] کی باتیں [illegible] پر اترتی ہیں جو ابھی بنائی ہوئی نہیں ہوتی۔ [illegible]
دماغ میں خیالات گھونٹ گھونٹ کر رکھنے سے تو یہ بہتر ہے کہ وہ کسی پیکر یا بت کے
سامنے بیان کئے جائیں سوا اس کے دوستوں سے صلاح و مشورہ لیا جاتا ہی جو کہ
وہ ایمانداری اور وفاداری کے ساتھ دیتے ہیں صاف روشنی ہمیشہ تیز ہوتی ہی آدمی
دوست کی صلاح و مشورہ سے روشنی پاتا ہے وہ زیادہ صاف ہوتی ہی اپنی فہم
کی روشنی میں اپنی محبت اور رسم و رواج کی آلائش ہوتی ہی اپنے اور دوست کی صلاح و

مشورہ میں ایسا فرق ہوتا ہے جیسے کہ دوست اور خوشامدی کے صلاح اور مشورہ میں
کیونکہ آدمی کا کوئی خوشامدی اس کے اپنے آپ سے زیادہ نہیں ہوتا اس لیے آپ اپنے
آپ کی خوشامد کا علاج دوستی کی آزادی سے زیادہ کوئی اچھا نہیں ہوتا۔ لیکن دوستوں جو
صلاح مشورے ہوتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں ایک صلاح والطور اخلاق کے باب میں
دوسری معاملات کے باب میں اول صورت میں دوست کی پند و نصائح سے دل کی
درستی اور صلاح ہوتی ہے آدمی کا اپنے آپ سے محاسبہ لینا حقیقت میں بڑا علاج دل کی
اصلاح کا ہے مگر وہ بڑا جان خراش اور دل تراش ہوتا ہے اخلاق کی اچھی کتابوں کا
مطالعہ بھی بے جان ہے۔ اوروں کی خطاؤں کو دیکھ کر اپنی اصلاح کرنی بھی کچھ مناسب
حال نہیں ہوتی۔ کیونکہ ہم اوروں کی برائیوں کو دیکھ کر جب تک خود پر ان سے فائدہ نہیں
اٹھاتے آدمی کا قاعدہ ہے کہ وہ ایسا ہی خطاؤں پر لعنت ملامت کرتا ہے۔ اور
خوشی بھی کرلیتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ وہ کچھ خطاؤں کے دیکھنے میں اندھا ہوتا ہے
مگر اس کے دل میں ایک اور بات ہوتی ہے کہ وہ اوروں کے انصاف کرنے میں
ان کی دردناک لغزش کو دیکھتا ہے۔ مگر یہ نہیں سمجھتا کہ وہ کیونکر لغزش سے غم زدہ
ہوئی اور اپنی ذات کے لئے انصاف کرتے ہیں۔ وہ یہ دیکھتا ہے کہ میں کیسا لغزش
سے غم زدہ ہوں مگر یہ نہیں دیکھتا کہ کیوں لغزش ہوئی۔ آدمی اپنے افعال میں سخت
غلطیاں بیہودگیاں اس سبب کرتا ہے کہ اس کے دوست نہیں ہوتے جو اس کو
ان پر مطلع کرتے۔ اور اس سے دولت کا نقصان پیدا ہوتا ہے اور شہرت ناموری
پر حرف آتا ہے۔ ان کا حال ایسے آدمیوں کا سا ہوتا ہے کہ بعض دفعہ اپنے منہ
آئینہ میں دیکھتے ہیں اور اپنی صورت و چہرہ کو بھول جاتے ہیں اب دوسری صورت معاملہ
میں صلاح و مشورہ کی یہ ہے کہ ایک آدمی اگر چاہے تو یوں خیال کرسکتا ہے کہ دو آنکھیں
ایک آنکھ سے زیادہ نہیں دیکھ سکتیں جواری ہمیشہ تماشائی سے زیادہ دیکھتا ہے

آدمی غصہ میں بادہ دانشمند بہ نسبت اس عاقل کے ہوتا ہی جو غصہ کے وقت چوبیس
حروف الف بے ہتے کے پڑھا کرتا تھا - اور ایک تیجہ ہاتھ سے ایسا ہی چھوٹ
سکتا ہی جیسے کہ ٹھیک پر رکھنیہ ہوا - بہت سی اسی قسم کی بیوقوفی کی باتیں ال
کر کے وہ سمجھتا ہی کہ میں ہی سب کچھ ہوں مگر جب سب کچھ کام ہو چکتا ہی تو معلوم
ہوتا ہی کہ دوست کی نیک صلاح ہی سے کام سنورتے اور درست ہوتے ہیں آدمی
اگر بہت اصول کاروں میں مشورہ اپنے کاموں کو ٹوٹے ٹکڑے کر کے لے گا یعنی ایک
کام میں کسی سے مشورہ لیتا ہی اور دوسرے کام میں کسی دوسرے سے اور
علیٰ ہذا القیاس اگرچہ اس طرح صلاح و مشورہ لینا بالکل صلاح و مشورہ نہ لینے سے اچھا ہو
مگر اس صورت میں خطرے ہیں اوّل یہ کہ ایسے آدمی کو کوئی نیک صلاح جس کی بھروسہ ہو
اعتماد ہو نہیں ملیگا - دوم یہ کہ وہ صلاح و مشورہ ایسا ہوگا کہ اس میں کچھ برائی
ہوگی کچھ بھلائی - اگر تم اپنے مرض کے علاج کے لئے اس طبیب کو بلاؤ جو اس مرض کا
علاج کرنا خوب جانتا ہو مگر تمھارے مزاج سے ناآشنا ہو تو وہ اس مرض کو دور
کر دیگا مگر آیندہ موت کو قریب کر دیگا - یہ امر شاذ و نادر ہی کہ کوئی دوست ایسا
ملے کہ جو تمھاری حالت سے پورا واقف نہ ہو اور وہ کسی معاملہ میں ایسی صلاح و مشورہ
دے جو اور معاملات میں خلاف اندیشہ ہوں بہت سے آدمیوں سے صلاح و مشورہ کرنا ایسا
ہی ہی جیسے مرض کے علاج کے لئے بہت سے طبیبوں کا بلانا کہ وہ بجائے اچھا کرنے کے اور زیادہ
مرض کو بڑھا دینگے - علاوہ ان دو پھلوں کے جو اوپر بیان ہوئے کہ ایک جیسے
دل کو املوں اور دوسرا رائے کو خطائے مضمون کرتا ہی آخر پھل یہ ہے جو انار کی
طرح بہت سے دانے رکھتا ہی یعنی دوست سارے کاموں اور موقعوں پر معین اور
مددگار ہوتا ہی - متقدمین کا کیا عمدہ مختصر مقولہ ہی کہ دوست اپنی ذات ثانی
ہوتی ہی بلکہ دوست اپنی ذات سے بھی بہتر ہوتا ہی پس انسان دوستی سے آدمی

اپنی زندگی کو اس طرح بڑھا سکتا ہے کہ آدمی بہت سی امثال اپنی ذات کے جو مختلف کام چاہتے ہیں پیدا ہو کر ہر آدمیوں کے واسطے مرنے کا ایک وقت مقرر ہے وہ بہت دل میں اپنے بہت سے ارمان لیکر دنیا سے سدھار جاتا ہے جیسے بچوں کی شادی اور بعض اور شوق کے کاموں کی ناتمامی مگر ان کاموں کو ان کے بعد دوست ایسا ہی پورا کر دیتے ہیں جیسے وہ خود کرتے - آدمی کے ایک جسم ہوتا ہے اور وہ ایک ہی جگہ قید ہوتا ہے جہاں وہ کام کر سکتا ہے مگر دوستوں کے ہونے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت جگہ کام کر رہا ہے - بہت سے کام آدمی خود اس خوش اسلوبی کے ساتھ نہیں کر سکتا جو اس کے دوست کر دیتے ہیں مثلاً اپنی لیاقت کا اظہار اپنی تعریف وہ خود کرنے سے شرماتا ہے مگر وہ دوستوں کی معرفت بخوبی ہو سکتی ہے - اور اس قبیل کی بہت سی باتیں ہیں کہ جن کے کرنے سے خود آدمی کو شرم آتی ہے مگر وہ دوستوں کی معرفت بخوبی سرانجام پاتی ہیں آدمی کے بعض رشتہ دار ایسے ہوتے ہیں کہ جن کو وہ جدا نہیں کر سکتا مگر ان سے باتیں موافق اپنے رشتہ کے کرتا ہے جیسے کہ بیٹے سے باپ بن کر بیوی سے میاں بن کر - دشمن سے بعض شرائط کے ساتھ باتیں کر سکتا ہے - مگر دوست سے جیسا موقع و محل ہو ویسی باتیں کر سکتا ہے وہ کسی ذات خاص سے مخصوص نہیں ہوتیں ہیں ایسے ہیں جو اپنے حصہ کا کام بغیر دوست کی شرکت کے پورا نہ ہو سکے تو بہتر ہے کہ اسے چھوڑ کر چلا جائے ✣

(۴۹) ہر نعمت میں ایک شیرینی لطافت دوستی پیدا کر دیتی ہے - وہی تنہائی بڑی ہولناک ہے جس میں دوست نہوں بے ایمانی کی بڑی سزا ہے کہ بے ایمانوں کو دوستوں کی نعمت سے وہ محروم کر دیتی ہے - جو شخص دوستی اختیار کرتا ہے وہ نئی مسرتوں کی بیڑیاں پاؤں میں ڈالتا ہے -

(۵۰) اگر ساری دنیا قبضہ میں ہو اور کوئی دوست نہ ہو تو وہ ہیچ ہے - اگر ساری

دنیا کے بدلہ میں ایک دوست ہاتھ لگے تو ارزاں ہی جیسا کہ مشتبہ دوست سے خوف لگتا ہی ایسا دشمن سے نہیں ہوتا +

(۴) جو شخص اپنی ذات سے محبت رکھتا ہی اور دوستی سے بھاگتا ہے وہ سخت الزام کے قابل ہی۔ جو شخص کہ دوستی رکھتا ہی مگر اُس سے عام بھلائی کا خیال نہیں رکھتا وہ نکو کاری کے بڑے حصے سے محروم رہتا ہی +

(۵) جب شکاری کے ہاتھ سے ہرن زخمی ہو کر اپنے گلہ میں جاتا ہی تو اور ہرن اُس کو اپنے سینگوں سے مار کر بھگا دیتے ہیں گویا وہ بھی اصول حفاظت ذات پر عمل کرتے ہیں غرض خواہ حیوان ہو یا انسان دونو کو مصیبت کے وقت سچا دوست ملنا مشکل ہی +

(۶) دنیا میں دوستی کا حال ایسا ہی جیسا کہ خزاں میں درختوں کے پت جھڑ کا۔ کہ جب تک درخت میں پتوں کی پرورش کا رس بھرا ہوتا ہی وہ لگے رہتے ہیں جہاں وہ ختم ہوا اُسے چھوڑ جاتے ہیں ایسے ہی جب تک آسودہ حالی کی بہار رہتی ہی دوستوں کی بھیڑ لگی ہوئی رہتی ہی جب مفلسی محتاجگی کی آتی ہی تو سب چھوڑ کر چلے جاتے ہیں وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے جس کو مصیبت کے وقت کوئی سچا دوست مل جاوے اور اُس سے زیادہ وہ خوش نصیب ہے کہ جو دوستوں کا محتاج ہی نہ ہو +

(۷) دوستی چاند کے گرہن دیکھنے کے لئے اور دشمنی پورا چاند دیکھنے کے لئے آنکھیں بند کر لیتی ہی۔ بُرے آدمیوں کی دوستی صبح کے سایہ کی طرح گھٹتی ہے۔ بھلوں کی دوستی شام کے سایہ کی طرح بڑھتی ہی اور جب تک آفتاب حیات غروب نہیں ہوتا قائم رہتی ہی۔

(۸) جو دوستی پاک اور مقدس ہوتی ہی۔ موت سے پہلے اُس میں کمی نہیں آتی۔ بلکہ مرنے کے بعد وہ آلائش سے اور پاک وصاف ہو جاتی ہی۔ دوست کے عیب مرنے کے بعد چھپ جاتے ہیں اور خوبیاں اُس کی جس کا چہرہ اب نظر نہیں آتا ہی قبر کی تاریکی میں روشن نظر آتے ہیں۔

(۹) دوستی دولت اور حکومت ہی۔ دوستی زندگی کا ایک عنصر

[illegible] دنیا کو وہ آرام نہیں پہنچاتے جو دوستی پہنچاتی ہے دوست کی خدمت کرنے
[illegible] طرح کے کام کرو جس سے تم خوش رہو +

(۱۰) دنیا کے اندر دوستی زیادہ تر طلبۂ عیش و طرب اور بڑی کامیابی کے واسطے ہوتی ہے
[illegible] جس ہستی کی نیکی پر زور ہوتا ہے وہ [illegible] پر ختم ہوتی ہے +

(۱۱) نادان دوست سے دانا دشمن اچھا ہوتا ہے ارسطو کا قول ہے دوست دو
[illegible] +

(۱۲) آدمی دوست کو اس وقت بڑا خیال کرنے لگتا ہے جب اس کی قدر و منزلت کو
[illegible] سے زیادہ لوگوں میں سمجھتا ہے +

(۱۳) [illegible] دوستی کا حال [illegible] کا سا ہوتا ہے کہ جس دیوار پر پھیلے اسی کو کمزور
[illegible] دوستی [illegible] درخت ایسا نہیں ہے کہ وہ جلد نشو نما پائے گو
[illegible] دولت کی زمین کی گہری کھائی میں لگایا گیا ہے۔ پھر بھی وہ بہت [illegible]
[illegible] امیر علاقوں کی پانی [illegible] سے پورا ہوتا ہے +

(۱۴) نیک آدمی اچھا دوست ہوتا ہے۔ اس کو جلد پسند کرو۔ اور دیر تک اس کے ساتھ
نباہ کرو اس وقت چھوڑو کہ اس میں وہ نیکی جس کے سبب سے پسند کیا تھا نہ رہی +

(۱۵) ایک دوستی کی بنیاد آزادی کی محبت اور ملک کی عظمت کی دو مضبوط پہاڑوں
پر رکھی جاتی ہے۔ خدا پرستی۔ بہادری۔ مربیانہ محبت کی پائے اس پر بنائے جاتے
ہیں اور نیک دلی۔ فیاضی۔ اخلاق کے اعتبار کی عمارت اس پر کھینچی جاتی ہے اور
یوں عالیشان مکان ختم ہوتا ہے۔ ایک دوستی کی بنیاد ریت پر ہوتی ہے جس کو بیماری
[illegible] راضی اور خواہ نفسانی کے ہوا کے جھکڑ ایسا بدل دیتے ہیں کہ نشان بھی باقی نہیں رہتا۔

(۱۶) خالی آؤ بھگت سے دوستی نہیں پیدا ہوتی۔ بلکہ وہ ایسی باتوں سے پیدا
ہوتی جس سے محبت ثابت ہو۔ یہ کام بڑی لیاقت کا ہے کہ ہم اچھے طریقے سے کسی

دوسرے آدمی کا دل تسخیر کر لیں زور سے کوئی دوست نہ بنتا ہی نہ رہتا ہی وہ تو ایسا جانور ہی کہ سوا مہربانی اور مرضی کے کسی اور چیز سے نہ پکڑا جاوے نہ ہلایا جاوے

(۱۷) ایسی محبت کی باتیں کرو کہ جس سے لوگوں کے دلوں میں گدگدیاں ہونے لگیں اور یہ نتیجہ کہ سوا ان کی خوشی خاطر کے تم کچھ اپنی غرض نہیں رکھتے۔ دل سے اُن پر تم احسان کرو اور اپنے تئیں پیش کش ان کا بنا لو +

(۱۸) جو شخص دوست کے لئے کوئی کمینہ کام کرتا ہی تو وہ اُس طلائی زنجیر کو توڑتا ہی جو اُن کے دلوں کو وابستہ رکھتی تھی +

(۱۹) جو دوست نفع [illegible] کرتے ہیں وہ اُن کے جیتے تک دوست رہتے ہیں موقوف ہونے پر ان کی محبت نہیں رہتی +

(۲۰) سچی محبت کمیاب اور اُس سے زیادہ سچا دوست نایاب خوش اقبالی کے زمانہ میں سچے دوست بلانے سے آتے ہیں اور بد اقبالی میں بن بلائے +

(۲۱) دوستوں کے درمیان باتیں بڑے مزے کی ہوتی ہیں۔ [illegible] آزادی نصیحت تعلیم سب کچھ ان میں ہوتا ہی جو دل میں ہوتا ہی وہی زبان پر کوئی پردہ [illegible] دوستی کی باتوں [illegible] دل [illegible] بات [illegible] ہیں اور خیالات آتے ہیں جو کسی چیز [illegible] ہوتی ہی یہ سب باتیں ظاہر ہوتی ہیں اور ایک دوست دوسرے کے سامنے [illegible] رکھ دیتا ہی اور ایک دوسرے کا آئینہ ہوتا ہی۔ یہ خوبیاں بھلا کس سے [illegible] ہوتی [illegible] کیسے ہی مختلف مضامین پر آزادی اور وسعت کے ساتھ [illegible] ہو [illegible] بہار یا خزاں یا وضع طرح تراش خراش +

(۲۲) [illegible] یہ دانشمندانہ مقولے یاد رکھنے چاہئیں خیر خواہ بہت ہوتے ہیں مگر [illegible] بہت ہوتے ہیں شیریں کلامی دوستوں کو بڑھاتی ہی اور خوش کلامی صاحب سلامت والوں کو زیادہ کرتی ہی صلح ہزاروں سے رکھو مگر مصلاح ہزار میں ایک سے لو۔ دوستوں کے

انتخاب کرنے میں ان نصائح کو یاد رکھو۔ جب کسی شخص کو دوست بناؤ تو اُس کا اوّل امتحان کرلو۔ جلدی سے دوست نہ بنالو۔ کیونکہ بہت سے اپنی خودغرضی کے موقع پر غلط نما دوست بن جاتے ہیں اور رنج و تکلیف کی حالت میں دوست نہیں رہتے۔ بعض دوست ایسے ہوتے ہیں کہ دشمن ہو جاتے ہیں اور لڑنے لگتے ہیں اور عیبوں کو ظاہر کرتے ہیں بعض دوست دسترخوان کے ہوتے ہیں وہ مصیبت کے دن میں پوچھتے بھی نہیں تمہاری اقبالمندی میں وہ ایسے دوست ہوتے ہیں کہ دانت کاٹی روٹی کھاتے ہیں اور ایک دل و جان معلوم ہوتے ہیں اور وہ تمہارے امور کے مختار ایسے بن جاتے ہیں کہ تمہاری نوکروں پر حکم چلاتے ہیں لیکن جب تمہاری برے دن آتے ہیں تو وہ علیحدہ ہو جاتے ہیں اور پھر کبھی منہ بھی نہیں دکھاتے ✤ کیا کسی نے خوب کہا ہے کہ جیسا تم اپنے تئیں دشمنوں سے بچاتے ہو ایسے ہی اپنے دوستوں سے بھی ہوشیار رہو۔ وفادار دوست آدمی کے لئے ایک حصن حصین ہوتا ہے۔ جس کو ایک دوست مل گیا اُس کو گویا ایک خزانہ مل گیا یہ اچھا مقولہ ہے کہ وفادار دوست دوا ہوتا ہے۔ درد و رنج جو مرضوں کی طرح تجھے لپٹتے ہیں ان کو وہ اچھا کر دیتا ہے۔ نیک آدمیوں کی دوستی نیک ہی آدمیوں سے ہوتی ہے پرانے دوست کو نہ چھوڑو۔ نیا دوست اُس کی برابر نہیں ہو سکتا نئے دوست کا حال نئی شراب کا سا ہوتا ہے کہ جب تک وہ پرانی نہ ہو تو خوشی سے نہیں پی جا سکتی دوستوں کی یہ خوب تمثیل ہے کہ جو شخص بیٹھے ہوئے پرندوں پر پتھر مارتا ہے وہ اُن کو اُڑاتا ہے۔ ایسے ہی جو شخص دوستوں پر تبرا کرتا ہے وہ دوستی کو توڑتا ہے اگر دوست پر تلوار کھینچو یا اُس کو برا کہو تو ایسی مایوسی نہیں ہوتی کہ پھر منانے سے وہ مہربان نہ ہو لیکن اگر دوست پر لعنت بھیجو یا اُس سے غرور کرو یا اُس کا راز افشا کرو یا فریب سے زخمی کرو تو ان باتوں سے رشتہ دوستی بالکل منقطع ہو جاتا ہے۔ جو شخص دوست کا راز افشا کرتا ہے وہ اپنا اعتبار کھوتا ہے۔ پھر کوئی اُس کا دوست نہیں ہوتا۔ تم کو چاہئے

کر دوستے محبت ۔ اور وفاداری کرو اگر تم اُس کا راز افشا کرتے ہو تو اُس کے
پیچھے نہ چلو جیسے کوئی شخص اپنے دشمن کو غارت کرتا ہی اسی طرح تم نے اپنی دوست کی
محبت کو تباہ کیا ہی جیسے کسی آدمی کے ہاتھ سے نکل کر چڑیا اُڑ جاتی ہی کہ وہ پھر ہاتھ
نہیں آتی ایسی ہی تم نے دوست کو ہاتھ سے کھویا ہی کہ وہ پھر ہاتھ نہیں آئیگا جیسے ہرن
جال سے نکل کر دُور بھاگ جاتا ہے ایسے ہی دوست تم سے دُور چلا گیا ہی۔ جو دوست کے
زخم لگاتا ہی وہ اچھا ہو سکتا ہی۔ اُس کے کالم گلوج کے بعد صلح ہو سکتی ہی۔ مگر
جب تو اُس کا راز افشا کرے تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ آدمی اکثر ایسے آدمیوں سے رشتۂ اتحاد
جوڑ لیتی ہیں جن کا حال اُن کو نہیں معلوم ہوتا۔ خوب ایک برس تک اُن میں باتیں
چھپی ہوئی رہتی ہیں تو اُن کی وہ عیب کھلتی ہیں کہ جن کا دلی دوستی کے وقت
گمان بھی نہ تھا۔ بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ ایک خاص عمر تک اُن میں خوبیاں نیک
وابستہ ہوتی ہیں پھر وہ بگڑ کر بدخصلت ہو جاتے ہیں پس جو شخص ایسے آدمیوں کا
دوست ہوتا ہی کہ وہ کبھی فرشتے کبھی شیطان بن جاتے ہیں تو اُس کو بڑی تکلیف
اٹھانی پڑتی ہی مگر بڑی دانشمندی یہ ہے کہ اپنی خصائل کی خوبی و نیکی کو ہاتھ سے نہ جانے دے ٭

(۲۲۳) جب دو آدمیوں میں میلان طبع ایک طرف ہو
کہ ایک دوسرے کی خوشی اور بہبودی کو زیادہ کرے تو اُسے دوستی کہتے ہیں اگرچہ
ہم نے بہت سے دانشمندوں کے قول اس باب میں نقل کیے ہیں مگر ہم دنیا میں دیکھتے
ہیں کہ اُن پر عمل شاذ و نادر ہی ہوتا ہے ہر شخص اُن خوبیوں اور نیک صفات کی
جو دوست میں ہونے چاہییں ایک لمبی فہرست بنانے کو تیار ہی مگر چاہتا ہی کہ اُن میں
کوئی صفت اپنے میں پیدا کرے سو نہیں کرتا۔ دوستی کے دو بڑے اصول یہ
ہیں کہ محبت و قدر و منزلت۔ جب تک یہ دونوں باتیں جمع نہ ہوں کامل دوستی
نہیں ہو سکتی جس آدمی کی ہم قدر و منزلت نہیں کرتے اُس کی دوستی سے ہم کو

شرم آتی ہے۔ جس شخص کی قابلیت اور لیاقت سے ہم واقف ہیں اور اس کی
قدر و منزلت کرتے ہیں لیکن ہم اس کی دوستی کا دم نہیں بھر سکتے جب تک اس کے
ہم کو نیک نیتی سے محبت کا میلان نہ ہو۔ حسد خواہ کسی قسم میں چھپی ہوئی ہو اس کو
دوستی نکال دیتی ہے۔ جس شخص کو دوست کے زیادہ خوش ہونے سے خوشی نہ حاصل ہو
اس کو جان لینا چاہیے کہ وہ دوستی کو جانتا ہی نہیں۔ جو دوستی چپ چاپ کی ہے وہ
زیادہ فائدہ مند ہوتی ہے اس سے کہ دانا دوست اس دوست سے بہتر ہوتا ہے کہ اظہار
محبت میں گرم جوش و پر خروش ہو۔ دوستی کے لئے یہ ضرور نہیں کہ جن میں وہ ہو
ان کا میلان طبع ایک ہی چیزوں کی طرف ہو اور ان میں مماثلت و مشابہت ہو۔
دو مختلف مزاج کے آدمیوں میں بھی اتحاد ہوتا ہے اور اس میں زیادہ لطف یہ ہوتا ہے
کہ آدمی دوست میں وہ خوبیاں و صفتیں دیکھتا ہے جو اپنے میں نہیں اس لئے وہ خود جن صفات
سے محروم تھا ان پر بھی علم اسی دوست کی بدولت حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ دوست بھی آدمی خود
دوسرا ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ مشکل بات جو دوستی میں پیش آتی ہے وہ یہ ہے کہ دوست اس
کی خطاؤں و غلطیوں پر اس خوش اسلوبی سے مطلع کرے کہ وہ یہ سمجھے کہ دوست نے جو کچھ کہا ہے
وہ میرے ہی فائدہ کے لئے کہا کوئی خود اس کی غرض نہیں ہے۔ جب دوست کو کسی
برے کام پر لعنت ملامت کرو تو انصاف اور سچ کے ساتھ اور بھی بار بار نہ ہو۔
جس دوست پر ملامت کرتے ہیں اس کے خوش کرنے میں اس سبب سے مایوسی
ہوتی ہے کہ جس برائی کے لئے اس پر ملامت کی جاتی ہے وہ اس سے خود آگاہ نہیں ہوتا
جس شخص میں قابلیت نہیں ہے کہ وہ دوستی کے سبب سے ترقی اور انسانیت قبول کرے
وہ زیادہ تر دوستوں کی ملامت کا تحمل نہیں ہو سکتا اس سے کیا تو اس کا دل
بجھ جاتا ہے یا دوست کی قدر و منزلت کم ہو جاتی ہے۔
دوستی کا بڑا کام یہ ہے کہ دوست میں ہمت و جرأت پیدا کر دے اس کو زندہ دل

بنا دے جن لوں کو اس ہی سہارے مل جاتے ہیں وہ زیادہ کام کرتے ہیں برخلاف اس کے جو دوستوں کے سہارے سے محروم ہو جاتے ہیں تو وہ پست اور بے ہمت ہو جاتے ہیں

(۲۴۴) دوستی اور رشتہ داری میں یہ فرق ہی کہ دوستی آدمی خود اپنے انتخاب اور اختیار سے پیدا کرتا ہی اور رشتہ داری قدرتی ہوتی ہی اُس میں خود اس کو دخل نہیں ہوتا اس لئے اگر آدمی دوستی کے حق نہ ادا کرے تو وہ رشتہ داروں کے حق نہ ادا کرنے سے زیادہ الزام کے قابل ہوتا ہی۔ اگر کسی دوست کی خطا کے سبب سے کوئی شخص ترک دوستی کردے تو اُس سے یہ معلوم ہوگا کہ دوست کے انتخاب کرنے کی قابلیت اُس میں نہیں ہے۔ دوست جو منزلہ خزانہ کے ہی اگر وہ جاتا رہے اور اُس کا اظہار کوئی نہ کری تو یہ بھی بڑی استقلال اور مضبوطی کا کام ہی +

(۲۴۵) اکثر یہ دیکھنے میں آتا ہی کہ آدمی مستقل دوستی اُن ہی کرتے ہیں جو اپنے سے اعلیٰ درجہ کی لیاقت نہیں رکھتی بلکہ وہ اپنے سے کچھ کم ہوتے ہیں وہ کبھی چھوٹی چھوٹی باتوں میں خوشامد کرکے دوستوں کا دل بھی خوش کر دیا کرتے ہیں اور اُن کو خود اپنے سے کم دیکھ کر اپنی بھی آپ خوشامد کر لیا کرتے ہیں +

(۲۴۶) جیسے زندگی میں دوستوں کی ملاقات سے مسرت ہوتی تھی ایسی ہی اُن کی یاد بعد مرگ خوشی ہوتی ہی گو آنکھوں میں آنسو ہی کیوں نہ بھرے ہوئے ہوں +

(۲۴۷) یہ سارا عالم جو ہمکو نظر آتا ہی اُس پر غور کریں تو یہ معلوم ہوگا۔ کہ عالم جسمانی عالم روحانی عالم اخلاقی کے اجزا میں باہم مطابقت اور اعمال میں ایسی مشابہت و مماثلت ہے جس سے ثابت ہوتا ہی کہ سارے عالم کا مدبر ایک ہی ہی اور اُسی کے ساری قوانین بنائی ہوئی جاری ہیں کہ جس کے سبب سے وحدت ارادی سب جگہ ایک ہی طرح موجود ہی۔ اجسام کی ترکیب کشش اور حرکات دیکھنے سے حکماء کو یقین ہے کہ نظام شمسی میں اجرام فلکی ہیں گو باہم بُعد عظیم ہے مگر اُس میں کشش ہے جتنے اجرام علوی

آفتاب کے گرد پھرتے ہیں وہ ایک اصول مستمرہ و قانون دائمی کے موافق باہم و آفتاب
کی طرف کشش کرتے ہیں یہی سبب ہے کہ زمین آفتاب کے گرد پھرتی ہی اور اپنی ہمراہیوں کو
چھوڑکر بھاگ نہیں جاتی۔ اب اس عالم جسمانی سے عالم اخلاق کی طرف ذہن دوڑائی
تو یہ معلوم ہوگا کہ انسانوں کے دلوں میں بھی کشش ایک اصول مستمرہ و قانون دائمی کی
موافق عمل کرتی ہی جس سے ان کا اجتماع ہوتا ہی اور اسکے نام گروہ و فرقہ مجلسیں و
محفلیں و بہت سی اسی طرح کے نام رکھے جاتے ہیں جیسے اجرام میں بعد کے متناسب کشش
ہوتی ہی جیسے جو قریب ہیں ان میں زیادہ کشش ہوتی ہی اور جو بعید ہیں ان میں کم۔ ایسی ہی آدمیوں کے
دلوں کا حال ہے جتنی ان میں قربت زیادہ ہوتی ہی اتنی ہی ان میں کشش زیادہ ہوتی
ہی جیسے اجرام و اجسام ہیں گو وہ کیسی ہی دور دراز فاصلے پر ہوں ان میں بھی ضرور
کشش ہوتی ہی گو معلوم نہ ہو ایسے ہی انسان کے دلوں میں جو لوگ بعید باہم رکھتے ہیں
کشش ہوتی ہی مگر ان کے ساتھ کشش قریبوں کی کشش کے سبب سے نہیں معلوم ہوتی اگر
یہ قرابتی نہ ہوں تو وہ معلوم ہونے لگے۔ اگر ایک شخص کے رشتہ دار نہ ہوں تو وہ دوستوں
ہمسایوں کے ساتھ کشش کریگا۔ اگر یہ دوست بھی نہ ہونگے تو اپنے اہل وطن و ملک کے
جب کسی غیر ملک میں ایک ملک کے آدمی ملتے ہیں تو بہت جلد دوست ہو جاتے ہیں ہاں
خدا تعالیٰ نے اجرام فلکی میں ایک دافعہ بھی رکھا ہی جو ان کو آپس میں ملنے نہیں دیتا
اور ایک کو دوسرے سے دور رکھتا ہی پس یہی حال اجتماع انسانی میں ہی کہ نفس کی بعض
خواہشیں و جذبات ایسی ہیں کہ آدمی کو ایک دوسرے کی نسبت وہ فیاضی نہیں کرنے دیتے جو
انسان کی جبلت میں داخل ہی جب بغض و کینہ دور ہو جاتے ہیں تو وہ فیاضیاں ہونے لگتی ہیں
جیسے کہ اجرام کے درمیان کشش ثقل کا سبب کوئی نہیں بتلا سکتا اسی طرح یہ جو انسانوں
کے دلوں میں کشش ہی اس کا باعث کوئی نہیں بتلا سکتا۔ خدا نے یہ دو نور راز کسی انسان
پر کھولے نہیں۔ جیسے کہ یہ کشش اجسام ہزاروں مظاہر قدرت کے ظہور کا باعث

ہوتی ہیں ایسے ہی یہ انسانوں کی دلوں کی کشش ہزاروں باتیں اجتماع انسانی کی ظاہر کرتی ہیں اور وہی تمام اخلاق کا باعث ہوتی ہیں اسی کے سبب سے انسانوں میں باہم محبت ہوتی ہے جس سے انتظام گیتی برقرار رہتا ہے۔ ساری دنیا کی بہبودی ان دلوں کی کشش پر موقوف ہے ✣

(۲۲) سچی دوستی کے لئے کن کن باتوں کی ضرورت ہے

ای تھنز میں سقراط اپنا ایک چھوٹا سا مکان بنواتا تھا۔ ایک شخص نے اس سے کہا کہ آپ جیسا بڑا آدمی ایسا چھوٹا مکان کیوں بنواتا ہے اپنی شان کے لائق مکان تعمیر کرنا چاہئے۔ سقراط نے اس کا جواب یہ دیا کہ میں اس تنگ مکان کو بڑا عالیشان اور باسامان سمجھونگا۔ اگر وہ سچے اور اصلی دوستوں سے معمور ہوگا۔ اس سے اس عالی منش روشن ضمیر حکیم کی رای ظاہر ہوتی ہے کہ اس کو بھی سچے اور اصلی دوستوں کے ملنے کی ایسی توقع بھی نہ تھی کہ وہ تنگ سا مکان ان سے بھر جاتا اور ان کے دل اس سے سچی محبت استقلال کے ساتھ رکھتے۔ یوں تو اس کے پاس ایسے آدمیوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی کہ جو اس سے ملنے کو اپنا مخر جانتے تھے یا اس سے کچھ سیکھنا چاہتے تھے یا اپنے اخلاق کی وجہ سے اس کی تعظیم و تکریم کرتے تھے ✣

سچی دوستی کے واسطے اتنی باتیں ضروری ہیں اور اتنے اتفاقات کا جمع ہونا لازم ہے کہ بڑا حصہ آدمیوں کا ایسا ہے کہ کوئی سچا دوست ان کا نہیں ہوسکتا۔ آدمی کو چاہئے کہ وہ ایسے ہی دوستوں پر اکتفا کرے کہ جن سے اپنا کام نکل جاے اور ملنے سے دل خوش ہو جاے ✣ آدمی اپنی خود غرضی اور ہواے نفسانی میں ایسا مبتلا ہے کہ اس کے گرد گرد آدمی ایسے ہیں کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی ساتھ فیاضی و احسان کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ اپنے مطلب و مقصد پر نگاہ رکھتے ہیں سواے اس خود غرضی کے انسانوں کی طبائع میں ایسا اختلاف ہے کہ وہ دلوں میں دوستی کو خارج کرتا رہتا ہے

بعض آدمی اپنی فیاضی اور احسان کرنے میں بڑی گرم جوش ہوتے ہیں مگر اُن میں استقلال نہیں ہوتا اس لئے وہ پُرانے دوستوں کو بغیر دشمن ہونے کے چھوڑ دیتے ہیں اور نئے دوستوں پر مہربانی کرنے لگتے ہیں بعض آدمی ایسے نرم دل موم کی ناک اور کانوں کے کچے ہوتے ہیں کہ اگر کوئی حسد وعناد یا خوشامد کے سبب سے کسی کی طرف سے اُن کے کان بھردے تو پھر اُن کو دوست پر شبہ ہو جاتا ہے ہر اُلٹی سیدھی والی کی صلاح پر چلتے ہیں لیکن آخر میں جو اُن سے کچھ اُس کے موافق وہ ٹھہر جاتے ہیں وہ شوق کی دوستی دو آدمیوں میں مستقل ہوتی ہے کہ ہر ایک میں نیکی برابر نہ ہو بلکہ ایک قسم کی ہو اور دونوں کا ایک ہی مقصد نہ ہو یا اُس کے حصول کے وسائل ایک ہی ہوں بعض آدمیوں کی ہم قدر کرتے ہیں محبت نہیں کرتے بعض سے محبت کرتے ہیں مگر اُن کی قدر نہیں کرتے مگر سچی دوستی میں دونوں باتیں ہوتی ہیں قدر بھی کرتے ہیں محبت بھی کرتے ہیں ؎

کہتے ہیں کہ رفیقوں اور حریفوں یعنی ہم پیشوں میں سچی دوستی نہیں ہو سکتی۔ ان میں رقابت کا رشک ایسا ہوتا ہے کہ وہ سچی دوستی کو نہیں قائم ہونے دیتا سچی دوستی ہمیشہ بہت کم اُن آدمیوں میں قائم رہتی ہے جو ہم حالت نہ ہوں ایک جانب اگر بزرگی ہو تو دوسری جانب میں کوئی اور صفت ہو جو اُس کو ہم وزن کرے فائدے جن کا معاوضہ نہ ملے اور وہ احسانات جن کا بدلا نہ ملے وہ اکثر دوستی کو نہیں بڑھاتے وہ احسان مندی کو بڑھاتے ہیں تعظیم وعزت پیدا کرتی ہیں بلکہ اس کے سبب سے بے تکلف ملاپ جلاپ جو دوستی پیدا کرتی ہے کم ہو جاتا ہے

(۲۰) تمام آدمیوں سے محبت کرنی انسان کا فرض ہے یعنی ایسی فیاضی اور مہربانی کی عادت اختیار کرے کہ اُس سے سارے آدمیوں کو فائدہ پہنچے لیکن سب آدمیوں کو برابر چاہنا ممکن نہیں ہے یہ تو جب ہی ہو سکتا ہے کہ آدمی کی تمام

خواہشہا نفسانی مردہ ہو جائیں +

(۳۰) دوستی کا نازک ہوجانا اور اس کے شکستگی کے اسباب۔ انسان کے واسطے دوستی سے زیادہ کوئی خوشی عمدہ نہیں ہے۔ مگر نہایت افسوس ہی کہ اس عمدہ خوشی کے جاتے رہنے کے صدہا اسباب ہوتے ہیں اور وہ ایسی نازک ہی کہ ایک ذرا سی بات میں ٹوٹ جاتی ہی اور کوئی انسان کے پاس ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کے جانے کا خطرا ایسا ہو جیسا کہ دوستی کا۔ اگرچہ اُس کی اُستواری کے باب میں بہت سے دانشمندوں نے اپنی فصاحت و بلاغت کو خرچ کیا ہی اور اُس کے استحکام اور اعتضاد و اعتبار و اعتماد کو نہایت مستقل بتلایا ہے اور اُس کی مثالیں بیان کی ہیں کہ دوستوں نے اپنی جان مال دوستوں پر قربان کی ہیں اور دولت و افلاس میں یکساں رہتی ہیں اور ابتدا عمر سے آخر عمر تک دوستی کے حق کو ادا کیا ہی لیکن ایسی مثالیں اس سبب یاد کے قابل ہیں کہ وہ بہت ہی شاذ و نادر دیکھنے میں آتی ہیں انسانوں میں دوستی کی بنا منفعت یا مسرت پر رکھی جاتی ہی۔ بس جہاں یہ باہمی مسرت اور منفعت ختم ہوئی دوستی نے بھی سلام کیا۔ بہت سے اتفاقات دنیا میں ایسے واقع ہوتے ہیں کہ دو میں دوستی نہیں رہتی اور طرفین سے کوئی حرکت پا جاتی ہے اور تلون مزاجی کی بھی سرزد نہیں ہوتی کیونکہ ہماری اختیار میں کسی کا خوش کرنا ہمیشہ نہیں ہوتا اور وہ شخص اپنی حال سے بڑا ناواقف ہی جو یہ یقین کرتا ہی کہ ہمیشہ دوسرے سے خوش ہو سکتا ہوں جو دوست ابھی رات دن خوشی سے بسر کر رہی ہیں وہ مختلف سببوں سے آپس سے جدا ہو گئے اب یہ مفارقت تھوڑی دنوں کی ہی تو پھر ملنے سے دوستی اور بڑھ جائیگی اور اگر زیادہ دنوں کی ہی تو اُن میں چاہیے کہ عشق مدت کی مہاجرت میں قائم نہیں رہتا یہ دوستی بھی قائم نہیں رہیگی جس چیز کو ہم کھو دیتے ہیں اور اُس کی ضرورت باقی رہتی ہے تو وہ جتنے دنوں کے بعد دوبارہ ملتی ہی اتنی عزیز ہوتی ہی۔ مگر جب جدائی ایسی ہو

کہ ایسی بھول جائیں اور کچھ ضرورت نہ ہے تو اُس کے ملنے سے بہت کم خوشی ہوتی ہے
کیونکہ اُس کے قائم مقام بہت سی چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں وہ دوست جس کے سامنے ہم
اپنے سارے دل کی باتیں کہہ دیتے تھے اور رات دن اُس کی ساتھ دل کی بہتی تھی
اگر وہ جدا ہو جاتا ہے تو اول اُس کی جدائی کا ایک ایک دن کاٹنا پہاڑ معلوم
ہوتا ہے۔ ہر گھڑی اُس کا تصور اور خیال رہتا ہے اور اُس کی باتیں یاد آتی ہیں
مگر یہ بے قراری اور بے چینی بہت دنوں تک نہیں رہتی کیونکہ اور دوست اُس کی
جگہ دل کے بہلانے والے مل جاتے ہیں اور جو تعلقات اُس کی ساتھ تھے وہ
اوروں کے ساتھ پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ دل لگی اور ہنسی خوشی کی باتیں ہونے لگتی ہیں
جب مدت کی جدائی کے بعد پرانے دوست ملتے ہیں تو جو امیدیں اُن کو آپس
میں ہوتی ہیں اُن میں جو مایوسی ہوتی ہے اُس کی برابر کوئی مایوسی نہیں ہوتی وہ
چاہتے ہیں کہ پھر سے اُن کی دوستی از سر نو زندہ ہو جائے اور وہی باتیں جو پہلے ہوتی
تھیں اب بھی ہونے لگیں مگر وہ یہ نہیں تحقیق کرتے کہ زمانہ نے کیا انقلاب اُن میں
پیدا کر دیا ہے اور کیا دونوں کو بگاڑ دیا جیسے اول ہی ملاقات کے گھنٹے میں اُن کو یہ معلوم ہو جاتا
ہے کہ خوشی جو ہم کو پہلے ملاقات میں ہوتی تھی۔ اُس کا خاتمہ اب ہو گیا۔ اب عالم ہی کچھ
اور سے اور ہو گیا۔ رایوں میں فرق پڑ گیا۔ جو وضع طرح میں مشابہت مماثلت تھی
اس میں مخالفت ہوئی۔ غرض وہ سب باتیں جن کے سبب ایک دوسرے کو پسند
کرتا تھا جاتی رہیں * دوستی اس سبب سے بھی جاتی رہتی ہے کہ اغراض میں تضاد
واقع ہو۔ کچھ ضرور نہیں کہ جاہ و دولت ہی سے غرض متعلق ہوں بلکہ بہت سی
چھوٹی چھوٹی و مخفی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان میں باہم رقابت پیدا ہوتی ہے اور
اُن کی خبر بھی اُن کو نہیں ہوتی کوئی شخص شاید ایسا ہو کہ وہ ایک ایسے بات کو
عزیز رکھتا ہو جس کو وہ نہایت ہم بالشان و اعلیٰ نہ جانتا ہو۔ مثلاً کچھ اپنی تعریف اور [illegible]

چاہنا۔ اگر کوئی وہ نہ کرے تو اس کا دل شکستہ ہو جاتا ہی۔ ایک دوست تو یہ جانتا نہیں کہ تعریف نہ کرنا یا ادب نہ کرنا گستاخی میں داخل ہی۔ اس لیئے وہ یہ تو کام نہیں کرتا۔ اس سے گو ظاہر میں دوستی شکستہ نہیں ہوتی۔ اس لیئے کہ شرم مانع ہوتی ہی کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں میں رنجیدگی ظاہر کی جاے مگر وہ تھوڑی تھوڑی جمع ہوتے ہوتے بہت بڑھ جاتی ہے۔ ایک دن بھانڈا پھوٹ جاتا ہی گو دنیا کے آدمی ایسی باتوں کو اپنے میں پیدا ہونا نہیں چاہتے اور جہانتک ہو سکتا ہی ان کو دباتے ہیں مگر بعض اوقات اس طرح باتوں کے صدمے سے بھی انسان کو رنج پہنچ جاتا ہی کبھی کبھی دوستوں میں دوستی کھیل و ہنسی کی باتوں تک جاتی رہتی ہی۔ ہنسی کی پھبتی ہو جاتی ہے پہلے ایک بات پر باہم چھیڑ چھاڑ شروع ہوتی ہی اور ابتدا میں اس کی پروا دونوں کو نہیں ہوتی مگر آخر کو اس کے بڑھنے سے طرفین کو غصہ آجاتا ہی اور کبھی لڑائی بندھ جاتی ہی شکر رنجی بھی ہو جاتی ہی۔ گو تھوڑی دیر کے بعد وہ آپس میں پھر مصالحت کر کے دوستی قائم کرتے ہیں مگر جب دوستوں میں ایک دفعہ رنجش ہو جاتی ہی تو پھر وہ صفائی ان میں نہیں رہتی ہی جو پہلی ہوتی ہی۔ دوستی کی شیرینی کو اس لڑائی کی یاد زہر آلود کرتی رہتی ہے۔ دوستی کے اور بھی دشمن ہیں اہل حزم کے دل میں ہمیشہ شبہ دوستی میں خلل ڈالتا رہتا ہی نازک مزاجوں میں نفرت دوستی کو ہٹاتی رہتی ہی بعض دفعہ دیکھنے میں آتا ہی کہ اپنے وطن سے دو آدمی جب گئے دوست تھے اور جب پھر کر آئے تو محض ناآشنا۔ سب سے زیادہ بری علت دوستی کے پیچھے یہ لگی ہوئی ہی کہ دوستوں میں بتدریج ہر ساعت ناپسندی ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں میں بڑھتی جاتی ہے کہ جن کی باہم شکایت ہو سکے نہ وہ رفع ہو سکیں جن کو غصہ آئے ان سے حفاظت ہو سکتی ہی۔ جن کو مضرت پہنچائے منفعت سے اس کا معاوضہ ہو سکتا ہی لیکن جب دوستوں میں ایک دوسرے کے خوش کرنے کی خواہش رفتہ رفتہ معلوم جاتی رہتی ہے تو پھر دوستی

از سر نو پیدا ہونے کی امید کچھ نہیں ہتی۔ جن قوموں میں جان ہی نہ رہے پھر ان کا علاج طبیب کیا کرسکتا ہی +

خرچ

دولت خرچ کرنے کے واسطے ہوتی ہے۔ اور خرچ عزت اور بعضے کاموں کے واسطے ہوتا ہی۔ عزت سی مراد یہ ہے کہ جس میں اظہار دولت ہو۔ جو لوگ غریب نہیں ہوتے وہ اظہار دولت میں اپنی عزت سمجھتے ہیں اور دولت کا اظہار وہ اس طرح کرتے ہیں کہ بہت سی وہ اشیا خریدتے ہیں کہ جو بیش بہا ہوں اور اُن کے نہ خریدنے سے وہ کنجوس یا غریب سمجھے جائیں چاندی اور گلٹ کی گھڑی سے ہی کام نکلتا ہی جو سونے کی گھڑی سے۔ پھولوں کے گہنے سے آرائش اور زیبائش کچھ جواہر سے کم نہیں ہوتی۔ مگر اس سبب سے کہ سونا اور جواہر بیش قیمت ہوتے ہیں اس لئے اُن کے رکھنے میں وہ اپنی عزت سمجھتے ہیں اگر یہ چیزیں بھی ارزاں ہوجائیں تو انھیں بھی وہ چھوڑ دیں اور اپنی آرائش اور بیش بہا چیزوں کی شروع کریں بعض دفعہ ایسے موقع آن پڑتے ہیں کہ ان میں اپنی دولت کو قربان کرنا پڑتا ہی جیسے کہ اپنی ملک اور قوم کی عزت بچانے میں ایسی صورتوں میں بڑے بڑے تونگر مفلس ہوجاتے ہیں مگر اس افلاس کی حالت میں اُن کی عزت پہلے کی نسبت زیادہ ہوجاتی ہی۔ ایسی موقعوں میں دولت کو اتنا خرچ کرنا چاہئی جتنا وہ مناسب ہی۔ مگر معمولی خرچ کا ایسا انتظام کرنا چاہئی کہ وہ مقدور سے باہر نہ ہو۔ حسب حیثیت و مقدور ہو اور نوکروں کو فریب دینے کا اور روپیہ بُری طرح اڑانے کا موقع نہ ملے اور خوش انتظامی کی یہ خوبی ہی کہ جو چیزیں دکھلانے کے واسطے رکھی جائیں وہ ایسی ہوں کہ اور لوگ اُن کی اصلی قیمت سے زیادہ اُن کی قیمت کا تخمینہ کریں یہ بڑی حماقت ہے کہ کوئی شخص نمائش کے لئے خرچ رکھ کر اپنے تئیں مفلس بنائے اظہار دولت سے عزت حاصل کرنے میں یہ بھی شرط ہے کہ اُس میں تکلیف نہ ہو

اس لئے جو لوگ اپنی مقدور سے زیادہ نمایشی خرچ رکھتے ہیں اُن کو چین نہیں ہوتا مثلاً وہ ایک عمدہ جوڑہ پہنتے ہیں تو اُس کے میلے ہونے اور کھونچ لگنے یا پھٹ جانے کا خوف اُن کو لگا رہتا ہے۔ یا چینی کے برتن بہت عمدہ خرید لیتے ہیں اُن کے ٹوٹنے کا ڈر رہتا ہے ایسی صورت میں مقدرت سے زیادہ اظہار دولت عذاب جان ہو جاتا ہے۔ اگر ایسے پیدا ہوں تو بہتر ہے کہ وہ ان چیزوں ہی کو سرے سے نہ رکھیں اگر آدمی اعتدال سے رہنا چاہے تو آمدنی سے آدھا خرچ رکھے اور اگر دولت مند ہونا چاہئے ایک تہائی آمدنی کا خرچ رکھے۔ بڑے آدمی اگر اپنی جائداد کی خود دیکھ بھال رکھیں تو اس میں ان کی کسر شان نہیں ہے۔ اگر وہ یہ کام نہ کریں تو اُن کو چاہئے کہ وہ اچھے ملازم تلاش کریں اور اُن کو بدلتے رہیں کیونکہ نئے نوکر خوف زیادہ کرتے ہیں اور مکر و فریب کم بعض آدمی کچھ غفلت کے سبب اپنی جائداد کے محاسبے باز نہیں رہتے بلکہ اس وجہ سے کہ اُن کو اس سے رنج ہوتا ہے۔ مگر زخم تو بغیر داغ کے اچھا نہیں ہوتا۔ دولت مند آدمیوں کو خیالی ضرورتیں بہ نسبت غریب آدمیوں کی زیادہ ہوتی ہیں۔ گو دولتمندوں کی تعداد بہ نسبت غریب آدمیوں کے بہت کم ہوتی ہے۔

مگر ان کے قرض کی مقدار بہ نسبت غریب آدمیوں کے زیادہ ہوتی ہے اسی لئے اُن کو تکلیفات بہ نسبت غریب آدمیوں کے زیادہ ہوتی ہے۔ جو لوگ اپنی جائداد کی دیکھ بھال کمتر کرتے ہیں اُن کو چاہئے کہ اپنی آمدنی اور خرچ کی مقدار ایسی مقرر کریں کہ اُس میں فرق نہ آئے اور اُن میں کوئی مشتبہ ہو جو شخص کسی ایک طرح کا خرچ زیادہ کرے تو اس کو چاہئے کہ وہ دوسری طرح کے خرچ میں کمی کرے مثلاً ایک شخص خوراک میں زیادہ خرچ کرتا ہے تو اس کو پوشاک میں تخفیف خرچ کرنی چاہئے اگر نوکروں میں حویلی کے اندر زیادہ صرف کرتا ہے تو اصطبل میں گھوڑوں کا خرچ کم کرنا چاہئے۔ جو شخص ہر طرح کے خرچ میں مسرف ہوگا۔ آخر کو وہ تنگدست مفلس ہو جائیگا۔ مسرف آدمی ہر خرچ کو یہ جانتے ہیں کہ ہم

کرسکتے ہیں وہ ہمارے مقدور کے موافق ہی اسلئے وہ مفلس ہوجاتے ہیں قرضداروں
کو چاہئے کہ وہ قرض کے ادا کرنے میں نہ جلدی کریں نہ تاخیر جلدی کرنا ایسا ہی مضر ہی
جیسا کہ تاخیر کرنا - اسواسطے جو شخص کہ جلد قرض ادا کر دیتا ہی تو وہ اپنے تئیں جانتا ہی
کہ میں یکدفعہ مفلس ہوگیا - اس لئے پھر اپنی عادت کے موافق قرض لے لیتا ہی مگر جو شخص
بتدریج قرض ادا کرتا ہی وہ اپنی آمدنی کی جیسی اصلاح کرتا ہی ایسی ہی اپنی عادت
کی بھی اصلاح کرتا ہی جیسا جائداد سے فائدہ اٹھاتا ہو ایسا ہی اپنے دل کے
اخلاق سے - جو شخص اپنی آمدنی کی اصلاح چاہتا ہے تو وہ چھوٹے چھوٹے خرچ
جو ہمیشہ جاری رہیں ان سے گریز کرے ان چھوٹے خرچوں کے کم کرنے سے وہ
بے عزتی نہیں ہوتی جو چھوٹی آمدنیوں کی طرف میلان کرنے سے ذلت ہوتی ہے -
غرض جو خرچ کہ ہمیشہ کے لئے ہوں ان میں بڑی احتیاط چاہئے - مگر جو خرچ
ایک ہی دفعہ ہو ان میں کچھ زیادہ احتیاط کی ضرورت نہیں +

تدابیر صحت

آدمی کے واسطے سب سے بہتر طبابت و دوا یہ ہے کہ وہ خود مشاہدہ
و تجربہ کرتا رہے کہ کون چیزیں میرے مزاج کے موافق ہیں کہ میری صحت کے لئے
مفید ہوتی ہیں مگر یہ بھی یاد رکھے کہ کچھ ضرور نہیں جو چیزیں کہ ایک عمر میں موافق
و مخالف ہوں وہ دوسری عمر میں بھی ایسی ہوں آدمی کی سرشت میں داخل ہے
کہ ان کے قواء اور مزاج بہ لحاظ عمر کے بدلتے رہتے ہیں کچھ ضرور نہیں ہے کہ جو چیزیں
کہ لڑکپن میں موافق مزاج تھیں وہ جوانی میں اور جو جوانی میں موافق تھیں وہ
پیری میں بھی موافق رہیں اس لئے ان کو بمقتضاء سن تبدیل کرتا ہے جب کھانے
میں دفعۃً تبدیلی ہو تو اس کے ساتھ اور چیزوں کو بھی بدلو - یہ تغیر کا قاعدہ

کہ بہت چیزوں کا بدلنا بہ نسبت ایک چیز کے بدلنے کے آسان ہوتا ہے۔ جب بادشاہ
کوئی نیا ملک فتح کرتا ہے تو اُس کی ساری چیزوں کو نیا بنا دیتا ہے۔ تم کھانے۔ سونے
لباس۔ ورزش جسمانی کی عادات کا امتحان کرو اور جس چیز کو اُس میں سے اپنے لیے
مُضر پاؤ اُس کو تھوڑا تھوڑا چھوڑ دو اور اگر تبدیلی میں تکلیف ہو تو پھر اپنی عادت
قدیم پر عود کرو۔ یاد رکھو کہ بعض دوائیاں گو علی العموم اچھی ہوں مگر خاص آدمیوں کے
لیئے مُضر ہوتی ہیں۔ اگر زندگی بڑھانی چاہتے ہو تو کھانے۔ سونے ورزش
کرنے کے وقت فارغ البال اور خوش مزاج ہو۔ دل میں حسد رکھنا۔ خوفوں سے
دہشت کرنا۔ غصہ ہونا۔ دلخراش۔ جاں گزا باتیں کرنی مکاری اپنے بھیج کا
تجسس کثرت سے خوش ہونا۔ یا غمگین ہونا۔ ان سب باتوں سے دل کو بچاتے رہو۔
اچھی اچھی امیدیں رکھو۔ ایسا مُطالعہ کرو جس سے دل خوش ہو جیسے تاریخ قصص
طبیعیات ہیں یہہ باتیں تمھاری صحت کو مؤید ہونگی۔ اگر تم صحت میں ہمیشہ دوائیاں
کھایا کرو تو مشکل ہے کہ بیماری میں کوئی دوا تمھاری صحت کو مفید ہو۔ جہاں جسم دوا کے
استعمال کا عادی ہوا دوا غذا بن گئی۔ پھر وہ دوا کا اثر نہیں کرتی۔ دوا کے
استعمال سے غذا کی اصلاح بہتر ہوتی ہے۔ کیونکہ جسم کے بدلنے میں جیسا کہ غذا کا اثر
ہوتا ہے دوا کا نہیں غذا جسم کو کچھ تکلیف نہیں دیتی۔ اگر جسم پر کوئی ناگہانی آفت آ جاتے
تو اُسکے علاج کے لئے تدبیر کرو۔ بیماری میں صحت کا بڑا خیال رکھو۔ اور صحت میں کام کا۔
جو لوگ صحت میں اپنے جسم کو برداشت کرنے کا عادی بناتے ہیں اُن کی بہت سی بیماریاں جو
سخت نہیں ہوتیں اُن کو فقط غذا اور احتیاط کے ساتھ تیمارداری سے وہ کھو سکتے ہیں ایک
حکیم نے احکام صحت میں بڑا حکم یہ دیا ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ متضاد چیزوں
میں تبادلہ کرتا رہے اور جو ان میں زیادہ ملائم ہو اُس کی طرف زیادہ میل رکھے کھائے
بھی۔ فاقے بھی کرے مگر کھانے کی طرف میلان زیادہ رکھے سوئے بھی۔ جاگے بھی

مگر سونے کی طرف زیادہ میلان رکھتے بیٹھے بھی اور ورزش بھی کریں - مگر زیادہ ورزش کی طرف رغبت کرے اور اسی قبیل کی اور باتیں کریں اس سے طبیعت میں ایسی قوت آئیگی کہ بیماری پر وہ غالب ہوگی - بعض حکیم ایسے نیک مزاج اور نرم دل ہوتے ہیں کہ وہ مریض کی خاطر اپنے قواعد طبابت کی سخت پابندی نہیں کرتے اور بعض ایسے سخت دل ہوتے ہیں کہ وہ اپنے قواعد طبابت کی تعمیل میں مریض کی خاطرداری ذرا بھی نہیں کرتے - تم کو چاہیے کہ اپنے لئے کوئی طبیب ایسا تلاش کرو کہ وہ فن طبابت سے بھی [illegible] ہو اور تمھاری مزاج سے بھی آشنا ہو ۞

(۲) [illegible] اپنی صحت کے تردد میں لگے رہتے ہیں ان کا دل سست اور حوصلہ پست [illegible] جسم کے مشتغل ہو جاتے ہیں تندرست جسم روح کا میزبان ہے اور بیمار جسم روح کا جیلر ہے - تندرست جسم کاموں کے واسطے مستعد رہتا ہے - اور بیمار جسم کاموں کے لئے معطل رہتا ہے - بیماری کے بعد تندرست ہونا از سر نو جوان ہونا ہے - جو زیادہ لطف سمجھتے ہیں وہ کام کرنے کے لئے بیماری کا عذر پیش کرتے ہیں بیماری کی حالت میں جو عذر معقول ہوتا اس کو صحت کی حالت میں بھی خوشی سے کام میں لاتے ہیں - صحت جسم روح کی وصل کا سبب ہوتی ہے - بہت سے آدمی کونج اور بستر پر پڑے پڑے بھی سلطنتوں اور ریاستوں پر حکومت کرتے ہیں سخت تدابیر سے صحت کو قائم رکھنا خود ایک مرض گزند رساں ہے ۞

(۳) ایک مثل انگریزی زبان میں چلی آتی ہے کہ جو سویرے سوتا ہے اور سویرے اٹھتا ہے وہ تندرست اور دولتمند اور عقلمند ہوتا ہے - ایک صاحب جج مقدمات میں جو بوڑھے گواہ آتے تھے ان سے ہمیشہ ان کی عادات پوچھا کرتے تھے - ان کی سب عادتوں میں اختلاف تھا - مگر سویرے سونے اور اٹھنے کی عادت میں سب کا اتفاق تھا اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جو شخص دن بھر محنت کرتا ہے وہ تھک کر

سویرے سو رہتا ہی اور سویرے سوتا ہی تو سویرے اٹھتا ہی۔ بوڑھے آدمی کام سے شام تھک جاتے ہیں اسلئے سویرے سو رہتے ہیں اور سویرے سونے سے سویرے ہی اُن کی آنکھ کھل جاتی ہی اور وہ اُٹھ بیٹھتے ہیں اگر یہہ کہا جائے کہ سویرے اٹھتی ہیں اسلئے سویرے سوتے ہیں اور سویرے سوتے ہیں اسلئے سویرے اٹھتی ہیں تو پھر وہی بات ہو جائے کہ زمین مچھلی پر اور ہاتھی کچھوے پر اور کچھوا پانی پر اور پانی زمین پر۔ صحت کے لئے بعض آدمی اپنے سونے کے لئے گھنٹے مقرر کرتے ہیں خواہ وہ کسی وقت سے کسی وقت تک ہوں مثلاً سات گھنٹے خواہ رات کے نو بجے سے ۴ بجے تک ہوں۔ یا رات کے بارہ بجے سے دن کے سات بجے تک۔ غرض یہہ سونا جاگنا تو عادت پر موقوف ہی مگر جو لوگ زیادہ زندگی چاہتے ہیں وہ ایسی مہمات عظیم سے جن میں محنت شاقہ اٹھانی پڑتی ہو پرہیز کرتے ہیں اور آسائش کے ساتھ عزلت اختیار کرتے ہیں +

(۴) صحت بھی ایک نور کا فرشتہ ہے ساری مخلوق اپنے جینے کی دعا مانگتی ہی اور پھر اس فرشتہ کی مہربانی کی اگر وہ کسی جھونپڑی میں جلوہ افروز ہوتا ہی تو اُسے محل شاہی بنا دیتا ہی۔ اس کی نظر التفات سے قید خانے کی زنجیریں آسائش اور آرام کا سلسلہ بن جاتا ہی اور اُس کی نامہربانی سے افسر شاہی سے بھی سر میں درد پیدا ہوتا ہے وہی انسان کی تمام خوشیوں کی جان ہی اس کے بدون ساری خوشیاں بے لطف اور پژمردہ ہیں گو مُردہ نہیں دسترخوان پر لطیف لطیف کھانے چُنے جائیں مگر بیمار کو کیا۔ وہ بھوکا ہی رہتا ہی کیسے ہی عمدہ عمدہ شربت و شرابیں آئیں ان سب پر وہ منہ بناتا ہی۔ دولت کے ڈھیر اور خزانے آگے لگے ہوئے ہیں مگر وہ ان سے بدنصیب ہے۔ چھوٹی چھوٹی بیماریوں سے قوا ضعیف ہوتے ہیں جوانی کا جوبن خاک میں ملتا ہی۔ کانوں کو خوش آوازی اور گفتگو دونوں ناگوار ہوتی ہیں بڑے محل جیلخانے معلوم ہوتے ہیں اُن میں رہنا قید سے کم نہیں ہوتا +

دولت بیکار۔ جاہ و حشم سر پر بار۔ افسری کا بوجھ۔ بڑی بیماریوں میں گدا اور بادشاہ میں کچھ فرق نہیں رہتا۔ سب کی حالتیں یکساں معلوم ہوتی ہیں پتھری کا غش اور پیٹ میں مروڑ کا درد شکنجے میں کھینچے سے کم نہیں ہوتا۔ اگر ان دردوں میں بادشاہ مبتلا ہو تو اس کو جو درد دکھ ہوگا وہ اس نے ساری عمر میں کبھی مجرم کو اپنی رعایا میں سے نہ دیا ہوگا +

(۵) اگر دولت مند تندرست رہنا چاہیں تو ورزش اور پرہیز اختیار کریں اور غریبوں کی طرح زندگی بسر کریں۔ زندگی کے معنے جینے کے نہیں ہیں بلکہ تندرست رہنے کے ہیں سب سے بڑی نعمت جو خدا نے انسان کو دی ہے وہ تندرستی ہے مگر انسان اس کو سمجھتا نہیں

(۶) دماغی محنت کی کثرت سے ہمارے جسم میں دماغی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ سارے اسباب تہذیب شائستگی کے ایسے مہیا ہوتے ہیں کہ دل و دماغ آرام نہیں لیتا سیکڑوں تردد اور فکر میں مبتلا رہتا ہے۔ ہمارے باپ دادا کے پٹھے ٹھکے تھے مگر ہماری رگیں کچی ہیں اس لیے ہم ان سے زیادہ امراض میں مبتلا ہوتے ہیں +

(۷) سقراط کا قول ہے کہ بڑی صحبت اور سچے دوست کے ساتھ نہایت مسرت ناک ہے۔ ایک حکیم کہتا ہے کہ وہ آدمی بڑا ہی بدنصیب ہے جو ساٹھ برس کے بعد جیا چاہتا ہے عمر کا حال شراب پینے کا سا ہے کہ جو اچھی طرح شراب پیتا ہے وہ تلچھٹ کو چھوڑ دیتا ہے۔ جوان آدمیوں کو جب رنج ہوتا ہے کہ کوئی خوشی کی بات ان کو نہ ہو۔ بوڑھے آدمی جب کوئی رنج کی بات نہ ہو خوش ہوتے ہیں جوان آدمی اپنے حال کی خوشیوں کو آئندہ کی بیہودہ امیدوں اور ناحق کے خوف سے تلخ کرتے ہیں بوڑھے اپنے زمانہ ماضی کی باتوں کو یاد کر کے مسرور ہوتے ہیں اس لیے جوانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی صحت اور تنومندی کے زمانہ میں ایسے نیک اور لیاقت کے کام خواہ خاص اپنی ذات کے لیے یا عوام کے لیے کریں کہ انکی یاد پیرانہ سالی میں دل کو خوش کیا کریں +

(۵۸) اگر صحت سونے سے خریدی جاسکتی تو کون ایسا شخص ہے کہ طامع اور کنجوس نہ ہوتا؟ اگر صحت کو زر اور حکومت مول لے سکتی تو کون ایسا ہوتا کہ عالی ہمت اور اولوالعزم نہ ہوتا؟ مگر افسوس ہے کہ گٹھیا کی بیماری میں جاں پڑی کا عصا بانس کے ٹونٹے سے زیادہ پاؤں کی مدد نہیں کرتا۔ نہ جنوں پر ریشمی باندھنے میں ریشم کا ڈورا سوت کی ڈورے سے زیادہ فائدہ نہیں دیتا۔ سونے اور ہیرے کی چمک بیمار آنکھوں کو کچھ آرام نہیں دیتی۔ بلکہ اور زیادہ آزار پہنچاتی ہیں جس سر میں درد ہو اُس کو افسر شاہی سے زیادہ سکھ میں کمبل ٹوپی سے زیادہ حاصل نہیں ہوتا +

شبہات۔

خیالات میں شبہات کا حال ایسا ہی جیسا کہ پرندوں میں چمگادڑوں کا کہ وہ جھٹ پٹے ہی کے وقت اُڑتی ہیں (یعنے جن آدمیوں کے دل میں حسن اخلاق کی اور دماغ میں عقل کی روشنی دھندلی ہوتی ہے وہ شبہات کرتے ہیں) ہم کو چاہئے کہ شبہات کو دبائیں اور ایسا قید میں رکھیں کہ وہ باہر نہ جانے پائیں اسلئے کہ وہ دل پر ایک گھٹا چھا دینگے۔ دوستوں کو کھو بیٹھیں گے۔ کام میں وخلل ڈالینگے کہ وہ متواتر استقلال سے نہیں چل سکینگے۔ وہ بادشاہوں کو ظالم بنائینگے۔ خاوندوں کے دلوں میں حسد و حقد پیدا کرینگے۔ عاقلوں کو متزلزل اور ناکام کردینگے۔ شبہات دل کے قصور سے نہیں پیدا ہوتے بلکہ دماغ کے فتور سے۔ اگرچہ بہادروں کے دلوں میں بھی شبہات پیدا ہوتے ہیں مگر اُن کو تکلیف کم دیتے ہیں مگر نامردوں کے دلوں میں جلد پیدا ہوتے ہیں اور انکو سخت تکلیف دیتے ہیں شبہات کے پیدا ہونے کا سبب کم علمی ہوتی ہے اسلئے اُن کے دور کرنے کا علاج یہ ہے کہ علم بڑھایا جائے۔ اور شبہات گھونٹ کر نہ رکھے جائیں۔ آدمی کو یہ خوب سمجھنا چاہئے کہ جن آدمیوں کے ساتھ ہم معاملہ کرتے ہیں یا جن کو اپنے کام حوالہ کرتے ہیں وہ فرشتے

نہیں ہیں۔ ان کو اپنا نفس ہم سے زیادہ عزیز ہے وہ اپنی ساکھ بہ نسبت ہمارے
زیادہ صداقت رکھتے ہیں پس اگر کوئی بات اُن پر قابل شبہ کے پیدا ہو تو ان کی
کمینگی نہیں جاننی چاہئے بلکہ ضعیفی۔ مگر شبہات کے تدارک کرنے کا طریقہ اس سے زیادہ
بہتر نہیں ہے کہ سچے شبہوں کو معذور جانے اور جھوٹے شبہوں کو نہ روکے۔ وہ آدمی
سچے شبہات کرے جہاں تک اس کو ان سے کچھ فائدہ حاصل ہو اور جو شبہ بھی
کرے اس کی تکلیف نہ پہنچائے۔ جس آدمی پر کہ وہ شبہ کرتا ہو اس کے روبرو
آزادانہ طور پر اس کو بیان کردو۔ اس سے تم کو علم بھی زیادہ ہوگا اور طرف ثانی
ایسی ہوشیاری آیندہ کریگی کہ جن سے شبہات نہ پیدا ہوں مگر بد ذاتوں کے
ساتھ نہ کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ جب اُن کو تمھارے کہنے سے یقین ہوگا کہ تم ان کو
مشتبہ جانتے ہو تو اس کو وہ یہ جانینگے کہ تم ان کو اجازت دیتے ہو کہ ہمیشہ شبہات
کے ساتھ کام کیا کرو + اہل آملی کا قول ہے کہ شبہات سے ایمان جھوٹ جاتا ہے لیکن
شبہات سے ایمان کو چالاک عبودیہ پاک ہو جاتا ہے مگر ایسی حالت میں آدمی کو چاہئے کہ
وہ ایمان کو زیادہ روشن کرے اور اس پر سے شبہات کی تاریکی کو اٹھا دے +

(۲۴) حزم کے پیچھے تو بے اعتباری سے مضبوط ہوتے ہیں اور اس کے جوڑوں کی دوا
شبہات سے ہوتی ہے جس شخص کا ایمان شبہات سے ہل جائے وہ مستحق اس کا ہے کہ لوگ اس کو
مشتبہ جانیں شبہات ضعیف ایمان کو ڈھیلا اور قوی ایمان کو مضبوط کرتے ہیں
بے اعتدالی کے ساتھ شبہات کرنے ایسی دیوانگی ہے کہ دوسرے نہیں اچھی جاتی

دولت و مال۔

سپاہ کے واسطے خیموں ڈیروں کا مع اپنے اسباب کے ہونا لازم ضرور ہے اور
ایسا ضروری ہے کہ نہ ان کو چھوڑ سکتے ہیں نہ ان میں تخفیف کرسکتے ہیں مگر وہ ہمیشہ
سفر کے حارج اور مانع ہوتے ہیں اور بعض دفعہ اُن کی نگہداشت میں فتحمندی ہاتھ

جاتی رہتی ہی یا اُس میں خلل پڑجاتا ہی بسو ایسی ہی نیکی کے واسطے دولت ہے نیکی کے
نتیجے ڈھیرے دولت ہیں زیادہ دولت و مال آدمی اپنی خاص ذات کے کام میں نہیں
لاسکتا سواء اس کے کہ اُس کو تقسیم کرے باقی صرف دولت مندی ایک خیال ہی۔
جیسا حضرت سلیمانؑ نے فرمایا ہے کہ جب مال کی فراوانی ہوتی ہی تو اُس کے کھانے
والے بھی بہت پیدا ہو جاتے ہیں اور اُن کے مالکوں کو کیا فائدہ ہی مگر یہ کہ اُس کو اپنی
آنکھوں سے دیکھیں خود مالک اپنی ذات سے دولت کثیر سے متمتع نہیں ہو سکتا فقط
دولت کا رکھوالا ہی اس کے معاملات کرنے کا مقدور رکھتا ہے بخشش کر سکتا ہے
مشہور و معروف ہو جاتا ہی مگر کوئی فائدہ سوا اس کے [illegible] دولت سے
لے چھوٹے چھوٹے نایاب پتھروں کی بڑی بڑی قیمتیں لگا کر رہی ہیں بھوک کھاتا ہی اور نمائش
کرتا ہی گویا یہ دولت کثیر کے خرچ کا ایک ذریعہ قرار دیا گیا ہی۔ دولت و مال کے
بڑے فائدے یہ ہیں کہ آدمی اُس کے طفیل سے اپنے تئیں تکالیف و خوفوں سے بچا سکتا ہے
جیسا حضرت سلیمانؑ نے فرمایا ہی کہ مالدار آدمی کی دولت اُس کے خیال میں حصن حصین ہے
اس قول کی جان فقط خیال ہی۔ حقیقت میں خیال میں وہ ایسی ہوتی ہی واقعہ میں
نہیں اس واسطے کہ دولت کثیر آدمیوں کو بچتی زیادہ ہی خریدی کم ہی۔ کبھی دولت
ناجائز طور سے نہ حاصل کرو۔ ہمیشہ جائز اور حلال طریقوں سے پیدا کرو۔ اعتدال کے
ساتھ خرچ کرو۔ خوشی کے ساتھ اُسے تقسیم کردو۔ رضامندی سے چھوڑ دو۔ زاہد بن کر
دولت کی حقارت نہ کرو بلکہ اُس کے اندر تمیز کرو جیسا کہ سسرو نے ایک شخص کی نسبت
کہا تھا کہ اُسنے اپنی دولت مندی بڑھانے میں طمع و حرص کو راضی نہیں کیا بلکہ
اس کو فیاضی و سخاوت کا وسیلہ بنایا۔ حضرت سلیمانؑ کی بات بھی دل پر لکھ لو
کہ جلد دولت مند ہونے کی آرزو نہ کرو وہ فرماتے ہیں کہ جو دولت مند ہونے کے
لئے جلدی کرتا ہی وہ بے سزا نہیں چھوٹے گا۔ دولت جو نیک کمائی اور محنت مشقت

حاصل ہوتی ہے۔ وہ تو آگے بڑھنے میں لنگڑاتی ہے۔ اور بہت تنگی سے قدم اٹھاتی
ہے۔ اور جو دولت مندوں کے مرنے کے سبب ورثہ ترکہ میں [illegible] ہوتی
اور ایسے ہی وسائل سے ہاتھ لگتی ہے تو وہ دفعتاً مالامال کر کے ہنسا ہنسا دیتی ہے
جو دولت مکر و فریب ظلم و ستم سے ہاتھ آتی ہے وہ خوب آگے دوڑتی ہے اور جلد بڑھتی ہے
دولت مند ہونے کے بہت طریقے ہیں مگر ان سب میں بڑا کفایت شعاری ہے اور
جزرسی ایک عمدہ طریقہ دولت جوڑنے کا ہے مگر وہ بھی خطا سے خالی نہیں اس لیے کہ
اس میں فیاضی اور خیرات سے آدمی باز رہتا ہے۔ ایک باعث دولت حاصل کرنے کا بہت
بیشک یہ ہے کہ زمین ہماری ماں ہے۔ اس کی ترقی میں سعی کرنا ہمارا اور ہمارا فرض ہے
کہ آدمی اپنی دولت زمین میں خرچ کرے کیونکہ اس میں بہت سی دولت خرچ
کرو تو پھر وہ بھی بہت سی دولت دیتی ہے۔ معمولی تجارت سے دولت جب حاصل ہوتی
ہے کہ یہ دو باتیں ہوں اول توجہ سے محنت دوم خوش معاملگی اور شہرت سودو
کے خریدنے میں اگرچہ فائدہ یقینی نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ ان کا گھٹنا بڑھنا ضرورت پر
موقوف ہوتا ہے اگر وہ سلیقہ سے خرید کیے اور بیچے جائیں تو فائدہ ہوتا ہے شرکت سے
بھی دولت پیدا ہوتی ہے۔ بشرطیکہ ساجھی نیک ہوں سود لینے سے بھی دولت کا
بڑھنا یقینی ہے۔ مگر وہ معیوب اس سبب سے ہے کہ اس میں دوسرے کی پیشانی کے پسینے
(محنت) سے روپیہ کماتے ہیں سوا اس کے کبھی کبھی سود خوار اور بیچ کے دلال کھوٹے
آدمیوں کو کھرا جان کر پھنس جاتے ہیں اشیاء کے اختراع اور ایجاد سے بھی ابتدا
میں یقینی خوب دولت کمائی جاتی ہے۔ جو شخص کوئی چیز ایجاد کرتا ہے اس کے
فروخت کرنے سے وہ بہت نفع کما لیتا ہے۔ یہ بات روزمرہ ہم دیکھتے ہیں
بعض آدمی معاملات ایسی کرتے ہیں کہ وہ گویا جوا کھیلتے ہیں اگر داؤں نکل آیا
تو واہ واہ ہی نہیں پھر دوالا ہے ایسے آدمی اکثر تباہ اور مفلس ہی ہوا کرتے ہیں

جن کا طریقہ سلامت روی کا معاملات میں ہوتا ہی اور وہ انہیں معاملات کو کرتے ہیں کہ جن میں منفعت یقینی ہو اور اگر نقصان ہو تو قابل برداشت - گو وہ بہت بڑے مشکل سے ہوتے ہیں - ٹھیکہ داری میں بھی فائدہ ہی - آڑتیہ ہونے میں بھی بڑی [illegible] ہی بشرطیکہ یہ عقل ہو کہ پہلے سے سمجھ جائیں کہ کس چیز کی مانگ ہونے والی ہے - اُس کو پہلے سے بہم پہنچائیں ملازمت سے بھی دولت حاصل کرنی اچھی ہے بشرطیکہ نوکری میں کوئی عیب کی بات نہ ہو جیسے مسخرگی خوشامد - بھڑوا پن اور ایسی ہی باتیں بعض تجربہ کاروں کا قول ہی کہ تھوڑی دولت جوڑنی بڑی مشکل ہے اور تھوڑی دولت سے بڑی دولت جمع کرنی کچھ مشکل نہیں ✣

(۳) دولت کے پر ہوتے ہیں کبھی وہ خود اُڑ جاتی ہی اور پھر نہیں آتی بعض دفعہ وہ اس طرح اڑتی ہی کہ اور دولت کو ساتھ لے کر پھر چلی آتی ہی ✣

(۴) آدمی جو مرنے کے بعد دولت چھوڑتا ہی وہ کیا اپنی اولاد کے لئے یا پبلک لئے یعنی جمہور کے فائدہ کے واسطے دونو کے لئے دولت کا اعتدال کے ساتھ چھوڑنا مفید ہوتا ہے - جب وارثوں کو بڑی جائداد ہاتھ لگتی ہی اور کم عمری کے سبب سے ناتجربہ کاری ہوتی ہی تو بہت سے آدمی شکاری جانوروں کی طرح اُس کے گرد جمع ہو کر دولت کو اڑا لے جاتے ہیں اور اولاد اس دولت کو جب ہی بچا سکتی ہی کہ وہ عقل اور تجربہ [illegible] ہو سو یہ بات اکثر کم ہوتی ہی - اور ایسے ہی جب پبلک کے لئے بڑی بڑی [illegible] تو قربانیوں کے گوشت کا سا حال ہوتا ہی جو بے نمک کے خیرات [illegible] اپنی مقدار سے نہ کرو بلکہ اس کے اندازے سے جب تک وہ نہیں خیرات نہ کرو اگر خیرات کو ٹھیک طرح سے سمجھو تو اس میں اپنی دولت نہیں ہوتی بلکہ وہ گھر کے ریتی وارثوں کی [illegible] ✣

(۵) دولت [illegible] کی بھی حقارت کرتے ہیں جن کو اس کی تحصیل سے مایوسی ہوتی ہے

یہہ دولت ہی کی حسد کا سبب ہے کہ نیکی دیوتا بھی ہی جب اس میں شبہہ [illegible]
کو ہو کہ انسان کی زندگی کا مقصد فقط نیکی سے یا نہیں تو تم دولت کا خزانہ خرچ و
یہہ دولت ہی کا طفیل ہی کہ اوروں کے ساتھ بھلائی آدمی کر سکتا ہی - دنیا کی اور
نعمتوں میں سے ہر ایک کو انسان کی زندگی کے ایک جزو پر حکومت [illegible] دولت
کل پر بہت دولت کا جوڑنا صرف اس کا خزانچی بنا [illegible]
بہت سی دولت خرچ کرنے کی ترکیب انسان نے نکالی ہی کہ وہ [illegible]
پتھر نایاب ہوتے ہیں ان کو بڑی بڑی قیمت دیکر لیا [illegible]
بھڑک دکھاتا ہی - جو لوگ یہہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اپنی دولت سے ہر ایک
چیز خرید سکتے ہیں وہ [illegible] دولت کے ہاتھ بکتے ہیں [illegible] دولت کو سوا اس کے نہیں
کہہ سکتے کہ وہ نیکی کے لئے ضروری اسباب ہیں مگر اس کی [illegible]
(۶) دولت ایک ایسی ملازمہ ہی مگر ملکہ نہیں - غریب [illegible]
ہے - کچھ پاس نہ ہو اور دولت کی افراط ہو +

(۷) جلد دولت مند ہونا اندیشہ سے خالی نہیں اس کا حال ایسا ہی کہ کوئی شخص جلد
تیراک بننا چاہی دو تونبوں پر بھروسا کرکے جلدی جلدی تیرے [illegible]
ہیں جو اس گہرے پانی میں جاتے ہوئے ڈرتے ہوں جس کا [illegible]
غرض وہ اپنی تونبوں سے اپنی قوت بازو سے خوب تیرتا ہو [illegible]
بیچ دریا میں اس کے تونبے پھٹ جائیں اور وہ ڈوبنے لگے [illegible]
بزرگوں کی عنایت و مہربانی سے جن پر وہ ہنستا رہتا [illegible] +

(۸) جو دولت مندی کہ صحت کا نقصان کرے اور اخلاق کو [illegible]
دولت مندی نہیں بلکہ افلاس ہے گو وہ ظاہر میں اپنی طمطراق اور دھوم دھام دکھاوے

(۹) جو شخص دولت مند آہستہ آہستہ ہونا چاہتا ہے وہ یقینی ہی [illegible]

جو شخص اپنے سرمایہ کو اپنی مٹھی میں لیکر کام میں لاتا ہی اُس کو اول تو نقصان نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو اتنا جس کا وہ متحمل ہو سکتا ہی جہاں بہت فائدہ ہوتا ہی وہاں نقصان کا بھی احتمال ہوتا ہی۔ جس لوٹری میں بڑی بڑی پرائز ہوتے ہیں اُنھیں میں خالی چٹھیاں بھی بہت ہوتی ہیں +

(۱۰) کفایت شعاری کا یہ مقولہ ہے کہ اپنے ساتھ بھلائی کرنا اوروں کے ساتھ بھلائی کرنا ہی۔ حسن خلق کا یہ قول ہی کہ اوروں کے ساتھ بھلائی کرنا اپنے ساتھ بھلائی کرنا ہی +

(۱۱) بعض آدمی رات دن دولت کے بڑھانے کی ادھیڑبن میں لگے رہتے ہیں اور اُس کے لئے محنت کرتے ہیں اُن کی دولت بڑھ بھی جاتی ہی مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ دولت کے اختیار میں خوش کرنا نہیں ہی۔ ایک بڑے دانشمند کا قول ہی کہ دولت دو نو طرفہ ادھر ادھر ایک ہی منزل میں واقع ہوئی ہیں +

(۱۲) دولت کی کوئی حد مقرر نہیں کہ جب وہاں پہنچ کر آدمی کہے کہ بس دولتمند ہو گیا اور افزائش کی گنجائش نہیں جتنی دولت آدمی کو حاصل ہوتی جاتی ہی اُتنی ہی احتیاج بڑھتی جاتی ہے۔ احتیاج کے بڑھنے سے وہ محتاج ہوتا جاتا ہے اصل میں وہی شخص بڑا دولتمند ہی کہ وہ کسی کا قرضدار نہو اور جو کچھ اُس کے پاس ہو اُس سے اپنی اوقات بسر کرکے خوش رہتا ہو۔ سونے سے دانائی بہتر ہے کیونکہ وہ تھوڑی سی بھی ہماری خوشی کے لئے کافی ہی جو شخص خوش ہی وہی بڑا دولتمند ہے سونے سے نہ عقل خریدی جا سکتی ہی نہ آدمی کی خواہشہای نفسانی فرو ہو سکتی ہیں +

(۱۳) کوڑی کوڑی جوڑنے میں عقل خرچ کرو اور دولت کے واسطے زیادہ پریشان نہ ہو کیونکہ وہ ایسی بازو رکھتی ہی کہ ہما کی طرح آسمان میں اُڑ جائے گی۔ اور پھر نہیں دکھائی دیگی دولت کا حال اُن کیڑوں کا سا ہی کہ وہ چھپے ہوئے موسم کے انتظار میں پڑے رہتے ہیں جہاں موسم آیا اُن کے پر نکلے اور وہ اُڑ کے چلے گئے۔ دولت اکثر اُن کو ستاتی ہی

جس کے پاس تھوڑی ہو۔ اُن کے لئے ہیں وہ خوشی نہیں ہے جو اُن کے پاس ہے جس نے بغیر گناہ کے بہت سی دولت جمع ہو محفوظ ہے۔ زیادہ دولت مند ہونا بڑی غلامی ہے۔ وہی شخص کافی دولت رکھتا ہے جو کفایت کرتا ہے ٭

(۱۹) جب کسی پاس دولت دیکھتے ہیں تو اس سے حسد کرتے ہیں اور جب یہ دیکھتے ہیں کہ وہ فضول کاموں میں خرچ کرتا ہے تو رحم کرتے ہیں۔ دولتمندوں کے نیک نام ہونے سے اُن کی جو دولت خدمت نہیں کرتی وہ اکثر بیکار باقی ہیں ٭

(۲۰) اگر آدمی دولت مند ہو تو وہ اپنی دولت کی بڑائی یوں دکھاتا ہے کہ نیوں کے ساتھ مسکینی سے پیش آتا ہے۔ چھوٹی آمدنی کے آدمیوں کے ساتھ ہمراہ ہو۔ افسوس دولتمند ہیں زیادہ تر خفت دولت کے ساتھ ہر بیان سلوک کرتے اپنے تئیں یہ خیال کرتے کہ میرا کیسا رتبہ ہے ہم نے روپے رکھے ہیں ٭ سقراط کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی دولت پر فخر کرے تو اس کی تعریف نہ کرو۔ جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ وہ دولت کو کس طرح کام میں لاتا ہے۔ بعض بعض آدمی جب دولت ان کے پاس نہیں ہوتی تو دولتمندوں کے خرچ کرنے میں بڑے ارادے کرتے ہیں مگر جب دولتمند ہو جاتے ہیں دولت پاس ہو جاتی ہے تو کچھ نہیں خرچ کرتے ٭

(۲۱) غریبوں کے پھٹے کپڑے ذرا ذرا سی برائیوں کو بھی چھپنے نہیں دیتے۔ دولتمندوں کے سمور تاقم کے کپڑے بڑی بڑی گناہوں کو چھپا دیتے ہیں اور سونے کے قفل ان کی برائیوں کو منع کرتے

تقریر (گفتگو)

ہم نے انگریزی لفظ ڈسکورس کا ترجمہ تقریر کیا ہے۔ اس انگریزی لفظ کے معنے زبان بیان۔ گفتگو۔ بات چیت۔ مباحثہ۔ بحث و تکرار۔ وعظ و استدلال و رسالہ کے ہیں۔ زیادہ تر تقریر کے معنے اس گفتگو کے ہیں گے جو باستدلال ہو ٭

بعض آدمی اپنی تقریر میں استدلال کی قدرت اور لیاقت و استعداد علمی کو دکھا کر فقط یہ چاہتے ہیں کہ ان کی ذہانت و ذکاوت کی تعریف سامعین کریں اور ان کی نسبت نیک

انگائیں حق کے بیان کرنے پر تو اُن کی ایسی نظر نہیں ہوتی جیسی کہ اپنی تعریف پسند شخص
بعض آدمی اپنی تقریر میں مضمون کامل بیان کرتے ہیں اور ان کو اپنی ذات کا کچھ خیال نہیں ہوتا
کہ سامعین اُن کی نسبت کیا رائے لگائیں گے اور کیا فرمائیں گے۔ آدمی کو یہ تو خیال نہیں ہوتا کہ سامعین
اُن کی تقریر کو پسند کر کے تعریف کریں مگر اس کا بڑا خیال ہوتا ہے کہ وہ ناپسند کر کے ہجو نہ
کریں۔ ایک عالم کا قول ہے کہ ایک تقریر کرنے والے اپنی تقریر سے اپنا دل بہلانا چاہتے ہیں
بعض تقریر کرنے والے مجمع میں تقریر کرتے ہوئے شرماتے ہیں اور چہرہ پر اُن کے رعب
خوف چھایا ہوا ہوتا ہے۔ یہ حالت اکثر اُن نوجوانوں پہ طاری ہوتی ہے کہ جن کو یہ دو
فکر ہوتا ہے کہ سامعین معلوم نہیں ہماری تقریر سنکر کیا رائے لگائیں اور کیا کہیں ان کو
اپنی ذات کا اور سامعین کی رائے کا جو اُن کی نسبت ہو خیال کرنا نہ چاہیے۔ وہ یہ
جان لیں کہ بہت سے سننے والے تو ایسے ہیں کہ وہ اپنے دل و دماغ کو تمہاری تقریر کے سننے
اور سمجھنے میں تکلیف بھی نہیں دینگے۔ ہاں بعض ضرور سخت عیب جو اور نکتہ چینی کرینگے
اس کی پروا تم کو نہیں کرنی چاہیے تم کو حق بات کہنی چاہیے خواہ سامعین کچھ ہی خیال کریں
اور کہیں جو شخص اپنے بیان میں سراپا مستغرق ہوگا۔ اُس کو نہ سامعین نہ اپنے عیوب کا کچھ
خیال ہوگا۔ بعض آدمی خلوت میں جب ایک دو آدمی کے سامنے کسی مضمون کو بیان کرتے ہیں تو نہایت
نہایت فصاحت اور بلاغت سے کرتے ہیں لیکن اسی مضمون کو انہیں الفاظ میں وہ کسی مجمع میں بیان کرنا چاہیں تو ان
گلے میں پھندا پڑتا ہے اور زبان لکنت کرتی ہے اس کا سبب یہی ہوتا ہے کہ سامعین کی رائے کو اعلیٰ درجہ کا اپنے سے
جانتے ہیں اس لیے وہ اُن کے رعب میں آکر تقریر میں لکنت کرتے ہیں بلکہ وہ
ایک جانی دوست کی لیاقت اور قابلیت کو زیادہ جانتے ہیں اور اُس کی رائے کی وقعت کرتے
ہیں اور مجمع کے لائق سے لائق دو چار آدمیوں کے سامنے وہ تقریر کرنے میں پریشان نہیں ہوتے
مگر مجمع کے روبرو خوف کے مارے اُن کی زبان سے مشکل سے الفاظ نکلتے ہیں بعض وقت
تقریر کی تاثیر جو ایک مجمع عام پر ہوتی ہے وہ دو چار آدمیوں پر نہیں ہوتی جیسے کہ

حال ہوتا ہے کہ دو چار سُک چلانے سے ریلوے کا چلانا آسان ہوتا ہے ⁂

بعض تقریر کرنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ دو چار ہی مضمون اُن کو خوب بیان کرنے آتے ہیں اور انھیں کو پھیر پھیر کر بیان کیا کرتے ہیں گانے کی ٹھپیا اور ٹھپیا کی گت بناتے ہیں سوائے اُن کے کسی اور مضمون پر گفتگو نہیں کر سکتے پس پہلے لوگوں کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ تو ایک ہی راگ گایا کرتے ہیں تو وہ نظر سے گر جاتے ہیں [illegible] وہ اگر ان کی بعضی ادائیں اڑانے لگتے ہیں بعضی کا قاعدہ ہے کہ وہ تنہائی میں [illegible] آتی [illegible] ہے تو اس وقت یہ خیال ہوتا ہے کہ میں مجمع میں بیٹھا ہوا ہوں اس لیے مجمع میں تقریر [illegible] اس کا زیادہ خیال [illegible] ⁂

تقریر میں یوں بڑا لطف آتا ہے کہ بمناسبت مقام [illegible] ایک بات شروع اور ختم ہو [illegible] اس [illegible] کو اپنا اظہار کرنے کے وقت [illegible] بعد [illegible] کے پیچھے [illegible] چھوڑ جائے سب کی [illegible] کہ تھوڑی دیر کے لیے جو تقریر میں [illegible] بات کہی جائے تو اس کے [illegible] اور اس کی [illegible] تفصیل [illegible] طور پر بیان کی جائے [illegible] دونوں کے لیے ایک دل چسپ مضمون ہو [illegible] بغیر تقریر پھیکی ہوتی ہے [illegible] اگر کوئی کہانی کے طور بھی کوئی سنائی [illegible] بیان کر دیا۔ تقریر میں کچھ ظرافت بھی چاہیے۔ مگر ایسی تقریروں میں ظرافت [illegible] جیسے مذہب کی باب میں یا معاملات سلطنت یا بزرگان عالی قدر کے ذکر میں یا واجب الرحم آدمیوں کے بیان میں یا کسی نہایت بڑے کام میں جس میں وہ شریک [illegible] ہو۔ مگر بعض تیز ذہن ایسے ہوتے ہیں کہ [illegible] تقریر میں لوگوں کے دلوں میں [illegible] ہمارا [illegible] وہ [illegible] ہیں کہ ہماری ذکاوت کیا مر گئی یا سو گئی [illegible] ان کو چاہیے کہ وہ اس عادت سے باز رہیں زبان کو لگام دیں اور لگام کو خوب مضبوط [illegible] دوسروں کی تحقیر اور ہنسی اڑانے سے پرہیز کریں تقریر ایسی طول طویل نہ ہو کہ سامعین کی [illegible] سنتے سنتے تھک جاویں تقریر نمکین ہو مگر نہ تلخ جو شخص تقریر میں لوگوں پر آوازے [illegible] طعن و تشنیع سے باز نہیں رہتا [illegible] اپنی ذکاوت سے اوروں کو ڈراتا ہے

اُس کو خود بھی ڈرنا چاہیے کہ اور لوگ توقع پا کر اپنا عوض اُس سے لینگے ۔

جو شخص اکثر سوال کرنے کی عادت رکھتا ہے اُس کا علم بہت جلد بڑھ جاتا ہے ۔ اگر وہ اہل ہنر سے اُن کے ہنر کی نسبت سوال کرے تو وہ اُس کے جواب دینے سے خوش ہونگے اور اُس کی بہتری بڑھ جائیگی۔ مگر سوال کرنے میں ہمیشہ اس بات کا خیال رکھ کر وہ ایسے بیہودہ نہ پوچھے جو شوخی کی باتیں کہ اُن کے جواب دینے میں تکلیف ہو۔ وقت ہو آدمی کو چاہیے کہ وہ خود ایسا نہ بولے کہ دوسرے کے بولنے کی نوبت نہ آنے پائے بلکہ کوئی ایسا کم گو ہی اگر ہو کہ کسی دوسرے کو بولنے نہ دے تو اُس کو کسی تدبیر و حکمت سے خاموش کرے تاکہ اور آدمی بھی بولیں۔ تقریر میں آدمی نہ خود اپنی تعریف کرے اور خاص معین شخصوں کی تعریف میں بھی حتی الامکان پرہیز کرے اگر اپنے ذکر کی کوئی سخت ضرورت آن پڑے تو اُس کو نہایت نرمی ادب اور لطافت سے ادا کرے اپنے طریقہ اپنی تعریف کرنے کا یہ بھی ہے کہ آدمی اُس صفت کی دوسرے شخص کی تعریف کرے جو اپنے میں موجود ہے ۔

تقریر میں ایسی چھپی ہوئی باتیں نہ کہے جو کنایتاً یا صراحتاً دوسروں پر لگتی ہوں تقریر کا تو لطف یہ ہے کہ وہ سب کو بھلی معلوم ہوتی ہو میدان کا سا حال ہو کہ وہ کسی خاص گھر کی طرف کا رستہ نہیں ہوتا بعض آدمی تقریر خوب کرتے ہیں مگر کوئی اعتراض اُن پر جڑ دے تو بغلیں جھانکتے ہیں۔ بعض کی تقریر تو ایسی خوب نہیں ہوتی لیکن اگر کوئی اعتراض کرے تو جواب خوب دیتے ہیں اُن کا حال جانوروں کا سا ہے کہ بعض خوب دوڑتے ہیں مگر مڑتے خوب نہیں بعض مڑتے خوب ہیں مگر دوڑتے خوب نہیں ۔

(۱) ہم کو اپنی تقریر میں کسی بات کے لئے نہ تمہیدیں بہت سی کرنی چاہئیں نہ اُن کو بالکل چھوڑنا چاہئے اوّل صورت میں سننے والے تھک جائینگے اور دوسری صورت میں باتیں لنڈوری سی معلوم ہونگیں اور ہم کند ذہن ۔

(۲) مقرروں کی مثال چاند سورج کی سی ہے رات کو جب چاند چمکتا ہے تو ہم چاندنی کو کہتے ہیں

کہ کیا خوب چاندنی ہے۔ دن کو یہ کہتے ہیں کہ گل و بستان پر کیا بہار ہے۔ اور چیزوں پر کیا رونق ہے آفتاب کا ذکر نہیں کرینگے جس کی روشنی کے سبب یہ رونق پیدا ہوئی ہے۔ پس جو اعلیٰ درجہ کے مقرر ہیں اُن کا حال آفتاب کا سا ہے کہ اُن کا ذکر نہیں ہوتا۔ بلکہ اُن باتوں کا لوگوں کے دلوں میں خیال پیدا ہوتا ہے جو انھوں نے بیان کیں اُن کے بعد دوسرے درجہ کے مقرروں کا حال چاند کا سا ہوتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں ان کا اور اُنکی فصاحت کا خیال ہوتا رہے۔ کل تقریر میں کافی باتوں سے زیادہ باتیں بیان ہوتی ہیں اور کافی تقریر میں کل باتیں بیان ہوتی ہیں طول طویل تقریروں کا حال ایسا ہی جیسا کہ بہت تیروں کا جو نشانہ پر چھوٹے جائیں اور اس پر لگیں نہیں جس کے سبب سے تو یہ ایسی ہٹ جاتی کہ محنت کارت جائے اور نشکار ہاتھ نہ آئے

پیشین گوئیاں

پیشین گوئیاں کئی طرح کی ہوتی ہیں ایک وہ ہیں جن کو مورخ اپنی تاریخوں میں لکھتی ہیں اور وہ معاملات ملکی سے متعلق ہوتی ہیں مورخ زمانہ ماضی کے واقعات کو دیکھ کر پیشین گوئی کرتا ہے۔ اگر وہ پوری ہوتی ہیں تو باور کی جاتی ہیں اور مورخ کی ذہانت کی داد دی جاتی ہے۔ اور اگر وہ پوری نہیں ہوتیں تو فراموش کردی جاتی ہیں۔ دوسری وہ ہیں جو یونہیں اٹکل پچو ہر کی طرح ہانک دی جاتی ہیں جیسے مجذوب بڑ میں کہا کرتے ہیں۔ سوم جعلی بنائی ہوئی یہ اکثر بزرگوں کے حالات میں لکھی جاتی ہیں۔ پیراں نمی پرند مریداں می پرانند۔ مرید اپنے مرشد کے پیشین گوئیوں کی بھی قائل ہوتے ہیں اس لئے بہت سی بشارتیں اُن کی گھڑ کر اُن کے حالات میں تحریر کردیتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ اُن کو عالم غیب کی باتیں پہلے سے معلوم ہوجاتی تھیں +

جاہ جوئی - دیعنے اپنی برتری کی خواہش)

جسم انسان میں خلط صفرا ہوتا ہے کہ اُس کی روانی انسان کو چست چالاک مستعد سرگرم دل چلا بنائے رکھتی ہے مگر اُس کا بند ہوتا اُس کو تیز و گرم کر کے کڑوا زہر بناتا ہے اور ایسے آدمی کو پُر اضطرار اور بیقرار کرتا ہی - یہی حال جاہ جوئے کا ہوتا ہے کہ جب تک اُس کی ترقی اور بہتری ہوتی جاتی ہے تو وہ اپنے شغل و کام میں تندہی کرتے رہتے ہیں اور کسی کو ایذا نہیں دیتے لیکن جہاں ان کی کام روائی کا رستہ بند ہوا اور ان کی آرزوئیں پوری نہ ہوئیں تو پھر ان کے دل میں کدورت کا انبار لگ جاتا ہی - آدمیوں کو کاٹنے کو دوڑتے ہیں کاموں کے بگڑنے سے خوش ہوتے ہیں +

(۲) بعض سلطنت کی ضرورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان میں بغیر ایسے اولوالعزم جاہ طلبوں کے کام اچھی طرح نہیں چل سکتا - اوّل میدان کارزار کے لئے عمدہ افسر ایسے آدمی ضرور ہیں جو بڑے عالی حوصلہ اور اولوالعزم اور عالی ہمت ہوں - ضرور ایسے کام وہ جنگی جوان کی جاہ جوئی کے عیب پر پردہ ڈال دینگے ایک سپاہی لڑائی میں بھیجنا جو عالی حوصلہ نہ ہو ایسا ہے کہ اُس کو بدون ہتھیاروں کے بھیجیں خصوصاً ایسے خطرناک مہمات کے لئے جن میں کینہ و پیکار کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو ایسے کاموں میں جاہ طلبوں کی آنکھوں پر جاہ طلبی کا پردہ ایسا پڑا ہوتا ہے کہ کوئی خوف و خطر ان کو نظر نہیں آتا - وہ اُس کبوتر کی طرح آسمان پر اُڑ جاتے ہیں جس کی آنکھوں پر ٹوپی ہو کہ اپنے گرد خوف کو نہ دیکھے +

دوم ریاست میں جو لوگ علی درجہ پر پہنچ گئے ہوں اُن کے عزو شان کے بڑھانے اور دکھانے کے واسطے ان عالی ہمتوں سے خدمت لینی مناسب ہوتی ہی +

(۳) جو جاہ طلب یہ چاہتا ہے کہ مجھے لائق اور بزرگ لوگ بڑا مانیں وہ ایک مہم عظیم اپنے آگے رکھتا ہی اور اُس سے عام لوگوں کو سوائے فائدے کے نقصان کچھ نہیں ہوتا - لیکن جو جاہ طلب یہ آرزو رکھتا ہی کہ ادنے آدمیوں میں میں ہی بڑا سمجھا جاؤں وہ اُس کے لئے وہ

سازش میں کیا ہو تو اس سے لوگوں کو آزار پہنچتا ہے +

(۴) جاہ حاصل کرنے کے واسطے ان تین باتوں میں کوشش کرنی پڑتی ہے۔ اول بھلائی کر سکنے کے موقع کی جستجو دوم سلاطین اور کبیر ملاقات تک رسائی سوم اپنی الیٰ قدر پیدا کرنی۔ ان آرزوؤں کے حاصل کرنے میں جس کی نیت بخیر ہے وہ نیک ایماندار آدمی ہے۔ یہ جاہ طلبی انصاف و ایمان کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس میں ظاہر و باطن میں موافقت ہوتی ہے وہ ایسا عزت کی آرزو مردانہ ہوتی ہے۔ بادشاہوں کو چاہئے کہ وہ وزیر اور اپنے اہلکار ایسے انتخاب کریں جن کو اپنے کام کا بہ نسبت اپنی ترقی اور منفعت جاہ کے زیادہ خیال ہو اور اپنے کام کو ایمانداری سے کرتے ہوں۔ نہ نمائش و فخر سے +

(۵) جاہ طلبی دل کی بےحیائی کا نام ہے۔ بعد جاہ و حرص دو دیو ہیں جو آدمی کی کھال کو اپنی آرزوؤں میں کھو دیتے رہتے ہیں جاہ طلبی مہد سے لحد تک سفر کو نہایت کڑا کر دیتی ہے اور حیا بھی وہ سر کو جھکواتی ہے +

(۶) جو لوگ جاہ طلب ہیں وہ سلطنت کرنی چاہتے ہیں خواہ وہ دوزخ ہی کی کیوں نہ ہو وہ بہشت کی خدمتگاری سے دوزخ کی فرمانروائی کو اچھا جانتے ہیں +

(۷) جاہ طلب جس کام کو چاہتے ہیں کہ اس طرح وہ اچھا ہو۔ اگر وہ حسب لخواہ نہ ہو تو پھر اس کو وہ ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کیا تو کام بالکل نہ کریں اور اگر کریں تو سب سے اچھا و بہتر۔ مگر آدمی کو چاہئے کہ جتنا وہ کام اچھا کر سکے اس کے کرنے میں اپنی ہمت صرف کرے۔ کل قرض کا بار سے نہ اتار سکے تو اس کا کوئی حصہ ہی ادا کرے جس سے کچھ بوجھ تو ہلکا ہو + آدمی کو چاہئے کہ وہ اونچا نہ بیٹھے کہ بے عزتی سے نیچے اتارا جائے۔ بلکہ نیچی بیٹھے کہ عزت کی ساتھ اوپر بلند کیا جائے۔ وہاں چڑھو جہاں گرنے کا ڈر ہو۔ عجز و انکسار سے اپنی دولت و عزت بڑھاؤ خود و نخوت سے بلندی پر چڑھ کر اپنے تئیں نیچے نہ گراؤ +

(۹) ایک فقیر جو جاڑے میں گٹھر رہا ہو۔ پہاڑ کے اندر مینھ کی بوچھاڑ سے تر بتر ہو۔ کہیں تھکا ہوا سایہ بیٹھنے کو نہ ملتا ہو وہ کہیں پیٹ کے بل زمین سے لگا ہوا پڑا ہو اور اسی کو اپنا گھر سمجھتا ہو اُس سے کوئی جاہ طلب سینہ کو دکھا کر کہے کہ تو اپنی حالت کو اس سے بدل لے تو وہ ہرگز نہیں سے لگا کہے گا اس کے سینہ میں تو بڑی خوفناک آفات بھری ہوئی ہیں کہیں اس میں انتقام نے خنجر لگا رکھے ہیں کہیں کینہ و حسد کے چھریاں مار رہی ہیں کہیں غصہ و غضب کے پا دل [illegible] رکھی ہیں غرض جو مصیبتیں اس حال میں ہیں وہ میرے حال میں نہیں ہیں اس لئے میں اپنی حالت اس سے نہیں بدلتا۔

(۱۰) جیسے کہ مرض استسقا میں جتنا پانی پیو اتنی ہی زیادہ پیاس لگتی ہے اس میں بڑا پرہیز یہی ہے کہ پیاس کے موافق پانی نہ پیا جائے۔ ایسے ہی روح کے واسطے یہ جاہ طلبی ہے کہ جتنی عزت بڑھتی جاتی ہے اتنی اس کی طلب زیادہ ہوتی جاتی ہے بس اس مرض کا علاج یہی ہے کہ زیادہ طلبی سے پرہیز کیا جائے۔

(۱۱) جس جاہ طلبی میں آرام نہ ہو اور ساری پریشانیاں ہوں وہ طوفان ہے۔ اور جس میں اونچے اُٹھنے کا ہمیشہ خیال رہے وہ بادر ہوا ہے۔ جس میں عوام کی بھلائی کا نقصان ہو وہ بادہ دوئی ہے۔ جس میں شہرت ناموری کا خیال ہو وہ سینہ سوز ہے۔ جس میں کمینوں کے احسان اُٹھانے پڑیں وہ رذالت ہے۔ جس میں شرارت و فساد و عناد ہوں وہ شیطنت ہے۔ جس میں سلطنت دولت شہرت کی تشنگی نہ بجھے وہ مرض استسقا ہے۔ جس میں آسمان پر بلند پروازی کا قصد ہو وہ ہما بنا ہے۔ جس میں نیکی کا گلا گھٹے وہ گندگی ہے۔ جس میں شہوت پرستی و کینہ توزی وغیرہ ہو وہ فرعونی ہے۔ جس میں عشق کی سی بیصبری ہو وہ مجنونی ہے۔ جس میں شیخ چلی کے سے خیالات ہوں اور پھکنوں کے پھونکنے سے دریا میں تلاطم پیدا کرنے کا ارادہ ہو وہ دیوانگی ہے۔ جس میں ناہموار راہوں پر چل کے نیچے زمین پر پہنچنا ہو وہ سینہ زوری ہے۔ جس میں ایسی آتش و حرارت روحانی پیدا ہو کہ جو ایک دفعہ بھڑک کے پھر وہ بجھے نہیں وہ آتش کدہ ہے۔ جس میں خالی نمائش اور بے معنی آوازیں ہوں وہ اُس کی عزت ہے۔ جس میں قیدخانے اور تخت ایک ہی گھنٹے میں معمور ہوں

وہ خودمختاری جس میں فراموشی اور نابینائی ہوں وہ بدحواسی ہے جس میں آدمی کی اوقات گزاری کا سرا سرمایہ برباد ہوجائے وہ اسراف ہے جس میں انتقام اور کینہ ہو وہ بیہودگی ہے جس میں فریب ہو وہ پاجی پن ہے +

(۱۱) جو بڑے درخت ہوتے ہیں وہی ہوا کے بس میں ہوتے ہیں ایسے ہی جاہ طلب بیت تا دولت کے قابو میں پہنچتے ہیں +

(۱۲) جاہ طلبی کو اگر دور سے دیکھو تو وہ ایسی خوشنما معلوم ہوتی ہے جیسے کہ پہاڑ اور اس کی چوٹیاں جنکے منظر اور فضا روح افزا معلوم ہوتے ہیں مگر یہ معلوم نہیں کہ ان کی بنیاد ریت پر رکھی گئی ہے جس کو پانی کی طغیانی ہلادیگی اور ہوا کے طوفان ڈھادینگے +

(۱۳) دنیا میں بہت تھوڑے آدمی ایسے ہوتے ہونگے کہ جن کی طبیعتیں جاہ طلب ہوتی ہوں اور وہ ملک یا قوم میں اپنا معزز ہونا نہ چاہتی ہوں ہر شخص چاہتا ہے کہ میں جن لوگوں میں بیٹھتا ہوں وہ میرا لحاظ و پاس کریں - برتری اور اونچے جس کو ارذل سے ارذل اور کمینہ سے کمینہ آدمی بھی چاہتا ہے کہ وہ مجھے اپنے دوستوں اور آشناؤں کے چھوٹے حلقہ میں حاصل ہو نہایت غریب کیا بلکہ ایک ٹکر گدائی بھی تعریف کرنے والے ہوتے ہیں اور وہ اپنی برتری سے کمتروں میں خوش ہوتا ہے یہ جو انسان کے دل میں قدرتی آرزو اپنی برتری کی ہے اگر وہ نیک طور سے کام میں آتی ہے تو آدمی کو فائدہ پہنچاتی ہے ایسا ہی کام بھی ہے جیسے اس کے بے صبر بے آرام کرنے میں آدمی کے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ وہ جانوروں کی سی قناعت اختیار کرے اس کو عزت کی آرزو میں صرف ہمت چاہیے مگر یہ اس کی نوبت یہاں تک پہنچنے دے کہ وہ صفات الٰہی کو پیدا کریں اور فانی ہونے کے خیال کو دل سے اڑادیں +

(۱۴) آفتاب سارے عالم کو روشن کرتا ہے اور کل مخلوق کو شاد و خرم مگر وہ اس جاہ طلب پر نہیں چمکتا جو مایوس ہوا ہے - اس کے گرد تاریکی چھائی ہوئی ہے جس میں شعاعیں جو چمکتی ہیں وہ

اس کی سوداز دگی اور افسردگی کو دکھاتی ہیں اس افسوس ناک حالت میں صرف اس کو یہ تسلی ہوتی
ہے کہ اس کی یہ مرض متعدی دوروں میں بھی پھیلا ہوا ہے جاہ طلبوں کو غلطی سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ
بہبودگی خلائق میں نہایت جوش سے محنت کرتا ہے لیکن جب اپنے مقاصد حاصل ہو جاتے ہیں [illegible]
ملجاتی تو پھر وہ وسائل اور نتائج سے کچھ غرض نہیں رکھتا ہے محسنوں کا احسان نہیں مانتا بلکہ
کہ جن سے ان کا خوف دلا ہوتا ہے ان کو بھی چھوڑ دیتا ہے +

(۳) جاہ طلبی ایک [illegible] باقی رہتی ہو [illegible] رہتا ہے کہ وسعت پاکر بالکل
نیست و نابود نہیں ہو جاتا +

(۴) جاہ طلبی کو ان تشبیہ میں مختلف [illegible] بیان کیا ہے کہ وہ مردار خور کا
ہے جس کو غرور کی غذا اول سے ملتی ہے + [illegible]
ذائقہ زبان کو اچھا معلوم ہوتا ہے ۔ [illegible] وہ [illegible]
دکھائی نہیں دیتا ۔ وہ سودائی کی طرح ہے [illegible]
جو اس کو اختیار کرتا ہے اس کے سینہ میں [illegible] باقی ہے +

(۵) غلام کا ایک آقا ہوتا ہے مگر جاہ طلب [illegible] کی امداد سے وہ
اپنی ترقی آئندہ چاہتا ہے +

(۶) جاہ طلبی کا ٹھیرنا ایسا ہوتا ہے جیسے کہ [illegible] کہ وہ ایک منٹ ٹھیر جاتی ہے تو
پھر وہ بڑی زور سے آتی ہے وہ ایک [illegible] میں کہ بخت بنانے کے واسطے ہے ۔
اس میں ابتدا کے اندر تکالیف و مصائب کا اٹھانا [illegible] کا حاصل ہونا موہومی ۔

طبیعت انسانی

طبیعت انسانی سے مراد ہماری [illegible] انسان کی قدرتاً و جبلتاً
داخل ہیں انسان کی طبیعت کو سوا [illegible] نہیں سکتی
طبیعت کے مغلوب کرنے کو آدمی بڑا کام [illegible] مغلوب کا ارادہ

جب پہلی دفعہ ہوتا ہی تو ناکامی ہوتی ہے جیسے بجید کی ہوتی ہے - دوبارہ ارادہ میں کچھ کام چلتا ہے پھر بار بار ارادہ کرنے سے کامیابی ہوتی ہی مرتبہ اول میں آسانی کے لیے کسی چیز کو اپنے ارادہ کا معین بناؤ جیسے کہ ابتدا میں تیرنے کے لیے تیراک تونبوں سے کام لیتے ہیں کچھ تکلیف کی کچھ برداشت چاہیے جیسے کہ ناچنے والے بھاری جوتے پہن ناچتے ہیں جس سے ناچنے میں کمال حاصل ہو ان کو جیسی مشق میں تکلیف اٹھانی پڑتی ہی ویسی بعد میں ناچنے میں نہیں ہوتی طبیعت جب زیادہ قوی ہوگی ایسی ہی اس کے مغلوب کرنے میں مشکل پیش آئیگی - اول طبیعت کو ڈھیلا اور روکنا چاہیے جیسا اس شخص نے کیا تھا جس کو غصہ بہت آتا تھا وہ غصہ کی حالت میں جب تک چوبیس حروف الف بے تے کے پڑھ لیتا پھر اس کو کم اختیار کرنا چاہیئے اور بعد ازاں بالکل مغلوب لیکن اگر آدمی مضبوط او مستقل ہو تو دفعۃً طبیعت کو مغلوب کرسکتا ہے وہ شخص اپنے دل کا بڑا استقلال رکھتا ہے جو ایک ہی دفعہ میں تمام سینہ فگار قیود کو توڑ ڈالے ان کی آوری تکلیف کی برداشت کرنے - یہ پرانا قاعدہ غلط نہیں ہی کہ جس چھڑی کو سیدھا کرنا ہوتا ہی تو اس کو مخالف جانب میں بالکل موڑ دیں جس سے وہ سیدھی ہو جاوے - مگر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ مخالف جانب غلط نہ ہو بس اسی طرح طبیعت کے کجی کو سیدھا اس طرح کرو کہ اسکو بالکل جانب مخالف میں موڑ دو جس سے وہ سیدھی ہو جائے

(۳) آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنی عادت کو بالجبر متواتر جاری نہ رکھے بلکہ بیچ بیچ میں وقفہ دے جب تک اپنی آرام لینے کی مہلت مل جاتی ہی تو حملہ سخت ہوتا ہی پس اس طرح جب عادات کو وقفہ دوگے تو اچھی عادتیں مضبوط ہو جائینگی اور بری عادتیں ضعیف وقفہ دینے کی برائی سے نصیحتوں کو بالکل دور کرو یا ان سے ایسی کثرت سے وقفیت پیدا کرو کہ وہ ذرا دل پر اثر نہ کریں انسان کی اصل طبیعت کا حال امور خانگی سے یا غصہ سے یا کسی نئے تجربہ سے معلوم ہوتا ہی - تم یہ نہ سمجھو کہ میں طبیعت کو بالکل مغلوب کرلونگا کیونکہ وہ ہمیشہ اپنی کسی موقع یا ترغیب پر اپنی حالت پر عود کریگی - جیسا کہ لقمان کی حکایات

میں لکھا ہے کہ جب ایک عورت کو بلی بنا دیا تو وہ چپکی بڑی متانت سے بیٹھی رہی
مگر جب چوہیا اس کے روبرو آئی تو اس پاس لپک گئی وہ آدمی بڑے خوش نصیب ہیں جن کو
زندگی میں وہ کام کرنے پڑے جو اُن کی طبیعت کے موافق تھے۔ جن میں طبیعت پر زور ڈالنے کی
ضرورت کچھ نہیں پڑی۔ جب کام طبیعت کے مخالف کرنے پڑتے ہیں تو بڑی زور سے طبیعت کو اس
طرف لے جانا پڑتا ہے۔ آدمی کی طبیعت کا حال کھیت کا سا ہے کہ اس میں ناج اور
گھاس پھوس دونو اگتی ہیں۔ آدمی کو چاہئے کہ موسم میں ایک میں آب پاشی کرے اور دوسرے
کو اکھیڑ کر پھینکے ⁂

(۳) طبیعت کے موافق سلسلہ ضرب میں اور عادت کے موافق سلسلہ جمع میں ترقی ہوتی
ہے۔ جو سلطنت میں قوانین عامہ کو رسم و رواج سے نسبت ہوتی ہے وہی نسبت آدمی میں
طبیعت کو عادت سے ہوتی ہے۔ جب طبیعت کے مخالف عادت ہوگی تو وہ سلطنت ضعیف کی
سی ہے جو جلد غارت ہو جائیگی۔ قاعدہ ہے کہ ہم اپنی طبیعت کے موافق خیال کرتے ہیں تعلیم کے
موافق بیان کرتے ہیں عادت کے موافق کام کرتے ہیں۔ طبیعت تو ایک معلم کتاب آموز
ہے اور عادت مجسٹریٹ (حاکم فوجداری) ہے ⁂

(۴) جیسے کہ ہوا کا رخ صرف ایک چھوٹے تنکے کے اڑنے سے معلوم ہوتا ہے لوہے
کی سلاخ سے نہیں معلوم ہوتا جس پر ہوا کا اثر کچھ نہیں ہوتا۔ ایسے ہی آدمی کی طبیعت
کا حال اس کے چھوٹے چھوٹے کاموں سے معلوم ہوتا ہے بڑے کاموں سے نہیں۔
کیونکہ ان کو وہ بہت سوچ بچار کرتا ہے اور وہ بعض اوقات میلان طبیعت کے بالکل خلاف ہوتے ہیں

(۵) مختلف زبانوں اور ملکوں میں انسان کے اوضاع و اطوار اور چال چلن بے انتہا مختلف
صورتوں میں نمودار ہوتے ہیں مگر طبیعت بشری ہمیشہ ایک ہی رہتی ہے وہ نہیں بدلتی
وہ ایک ہی درخت ہے جس کے حالات میں موسم۔ آب ہوا۔ زمین۔ طریقہ زراعت
کے سبب سے اختلافات نمایاں ہوتے ہیں پس اگر کوئی حماقت اور خطا مخصوص کسی ملک

اور زمانہ کے ساتھ ہوتی ہیں تو وہ زیادہ عرصہ نہیں باقی رہا کرتی ہیں مگر جو طبیعت بشری کے ساتھ باتیں متعلق ہوتی ہیں ان کا اثر بار بار ہر زمانہ میں ہے کیونکہ مثل مشہور ہے کہ جو درخت کسی غیر ملک کا لا کر بویا جاوے تو جہاں اس کی احتیاط نہ کی جاوے گی وہ برباد ہوا مگر جو زمین کی طبیعت کے موافق درخت اُگتا ہے اس کو جتنی دفعہ بویا جاوے گا پھر وہی پیدا ہوگا - زمانہ میں جو کام طبیعت بشری کے موافق ہوتے ہیں وہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے ہمیشہ یکساں ہیں گو ان کی صورت بظاہر ایسی مختلف معلوم ہوتی ہے کہ ان میں مماثلت دیکھنا بڑی ذہانت اور ذکاوت کا کام ہے اگر یہ ایسا نہ ہوتا تو انسان زمانہ گذشتہ کے تجربوں کے ذریعہ سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا -

عادت اور تعلیم

انسانوں کی طبیعتوں کے جو میلان ہوتے ہیں انہیں کے موافق خیالات ہوتے ہیں جیسی ان کی تعلیم اور ذہن میں باتیں جمی ہوئی ہوتی ہیں ویسی ہی ان کی گفتگو اور تقریر ہوتی ہے مگر ان کے کام عادت کے موافق ہوتے ہیں میکاولی ایک شخص نے بہت خوب کہا ہے کہ نہ طبیعت کے اقتضا پر نہ زبانی بہادری پر بھروسہ ہوسکتا ہے جب تک ان کی تائید عادات نہ کرے وہ کہتا ہے کہ بڑی بڑی سازشوں کے کرنے میں ایسے آدمیوں سے کام نہیں چلتا کہ جو بڑی سفاک قوی زبردست مستقل ہوں جو ان کے کرنے میں حیران پریشان ہونگے - بلکہ ایسے آدمیوں سے کام نکلے گا کہ جن کو سازشوں کے کرنے کی عادت اور تجربہ ہو - گو اس کے برخلاف مثالیں موجود ہوں مگر سچ یہی ہے کہ نہ طبیعت نہ الفاظ کے عہد و پیمان میں وہ زور ہے جو عادت میں ہے باطل پرستی کے اوہام باطلہ بھی ایسے بڑھے ہوئے ہیں کہ ان میں بھی قدرت عادت سے کم نہیں ہے وہ ان کو بھی جو پہلی دفعہ خون کریں قصائی بنا دیتی ہیں عادت کو جو انسان کے معاملات میں غلبہ ہے وہ بھی بڑا عجب خیز و حیرت انگیز ہے کہ اقرار ہوتے ہیں عہد و پیمان کئے جاتے ہیں قسمیں کھائی جاتی ہیں

غرض سب کچھ ہوتا ہی مگر کام وہی کیا جاتا ہی جو پہلے سے عادت نے سکھا رکھا ہے
یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان ایک کٹ پتلی مردہ یا کل ہی کہ جس کو عادت کے پیچھے چلا رہی ہی
عادت کی اس فرمانروائی کو دیکھو کہ کس ظلم کے ساتھ ہی کہ ہندؤں کے ہاں ایک وقت عقلاء
تھا جو چتا میں زندہ بیٹھ کر جل جاتا تھا۔ عورتیں اپنے خاوندوں کے ساتھ ستی ہو جاتی
تھیں سپارٹا کے لڑکے دنیا کے معبد میں کوڑے کھاتے تھے اور ان کے سارے بدن سے
خون ٹپکتا تھا مگر رونا چلانا تو کیا ایک آہ بھی منھ سے نہیں نکلتی تھی روس میں اپنے بچوں
کے لیے پانی کے برتن میں رات کو بیٹھے رہتے تھے یہاں تک پانی جم کر برف ہو جاتا تھا
غرض بہت سی مثالیں جسمانی اور روحانی عادت کی ایسی موجود ہیں کہ جن سے ثابت
ہوتا ہی کہ عادت کی برابر کوئی انسان پر فرمانروا نہیں ہی۔ پس جب عادت ایسی چیز
ہو تو آدمی پر فرض ہے کہ وہ نیک عادتوں کے پیدا کرنے میں ہمہ تن ساعی ہو۔ وہ
عادتیں مستقل اور پایدار ہوتی ہیں جو آدمی میں بچپنے سے پڑتی ہیں بچپنے میں تعلیم سے
عادتیں پڑتی ہیں کیونکہ تعلیم کے معنے ابتدائی عادت کے ہیں یہ چھوٹی عمر ایسی ہوتی
ہی کہ اس میں زبان ایسی ملائم ہوتی ہے کہ جن الفاظ کو چاہو اسے تلفظ کرا لو۔ تمام اعضا
میں ایسی قابلیت ہوتی ہی کہ جن حرکات کو چاہو ان میں پیدا کر لو۔ بعد بچپنے کے یہ
قابلیتیں کم ہو جاتی ہیں۔ شاذ و نادر ہی بڑی عمر کے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ
اپنے دل کو کسی چیز پر زیادہ نہیں لگاتے اور ایسا کھلا رکھتے ہیں کہ اس میں ترمیم و اصلاح
برابر داخل ہوتی رہتی ہیں تعلیم کا حال بعینہ ایسا ہی جیسا کہ درختوں میں پیوند لگانے
کا کہ جب درخت پودا ہو تو اس میں پیوند آسانی سے لگ سکتا ہی کہ ایک قلم اس کی
جڑ پر لگا دی جس سے تمام شاخیں پھیل گئیں بڑے درخت میں جو پیوند لگاتے ہیں
تو اس کی تمام شاخوں میں قلمیں لگانی پڑتی ہیں ہر شاخ کی نہایت خبرداری و حفاظت
کرنی پڑتی ہی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص بچپن میں تعلیم نہ پائی اور بڑے ہو گئے

اپنی اصلاح کے درپے ہو تو اُس کو بہت سی باتوں میں اپنے تئیں روکنا پڑتا ہے
ارسطو کا قول ہے کہ نیک عادتیں بچپنے ہی سے ڈالنی چاہئیں جب اکیلے آدمی کی عادت ایسی
زور آور ہوتی ہے تو ایک مجمع کثیر کی عادات جو ایک ہی ہوں تو وہ کیسا زور
رکھینگی اور وہ آپس میں ایک دوسرے کی کیسی تائید کرکے تقویت دینگے اور اس گروہ
کی شان و شکوہ بڑھائینگی - سچ ہے کہ انسان کی طبیعت میں نیک عادتوں کا پیدا ہونا
اُن مجالس کی صحبت پر موقوف ہے جو منتظم اور تربیت یافتہ ہوں ٭

(۲۰۳) گو آدمی کے کاموں میں عادت غالب ہوتی ہے - مگر یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ آدمی کے
سارے کام عادت پر موقوف ہیں اسلئے کہ عادت خود کاموں کے پیچھے ہی پیدا ہوتی ہے
جب ایک کام کو آدمی بار بار کرتا ہے تو عادت پیدا ہوتی ہے - جیسے کہ پانی کی رَو
پہاڑ کو کھوہ میں بتدریج اس طرح لے جاتی ہے کہ پہاڑ والوں کو مطلق خبر نہیں ہوتی
کہ کہاں کہاں جاتا ہے - اس طرح آدمی کو یہ پہلے نہیں معلوم ہوتا کہ عادات کس طرح
بتدریج اُس کو لے جاتی ہیں اور کہاں پہنچاتی ہیں جیسے دریا کا پانی اپنے لئے خود
جگہ کھود لیتا ہے اور پھر اسی میں مقید ہو کر رہتا ہے - اسی طرح عادت خود اپنے لئے
وادیاں پیدا کرلیتی ہے اور اُس میں بہتی رہتی ہے ٭

(۲۰۴) تعلیم کو ہم نے بیان کیا ہے کہ اُس کا حال درختوں میں پیوند لگانے کا سا ہے
یعنی اُن درختوں میں پیوند لگتا ہے کہ جن کی طبیعتوں میں مشارکت مناسبت ہوتی ہے -
بیل میں خربوزہ کا پیوند نہیں لگ سکتا ایسے ہی آدمی کی طبیعت اور تعلیم میں مناسبت ہونی چاہئے
اگر آدمی کی طبیعت کو شاعری سے مناسبت ہو اُس کو ریاضی سکھائی جاوے اور جس کی
طبیعت کو ریاضی سے مناسبت ہو اُس کو شاعری سکھائی جائے تو کوئی نیک نتیجہ نہیں پیدا
ہوگا - نہ پہلا مہندس ہوگا نہ دوسرا شاعر ٭

(۲۰۵) ارسطو نے لکھا ہے کہ بعض اوقات ایک ہی چیزوں سے آدمیوں میں مختلف عادتیں

پیدا ہوتی ہیں مثلاً انسانوں کی مصائب اور تکلیف کو دو آدمی دیکھا کریں ایک اُن میں سے ان مصیبتوں کے رفع کرنے میں کوشش کیا کرے اور دوسرا بے پروائی تو ایک کی عادت یہ ہو جائیگی کہ جہاں اُس کو کوئی مصیبت کا مارا نظر پڑا وہ اُس کی مصیبت کے رفع کرنے کے علاج میں ہمہ تن مصروف ہوا اور دوسرا ایسا کہ دل میں گویا ہزاروں مصیبت زدوں کو بھی دیکھیگا تو اُس کو خبر نہ ہوگی ۔

قسمت و نصیب

جس انگریزی لفظ کا ترجمہ نصیب یا قسمت میں نے کیا ہی اُسکے اصلی معنی ان چیزوں کے ہیں جو زندگی میں اتفاقیہ پیش آئیں زبان کے محاورہ کے موافق کہیں اُس کا ترجمہ بھاگ بخت تقدیر۔ دولت و اقبال بھی کیا ہی۔ ہم ظاہر دیکھتے ہیں کہ بعض کو اوروں کی یاری و مددگاری سے ۔ بعض کو نوازش و سفارش سے ۔ بعض کو دوسروں کی موت سے بعض کو موقعوں کے ہاتھ لگنے سے ایسے اتفاقات پیش آتے ہیں کہ اُن میں مناسب حال خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور اس سے ہم کو قسمت کا قائل ہونا پڑتا ہی۔ مگر ہر شخص اپنی قسمت کے قالب کو آپ ڈھالتا ہی۔ کسی شاعر کا قول ہی کہ ہر شخص اپنی قسمت کا آپ کاریگر ہی۔ ظاہر میں جو اسباب خارجی قسمت کے دیکھنے میں آتے ہیں اُن میں اکثر یہ ہیں کہ ایک آدمی کی حماقت دوسرے کی خوش نصیبی کا سبب ہوتی ہی (چو احمق درجہاں باقیست کس مفلس نماند) جب کوئی آدمی دفعتہً آسودہ حال ہو جاتا ہی تو وہ اوروں کی غلطیوں اور حماقتوں ہی سے ہوتا ہی۔ جیسا سانپ سانپوں کے کھانے سے اژدھا بنتا ہی۔ آدمی میں جو اوصاف ظاہر معلوم ہوتے ہیں ان کے اعتبار سے تو اُس کی تعریف کی جاتی ہی۔ مگر اُس کے اندر ایسے چھوٹے چھوٹے اوصاف مخفی ہوتے ہیں کہ جن کے نام بھی کچھ نہیں ہوتے ۔ وہی آدمی کی قسمت ڈھالنے کے سانچے ہوتے ہیں۔ اچھے کاموں میں جو نیک صفات ظاہر ہوتی ہیں وہ ستائش آفرین ہوتی ہیں مگر جن اوصاف میں مخفی قابلیتیں ہوتی ہیں وہ قسمت آفرین ہوتی

یہ اوصاف ایسی قابلیتیں اور عادتیں ہوتی ہیں کہ جن میں تھوڑی حماقت ہوتی ہے اور دانائی بہت نہیں ہوتی۔ آدمی کی طبیعت میں وہ رکاوٹیں نہیں ہوتیں جس کے سبب سے اس کے دل کا پہیہ قسمت کے پہیہ کی برابر رستہ چلتا ہے۔ آدمی غور سے دیکھے تو قسمت کو دیکھ سکتا ہے گو وہ خود اندھی ہے مگر وہ اوروں کو دکھائی دیتی ہے۔ ایک شخص نے کہا ہے کہ آدمی میں اپنی جسمانی طاقت اور روحانی قدرت معلوم ہوتی ہے کہ وہ جہاں چاہے اپنی قسمت آپ بنا سکتا ہے۔ وہ ہر فن مولی ہے۔ قسمت کا حال کہکشاں کا سا ہے کہ ایک بے شمار ستاروں کا مجموعہ چمکتا ہے مگر کوئی ستارہ ان میں سے جدا چمکتا نظر نہیں آتا۔ بس ایسے ہی آدمی بے نام اور مخفی وصفوں کا مجموعہ ہیں جن میں قابلیتیں اور عادتیں ہوتی ہیں وہ نظر نہیں آتیں مگر وہ سب مل کر نصیبے کو چمکاتی ہیں۔ جب آدمی ایسے کام کرتا ہے کہ اس میں کوئی نشانہ خالی نہیں جاتا تو اس کو یوں کہتے ہیں کہ وہ تھوڑا سا احمق ہے اور بہت سا دانشمند نہیں ہے۔ اسی واسطے جو لوگ اپنے ملک یا اپنے آقا کے سچے خیر خواہ ہوتے ہیں وہ خوش نصیب نہیں ہوتے۔ وہ اپنے خیالات جو ظاہر کرتے ہیں وہ اوروں کی بھلائی کے لئے ہوتے ہیں اپنی ذات کے لئے نہیں ہوتے۔ جب ایک شخص کا اقبال دفعۃً چمک جاتا ہے تو وہ دلیرانہ منصوبے کرنے لگتا ہے مگر قابل نہیں ہوتا۔ قابل جب ہی ہوتا ہے کہ اس کی خوش اقبالی کا امتحان اور عمل بردباری اور تحمل کے ساتھ ہوتا ہے قسمت کی دو بیٹیاں ہوتی ہیں۔ ایک حکومت دوسری ناموری۔ اسی سبب سے اس کی بڑی عزت اور آؤ بھگت ہوتی ہے۔ ورنہ وہ خود قابل عزت نہیں ہوتی۔ بڑے بڑے عالی ہمت اور بزرگ انفس تقدیر کی ایسی خاطر داری کرتے ہیں کہ وہ اپنی تمام خوبیوں اور اوصاف کو مشیت ایزدی اور قسمت کے حوالے کرتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کی حسد سے بچیں وہ یہ کیوں کہیں کہ یہ کیا آدمی کی تھوڑی بزرگی ہے کہ وہ اس کا قائل ہو کہ وہ قدرت اعظم اس کی خبرگیر اور دستگیر ہے جو دانشمند اس کے قائل نہیں ہوتے وہ دنیا میں کامیاب نہیں ہوتے۔ قیصر روم جہاز میں

بیٹھا تھا۔ جب وہ طوفان میں آیا تو اس نے ناخدا سے کہا کہ تیرے جہاز میں قیصر اور
قیصر کی قسمت دونو سوار ہیں۔ تجربہ سے معلوم ہوتا ہی کہ جن بڑے فرماں روایوں نے
اپنے کارہاے بزرگ کو اپنی قابلیت اور لیاقت سے منسوب کیا وہ بدنصیب تھے۔ یونان کا
ایک فرماں روا تھا جب اس نے اپنے گورنمنٹ کے حسن انتظام کا بیان کیا تو اس کے ساتھ
یہ بھی کہدیا کہ اس میں کچھ قسمت کو دخل نہ تھا۔ اس پر اہل ملک اس سے خفا ہوئے کہ
اس کو جلاوطنی نصیب ہوئی +

(۲) سارے کاموں میں قسمت پر بھروسا احمق کیا کرتے ہیں اس لئے قسمت کی بڑی
مہربانی ہمیشہ احمقوں پر ہوتی ہی۔ جب کوئی احمق کسی آفت سے بچ جاتا ہے یا کسی
کام میں کامیاب ہوتا ہے تو لوگ بھی کہتے ہیں کہ وہ اپنے قسمت سے بچ گیا یا کامیاب
ہوا۔ اور اگر کوئی عاقل بیدار مغز اپنے کام میں کامیاب ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ وہ اپنی
ہوشیاری اور دانائی سے کامیاب ہوا۔ عاقل آدمی زیادہ تر تدبیر کے رستے پر چلتے ہیں
اس لئے وہ زیادہ تر خوش نصیب ہوتے ہیں مثلاً ایک عاقل جہاز کو وہاں روانہ کریگا جہاں
ہوا اور موسم کو موافق دیکھے گا۔ احمق جہاز کو اٹکل پچو یونہیں روانہ کر دیگا اگر بندر پر
پہنچ جائیگا تو کہیں گے کہ اس کی قسمت سے پہنچا۔ اگر عاقل کا جہاز سلامت پہنچے تو کہیں گے
تقدیر کے موافق تدبیر کی تھی۔ اس لئے پہنچا۔ غرض دونو کو کچھ نہ کچھ قسمت کا ممنون ہونا پڑتا ہے
بعض کام ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں عاقلوں کو خوف معلوم ہوتا ہی اس لئے ان کے
کرنے میں سوچ و پیش کرتے ہیں احمق جاہل کو ان میں کچھ خوف نہیں معلوم ہوتا اس لئے
ان کو بیدھڑک کر بیٹھتے ہیں اور ان میں کامیاب ہوتے ہیں اور عاقل ناکام رہتے ہیں
اس لئے یہ ضرب المثل ہی کہ بچوں کی بدمستوں کی کودنوں کی خبرگیری پریاں کیا کرتی
ہیں (بھولے بھالے کا خدا مالک ہی) +

(۳) بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ہمیشہ اپنی قسمت کو جھینکا کرتے ہیں

حال میں خوش نہیں ہوتے ہیں وہ گزشتہ حالت اور آیندہ حالت کو اچھا جانتے ہیں اور بالفعل کی حالت کو بُرا سمجھتے ہیں ایک دفعہ مسافر صحرا میں جاتا تھا کہ اُس کو اپنے پیچھے اور آگے ایک تالاب پانی سے بھرا ہوا نظر پڑا۔ جب وہ وہاں کوشش کرکے پہنچا تو وہی تپتا ریگستان یعنے سراب تھا اس پر ایک شخص نے کہا کہ اس آدمی کی خوشی بہت مانند حال نہیں ہے ایسے لوگوں کو آگے اور پیچھے زمانہ ماضی اور استقبال سراب دکھاتا ہے اور حال اُن کو خوش حال نہیں رکھتا۔

سود بیاج

ایسے روپیہ کو کہتے ہیں جو ایک شخص دوسرے آدمی کے روپیہ کے استعمال کی عوض میں دیتا ہے) سود کے مذمت کرنے میں اور اُس پر لعنت ملامت بھیجنے میں بہت سے آدمیوں نے اپنی ذہانت و فصاحت خرچ کی ہے۔ اور بہت سیاست دانوں نے اُس کے روکنے کی تدابیر کی ہیں مگر کوئی کارگر نہ ہوئی۔ کسی نے افسوس سے کہا کہ انسان سود کیا لیتا ہے خدا کا حصہ دہ یکی کا شیطان لیتا ہے۔ کسی نے کہا کہ سود خوار ایسا ہوتا ہی جیسا کہ شہد کی مکھیوں کے چھتے میں نروں کا جتھا۔ جو بیکار رہتا ہے اس لئے اُس کا نکالنا ہی بہتر ہوتا ہی کسی نے کہا کہ سود خوار خدا کا پہلا ہی یہ حکم توڑتا ہے کہ تو اپنی پیشانی کے پسینے سے روٹی کھائیگا۔ وہ دوسرے کی پیشانی کے پسینے سے روٹی کھاتا ہی۔ بعض نے کہا کہ سود کی اجازت جو ہے اُس کا ایسا حال ہے جیسے کہ حضرت موسیٰ نے یہودیوں سے فرمایا تھا کہ تم بڑے سنگدل ہو۔ اس لئے جورو کے چھوڑنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ ایسے ہی آدمی ایسا سخت دل ہے کہ وہ اپنا روپیہ بے سود کسی کو نہیں دیگا۔ اسلئے اُس کو سود کی اجازت دی گئی جب کسی طرح قرض کا لینا دینا بند نہیں ہوسکتا تو سود کا لینا دینا کیسے بند ہوسکتا ہے۔ اس کے فائدے اور نقصان ہم بیان کئے دیتے ہیں ان کو پڑھکر چاہے لوگ سود لیں یا نہ لیں۔

سود کے نقصان - اوّل وہ سوداگروں کی تعداد کو کم کرتا ہی۔ اس لئے کہ اگر بہیکالی کا پیشہ سود خواری کا نہ ہوتا تو جس روپیہ پر سود لیا جاتا ہے وہ تجارت میں لگتا اور اس سے بڑی رونق تجارت کو ہوتی جو ملک کی ترقی کی جان ہے +

دوم - تاجروں کو سود خلاس بناتا ہے جیسے کہ کسان کو زمین زیادہ لگان پر ہاتھ لگے تو وہ کھیتی سے فائدہ زیادہ نہیں اٹھا سکتا ایسے ہی تاجر کو روپیہ اگر سودی ہاتھ لگے تو وہ تجارت سے فائدہ کم اٹھا سکتا ہی اس لئے مفلس رہتا ہے +

سوم - بادشاہوں کے خراج کی آمدنی میں نقصان ہوتا ہے اس لئے ان کی آمدنی کی کمی بیشی تجارت کی کمی بیشی پر موقوف ہے۔ جب اوّل وجہ سے تجارت کی کساد بازاری ہوئی تو اُن کی آمدنی کا کیسا بازار گرم ہوسکتا ہے +

چہارم - سلطنت کی دولت چند آدمیوں کے ہاتھ میں ہو جاتی ہے سود خواروں کو تو اپنے سود کا یقین ہوتا ہے اور اوروں کو اپنے کاموں میں تذبذب ہوتا ہے۔ اس لئے بہت سا روپیہ سود خواروں ہی کے صندوقوں میں بند رہتا ہے اور سلطنت کے خزانہ کی ترقی کا مدار اس پر ہے کہ لوگوں کا روپیہ باہر برابر پھیلا ہو +

پنجم - زمین کی قدر گھٹ جاتی ہے اس لئے کہ روپیہ کیا تجارت کے کام میں آتا ہے یا زراعت کے کام میں سود خوار دونوں سے روپیہ کو روک لیتا ہے۔ جب زراعت میں نقصان آیا تو زمین کی قدر خود کم ہو جائیگی +

ششم - صنعتوں اور ترقیوں اور ایجادوں کو سست و مضمحل وہ کر دیتا ہے اس لئے کہ اُن میں روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے وہ ملتا نہیں +

ہفتم - بہت سے آدمیوں کی جائداد کو وہ برباد کر دیتا ہے جس سے ایک خاص مدت میں عام افلاس پھیل جاتا ہے +

اب سود کے فائدے یہ ہیں کہ اگرچہ سود تجارت کا سدِ راہ ہوتا ہے

مگر نوجوان تاجروں کا وہ مددگار ہوتا ہے۔ کیونکہ ان نوجوانوں کی سوداگری کا زیادہ مدار سودی روپے پر ہوتا ہے۔ اگر یہ بیاج کے کھانے والے اپنے روپئے کو تجارت سے نکال لیں تو پھر تجارت ٹھہر جائے +

دوم۔ اگر روپیہ سودی آسانی سے نہ ملا کرے تو آدمیوں کو ایسی شدید ضرورتیں پیش آتی ہیں کہ وہ اپنی جائداد کو خواہ زرعی ہو یا اور اسباب ہو ارزاں بیچ ڈالتے ہیں۔ اس سبب سے برباد ہو جاتے ہیں۔ سود تو ان کو کھٹتا ہے۔ مگر یہ بازار ان کو نگل جائیگا +

سوم۔ سودی روپئے سے صدہا طرح کی تکلیفیں رفع ہو جاتی ہیں مگر گورنمنٹ کی طرف سے اس کا انتظام ایسا ہونا چاہئے کہ سود کے دانت ایسے تیز نہ رہیں کہ وہ آدمیوں کو بھنبھوڑ کر کھا ہی جائیں سود کی دو شرحیں ہونی چاہئے ایک کم ہو جس سے زمین بیچنے والوں کو آسانی ہو اور اس سے زمین کی قدر بڑھے صنعت و محنت کی ترقی زیادہ ہو۔ دوسری خاص شخصوں اور خاص حالتوں کے صورت میں ہو +

جوانی اور پیری

برسوں میں آدمی جوان ہوتا ہے لیکن اگر وہ وقت اپنا ضائع نہ کرے تو گھنٹوں میں بوڑھا ہو جاتا ہے (یعنی بوڑھوں کا سا تجربہ کار) مگر ایسا شاذ ہوتا ہے۔ گو نوجوانی میں پیری کی بہ نسبت دانائی کم ہوتی ہے۔ مگر قوت متخیلہ اور قدرت ایجاد بڑی زبردست ہوتی ہیں۔ جن جوان طبیعتوں میں حرارت زیادہ اور بڑی سخت آرزوئیں اور تشویشیں ہوتی ہیں وہ کارکنی کے واسطے جب تک پختہ نہیں ہوتیں کہ اُن کی عمر بنصف النہار نہ ڈھل نہیں جاتی وہ بوڑھی طبیعتیں بھی خامکار ہوتی ہیں جن میں تندی ہوتی ہے۔ دنیا میں نوجوانوں نے بڑے بڑے کارنمایاں کئے ہیں اگر تاریخ سے دیکھیں واقعات عظیم خواہ جنگ و پیکار میں یا ملکی معاملات اور علمی اختراعات ایجادات میں

انتخاب کئے جائیں تو اُن کے کرنے والے اکثر نوجوان ہی نکلیں گے۔ جن کاموں کی
صورتیں نئی ہوتی ہیں اُن کو نوجوان ہی خوب سرانجام دیتے ہیں مگر وہ غلطیاں
بھی ایسی سخت نابکار کرتے ہیں کہ جس سے سارا کام تباہ ہو جاتا ہے۔ بوڑھوں کی
فقط اتنی غلطی ہوتی ہے کہ وہ کام کو دیر میں کرتے ہیں ورنہ تمام رکھتے ہیں نوجوانوں
کی بڑی غلطیوں کا سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ بہت سا کام جلدی کرنا چاہتے ہیں اس
مناسب ہے کہ کاموں کی تکمیل کے لئے کہ جس سے اُن کے ثمرے حاصل ہوں دونوں نوجوان
اور بوڑھوں کو کام میں لگائیں تاکہ دونوں کے نقصوں وعیبوں کی اصلاح ہو جائے
نوجوان کام سیکھ لیں اور بوڑھے کر دیں۔ دیرینہ سال معاملات ملکی میں زیادہ
ماہر ہوتے ہیں مگر اخلاق اُن کے نوجوانوں سے اچھے نہیں ہوتے۔ یہ ایک آیت ہے کہ
تمھارے نوجوان رویاء صادق دیکھیں گے اور تمھارے بوڑھے سوتے میں سپنے
اس کی تفسیر میں ایک یہودی عالم نے یہ لکھا ہے کہ نوجوان بہ نسبت بوڑھوں کے
خدا کے نزدیک زیادہ جائیں گے۔ اس لئے کہ رویاء صادق میں الہام کا زیادہ
حصہ بہ نسبت خواب کے ہوتا ہے۔ جو شخص دنیا کی شراب زیادہ پیتا ہے وہ
زیادہ بدمست ہوتا ہے۔ آدمی کی عمر اس کی فہم و فراست میں پختگی کرتی ہے
مگر اس کی محبت و نیت میں خامی لاتی ہے۔ بعض دفعہ نوجوان سے بڑی بڑی کاموں
کی توقعیں و امیدیں ہوتی ہیں۔ مگر انہیں مایوسی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ بعض
آدمیوں کی سمجھ جیسی قبل از وقت جلد پختہ ہو جاتی ہے۔ ایسی وقت سے پہلے پژمردہ
ہو جاتی ہے۔ ان کی ذکاوت کی دھار تیز ہوتی ہے مگر جلد کند ہو جاتی ہے۔ ان کی طبیعتیں
نازک ہوتی ہیں دیرپا نہیں ہوتیں جیسے تم بعض مصنفوں کی ابتدائی تصنیفات کو
دیکھتے ہو کہ اُن میں بلا کی فصاحت و بلاغت ہوتی ہے مگر انتہا کی تصنیفات اُن کی
بے لطف و پھیکی + بعض آدمیوں کی طبیعتیں فطرتی ایسی ہوتی ہیں

ذہانت دکھاتی ہیں اور پھر ٹھہر جاتی ہیں ایسے لوگ بڑھاپے تک گو ہیں لڑکے ہی معلوم ہوتے ہیں جن کاموں کی اُن سے توقع کی جاتی ہے وہ اُن کی نوجوانی کے مناسب ہوتی ہے مگر بڑی عمر کے نہیں + سوم بعض آدمیوں کو نوجوانی میں کام ایسے پیش آتے ہیں جن کے سرانجام دینے سے اُن کی بڑی شہرت اور ناموری ہوتی ہے مگر بڑھاپے میں اُن کے ساتھ کام ایسے نہیں آتے کہ اُن کی طبیعت کے جوہر کھلیں +

(۲۲) ارسطو نے جو نیکی اور دلیری کے باب میں جو مضمون لکھا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ بوڑھا پھر بالک ہو جاتا ہے۔ یہاں بھی ضرب المثل مشہور ہے کہ بوڑھا بالک برابر۔ کوئی شخص ایسی تفرقی حالت میں رہے اور کوئی اصول مقدس پاک کرنے والا اس کے دل میں نہ بٹھایا جاوے تو وہ روز بروز بدتر ہوتا جائیگا بعض حکیم اس کے برخلاف لکھتے ہیں کہ آدمی کی جتنی عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے اُس کی اصلاح خود بخود بغیر کسی کوشش کے ہوتی جاتی ہے جیسے جنگلی سیب کا درخت جتنا پرانا ہوتا جاتا ہے اتنے ہی اُس میں پھل زیادہ آتے جاتے ہیں۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ جبتک آدمی کے دل میں کوئی اصول اصلاح کرنے والا نہیں قائم ہوگا۔ اُس کی نوعمری کی بیوقوفیاں اور برائیاں اُتر نہ جائیں گی اور اُن کی جگہ زیادہ بدتر برائیاں اور بیوقوفیاں پیدا ہوتی جائینگی۔ ایک جنگلی پودے میں اگر کسی اچھے پھلدار درخت کا پیوند لگا دو تو وہ جتنا عمر میں بڑھتا جائیگا اتنے اچھے پھل لاتا جائیگا۔ اسی طرح دل میں کوئی اصول اصلاح کرنے والا جما دو تو جتنی عمر بڑھتی جائیگی اُس کے پھل اچھے آتے جائینگے +

(۲۳) جوانی کی تدبیروں اور ابتدائی خیالات میں زیادہ تر حصہ الہامی ہوتا ہے کہن سال اتنے عقل مند ہوتے ہیں وہ اپنے ملک اور ہمسایہ کے واسطے کافی دانشمند نہیں ہوتے۔ عمر جیسی آدمی کی صورت بگاڑتی ہے اُس سے زیادہ آدمی کے دل کو بگاڑتی ہے (اگر آدمی دل کو دیکھ سکتا تو اُس کا مشاہدہ ہو جاتا) بوڑھے آدمی سوا خدا کے سب کے

دیتے ہیں۔ نوجوانی توبہ کے بیج بونے کے واسطے اچھی کھیتی ہے نوجوانی کی
حیات میں بوڑھوں کی حکومت و استبداد کی حقارت داخل ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ
خود تکلیف و محنت کر کے دانائی حاصل کریں۔ جیسے کہ نوجوانی پیرانہ سالی سے بدل
جاتی ہے۔ ایسے ہی محبت صرف خالی عنایت سے بدل جاتی ہے +

(۴) نوجوان میں حیا و شرم و نرمی ہوتی ہے کہن سال میں سختی۔ سنگدلی نوجوان میں
رحم و شفقت۔ بوڑھے میں بے رحمی اور کندہ پن۔ نوجوان میں ستایش کے قابل رشک
ہوتا ہے۔ بوڑھے میں بدبختی سے حسد۔ نوجوان مذہب کی طرف تھوڑا راغب اور
اپنی عبادت میں کم شاغل ہوتا ہے اس لئے کہ اس کو برائی کی ہوا ابتک نہیں لگی ہوتی
اور کوئی تجربہ اس کا نہیں ہوتا۔ بڑھاپے میں فیاضی میں ان کے گرم جوشی جاتی ہے اور برائی
کے ساتھ مدت تک تعلق رکھنے سے اور یقین کرنے کی قابلیت جاتی رہتی ہے خدا پرستی کی
گرمجوشی سرد ہو جاتی ہے۔ نوجوان کی آرزوئیں پر جوش پر شوق ہوتی ہیں بوڑھے
کی آرزوئیں اعتدال کے ساتھ۔ نوجوان غیر مستقل اور متلون ہوتا ہے۔ بوڑھا بہت سنجیدہ
متین و مستقل۔ نوجوان فیاض سخی خیر خواہ خلائق ہوتا ہے۔ بوڑھا طامع۔ دانائی کے
واسطے جویا ہوتا ہے۔ نوجوان اپنے اوپر اعتبار کرنے والا اور ہوشیار ہوتا ہے
بوڑھا بے اعتبار اور وسواسی نوجوان آرام دینے والا اور بے ریا ہوتا ہے۔
بوڑھا خرانٹ گھنا بدظن۔ نوجوان بڑی بڑی آرزوئیں کرتا ہے۔ بوڑھا حسب
ضرورت۔ نوجوان حال کے زمانہ کو خوب غور سے دیکھتا بھالتا ہے۔ بوڑھا ماضی کے
زمانہ کو۔ نوجوان اپنے بزرگوں کا ادب کرتا ہے۔ بزرگ اس کی خطائیں پکڑتے ہیں

(۵) تو اپنی نوعمری کو اس طرح نہ گنوا کہ وہ جب تجھ کو یاد آئے تو دل سے سرد آہیں
نکلیں اور تجھے غمزدہ اور افسردہ کریں کیا تم اپنے بچپنے میں یہ خیال کرتے ہو کہ ہمارا بچپن
ختم نہ ہوگا؟ ضرور ختم ہوگا۔ دن خواہ کتنا ہی بڑا ہو کیا اس کی شام نہ آئیگی؟

ضرور آئیگی یہ نوعمری تمھاری کھیتی کا وقت ہے جو بوؤگے وہ کاٹوگے۔ ابھی ذرا محنت کرو کہ جس سے اتنا ذخیرہ جمع ہو جائے کہ آخر عمر تک زندگی بخوشی بسر ہو۔ اگر تم بڑا انعام حاصل کرنا چاہتے ہو تو تم کو محنت و مشقت کی برداشت اور سخت سے سخت تدابیر کرنی چاہییں ہر عمر کا ایک موسم ہوتا ہے اُسکے موافق بیج بوؤگے تو پھل پاؤگے بڑھاپے کے خوشیاں یہ ہیں کہ پہلی عمر میں پاک کئے ہوں جن کی یاد افسوس نہ دلائے۔ اور مال و دولت ہوں جو بڑھاپے میں علم و فضل کی صحبتوں میں آدمی نہیں جا سکتا تو گھر بیٹھے بال بچوں پاس بیٹھے اور احباب میں

(۲) تم اپنی نوجوانی کو سینے عیش و عشرت کا زمانہ نہ جانو۔ اس میں تم بڑی بڑی آرزوئیں کرتے ہو۔ ان میں مایوس ہو کر رنج و غم اٹھاتے ہو۔ لیکن جب تمھاری عمر بڑی ہوتی ہے تو تم کو اپنی امیدوں کا پورا تجربہ حاصل ہوتا ہے ان کے لئے اضطراب نہیں ہوتا اور اپنی حالت میں خوش رہتے ہو ؂

(۳) نوجوانی بڑے بڑے دلیرانہ منصوبوں اور امیدوں کا وقت ہوتا ہے تم کو ابھی ایسا موقع پیش نہیں آیا کہ تمھاری طاقت کا مقابلہ کسی مخالفت سے ہوتا جس سے اس کی کیفیت معلوم ہوتی۔ تم نے اپنے دل میں سمجھ لیا ہو کہ کیسا ہی پہاڑ ہمارے آگے رستہ روکنے کے واسطے آئے تو ہم اپنی کوشش سے اُسے ہٹا دینگے لیکن جب پہاڑ درحقیقت اپنی جگہ سے سرکانے کی بات ہو تو اس سے کچھ ہوشیاری نہیں سیکھتے بلکہ اور زیادہ طیش کی آتش تمھاری بھڑکتی ہے۔ جس کا دل فیاض اور جری ہوتا ہے اس کو مدتوں بعد اپنے ضعف کا شبہ ہوتا ہے۔ جن مشکلات کو وہ سمجھتا ہے کہ میں اپنے حملہ سے ہٹا دونگا ان کو صبر کے ساتھ اٹھاتا ہے پہلے اس سے کہ احکام فلسفہ کا زور تم کو مایوس کرے تم یہ سمجھتے ہو کہ اوّل سبب اور آخر مسبب کا روک دینا ہمارے اختیار میں ہے۔ تم اس بزدلانہ تاخیر کے جواب دینے والی محنت میں ہوتی ہے ہنستے ہو اور سمجھتے ہو کہ زیادہ آگے کوشش کرکے ہم اپنے منصوبوں کو سریع بنا لینگے۔ تم اعتبار اور دل پر ہیبت کرتے ہو۔

بوڑھوں کی صلاح مشورہ نہ ماننے کا میلان جو تم میں ہے وہ معقول ہی اس لئے کہ تم فہمائشی سے حقارت کے ساتھ شبہات کو رد کرتے ہو ÷

(۸) سچ پوچھو تو دنیا کے باغ میں کوئی گل رعنا اس نوجوان کی برابر نہیں ہے جو اپنی شگفتگی سے خدا کی قدرت کا منہ دکھاتا ہے اور اپنا رُخ خدا ہی کی طرف اس طرح رکھتا ہے جیسے سورج مکھی کی کلیاں آفتاب کی طرف ÷

(۹) جوانی کی مستی پر شراب کی سی جان کے لئے آتش بر آتش ہے۔ جو نوجوان شراب سے پرہیز نہیں کرتا نہ وہ اپنی عمر طبعی کو پہنچتا ہے نہ تندرست رہتا ہے۔ نوجوانی کے خیالات رنگین کو قوت تخیلہ ان چیزوں پر کہ معلوم نہیں ہوتیں بانئی ہوتی ہیں بہت شوخ چمکتے ہوئے رنگوں میں جمکائی ہے ÷

(۱۰) وہ موسم نوجوانی بڑا خوش و خرم ہے کہ جس میں حیا اور شرم ایسی رہ ہوں کہ کوئی بے حیائی اسکے اندر نہ جا سکے اور امید کے مقدس ہوائی شہر برباد ہو کر اصل حقیقت کے مٹی کے جھوپڑے نہ بن گئے ہوں اپنی فطرت کے موافق آزادی ہو اور بے اعتنائی

(۱۱) جو نوجوان ورزش جسمانی نہیں کرتا اور دل کو خوش نہیں رکھتا وہ دراز عمر نہیں ہوتا بہت سوچ بچار کرنا روح کو تحلیل کرتا ہے۔ اکثر کام سوچ بچار ہی میں رہ جاتا ہے

(۱۲) وہ نوجوان پسند کے قابل ہے کہ جسمیں بوڑھوں کی بعض باتیں ہوں اور وہ بوڑھا نفرت کے قابل ہے جس میں بچوں کی باتیں ہوں۔

(۱۳) شباب و جوانی کو خدمات ملکی کی نذر کرو۔ اور بڑھاپے کو اپنی خدمت میں بسر کرو

(۱۴) اگر دنیا میں بوڑھے نہ ہوں تو وہ انسانیت سے خارج معلوم ہو اور اگر بچے نہ ہوں تو وہ دیوانی باولی معلوم ہو ÷

(۱۵) نوجوانی میں جبتک راہ پر چڑھتے چلے جاؤ کہ شان و شکوہ کے کوہ کی چوٹی پر پہنچو جس کے سبب سے تمہارا نام ملک کے افسانوں میں مدت تک یادگار رہے۔

محنت کرکے علم کی کانیں گہری کھودتے چلے جاؤ۔ اور پھاوڑے مار مار کر وہ جواہر نکالو جو تاجوں کے ستاروں سے بھی زیادہ چمکدار ہوں مکتبوں اور مدرسوں سے نیچر (فطرت) کی وسیتوں اور علموں کی نعمتیں لوٹو۔ اپنے ادای فرائض کی راہ میں قدم بڑھاتے چلے جاؤ۔ یہی اصل خوشی ہے۔ خوبی ای سچی خوبصورتی ہے۔ دل آسمانی پیدائش ہی زمین کو اس آسمان بنادو۔ نوجوانی صحیح زندگانی ہی اگر اتنا سبق وقت سے اخلاق کے گہر کو دوپہر سے پہلے نہ بٹھادیا تو سایا اوس تمام تاریک رہیگا۔ مذہب کی زندگی کے نیچے جانے کا وقت بھی وقت ہوتا ہے ÷

(۱۶) بوڑھے آدمی ایسے مرتے ہیں جیسے کہ آگ خوب جل کر خود بجھ جاتی ہے۔ اور جوان آدمی ایسے مرتے ہیں جیسے کہ آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے کہ دیر تک اس میں دھواں اٹھتا رہتا ہے اور مشکل سے دیر میں بجھتی ہے ÷

(۱۷) عمر کا حال شراب کا سا ہی کہ جو اس کو صاف پینا چاہے وہ تلچھٹ چھوڑدے مگر بڑی عمر دنیا کی نعمت عظمیٰ سمجھی جاتی ہے۔ بڑی عمر میں ہوش وحواس اعضا قائم رہیں لیکن عزیز اقربا دوستوں کا مرنا اس کو ایسا بنا دیتا ہے جیسے کوئی درخت کہ جس کے پتے جھڑ جائیں اور شاخیں گر جائیں در ٹھنڈرہ جائے جو ہوا کے جھونکوں سے ہلا کری

خوبصورتی وبدصورتی

اگر حسن صورت کے خانہ میں حسن سیرت کا نگینہ جڑا جای تو وہ بہت ہی بیش بہا ہو جای۔ اس نگینہ کے واسطے کوئی بہتر خانہ اس سے زیادہ نہیں ہی۔ حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت کا کمال کمتر دیکھنے میں آتا ہی۔ حسن صورت میں جو کامل ہوتے ہیں وہ اکثر بڑے اولوالعزم نہیں ہوتے (گو بعض اس کی مستثنی صورتیں ہیں) اور وہ اپنی خوش وضعی کو بہ نسبت نیک کرداری کے زیادہ نظر رکھتے ہیں ادا و انداز۔ آن تان میں جو حسن ہوتا ہی وہ چہرے کے رنگ میں نہیں گو وہ گل ولالہ کا سا ہی کیوں نہ ہو۔ حسانت وہی ہی جسکی

تصویر بن سکے۔ نہ اُس کا بیان الفاظ میں ہو سکے۔ نہ اُس کے لئے قواعد مقرر ہو سکیں
ہر خوبصورتی میں ایک عجیب تناسب ہوتا ہے۔ بہت سے چہرے ایسے ہوتے ہیں
کہ اگر الگ الگ اُن کی ایک ایک چیز کو دیکھو تو وہ خوبصورت نہیں نظر آتے مگر
بحیثیت مجموعی وہ سب مل کر مناسبت کے سبب سے خوبصورت معلوم ہوتے ہیں مخلوقات
میں ہر چیز بحیثیت مجموعی ہمارے دل پر اثر کرتی ہے۔ اگر ایک عالیشان بُرج کو دیکھیں تو
اُس کا طول و عرض ارتفاع الگ الگ دل پر کچھ اثر نہیں کریگا۔ بلکہ اُس کی کل صورت
آنکھوں میں سما کر دل پر اثر کریگی۔ کوئی چیز دنیا میں بے عیب نہیں ہوتی ضرور اُس کے
اجزا میں عیب ہونگے۔ اگر یہ سچ ہو کہ خوبصورتی کا بڑا حصہ ادا و انداز و حرکات
و سکنات کے ہاتھ میں ہے تو بڑی عمر کے آدمی بھی حسین ہو سکتے ہیں مشہور ہے کہ خوبصورتی
کی خزاں بھی خوبصورت ہوتی ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ سال کی تمام اچھی فصلوں
میں خزاں کی فصل جو سب سے آخر ہوتی ہے زیادہ اچھی ہوتی ہے۔ بحقیقت میں
خوبصورت نہیں ہوتا۔ مگر پیار کے سبب سے وہ خوبصورت معلوم ہوتا ہے خوبصورتی
کا حال بہار کے پھولوں و بیلوں کا سا ہوتا ہے کہ وہ جلدی سے سٹر ابس
جاتے ہیں خوبصورتی زیادہ تر تو نوجوانوں کو آوارہ کرتی ہے۔ مگر کبھی وہ لائق آدمیوں میں
ہوتی ہے تو اُس سے ان کی نیکی بڑی چمک پاتی ہے اور وہ اپنی بُرائیوں سے ایسے
شرمندہ ہوتے ہیں کہ اُن کو چھوڑ دیتے ہیں۔ یا ان کی خوبصورتی نیکی کے ساتھ ہاتھ
میں ہاتھ دئے چلتی ہے۔ جس سے بُرائی نہایت بدشکل معلوم ہوتی ہے اور اوروں کے آگے شرمندہ ہو جاتی

(۲) بدصورت آدمی اکثر نیچر سے مقابلہ میں برابری کرتے ہیں۔ جیسا کہ نیچر نے ان کے ساتھ
بُرائی کی ہے ایسی ہی وہ نیچر کے ساتھ بُرائی کرتے ہیں اور اُس سے اپنا انتقام لیتے ہیں
یعنی جیسے نیچر نے اُن میں بدصورتی کا عیب بنایا ہے وہ اس کے مقابل میں ایسی خوبی
پیدا کرتے ہیں کہ اُس کو ہرا دیتے ہیں جسم اور روح میں موافقت و مطابقت ہوتی ہے

پھر جیسا ایک کو بُرا بناتا ہے ویسا دوسرے کو اس لئے بدصورتی کے ساتھ بدسیرتی ہوتی ہی۔ مگر انسان میں ایک انتخاب کی قوت ہے جس سے وہ اپنے قلب کے قالب کو ڈھال سکتا ہی اور تربیت و تعلیم و نیکی کے آفتاب سے اپنی تمام میلان طبعی کے اختروں کو [illegible] کر سکتا ہی۔ جس شخص کے جسم میں کوئی بدصورتی کا ایسا عیب ہوتا ہی جس کے سبب لوگ اُس سے متنفر ہوتے ہیں اور اُس کو حقیر جانتے ہیں تو یہ نفرت اُس کے دل کو ہمیشہ آمادہ کرتی ہے کہ وہ اپنے تئیں کسی نہ کسی طرح اس حقارت سے نجات دے اسی لئے وہ اپنے میں ایک ایسی خوبی پیدا کرتا ہے جو اُس عیب کو چھپا دیتی ہے۔ اسی لئے بعض بدصورت لوگ بہادر ہوتے ہیں۔ اوّل اُن کو اپنی حفاظت میں بہادری کرنی پڑتی ہی جس سے لوگ اُن کی حقارت نہ کریں اور پھر ایک مدت میں اُن کی عادت میں وہ داخل ہو جاتی ہے۔ وہ اوروں کی ضعف اور عیوب کے دیکھنے میں بھی کوشش کرتے ہیں جس سے اُن کے عیب کا معاوضہ ہو۔ اس لئے بعض اوقات بدصورت آدمی کا [illegible] [illegible]لق ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں +

[illegible] حُسن باطنی ہی کا نام ہی اور حسن ظاہری اظہار نیکی کا۔ کمینہ آدمی کا خوش رو ہونا ایسا ہی ہے جیسے کوڑھی کا پاکیزہ لباس پہننا۔ خوبصورتی نیکی کو روشن کرتی ہے اور برائی کو تاریک۔ حُسن دیکھنے والے اور دکھنے والے کو مست کرتا ہے۔ [illegible] اُس کی مستی شراب کی مستی سے زیادہ ہے۔ یہ ایک قانون الٰہی ہے کہ جو حُسن میں اوّل ہے وہ طاقت میں اوّل ہے۔ جہاں حُسن وکالت کر رہا ہو۔ وہاں اس کے آگے بڑے بڑے مقرر گونگے ہیں حُسن جس کو سیر کرتا ہے اُس کو زیادہ بھوکا کرتا ہی +

حُسن کی برابر کوئی چیز دُنیا میں نہیں ہی جو انسان کے دل و جان کو اپنا اوپر فریفتہ کرتا ہے۔ بڑے بڑے زبردست اُس کے دل چرانے والے آنکھوں کے سامنے اپنی [illegible] کو بھول جاتے ہیں اور سر جھکا دیتے ہیں سنگدل اور آہنی تن اُس کی زلف کی زنجیر [illegible]

پہنتے ہیں اور اپنی تاب و تواں کھوتے ہیں خدائتعالی نے خوبصورت چیزیں انسانوں کے واسطے یکساں بنائی ہیں اسلئے ادنے اعلے سب حسن کے شائق ہیں۔

(۵) دور کی چیزیں زیادہ خوبصورت معلوم ہوتی ہیں بادلوں کو دور سے دیکھو تو اپنے رنگ و روپ کیسے خوشنما دکھاتے ہیں۔ پاس جاکر دیکھو تو ایک بدمنظر کہر نظر آئیگی پہاڑوں کی چوٹیاں بڑی پُربہار معلوم ہوتی ہیں مگر اُن پر چڑھ کر دیکھیں تو کچھ نہیں

(۶) حسن کی سب جگہ فرمانروائی ہی موسم بہار کے بیشمار درختوں میں وہ جلوہ گر ہے سبزہ کی پتیوں میں وہ لہریں مارتا ہے درختوں کے پتوں میں وہ شوخیاں کرتا اور سمندر زمین کی تہوں کے اندر آمد و رفت رکھتا ہے گھونگوں اور جواہر میں اپنی دکھاتا ہے۔ ان چھوٹی چھوٹی چیزوں میں کیا بلکہ بڑی بڑی چیزوں میں جیسے پہاڑ۔ آسمان۔ ستارے۔ آفتاب کے طلوع و غروب میں جلوہ افروز ہوتا ہے عالم حسن کی عبادت گاہ ہی ستارے۔ پھول۔ پہاڑ۔ درختوں کے جنگل۔ دریا یہ سب حروف۔ الفاظ۔ آوازیں۔ رسل و رسائل۔ و خط حسن ہیں جنکے سمجھنے سے خدا تعالی نظر آتا ہے حسن خداداد کا دیکھنا ہی عبادت الہی ہے وہ غم کے اندھیرے کرنے والے اور باطنی خیالات کے دھندلا کرنے والے آنسو پوچھتا ہے۔ مردانِ خدا ان تمام خارجی حسین چیزوں کو ایک شیشہ کی گلاس میں کبریائی دیکھتے ہیں جو اس حسن کو نہیں دیکھتا وہ اندھا ہے اور زمین آسمان اسکو بندی خانہ ہے۔ اس کے دیکھنے سے انسان کی بے انتہا خوشی کا حصہ دنیا میں ہے۔ افسوس ہے کہ انسان اسی روحانی خوشی کو چھوڑ دے۔ حسن سب جگہ موجود ہے ڈھونڈنے سے ملتا ہی۔ جوینده یابنده۔ بعض جگہ حسن ایسا کونے میں جا بیٹھتا جہاں کسی کو اس کی توقع نہیں ہوتی۔ حسن کا حال پری کا سا ہے کبھی اور پتوں میں چھپ بیٹھی۔ کبھی پرانے عشق پیچاں کے بیچوں میں چلی گئی

آفتاب کی شعاعوں میں آنکھ مچولی کھیلنے لگی کہیں عمارت شکستہ میں بسیرا لینے لگی کہیں چمن ان
چھپروں میں بس گئی۔ کہیں سفید بادلوں کا روپ بھر کے ناچتی ہوئی سبز کھیتوں میں گشت
کرنے لگی کہیں نیلے سمندر پر لہروں کے اندر تاریک صورت بنا کے فرشتوں کے پردوں
کی طرح گذر گئی۔ غرض یہ ناز پرداز و کرشمہ ساز ہر موسم و فصل میں نیا رنگ لیا ہوا پھرتی
ہے۔ اب یہ بتلانا تو بہت مشکل ہے کہ اس کے کون سے ادا و انداز سب سے بہتر ہیں جن پر
انسان کو فریفتہ ہونا چاہئے۔ مگر یہ یاد رکھو کہ حسن اپر جا ہوا لیکن اس میں
جمال الٰہی دیکھو جس سے تم کو روحانی مسرت حاصل ہو +

سقراط نے فرمایا کہ حسن ایک کم عمر عطیۂ الٰہی ہے۔ افلاطون نے کہا کہ حسن ایک قدرتی
قانون مخصوص انسان کے فائدہ کے لئے ہے۔ ارسطو نے کہا کہ کوئی سفارشی نامہ حسن سے
زیادہ انسان کے واسطے نہیں ہو سکتا (الصورت لطف الرزق) ہومر نے لکھا ہے
دیوتاؤں کا عطیہ کوئی حسن سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اور حکیموں کے مقولے یہ ہیں کہ حسن ایک خاموش
فریب ہے۔ حسن ایک تنہائی کی سلطنت ہے یعنی ایسی سلطنت ہے جس میں خدم و حشم کی ضرورت
نہیں۔ حسن سے زیادہ کوئی محسن نہیں۔ حسن ایک نقصان خوش کرنے والا ہے ✻

اگر تو کسی عورت کو فقط حسین دیکھ کر نکاح کرے عمر بھر اپنے تئیں البتہ کریگا تو
تو ایک سال بھی خوش نہیں رہیگا۔ جب وہ تیرے پاس آ جائیگی تو کوڑی کی برابر بھی
نہیں معلوم ہوگی۔ حسن قابل اعتبار نہیں ہوتا۔ اس کا رنگ چمکتا ہوا دفعتہً اتر جاتا ہے کلی
کی طرح کھل کر پژمردہ ہو جاتا ہے۔ نازک شیشہ کی طرح ٹوٹ جاتا ہے +

(۹) جو شخص اپنے خداداد حسن صورت کو حسن سیرت سے رونق نہیں دیتا تو وہ تصویروں
اور لیمپ پردوں کی طرح آنکھوں کی تفریح کا سبب ہوتا ہے مگر دل کی مسرت و انبساط کا سبب نہیں۔

(۱۰) حسن میں یہ جادو ہے کہ سنگدل سے سنگدل بھی اس کے ساتھ نرم دلی برتتے ہیں یہ
سب کے نزدیک مسلم ہے کہ خوبصورت کا یہ حق ہے کہ سب سے پہلے اس کی بات سنی جاوے اور اس پر خیال کیا جاوے

(۱) حسن بھی کیا عجیب چیز ہے۔ اُس کو نزلہ ہوتا ہی۔ بخار چڑھتا ہی۔ اُس کے دانت سردی سے کڑکڑاتے ہیں۔ رُخساروں کے پھول گرمی سے کملاتے ہیں۔ اُس کی قیمت جلد ہی سے چڑھاؤ سے گھٹاؤ پر آتی ہی۔ آج ہزار روپیوں کو وہ بکتا تھا۔ کل کوڑیوں کے مول بکنے لگا۔ اُس کے خریدنے کا چاؤ بہت ہوتا ہے قیمت اس کی بے اندازہ ہی جاتی ہی مگر جب خرید لیں تو کچھ نہیں نہ قیمت رہتی ہے نہ قدر رہے۔

(۲) حسن کا مدار شکل و بناوٹ پر موقوف ہی کسی خاصیت پر نہیں دائرہ کا حسن اُسکی اِس خاصیت پر موقوف نہیں ہی کہ اُس کے محیط کے ہر ایک حصہ کا فاصلہ خاص نقطہ مرکز سے برابر فاصلہ پر ہے یا کسی اور خاصیت پر جو علم ہندسہ میں ثابت ہو۔ بلکہ اُس کا حسن اُس کی شکل کی بناوٹ میں ہی۔

(۳) خوبصورتی کے مختلف خیال دُنیا میں خوبصورتی کا خیال ہر قوم جدا جدا رکھتی ہے جس چیز کو ایک قوم نہایت بدصورتی سمجھتی ہے اُس کو دوسری قوم نہایت خوبصورتی سمجھتی ہے ساحل کے رہنے والے سفید چہرہ کو حد سے زیادہ بدشکل جانتے ہیں موٹے موٹے ہونٹوں اور چپٹی ناک کو بڑی حسانت سمجھتے ہیں بعض قوموں میں لمبے کان جو کندھے تک لٹکتے ہوں اُن کی نزدیک تحسین کے قابل ہوتے ہیں چین میں اگر عورت کے پاؤں ایسے ہوں کہ جن سے وہ نہ چل سکے تو اُسے چڑیل سمجھتے ہیں۔ شمال امریکہ میں بعض وحشی قومیں اپنے بچوں کے نرم سروں کو تختوں میں جاروں طرف سے اس طرح کستے ہیں کہ وہ مربعی بن جاتے ہیں اہل یورپ ان کی اس حماقت پر ہنستے ہیں اور مشنری ان وحشیوں کی عقل کی بڑی خاک اُڑاتے ہیں مگر اپنی خبر نہیں رکھتی کہ ایسے کام وہ اپنے بناؤ سنگار کے لئے کتنے کرتے ہیں۔

(۴) ارسطو کا قول ہی کہ چھوٹے قد کے آدمی خوبصورت نہیں ہوتے۔ گو وجیہ و فہیم ہوں مگر جو آدمی بھاری بھرکم جسم کے ہوتے ہیں اُن کے دماغ میں ایک حسن ہوتا ہی جو اُن کی روح کو بزرگ و مقدس بناتا ہے۔

(۱۳) جو لوگ صورت و سیرت کو جدا کرتے ہیں وہ الزام کے قابل ہیں ان کو چاہئے کہ وہ ان میں ہمیشہ وصل و پیوند رکھیں عقل کی مدح میں ایسے محو نہ ہو جائیں کہ جسم کی خوبصورتی کو بھول جائیں ؀

(۱۴) بعض ملکوں میں حُسن صورت اور قوت کے اعتبار سے زمین کی تقسیم کرتے ہیں کیونکہ خوبصورتی اور قوت انسان کے دل پر اوّل اثر کرتی ہے۔ بادشاہ اُسی کو بناتے تھے جو حسین اور قوی ہوتا تھا۔ حُسن انسان کی ایسی صفت ہے کہ وہ سب سے اوّل اور دل کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے۔ یہاں تک وحشی جنگلی آدمیوں کو بھی اُس کی طرف رغبت ہوتی ہے۔ جسم کو انسان کے قدر و منزلت کرانے میں بڑا دخل ہے حسن صورت کی ایک سفارش ہزار سفارشوں کی برابر ہے ؀

(۱۵) جب سے حُسن پیدا ہوا ہے وہ دُنیا کو راحت اور رنج دیتا آتا ہے۔ حکماء میں ہر ایک نے ایک نہ ایک مقولہ اس کے باب میں کہا ہے بعض ہم نے پہلے نقل کئے ہیں کچھ اور نیچے لکھتے ہیں۔ ایک حکیم نے کہا کہ حُسن ایک خداداد چیز ہے اُس میں خود آدمی کی کوئی خوبی نہیں دوسرے نے کہا کہ وہ ایک تھوڑی دیر کا جور و ظلم ہے۔ تیسرے نے کہا کہ وہ ایک خاموش دغا ہے کیونکہ وہ کچھ زبان سے نہیں بولتا مگر سب کچھ کرتا ہے کسی نے یہ اچھا کہا ہے کہ وہ بادشاہ بغیر سپاہ کے ہے ؀

(۱۶) جن چیزوں کو ہم خوبصورت یا جمیل کہتے ہیں ان کے جمال کے مفہوم میں دو باتیں ضرور ہوتی ہیں اوّل یہ کہ جب ہم ان کا ادراک حواس سے کریں یا ان کا خیال کریں تو وہ ہمارے دل میں پسندیدہ اثر اور تحریک پیدا کریں دوم اس اثر یا تحریک کے ساتھ ہم کو یہ معلوم ہو کہ ان میں کوئی کمال یا خوبی ہے جو اُن کی ذات سے متعلق ہو ایک جمال مطلق ہے وہ مخصوص خدا ہی کے ساتھ ہے نہ جس کی تصویر بن سکتی ہے نہ نقل اتر سکتی ہے۔ دوسرا جمال جلی جو مظاہر قدرت و مناظر فطرت و افعال بشر میں دکھائی دیتا ہے ؀

معاملہ و معاہدہ کرنا۔

اکثر معاملہ و معاہدہ کرنا زبانی بہ نسبت تحریری کے اور تیسرے شخص کی معروفت کرنا بہ نسبت خود کرنے کے بہتر ہوتا ہے مگر اس کی یہ مستثنیٰ صورتیں ہیں۔ تحریری معاملہ کرنا وہاں اچھا ہوتا ہے کہ جہاں ہم اپنی تحریر کا جواب اہل معاملہ سے تحریری پائیں یا معاملہ کی صورت ایسی ہو کہ ہم کو اپنے اثبات دعویٰ کے لیے اس تحریر کا دکھانا پڑے۔ یا یہ خوف ہو کہ کوئی خرابی اس میں خلل انداز ہوگی خود معاملہ کرنا وہاں اچھا ہوتا ہے جہاں اپنی وجاہت کچھ کام آئے جیسا کہ اکثر اپنے سے چھوٹے آدمیوں کے ساتھ معاملہ کے اندر واقع ہوتا ہے۔ یا ایسے معاملات ہیں جن میں ضرور ہو انگلیوں سے کوئی شخص اُن کو بتلائے اور اُس کی آنکھیں طرف ثانی کے چہرہ پر اس طرح رہیں کہ اُس کو ہدایت کریں یہاں تک کہ چل یا ایسے معاملات ہیں کہ جن میں آدمی کو جو الفاظ غلط اُس کی ذات کی نسبت لگائی جائیں اُن کو قبول نہ کرنا پڑے یا اُس الفاظ کے معنے غلط سمجھے جائیں تو صحیح معنے سمجھانے پڑیں۔ جب کوئی شخص اپنے معاملہ میں تیسری شخص کو مقرر کرے تو وہ صاف دل ہو۔ اور جو کام اُس کو کرنے کو کہا جاوے اُسے پسند کرے اور معاملہ میں جو گفتگو ہو اُس کی اطلاع سچی و صحیح دے۔ یہ نہیں کہ مکار ہو کہ اطمینان کی باتیں ایسی بناوے کہ جس سے اُس کی حسن کارگزاری کا اعتبار ہو اور صرف دھوکا ہی دھوکا ہو یا ایسا آدمی انتخاب کرے کہ وہ اس معاملہ کے لئے لائق اور مناسب ہو اور وہ اس کو دل لگا کے کرے۔ معاملات میں جہاں کچھ تقریر عمدہ دینے کا موقع ہو وہاں خوش تقریر آدمی مقرر کرے جہاں کسی امر کی تحقیق منظور ہو وہاں چالباز چالاک آدمی جہاں رد و کد و فساد کا احتمال ہو وہاں دلیر جری۔ ایسے آدمیوں کو بھی انتخاب کرو جو خوش نصیب مشہور ہوں وہ تمہاری معاملات میں پہلے بھی فتح پا چکے ہوں اُن پر گویا بھروسا ہو سکتا ہے کہ وہ ایسی کوشش و سعی

کرینگے جس کی اُن سے توقع ہی تاکہ اُن کے پہلے عزت قائم رہے معاملات کرنے میں اس کی احتیاط چاہیے کہ ابتدا میں دفعتہً بشرطیکہ اس کی سخت ضرورت نہ ہو وہ بات نہ کہو جس کا تمھیں کرنا منظور ہے۔ چھوٹے چھوٹے سوالات معاملات کی نسبت ابتدا میں کرو۔ ضرورت مندوں سے معاملہ کرو پیٹ بھروں سے نہیں معاملات کی شرائط کا ٹھیرانا مشکل کام ہی۔ ان کی ابتدا کا درست رکھنا بڑی بات ہی۔ اپنے دل کی باتیں جبتک اُن کا وقت نہ آئے ہرگز منہ سے نہ نکالو۔ اُن وسائل کو دیکھتے رہو جو تمہیں اثر کریں اگر معاملہ سیانے اور مکار آدمیوں سے آن پڑے تو اُن کی باتوں پر خوب غور کرتے رہو۔ اپنی امیدوں کے برآنے کے لئے صبر کرتے رہو +

ملازم و دوست

اتنی قسم کے ملازموں کا رکھنا نہ پسند کرو۔ اوّل جن کے رکھنے سے خرچ زیادہ ہو اور تھیلیاں خالی کرنی پڑیں۔ اُن کے رکھنے سے آدمی طاؤس بنتا ہی کہ دم بڑھتا ہے اور بازو گھٹتا ہے۔ دوم ایسے ملازم کہ مفسد و بکھیڑے ہوں وہ اپنے ہم پیشوں کے ساتھ سلوک کے ساتھ نہیں رہینگے۔ سوا اس کے اور طرح طرح کے جھگڑے بکھیڑے کرینگے جس سے عافیت تنگ ہوگی۔ سوم ایسے ملازم کہ نمودی اور ڈینگیے ہوں وہ اپنی نمائش کے لئے تمھاری تعریف کی نفیری بجائیں گے۔ کہ جن سے تمھاری بہت سی باتیں راز نہ رہینگی۔ اور ناحق تم سے لوگوں کو حسد پیدا ہوگا۔ چہارم ایسے ملازم کہ جاسوس ہوں کہ تمھارے گھر کے رازوں کو دریافت کرکے افشا کریں اور اوروں کے سامنے تمھاری کہانیاں بنا بنا کے کہیں۔ اکثر ایسے نوکر کارگزار بہت ہوتے ہیں وہ اوروں کی کہانیاں وہ تم کو ایسی سناتے ہیں کہ ان سببوں سے تم زیادہ تر ان پر مہرباں ہوتے ہو۔ ملازموں کی عزت ملازمت کی مشابہت کے اعتبار سے نہیں کرنی چاہیے بلکہ اُن کی لیاقت کے اعتبار سے۔ جب کوئی کڑا وقت آئے تو اس وقت ایسے ملازم اس میں

کام پر لگاؤ جو مناسب ہوں۔ لائق ہونے کے خیال کو چھوڑ دو۔ جو ملازم یکساں درجہ رکھتے ہیں اُن سب کی خاطر یکساں کرو۔ اگر ایک کی اُن میں سے خاطر زیادہ کرو گے تو وہ گستاخ و بے ادب ہو جائیگا اور باقی ناراض ہو جائیں گے کیونکہ اس میں وہ اپنی حق تلفی سمجھتے ہیں بس کسی ایک ملازم کو ایسا سر پر نہ چڑھاؤ کہ وہ تمھارا حاکم معلوم ہو نہ بہت سے ملازموں کو ناراض رکھو۔

آپ دوستوں کا حال سنو کہ چند سچے دوستوں کی صلاح لینی فائدہ مند ہوتی ہی اسواسطے کہ بہت دفعہ دیکھنے والے کو کھیلنے والے سے زیادہ بات سوجھ جاتی ہے۔ کھائی سے پہاڑ اچھی طرح نمایاں ہوتا ہے۔ مگر دُنیا میں دوستی بہت کم ہوتی ہے۔ خصوصاً ہم مرتبہ اور برابر والوں میں تو بہت ہی کم ہوتی ہے مگر عادت یوں پڑ گئی ہے کہ ہم دوستوں کو بڑھا کر دیکھتے ہیں دوستی ان اعلےٰ اور ادنےٰ آدمیوں میں ہوتی ہی جب اُن کے اندر دولت و اقبال میں مشارکت ہو۔ دوستی کے مضمون کو پڑھو۔

کتب کا مطالعہ۔

مطالعہ تنہائی و عزلت میں خوش کرتا ہے۔ گفتگو و تقریر میں حسن بیان پیدا کرتا ہی۔ معاملات کے فیصلہ کرنے اور مقدمات کے اندر رای دینے میں قابلیت کو ظاہر کرتا ہی۔ بس مطالعہ سے خوشی و حسن بیان و قابلیت ہوتی ہے گو معاملات اور مقدمات کو تیز و چالاک آدمی بھی فیصلہ کر دیتے ہیں مگر مقدمات و منصوبوں کی ترتیب اور عام اصلاح کی تدابیر اچھے عالم فاضل ہی کرتے ہیں۔ مطالعہ میں بہت سا وقت صرف کرنا کاہلی ہے اپنے ہی مطالعوں کو بہت سا حسن بیان میں کام میں لانا نمائش و دکھاوے ہے اُن کے قواعد کے موافق رای دینا عالم کے مزاج کا ایک خلط ہے وہ طبیعت کو کامل بناتے ہیں خود تجربے سے کامل ہوتے ہیں فطرتی قابلیتیں مثل قدرتی جنگلی درختوں کی ہوتی ہیں جنکی چھانٹ اور تراش کی ضرورت ہوتی ہے۔ خود مطالعے بہت سی وسیع ہدایتیں کرتے ہیں

بشرطیکہ تجربے نے اُن کو محدود نہ کیا ہو۔ متفنی آدمی مطالعہ کی حقارت کرتے ہیں
سیدھے سادے آدمی اُن کی ستائش کرتے ہیں دانشمند اُن کو کام میں لاتے ہیں مطالعہ اپنے
استعمال کو سکھاتا نہیں بلکہ مشاہدہ ان کا استعمال بتاتا ہے جیسے ایک دانائی جو اُن سے
باہر اور اوپر حاصل ہوتی ہے۔ تم اسواسطے نہ پڑھو کہ لوگوں کے خلاف باتیں کہسکو۔ اور
اُن کی باتوں کو یاد کرینگے۔ یا سب باتوں کو یقین و تسلیم کرینگے یا ہم خود بہت سی
باتیں بنائینگے۔ بلکہ مقصد اعظم پڑھنے سے یہ ہو کہ ہم باتوں کو تولیں اور سوچیں۔
بعض کتابوں کا مزہ چکھا جاتا ہے۔ بعض کا کچھ حصہ پڑھا جاتا ہے۔ بعض بالکل نگلی جاتی
ہیں یعنی کل پڑھی جاتی ہیں مگر چند غور سے نہیں۔ بہت تھوڑی کتابیں ہیں جو چبا کے
ہضم کی جاتی ہیں یعنے یہ کتابیں کل بہت توجہ اور غور و خوض سے پڑھی جاتی ہیں کتابوں
کے انتخابات جو کتابیں بنتی ہیں اُن کا حال آب مقطر کا سا ہوتا ہے جو بے مزہ ہوتا ہے
وہ ارذل شمار ہوتی ہیں آدمی پڑھنے سے کامل ہوتا ہے۔ مجالس میں بیٹھنے سے حاضر جوابی کا
ملکہ پیدا ہوتا ہے۔ تحریر سے درست ہوتا ہے۔ اسواسطے اگر آدمی کم لکھتا ہے تو
اُسکا حافظہ زبردست ہونا چاہیئے اور اگر مجالس میں کم بیٹھتا ہے تو بڑی ذہانت
چاہیئے اگر کم پڑھتا ہے تو ریاکاری بڑی آنی چاہیئے کہ جو آدمی نہیں جانتا ہو اُسکو
بھی ظاہر کرسکے کہ میں جانتا ہوں تاریخ کا مطالعہ آدمی کو دانشمند بناتا ہے۔
نظم کا طبیعت میں جودت پیدا کرتا ہے۔ علوم ریاضیہ کا طبیعت کو ذکی بناتا ہے
اور علوم طبیعیہ کا ذہانت کو عمیق۔ علم اخلاق کا سنجیدہ و متین منطق علم بلاغت فصاحت کا
مباحثہ و مناظرہ کی قابلیت پیدا کرتا ہے۔ مطالعہ کا اثر ضرور انسان کے اوضاع
اطوار و کردار پر ہوتا ہے۔ انسان کی ذہانت کے لئے کوئی روک ٹوک ہی تو مطالعہ
ہی ہے۔ انسان کے امراض کے جیسے خاص علاج ہیں ایسے امراض ذہنی کے مخصوص علاج
ہیں پتھری اور گردوں کے خلل کا علاج مشت بازی سینہ و شش کا علاج شکار۔

معدہ کا علاج صبح صبح قدم چلنا۔ دماغ کا علاج گھوڑے پر سوار ہونا اور اسی طرح کے
اور علاج ہیں اسی طرح ذہن میں اگر آوارگی و پریشانی ہو تو علوم ریاضیہ کا مطالعہ
اسکا علاج ہے کیونکہ اس کے اثبات ذہانت میں جمعیت پیدا کردینگے اور پریشانی کھو دینگے
اگر ذہن بے تمیز ہے کہ وہ دو چیزوں میں تمیز اور فرق نہیں کرسکتا تو حکمت و فلسفہ
اسکا علاج ہے۔ اگر ذہن ایسا ہے کہ وہ ایک بات کے ثبوت سے دوسری بات کی
توضیح نہیں کرسکتا تو قانون دانوں کے فیصلہ جات کا پڑھنا اس کی دوا ہے۔
غرض امراض ذہنی کے ایسے ہی علاج ہوتے ہیں +
(۲) مطالعہ کتب میں تو عاقلوں کی باتیں ہوتی ہیں اور کاروبار زندگی کے معاملات
میں بیوقوفوں سے جو مطالعہ کتب ہمارے کاروبار زندگی میں کام نہیں آتا اسکو
بیکار نہ جانو اگر وہ ہمارے عقل و فہم کو درست کرتا ہو مطالعہ ہی ایک ایسا فن ہے
جو اور فنوں کے استعمال کو سکھاتا ہے + حضرت سلیمانؑ کا قول ہے کہ بہت مطالعہ
کرنا جسم کا تھکانا ہے +
(۳) دانشمندوں کے کلام کے مطالعہ پر جو نوجوان اپنے دماغ کو متوجہ کریگا تو ابتدا
میں مسرت حاصل ہوگی پھر دانائی کے ساتھ مواصلت ہوگی +
(۴) کسی مطالعہ سے مضرت نہیں ہوتی۔ ہر مطالعہ کے ساتھ مسرت ہے جو لوگ
یہ خیال کرتے ہیں کہ علم کے پیچھے پڑنے سے صحت کو مضرت پہنچتی ہے وہ بڑی غلطی
کرتے ہیں مشاہدہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مطالعہ کرنے والوں کی عمریں ایسی ہوتی
ہیں جیسی کہ اور پیشہ والوں کی اس مشاہدہ کی صداقت کی شہادت تاریخ بھی دیتی ہے۔
طالب علموں کی باقاعدہ اور آرام کی زیست صحت و تندرستی کو زیادہ کرتی ہے
اور بہت سے تکالیف اور امراض سے بچاتی ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ شرط ضرور ہے
کہ وہ اپنی فضول حرارت جسمانی کو معتدل ورزش جسمانی سے کم کرتا ہے اور جسم کو

کاہلی کا عادی نہ بنائے +

(۵۵) آدمی اپنی وقت کاٹنے کے لئے حقہ پیتے ہیں تاش کھیلتے ہیں شطرنج اڑاتے ہیں اور ان سے مسرور ہوتے ہیں اب اس سے سمجھ لینا چاہئے کہ جو لوگ کسی فن یا علم کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں ان کا وقت کیسا خوشی سے کٹتا ہوگا۔ بلکہ ان کو اس کے اندر کچھ محنت معلوم ہوتی تھی وہ تفریح طبیعت ہو جاتی ہے +

(۵۶) جب آسمان پر چاندی کا لیمپ چاند کا روشن ہو تو یہ وقت تیرے مطالعہ کے لئے اچھا ہے تیری کتاب کے صفحوں پر چاندنی پڑے اور تو اس میں باریک رنگارنگ معانی کو دیکھ اور چاند اور ستاروں کی سحرکاری کو سمجھ +

(۵۷) نفس کے واسطے مطالعہ ایسا ہی ہے جیسے جسم کے واسطے ورزش۔ ورزش جسمانی سے تنومندی اور تندرستی حاصل ہوتی ہے۔ مطالعہ سے نیکی جو روحانی صحت ہے ہاتھ آتی ہے ورزش سے جو خاص جسم کی تندرستی کے لئے کی جائے کچھ تکان ہوتا ہے ایسا ہی مطالعہ سے جو فقط نکوکاری کے واسطے کیا جائے۔ مگر جب کسی پسندیدہ کام سے مسرت پیدا ہوتی ہے تو اس کی تکان کی پروا نہیں ہوتی۔ شکار کھیلنے سے مسرت و صحت ایسی حاصل ہوتی ہے کہ اس کی محنت راحت معلوم ہوتی ہے ایسے ہی تمثیلات و نقل و حکایات کے نصائح کے مطالعہ سے انبساط و صحت روحانی حاصل ہوتی ہے اور اس کی محنت کچھ نہیں معلوم ہوتی

(۵۸) بعض مطالعہ کرنے والے ایسے ابتر ہوتے ہیں کہ متقدمین کی کتابوں کو مطالعہ میں رکھتے ہیں جن کا بہت سا حصہ ان کی سمجھ میں نہیں آتا لیکن جہاں کہیں کوئی مضمون ان کی سمجھ میں آگیا تو خوشی کے مارے اچھل پڑتے ہیں اور کپڑوں میں پھولے نہیں سماتے۔ ان کی شرح توضیح میں پھر صفحے کے صفحے سیاہ کرتے ہیں اور متاخرین پر منہ ان کے اپنا منہ کالا کرتے ہیں ان کا دماغ خالی ہوتا ہے اس بیہودہ مصنفوں کے ہزاروں منصوبے برکرتی ہیں اور جانتے ہیں کہ بغیر ارسطو کے استناد کی دلیل ندمی ہے اور عقلمندی حماقت ہے +

مراسم تعظیم و ادب کے قاعدے۔

انسان کی خوش خلاقی کا جزو عظیم یہ ہے کہ وہ ظاہر میں مراسم تعظیم و ادب و قاعدوں کا پابند ہو۔ جب وہ ان کے برتاؤں میں قصور کریگا تو اُس کے حسن اخلاق میں نقصان آجائیگا یہی آدمی اسی لئے بنائے گئے ہیں کہ وہ بغیر ان ظاہری مراسم ادب قاعدوں کے رہ نہیں سکتے اُس کی باطنی خوبیاں بغیر ان ظاہری رسوم کے خود بخود زائل ہونے کو تیار ہو جاتی ہیں جب رسوم کثرت سے ہو جاتی ہیں اور ان میں تکلفات بڑھ جاتے ہیں تو وہ بار خاطر ہوتی ہیں تو بعض آدمی اُن کے گھٹانے سے اور اُن کے کم ہونے سے فائدہ اٹھاتے ہیں مگر پھر اور رسوم اُن کی جگہ قائم ہو جاتی ہیں جو لوگ ان رسوم کو جلد زائل کرنا چاہتے ہیں وہ گنٹھیا کا علاج کسطرح سے کرنا چاہتے ہیں۔ ان مراسم کا برتنا حسن اخلاق کی چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں جو روزمرہ پیش آتی ہیں انہیں سے انسان کی نیکی کا بڑا حصہ ظاہر ہوتا ہے۔ ان کا حال ذرّوں کا سا ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے ذرّے ہی تھیلیوں کو بھاری کرتے ہیں بہت سے بڑے فائدے کاہے کو ہوتے ہیں۔ ایسے ہی آدمیوں کو اپنی حسن اخلاق کی اعلیٰ نیکیوں کے اظہار کا موقع شاذ و نادر ملتا ہے مگر ان رسموں کا برتاؤ روزمرہ درپیش رہتا ہے وہی انسان کی نیک چالچلن کے رابطی خطوط ہیں جو اوروں سے اچھی طرح ملاتے ہیں۔ ان رسوم کے پابند نہ ہونے سے تکلیف پہنچتی ہے اور ان میں بہت تکلفات کرنے سے تصنع کا شبہ ہوتا ہے۔ اصلی باطنی اخلاق کے اظہار کی علامات یہ رسوم ظاہری ہوتی ہیں دونوں سے ہر ایک کا ترک کرنا یکساں اندیشناک ہے۔ بعض آدمی کہتے ہیں کہ جس شخص کی سلامتی ہم دل سے چاہتے ہیں اس سے سلام علیک کرنا ضرور نہیں جس شخص سے دل میں محبت ہو۔ اُس کے پاس محبت نامہ بھیجنے کی ضرورت نہیں مگر یہ فقط ایک خیالی ڈھکوسلا ہے جس پر عمل نہیں ہو سکتا دوستی خواہ کیسی ہی صدق دل سے ہو مگر اس میں رسوم ظاہری کا برتاؤ لازمی ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ جیسے

دستوں میں رسوم کے تکلفات نہ ہوں - ہم سروں اور برابر والوں سے رسوم ظاہری
برتنی چاہئیں ادنی آدمیوں سے بے تکلف ملنا چاہئیے - مگر یہ خیال رہے کہ ان رسوم کے
برتاؤ میں اپنے تئیں آدمی ارزاں نہ بنائے اور کوئی بات ایسی نہ ہو کہ جس سے لوگ اُس کی
خوشامدی ہونے کا شک کریں دانشمند یہ نہیں چاہتا ہے کہ اس کی یہ شہرت ہو کہ وہ بڑا خلق
ظاہری رکھتا ہے - اور اُس کے خلق کا حال کپڑوں کا سا ہے کہ جیسا موسم ہوتا ہے ویسی
ہی پہنتا ہے یعنی جیسا موقع ملتا ہے ویسا خلق بنا لیتا ہے اس امر میں کوشش کرنی
کہ لوگ مراسم آداب تعظیم کے پابند نہیں یہ چاہتا ہے کہ لوگ ہمارا ادب نہ کریں
اور صورت کا خندہ پیشانی ہونا اکثر اُن کی سے تعلقہ کو بڑھا دیتا ہے جب ہم عوام کی
تقلید بول چال میں کرتے ہیں وضع و انداز میں کیوں نہ کریں جو شخص روزمرہ کے چھوٹے چھوٹے
کاموں میں رسوم کے موافق شائستگی نہیں برتتا وہ بڑا آدمی تو ہو سکتا ہے مگر تم یقین
کرو کہ وہ دانشمند نہیں ہو سکتا مگر ہی سہی - نیکی اور دانائی بغیر مراسم کے برتاؤ کے
ایسا جنبی زبان ہے جو کسی کی سمجھ میں نہیں آتی - مراسم کا برتنا اپنی نیکی کا اپنی زبان میں
ترجمہ کرتا ہے جس کو سب سمجھتے ہیں انسان میں جو باتیں بالطبع بے تکلف ہوتی ہیں وہ
پسندیدہ ہوتی ہیں جو تکلف و تصنع کے ساتھ ہوتی ہیں وہ مکروہ ہوتی ہیں آدمی خیال رکھے
ہر گنگو نہ ملے - زلفوں کو بل دے - مگر اپنے اوضاع و اطوار کو نہ کبھی بل دے - جو شخص ذرا ذرا
سے مراسم پر گردن جھکاتا ہے وہ خالی خیال نہیں ہوتا - جو تصنع و بناوٹ کرتا ہے
آزادی کو ستاتا ہے

(۵) دنیا کے مراسم ادب قاعدے سے فائدہ نہیں ہوتے - وہ اگرچہ دوستی کی گرم جوشی
کا ایک حصہ لے لیتے ہیں مگر سرد مہری کو بالکل چھپا دیتے ہیں

(۶) بہت سے آدمی خدا پرستی میں مراسم ظاہری عبادت کو منظور نظر رکھتے ہیں وہ
کپڑوں کو بجائے جسم کے اور الفاظ کو بجائے معانی کے اور میان کو بجائے تلوار کے

اور پوست کو بجای مغز کے دیکھتے ہیں وہ کسی کام کے بندگان خدا نہیں ہیں +

(۵) یہ مراسم آداب بھی بہت سے آدمیوں کو بیوقوف بناتی ہیں امیر آدمیوں کی ملاقات کو سخت تکلیف بناتی ہیں - چہروں کو زرد کرتی ہیں ہاتھ پاؤں میں عشّہ ڈالتی ہیں اور ایسے ہی ناحق خوف اور دلاتی ہیں +

(۶) ان رسوم کا حال کھوٹے سکہ کا سا ہے کہ وہ جس عالم کے حکم سے بنتا ہے اسکے ملک میں چلتا ہے اور کھرے سکوں کا کام ہر کام دیتا ہے لیکن اگر اس کو کہیں باہر لیجاؤ تو وہ بالکل نکما ہی - جو اس کو غیر ملک میں چلانا چاہتا ہے اس پر لوگ ہنستے ہیں یا اس کو مجرم بناتے ہیں - وہ شخص بڑا اچھا دانش شریف ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ کن خصوصیات قومی کی جو اس میں بڑے اوقات عادی کے سبب بھرتی جاتی ہیں عزت کرنی چاہیئے اور کن کی ذلت جن شاعروں کا مذاق صحیح ہوتا ہے وہ یہ جانتے ہیں کہ عقل مندسب جگہہ خوش مذاق ہوتے ہیں مگر احمق صرف اپنے گھر میں +

(۷) رسوم چیزوں کے برقرار رکھنے میں وہی کام کرتی ہیں جو ظرف شراب یا پانی کے رکھنے میں اگر ظرف نہ ہوں تو پانی اور شراب دونوں گر جائیں +

(۸) مراسم ادب عقلمندوں کا ایجاد اس لئی ہی کہ احمق فاصلہ پر دور رہیں مگر عالی نسبی احمقوں اور عاقلوں کو برابر کر دیتی ہے +

تعریف -

نیک آدمیوں کی تعریف ایسی عوام الناس نہیں کرتے جیسی کہ نمودی اور ڈینگی آدمیوں کی اور یہ تعریف اُن کی جھوٹی اور ارزل ہوتی ہی - عمدہ نیکیوں کا سمجھنا اُن کے فہم سے پرے ہوتا ہے وہ ادنٰے درجہ کی نیکیوں کی تعریف کیا کرتے ہیں جیسے کہ مہمان نوازی - فیاضی - احسان کرنا - خوش مزاجی - لوگوں کے ساتھ

اچھی طرح پیش آنا۔ اور اسی طرح کی باتیں متوسط درجہ کی نیکیوں کی تعریف وہ متحیر ہوکے کرتے ہیں جیسے کہ شجاعت۔ استقلال دوستوں کے ساتھ وفاداری میں ثابت قدمی۔ اپنے گروہ وجتھے کی پیچ۔ علی درجہ کی نیکیوں کو وہ سمجھتے ہی نہیں کہ کیا ہوتی ہیں جیسے کہ خود غرض نہ ہونا۔ عام بھلائی کے لئے کمر باندھنا اور عوام کی برائی کو دور کرنا۔ عدالت میں کسی کی رو رعایت نہ کرنا۔ ایسا راستی دوست ہونا کہ دوستوں کے ساتھ جھوٹی باتوں میں شریک ہونا۔ عوام کی ناپسندی کا خیال نہ کرنا۔ ایسی نیکیوں کو عوام الناس نہیں سمجھتے ہیں ان کے نزدیک جو شخص یاروں کے ساتھ جھوٹی باتوں میں نہیں شریک ہوتا وہ بے وفا بے مروت ہوتا ہے۔ اگر کوئی عدالت کے موافق کسی اپنے دوست کو سزا دلانے میں رو رعایت اس کی ساتھ نہیں کرتا ہے تو اس کو پاجی جانتے ہیں غرض وہ ایسے نکوکاروں کو سدا گالیاں بے نقط سناتے ہیں اور دل تو ان کو بے ایمان سنگدل سنگا جھوٹا جانتے ہیں۔ کاموں کا اچھا برا ہونا آدمی کی نیت پر موقوف ہے نیک نیتی اور بدنیتی دونوں سے ایسے کام ہوتے ہیں جن کی صورت ایک سی ہوتی ہے مثلاً ایک ظلم کے کام میں جس کے اندر جرأت وہمت کی ضرورت ہو اور تکلیف بھی اٹھانی پڑے کوئی شخص نہ شریک ہو تو اس کے نہ شریک ہونے کے دو سبب ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ وہ نامرد ہو۔ دوم یہ کہ اس کو عدالت کا ایسا پاس ہو کہ وہ ظلم کے پاس نہ جاتا ہو۔ تو جو لوگ علی درجہ کی نیکی نہیں سمجھتے وہ اس کا سبب بزدلی ٹھہرا کے اس آدمی کی مذمت کرنے لگینگے۔ ایسے تھوڑے ہی آدمی ہونگے کہ وہ یہ جانینگے کہ صرف عدالت کی نیت سے وہ اس میں نہیں شریک ہوا۔ یا ایک شخص مذہب میں متعصب نہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ایک شخص مذہب سے بے پروا ہو۔ دوسرے یہ کہ ایک شخص یہ جانتا ہو کہ سچے مذہب میں تعصب نہیں ہوتا بس ایسے آدمی پر عوام لامذہبی یا بدمذہبی کا الزام لگائینگے۔ کیونکہ وہ مذہب میں خیالات بلند نہیں رکھتے۔ جیسا شیشہ

یا جسم ہوتا ہے ویسا ہی اُسے انعکاس شعاع ہوتا ہی اسی طرح جیسے آدمیوں کی نیکی ہوتی ہے ویسے ہی اُن سی تعریف کا انعکاس ہوتا ہے۔ ناموری ایک دریا ہے کہ جس کے سطح کے اوپر ہلکی چیزیں نمایاں ہوکر تیرتی پھرتی ہیں اور بھاری چیزیں تہ پر بیٹھ جاتی ہیں اگر صاحب لیاقت اور اہل الرائے کسی شخص کی تعریف کرنے میں متفق ہوں تو اُس پر یہ آیت صادق آئیگی کہ نیک نامی مہنگ ہولی عطر سے اچھی ہوتی ہے عطر کی خوشبو چاروں طرف پھیلتی ہے اور پھولوں کی خوشبو سے زیادہ دیرپا ہوتی ہے جھوٹی تعریفیں خواہ کسی طرح ہوں اُن میں آدمی کو شبہ ہی رہتا ہے۔ بعض دفعہ تعریف صرف خوشامد کے سبب سے ہوتی ہے اور پھر خوشامد کرنے والے بھی طرح طرح کے ہوتے ہیں کوئی معمولی ہوا تو ہر ایک شخص کی خوشامد کریگا اور ایسی صفات رذیل کو دکھائیگا اور اگر کوئی متفنی مکار ہوگا تو وہ جانچ کر ایسی تعریف کریگا جیسی کہ آدمی خود اپنی تعریف کرتا ہے۔ سب سے بڑا خوشامدی آدمی کا اپنا آپا ہے پس جن خوبیوں کو آدمی اپنے آپ میں اچھی سمجھے ہوئے بیٹھا ہی وہ انھیں کی ستائش و تحسین کریگا اور اگر کوئی اناڑی خوشامدی ہوا تو وہ تعریف بھی ایسی اُلٹی کریگا کہ آدمی کے دل کو وہ گوارا نہ ہوگی وہ خود جان جائیگا کہ ان عیبوں کی وہ تعریف کرتا ہے جو مجھ میں بھرے ہوئے ہیں بعض تعریفیں نہایت قابلیت اور لیاقت اور ادب و تعظیم کے ساتھ امرا اور سلاطین کی کی جاتی ہیں جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تم ایسے اور ایسے ہو تو اُس سے یہ غرض ہوتی ہے کہ تم کو ایسا ہونا چاہئے اس لیئے یہ تعریف تعلیم ہوتی ہے بعض دفعہ تعریف دشمنی کے سبب سے ہوتی ہی اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ دشمنوں کو منظور ہوتا ہے کہ اپنے دشمنوں کی تعریف کرکے لوگوں کے دلوں میں حسد اور دشمنی ان کی طرف پیدا کریں یہ تعریف سب سے بدتر ہے جو دشمن کرتے ہیں اہل یونان کے ہاں ایک ضرب المثل ہی کہ جس شخص کی تعریف اس کی ضرر رسانی کے

واسطے کی جاوے۔ اس سے یہ بہتر ہی کہ اس کی ناک کو یہ پھوڑا نکل آوے جیسے انگریزی ضرب المثل ہی کہ جو شخص جھوٹ بولے اسے یہ بہتر ہے کہ اس کی زبان پر پھنسی نکل آئے۔ جو تعریف بجا نہ ہو اور اعتدال کی ساتھ موقع پر کی جاوے۔ تو اس سے فائدہ پہنچتا ہی۔ حضرت سلیمان نے فرمایا ہی کہ وہ جو صبح سویرے اٹھ کے اپنے دوست کے حق میں بلند آواز سے دعا خیر کرتا ہی اس کے لئے یہ ایک لعنت منسوب ہوگی۔ جب کسی آدمی کی ستائش بری نیت عموم و معاصرت سے کی جاتی ہی تو اس کی ایک نقیض و ضد پیدا ہوتی ہی یعنی نفرین و حسد خود ستائی ستائشگی کے خلاف ہے (گو اس کی خاص صورتیں مستثنیٰ ہیں) مگر اپنے عہدہ اور پیشہ کی ستائش نہایت خوبی اور عمدگی سے آدمی کر سکتا ہی۔ یا صوفی طرح تمام دنیا کی ناموں پر خواہ کیسی شان و شکوہ کے ہوں تبرا بھیجتے ہیں اور اپنے پیشے کو سب سے اعلیٰ درجہ کا بتلاتے ہیں ۔ ان کے نزدیک دنیا کی سلطنت۔ حکومت۔ سفارت۔ سطوت امارت۔ سب خاک ہیں باوجودیکہ جیسے اچھے کام ان عہدہ داروں سے ہوتے ہیں ایسے شے نہیں ہوتے۔ پولوس مقدس نے اپنا ذکر کیا تو کہا میں حماقت سے بولتا ہوں جہاں اپنی خدمت رسالت کا بیان کیا تو کہا کہ میں اپنی خدمت کی بڑائی کرتا ہوں +

(۲) لوگوں کی رضامندی تعریف پیدا کرتی ہے۔ سلطنت جاہ و منصب عطا کرتی ہے اور ارادی تعریفیں آواز خلق میں کوئی چیز خدائی ہوتی ہی (آوازۂ خلق نقارۂ خدا) کیونکہ بغیر اس کے ایک مطلب پر اتنے آدمیوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا۔ بڑے آدمیوں کی نسبت اگر عوام سچ زیادہ بولیں تو کچھ تعجب کرو کیونکہ وہ زیادہ سلامتی کے ساتھ بولا کرتے ہیں + شہرت بڑا قاصد اور بد ترجیح ہوتا ہے تعریف کچھ استحقاق پر موقوف نہیں ہوتی۔ بلکہ سچے آدمیوں کی نسبت نمائش مکاروں کی زیادہ تعریف ہوتی ہی کیونکہ وہ بڑی نمائش سے اپنے تئیں دکھاتے ہیں +

(۳) وہ تحسین شیریں ہے کہ ان لوگوں کے منہ سے نکلے جو خود قابل تعریف ہیں اور بڑی قابلیت

اور لیاقت رکھتے ہیں ایک شخص نے ایک آدمی سے کہا تھا کہ آپ کی تعریف سے اس لئے خوش ہوتا ہوں کہ ساری دُنیا آپ کی تعریف کرتی ہے لپنے مُنہ سے اپنی تعریف نہیں کرنی چاہئے بیگانے آدمیوں کے لئے دہن ہے وہ نکلنی چاہئے۔ جس سے آدمی کو خوشی ہو آدمی بیٹھ کر اپنا کرتا ہی اُتنا ہی جھوٹ بولتا ہے ٭

(۴) مرنے سے ایک مدت کے بعد آدمی کو اپنی تعریف کا وہ حصہ مل جاتا ہی جس کا استحقاق اُس کو ہوتا ہی وہ زندگی میں تعریف میں دوست مسرف اور دشمن بخیل ہوتے ہیں

(۵) کسی شخص کو اتنا مُنہ نہ لگاؤ کہ وہ تمہارے مُنہ پر تمہاری تعریف کرے اس لئے کہ اس سے قدر و منزلت کی آرزو دل تو سیر ہو جائیگی مگر شیخی و نمود بھوکی رہ جائیگی ٭

(۶) تعریف کا اثر دلوں پر مختلف ہوتا ہے دانشمند کے مزاج میں وہ اعتدال پیدا کرتی ہی۔ احمق کو وہ زیادہ متکبر و مدمغ بنا دیتی ہے آفرین و تحسین میں بڑی قوت ہوتی ہی وہ تعریف کے قابل کاموں کی طرف تحریک کرتی ہی اور مہمات عظیم الانصرام میں تازہ دم بنا دیتی ہے ٭

(۷) جو تمھاری افعال و اقوال کی تعریف کریں اُن کو اپنے ساتھ وفادار نہ جانو۔ بلکہ جو تم کو تنبیہ کریں اُن کو وفادار سمجھو۔ جب کوئی شخص تمھاری تعریف کیا کرے تو اُس کی رائے پر شبہ کیا کرو اور جب کوئی تم پر لعنت ملامت کیا کرے تو اپنی رائے پر شبہ کیا کرو۔

(۸) تعریف ابتدا میں مثل ایک عزیز کے معلوم ہوتی ہی۔ مگر جب اُس کی بوچھاڑ چاروں طرف سے ہوتی ہی تو وہ ایک قرض ہو جاتا ہے جس کو لیاقت ہی ادا کر سکتی ہے

(۹) اصلی تعریف مثل اور سچی باتوں کے ہوتی ہے کہ وہ تحقیقات کامل سے ثابت ہوتی ہی مگر جھوٹی تعریف تحقیقات سے گھبراتی ہے سچی تعریف کرنے والا اور قبول کرنیوالا دونو خوش ہوتے ہیں جھوٹی تعریف کرنے والا اور قبول کرنیوالا دونو شرمندہ ہوتے ہیں ٭

(۱۰) جس شخص کو یہ شوق ہوتا ہے کہ عوام میری تعریف کریں وہ بہت ناخوش رہتا ہے

جاہل آدمی کسی لائق آدمی کی لیاقت کے اچھے جج نہیں ہوسکتے وہ تو یہ اپنی مہربانی
جانتے ہیں کہ تعریف کرتے ہیں یہ مہربانی اُن کی اُلٹی ان کو دینی چاہئے۔ ان کی
تعریف سے خوش ہونا کم ظرفوں اور نالائقوں کا کام ہے۔ وہ اکثر حکومت او
دولت کی تعریف کیا کرتے ہیں۔ جو ایک کے ہاتھ سے دوسرے کے ہاتھ میں چلی جاتی
ہیں جو انسان کے اصلی جوہر اور ذاتی ہنر ہیں اُن کو وہ جانتے ہی نہیں لیاقت عقل
عاقل اور دولت کی ستائش جاہل کیا کرتے ہیں کسی نیک و لائق آدمی کو ادنیٰ درجہ
لیاقت کا کسی ایسے آدمی کی تعریف سے بڑھانا جو اس سے ادنیٰ ہو ایسا ہے جیسے کسی
دولتمند آدمی کا کسی مفلس سے قرض مانگنا۔ لائق آدمی عوام کی تعریف کی وقعت نہیں
کرتے ہاں کوئی لائق آدمی تعریف کرے تو اُس کو اپنی تعریف سمجھتے ہیں خدا پرست اسی
تعریف کو تعریف جانتے ہیں جو ان کی آفرینش کرے ٭

(۱) عوام الناس اسی غلطی میں پڑے ہوئے ہیں کہ انسان کامل ہوتا ہے جس کو
وہ اپنے عقیدے کے موافق کامل سمجھتے ہیں جب اُنکا کوئی عیب بتایا جاتا ہے تو بتانے
والے کو بُرا کہتے ہیں ٭ خداتعالیٰ نے انتظام گیتی میں یہ نہایت عمدہ انتظام
رکھا ہے کہ ایک شخص کو تمام کمالات میں کامل نہیں کرتا۔ جب کوئی شخص ایک کام میں کامل ہوتا
ہے تو دوسرے کام میں ناقص ہوتا ہے اور اُس دوسرے کام میں کوئی دوسرا شخص کامل ہوتا ہے
اسی سے دُنیا کا کام چلتا ہے اور ایک انسان دوسرے انسان کے کام آتا ہے بالکل
اسی کے حال تجارت اشیا کا سا ہے کہ ایک چیز ایک ملک میں نہایت عمدہ ہوتی ہے اور
دوسرے ملک میں خراب۔ یا بالکل نہیں پیدا ہوتی۔ تجارت سے دونوں ملکوں کو فائدہ ہوتا
ایک ملک کا پیداوار دوسرے ملک میں جاتا ہے۔ اسی طرح جب ایک آدمی کا
ذہن ایک ور قسم کا ہوتا ہے۔ دوسرے آدمی کا دوسری قسم کا تو اُن کے درمیان
باہم خیالات کا مبادلہ ہوتا ہے کسی کا ذہن تیز ہے کسی کی رائے سلیم ہے ان دونوں

ملنے سے صحیح نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ بت پرستوں کے یہاں قاعدہ تھا کہ جب وہ انسان میں کسی ایک بات کا کمال دیکھتے تھے تو اس کو کامل سمجھ کر دیوتا اور بزرگ کامل جانتے تھے اور اس کی کسی برائی کی مذمت نہیں کرتے تھے۔ مگر اب اس کے برخلاف زمانہ ہے کہ اگر ایک انسان میں سو ہنر ہوں اور ایک عیب ہو تو اس عیب سے لوگ چشم پوشی نہیں کرینگے ہزار نیکیوں پر خاک ڈال کر اس کی ایک بدی کو گاتے پھرینگے بت پرستوں کی دانشمندی تھی کہ وہ صرف ایک کمال کے سبب صاحب کمال کے نام کو بقاء دوام دیتے تھے مگر اب بہت سے نیک کام کرنے والوں کو صرف ایک برائی کے سبب بدنام کرتے ہیں ہجو کرنے والے تو کسی شخص کی برائی کو مبالغہ سے بیان کرتے ہیں مگر بدنام کرنے والے نیک ناموں کی نیکیوں کو ملیامیٹ کرنا چاہتے ہیں اور لوگ ان کی معاونت ایسی کرتے ہیں کہ جس سے ان کو اس کام کرنے کی جرأت ہوتی ہے جو نیک ناموں کو بدنام کرتے ہیں وہ بڑے فرومایہ و سفلے و کمینہ و پاجی ہیں وہ نیک لیاقتوں سے کوسوں دور رہتے ہیں قاتل اور مجسٹریٹ میں جو فرق ہوتا ہے وہی نیک نام اور بدنام کرنے والے میں ہوتا ہے۔
ہجو میں جو حروف لام کاف بولتے ہیں اور حرفوں کو ملا کر الفاظ و فقرے بناتے ہیں ان میں نہ کوئی سچی بات ہوتی ہے نہ کچھ ان میں معانی ہوتے ہیں نہ کوئی ظرافت ہوتی ہے جو ہجو میں ہنر کو خاکروب بنا کے اس کے سر پر غلاظت کا ٹوکرا رکھتے ہیں وہ اہل ہنر کے نزدیک کوچہ ہنر میں گدھا سے زیادہ ذلیل و خوار ہوتے ہیں بدشعار جو نیک ناموں کی بدی کرتے ہیں وہ تھوڑے دنوں میں کسی کو یاد نہیں رہتی لیکن ان کی بدذاتی ہمیشہ یاد رہتی ہے جن لوگوں کی ہجو ہوتی ہے ان کو اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہئے کہ اس کا کتنا حصہ سچ ہے۔ تعریف جس کا استحقاق نہ ہو اس سے نالائق ریاکار اور بدکار خوش ہوتے ہیں صاحب لیاقت اس مذمت سے جس کے وہ مستحق نہیں ہوتے کچھ خوف نہیں کرتے جو درحقیقت سچے اور نیک ہیں ان کو اپنی نیکی پر توجہ چاہئے بدنام کرنے والوں کی

مذمت اور ہجو پر کچھ خیال نہیں چاہئے اور نہ اُن سے رنجیدہ ہونا چاہئے۔ اگر ہم اس بات کو نہ قبول کرینگے تو سوا اس کے کوئی اور چارہ نہیں کہ ایک کونہ میں ہو بیٹھیں جس کو کیے قبول کر سکتا ہے اس کا کوئی علاج ہی نہیں کہ ہم لوگوں کے طعن و اعتراض سے بچ سکیں سکندر کا ذکر ہے کہ وہ ایک وحشت ناک جنگل میں بڑی کٹھن منزلیں کاٹتا ہوا ایک چشمہ پر پہنچا اور وہاں بیٹھ کر کہنے لگا کہ میں کیسی تکلیفیں اپنے اوپر گوارا کرتا ہوں اس لئے کہ بڑے شہر والے مجھے اچھا کہیں اس لئے کہ ایتھنز سکندر کے دشمن تھے عمران کا مشہور تھا وہ سکندر کی ہجو کیا کرتے تھے اور صاف کہا کرتے تھے کہ وہ ہمارے جان مال عزت آبرو کا دشمن ہے طبیعت بشری کا اقتضا یہ ہے کہ وہ اپنی شہرت اور نیک نامی دل سے چاہتا ہے۔ بس ہر معزز اور اشراف کا کام ہے کہ شرفا کا پاس عزت اور ناموس کریں جیسے مکان جلتا ہو تو اس کی آگ بجھانے کے واسطے سارے ہی آدمی دوڑتے ہیں اسی طرح جب کسی نیک نام کی بدنامی ہو تو اس کی حمایت کے لئے سب کو سعی اور کوشش کرنی چاہئے بس نیک نامی کا وہ مستحق ہے اس کو برباد نہ ہونے دینا چاہئے ✣

(۱۷) سچی تعریف ۔ بعض دانشمندوں کی رائے ہے کہ کسی کی سچی تعریف کی جائے تو رمز و کنایہ کے ساتھ ہو صراحت کے ساتھ نہ ہو۔ روم کے جلسہ سنیٹ میں امورات ملکی میں مباحثہ ہو رہا تھا کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر نہایت سنجیدگی سے بیان کیا کہ سلطنت جمہور کے اعزاز و اکرام کے واسطے تمامی بسر ہیں خدا سمجھا جائے اور اس کی پرستش خدا کی سی کی جائے سنیٹ یہ سن کر نہایت متحیر ہوا۔ اور اسی مضمون کو اس نے یوں ادا کیا کہ سلطنت جمہوری کے معاملہ میں وہ کسی انسان کا محکوم نہیں ڈیوک بکنگہم نے لارڈ لاری سے کہا کہ تم پر یقینی لعنت ملامت ہوگی۔ لارڈ نے کہا کہ میں کیا برا کام کرتا ہوں کہ مجھ پر تبرا ہو۔ اس پر ڈیوک نے یہ انجیل کی آیت پڑھی کہ جس کو سب اچھا جانتے ہیں اس پر لعنت ہوگی۔ ایک امیر نے کسی شخص کو ایک اعلیٰ درجہ کا عہدہ عطا کیا جب وہ اس اپنے محسن کا

شکر گزار ہو کے کہنے لگا کہ آپ کا احسان میرے اوپر بڑے درجہ کا ہے جس کی کوئی حد و غایت نہیں اس پر اس فیاض محسن نے کہا کہ میرا احسان تم پر ذرا بھی نہیں اگر تم سے کوئی اور آدمی زیادہ لائق ملتا تو تم کو اس عہدہ پر ہرگز ممتاز نہ کرتا۔ استعارہ و کنایہ کی تعریفوں میں دیکھو کہ کیا لطف آتا ہے ✣

نمائش عظمت شان

حکایت لقمان میں لکھا ہے کہ گاڑی کے پہیے کی دُھری پر ایک مکھی بیٹھی اور کہنے لگی دیکھو میں کتنی خاک اُڑاتی ہوں بعینہ یہ حال اُن لوگوں کا ہے جو اپنی بیہودہ شیخی کرتے ہیں کہ ہم نے اپنی جوتیوں کے صدقے سے فلاں فلاں اُلّو آدمیوں کو بنا دیا ہے باوجودیکہ اُن کے عروج پانے میں ذرا بھی اُن کو دخل نہیں ہوتا۔ وہ اپنے اور وسائل سے بڑھتے ہیں۔ جن شخصوں کی عادت میں تعلّی ہو جاتی ہے جھگڑالو ضرور ہو جاتے ہیں کیونکہ تعلّی میں ضرور ہے کہ اپنی برتری کو اوروں پر جتانے اس کے لئے اپنے ہمسایہ کا فروتر ہونا دکھاتے ہیں تو اُن سے جھگڑا کھڑا ہوتا ہے اور وہ شیخی بے اصل شان کے دکھانے میں بڑا تشدد کرتے ہیں کوئی خوبی اُن میں مخفی نہیں ہوتی اس لئے کام بے اثر بہت ہوتے ہیں فرانسیسی ضرب المثل ہے کہ جہاں غل بہت ہے وہاں کچھ تھوڑا ہے پس جو اپنی خوبیوں کی ڈینگیں مارتے ہیں وہ کچھ بہت نہال نہیں ہوتے مگر معاملات ملکی میں جو لوگ اپنی اوصاف کی نفیری بجاتے ہیں اُس سے بڑی دھوم دھام ان کی ہو جاتی ہے ایسے موقعوں پر تعلّی اور ہیر پھیر کے جھوٹی باتوں سے بڑے کام نکل آتے ہیں جیسے کوئی شخص دو بادشاہوں کے درمیان معاہدہ کراتا ہو تو وہ دونوں بادشاہوں کی فوجوں کی ایک دوسرے کے سامنے بڑے مبالغہ سے تعریف کرتا ہے یا دو آدمیوں میں باہم معاملہ کراتا ہے تو ہر ایک کے سامنے ایسی باتیں بناتا ہے کہ جس سے اُس کا اعتبار بڑھے اور ہر ایک یہ سمجھے کہ وہ میرا ہی بڑا خیر خواہ ہے ایسی جھوٹی باتوں سے کوئی نہ کوئی بات معدوم سے

موجود ہو جاتی ہے اُن پر لوگ رائے لگا کے ایک اصل بات ٹھہری کر دیتے ہیں +
سپہ سالاروں اور سپاہیوں کے لئے تو نمائش شان اور تعلی ایک ضروری بات ہے جیسا
لوہا لوہے کو کاٹ دیتا ہے ایسے ہی ایک بہادری کی نمائش دوسرے پر اثر کرتی ہے
ایسے آدمیوں کا اجتماع کہ جن کی طبیعتیں تعلی کی خوگر ہوتی ہیں نہایت عظیم میں جان ڈال
دیتا ہے شہرت علمی کی بھی جبتک نمائش نہ ہو دیکھ سے پتہ لگا کہ [illegible]
کرتی۔ وہ مصنف جو کتابیں ایسی تصنیف کرتے ہیں جن میں نمائش شان کی نسبت
جانتے کو فرض بتلاتے ہیں مگر کتابوں کے اول صفحہ پر اپنا نام اور دیباچہ میں ایک دو
باتیں تعلی کی ضرور لکھتے ہیں۔ غرض مصنف تو اگر اپنی خطوط وشان کی نمائش نہ کریں تو
کوئی اُن کو پوچھے بھی نہیں یہ نمائش شان اُن پر وہ نمائش کرکے خوب چمکا بھی دیتی ہے
اور منصب بالا بھی کر دیتی ہے۔ عموماً شان کی نمائش کی خواہش کچھ خود ستائی اور خود فروشی
ہی کے سبب سے نہیں پیدا ہوا کرتی بلکہ وہ بلند حوصلگی اور عالی دماغی سے بھی پیدا ہوتی ہے
عذر کرنے میں۔ قبول کرنے میں۔ حیا کرنے میں نمائشیں اچھی معلوم ہوتی ہیں خصوصاً
اور زیادہ تر خوشنما معلوم ہوتی ہیں جہاں آدمی اپنے رقیبوں کی اس وصف میں تعریف
کرتا ہے جس میں اس کو خود کمال ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ جن رقیبوں کی تعریف کریگا
دو حال سے خالی نہ ہونگے کہ یا اُس سے کمتر ہونگے یا برتر۔ اگر کمتر ہیں تو اُن کی تعریف سے
اُس کی زیادہ تر تعریف ہو جائیگی اور برتر ہیں تو اُن کی تعریف نہ ہونے سے اُسکی
تعریف اور کمتر ہو جائیگی۔ جو لوگ اپنی تعلی کرتے ہیں وہ عاقلوں کے نزدیک قابل نفرین اور
احمقوں کے نزدیک نہایت قابل تحسین و آفریں ہوتے ہیں وہ اپنی نمود کے غلام ہوتے ہیں مگر یہ تو فوائد تھا

(۲) غیروں کے لحاظ سے اپنی عظمت دکھانے کے طریقے

رومی اپنی فتوحات کی شان و شکوہ دکھانے کے واسطے دربار عام کرتے اور اس امر
کے دکھلانے کے واسطے کہ جس جوان مرد سپہ سالار نے فتح پائی ہے آج اُس سے زیادہ

کوئی بڑا نہیں ہے۔ اس کے ہاں سب امرا اور کونسل جاکر مہمان بنتے۔ اس دربار یا دشمن جو میدان جنگ میں قید ہوتے اُن کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر دکھاتے یہ حرکت ناشائستہ جب نہ یہ باقی کہ وحشیوں پر وحشی فتح پاتے۔ سپہ سالار کی شان اس میں نہیں ہے کہ وہ یہ دکھائے کہ آج کوئی میرا ثانی عظمت و بزرگی میں نہیں بلکہ بڑی شان اس کی یہ ہے کہ وہ یہ دکھائے کہ آج خوشی کا دن ایسا ہے کہ کوئی ناخوش نہیں۔ قیدی جو کل میدان جنگ میں اس کی برابر درجہ رکھتے تھے اور میدان جنگ میں کلہ بکلہ لڑتے تھے اور اتفاقات جنگ سے وہ اسیر ہو گئے ان کو اس حقارت کے ساتھ دکھانا اور ان کی زنجیروں کی چھن چھن کی آواز کو اپنی مجلس کا باجہ بنانا نہایت سبک حرکتی ہے +

اسلام انسان کی سچی عزت اوروں پر احسان کرنے میں ہے۔ ظاہری تزک و تجمل اور راحت وآرام میں نہیں ہے۔ دوستوں کے دلوں میں اس کی عزت جب ہی پیدا ہوگی کہ وہ اس کی آمدنی سے متمتع ہوں۔ پہلے زمانہ میں اعزاز فقط مہمان نوازی اور فیاضی اور خوش خلاقی کے لحاظ سے کیا جاتا تھا نوکروں چاکروں کی کثرت اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اور نمائشی اسباب سے نہیں۔ بہت سے آدمی قرض لے کر اپنے گھر کو اسباب سے سجاتے ہیں کہ اُن کی عزت کی نمود ہو۔ مگر ان کا دوالہ اس میں نکلجاتا ہے اور لوگ اُن کو تماشا گر سمجھتے ہیں کہ تماشا گاہ کی آرائش مستعار اسباب سے کرتے ہیں

عزت و ناموری۔

بعض آدمی اپنی لیاقت کا نقش بڑھا کر اور بعض اس کو توڑ مروڑ کر لوگوں کے دلوں پر مرتسم کرتے ہیں۔ مگر حقیقی و تحقیقی عزت میں وہی لوگ بازی لے جاتے ہیں اپنی قابلیت کا نقش جوں کا توں نہ بڑھا کر نہ توڑ مروڑ کر اوروں کے دلوں پر مرتسم کرتے ہیں اُن کو کسی طرح کا انقباض [illegible]

وشہرت بہت چاہتے ہیں۔ بے شک اس سے ان کا چرچا جا بجا زبانوں پر بہت ہوتا ہے۔ مگر دلوں میں ان کی تحسین کم ہوتی ہے۔ اس کے برعکس بعض آدمی اپنی خوبی کو اس طرح دکھاتے ہیں کہ وہ بہت تاریک ہو جاتی ہے اور کبھی نظر نہیں آتی اس کی قدر کم ہو جاتی ہے۔ جو کام تقلیداً کیے جاتے ہیں خواہ وہ کیسے ہی مشکل و دشوار ہوں۔ مگر اس سے وہ ناموری اور عزت نہیں حاصل ہوتی جو ان کاموں کے کرنے سے حاصل ہوتی ہے جو پہلے کسی نے نہ کیے ہوں یا کیے ہوں مگر ناتمام چھوڑے ہوں یا کچھ اضافہ نکیا ہو۔ اگر آدمی اپنے کاموں کو ایسا معتدل بناتا ہے کہ جس سے لوگ راضی ہو جائیں اور اس کی ساتھ سب متفق ہو جائیں تو اس کی عزت کا راگ پورا گایا جاتا ہے۔ جو اہل ہمت ایسے کام کرتے ہیں کہ جن کے اندر ناکامی کی صورت میں جیسی ذلت ہوتی ہے ایسی کامیابی کی حالت میں عزت نہیں ہوتی تو وہ اپنی عزت آبرو کے حق میں اچھے منتظم نہیں ہوتے۔ ساری عزت کا مدار اس پر ہے کہ اپنے ہمسر رقیبوں پر آدمی سبقت لے جائے اور سب سے اچھا کام کر کے دکھاوے اور اپنے کمال کو ان کو ماہر کر دے۔ اسی سے عزت کی جوت چمک دمک الماس تراشیدہ کی طرح منعکس ہوتی ہے۔ آدمی کے نامور ہونے میں اس کے ہوشیار عاقل نوکر چاکر بڑے مددگار ہوتے ہیں۔ مثل مشہور ہے کہ آدمی کی شہرت کا آغاز گھر ہی سے شروع ہوتا ہے۔ معزز حاسدوں کی حسد سے اپنے تئیں یوں بچا سکتے ہیں کہ وہ اپنی شہرت سے قطع نظر کریں اور اصل مقاصد کے حاصل کرنے میں پیروی کریں اور اپنے کاموں کی کامیابی کو مشیت ایزدی سے منسوب کریں اور کہیں کہ اس میں ہماری خوبی وحسن لیاقت کو دخل نہیں فقط تقدیر کی بات ہے۔ بعض حکمائے اعزاز اور ناموری کی ترتیب اس طرح مقرر کی ہے کہ اول وہ شخص معزز و نامور ہے جس نے مذہب یا خدا کی عبادت کو قائم کیا ہو۔ دوم وہ جنھوں نے سلطنت شخصی یا جمہوری کی بنا قائم کی ہو۔ سوم وہ جو بڑے سپاہیوں کے سپہ سالار

جنھوں نے اپنے ملک کو فتوحات سے بڑھایا ہو۔ چہارم عالم خواہ وہ کسی علم و فن کے ہوں یا بہ اعتبار تعداد علوم کے جتنے وہ ماہر ہوں۔ اُن کی عزت کی جائیگی۔ پنجم سب سے آخر صناع وکاریگر جن کی شہرت وعزت موافق اُن کے ہنر اور صنعت وذہانت کے ہوتی ہے بعض عزت و ناموری کی دو قسمیں کرتے ہیں ایک سلطنت سے متعلق۔ دوم رعیت سے متعلق۔ شاہانہ عزت کی ترتیب یہ ہے۔ اول وہ بادشاہ جو بانی مبانی سلطنت اور بہبودی رعایا کے قائم کرنے والے ہوں۔ دوم سلطنت کے بانی ثانی یعنے جنھوں نے قوانین سلطنت ایسے بنائے اور بتلائی ہوں کہ اُن کے مرجانے کے بعد بھی تو سلطنت حکومت کرتے ہوں۔ سوم وہ بادشاہ جو ملک کو لڑائی اور جھگڑوں سے بچائیں ظالموں کے پنجوں سے چھڑائیں۔ اور غیر ملکوں کی غلامی سے نکالیں چہارم جو لڑائیوں میں ہمیشہ فتح یاب ہو کر اپنے ملک کو بڑھائیں اور دشمنوں کے حملوں سے ملک کو بچائیں پنجم وہ بادشاہ جو عدالت سے سلطنت کریں اپنے عہد کو اچھا رعایا کے لئے بنائیں اب رعیت کے اعتبار سے عزت اور ناموری کی یہ ترتیب ہے کہ اول ارکین سلطنت جن کو بادشاہ اپنا دایاں ہاتھ بنا کے اپنے کارہای بزرگ حوالہ کرے۔ دوم اہل کار وہ کارکن جو بادشاہ کے نائب ہوں اور لڑائیوں میں بڑے کارہای نمایاں دکھائیں سوم جو بادشاہ کے منہ بہت چڑھے ہوں اور ناک کا بال بنی ہوئی ہوں۔ اور وہ دل سے بادشاہ کے خیر خواہ ہوں اور رعایا کے آزار کا خیال اُن کے دل میں نہ آتا ہو چہارم بادشاہی عہدہ دار جو اپنے کاموں کے لائق ہوں۔ اصلی عزت جو سب پر فوقیت رکھتی ہی وہ یہ کہ اپنے ملک کی بھلائی اور خیر خواہی میں اپنی جان وقف کردے۔ مگر یہ امر شاذ و نادر کسی میں ہوتا ہے +

(۲) بعض صورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ایک کام میں جو اصل بانی مبانی اس کا ہوتا ہی وہ عزت سے محروم رہ جاتا ہے اور دوسرا آدمی جو نمودیہ ہوتا ہے وہ اس کی عزت

غضب کرلیتا ہے۔ مثل ہے کہ چھوٹے کتے خرگوش کو دریافت کرتے ہیں اور بڑے کتے پکڑ لیتے ہیں بعض وقت یہ ہوتا ہے کہ جو چیز بڑی مشکل اور ضروری ہوتی ہے اُس پر لوگوں کی نظر نہیں جاتی بلکہ اُس سے جو کمتر آسانی اور قدرتی ہوتی ہے اُس کی بڑی تعریف ہوتی ہے اُس کی مثال چھاپہ اور سستا کاغذ ہے۔ اکثر لوگ چھاپہ کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ مگر نہیں جانتے کہ ہزاروں برسوں پہلے سے آدمی اس سے واقف ہوچکے اور ہرکیولیم کے شہروں کے کھنڈروں میں جو روٹیاں نکلیں تو ان پر ان کے پکانے والوں کے نام منقش تھے مگر چھاپہ کی اشاعت جبتک نہیں ہوئی کہ کاغذ ارزاں نہیں ہوا اگر کاغذ ارزاں نہ ہوتا تو چھاپہ کا رواج نہ ہوتا +

(۳) آدمی ایسے مختلف الطبائع ہوتے ہیں کہ اُن پر ایک اصول برابر اثر نہیں رکھتی۔ مثلاً ایک وہ لوگ ہیں کہ مذہب کے سبب سے دوسرے وہ جو عزت کے سبب سے نیک کام کرتے ہیں عزت کے معنے ایسے نازک ہیں کہ جب سمجھ میں آتے ہیں کہ نیک آدمی اچھی طرح سے عمدہ تعلیم پائی ہو اور بڑے بڑے معزز آدمی دیکھے ہوں اور نیک طبع شریف ہو۔ اوّل ہم کو اُن لوگوں پر خیال کرنا چاہیے جو عزت کے صحیح معنے سمجھتے ہیں دوم جو غلط معنے سمجھتے ہیں سوم جو سرے سے عزت ہی پر ہنستے ہیں۔ اوّل سچی عزت خواہ اُس کا اصول مذہب سے مختلف ہو۔ مگر نتیجہ وہ اثر وہی پیدا کرتی ہے جو مذہب پیدا کرتا ہے کاموں کے کرنے کے خطوط خواہ جدا جدا ہوں مگر آن کر سب ایک نقطہ پر ملتے ہیں مذہب کے سبب سے جو آدمی نیکی اختیار کرتا ہے وہ خدا کے قوانین و احکام کے موافق اور عزت کی وجہ سے جو نیکی اختیار کرتا ہے تو وہ انسانیت کی زیب و زینت کے سبب سے برائی سے پابند مذہب خوف کرتا ہے۔ پابند عزت نفرت رکھتا ہے اور بدی کرنے کو معززانہ شان میں بٹا لگانا سمجھتا ہے اور صاحب مذہب خدا کا ناراض کرنا جانتا ہے۔ پہلا بدی کو اپنی شان کے شایاں نہیں جانتا دوسرا نواہی الٰہی سمجھ کے بچتا ہے

کہا ہی کہ اگر خدا برائی کا دیکھنے والا اور اُس کی سزا دینے والا نہ ہوتا تو بھی معزز برائی
ہوس سبب سے نہ کرتا کہ اُس کے کرنے کو پاجی پن و کمینہ پن و رزالت جانتا ہے۔ عزت مستقل
بندھن ہی۔ بادشاہوں کا آئین ہی۔ اشرافوں کا ممتاز کرنے والا کمال ہے وہ نیکی کو جہاں
دیکھتی ہی اُس کی تقویت کرتی ہی جہاں نہیں دیکھتی وہاں اُس کی تقلید کرتی ہی عزت
کو چاہیے کہ آدمی لہو و لعب نہ سمجھے جو اصول نیکی کو پیدا کرتے ہیں اُن کو سہارا دینا چاہیے۔
دوئم جو عزت کے معنے غلط سمجھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن باتوں کو عزت ٹھیرا لیتے ہیں کیا
تو وہ خدا کے احکام کے برخلاف ہوتے ہیں یا ملک کے برخلاف وہ جرم کے انتقام لینے کو
عفو کرنے کی نسبت زیادہ معزز کام جانتے ہیں وہ جھوٹ بولنے کو برا نہیں سمجھتے لیکن اگر
کوئی اُن کو جھوٹ کا الزام دے تو اُس کے مار ڈالنے کو عزت جانتے ہیں اپنی عزت او
جرأت کے کاموں کو نیکی کے کاموں پر ترجیح دیتے ہیں استقلال اور ثبات و تحمل انسان کی
ایسی نیکیاں ہیں کہ بغیر اُن کے آدمی کو انسان نہیں کہنا چاہیے مگر وہ اُن کو ذلیل سمجھتے
ہیں اور فقط اپنی رندوں کی سی دلیری کو بڑی عزت سمجھتے ہیں ایسے بہت آدمی ہم میں ہیں
جو فقط اس صفت ہی کے سبب سے اپنے تئیں معزز جانتے ہیں غرض جو آدمی مروج فرائض
انسانی کا خون کر کے ان کاموں کو معزز جانتا ہے جن سے کہ خدا تعالی ناراض ہو
یا اُن سے اجتماع انسانی غارت و تباہ ہو تو ایسا آدمی معزز شمار نہیں ہو سکتا وہ تو
ایسا ذلیل ہے کہ اگر پھانسی پر چڑھاؤ تو اُس کے تختہ کو بھی ذلت ہو۔ بعض آدمی ایسے
ہوتے ہیں کہ اگر اُن کے سامنے خدا تعالی کو برا کہو تو ہنس کر چپکے رہیں مگر اُن کے کسی دوست
کو برا کہو تو برا کہنے والے کی جان مارنے کے لئے تیار ہو جاویں اگر جوئے میں قرض روپیہ
لیکر ہاریں تو خیانت کر کے اُس کے ادا کرنے کو عزت جانیں۔ غرض ایک اصول کے
معنے غلط سمجھنے سے ستم برپا ہوتا ہی تیسرے وہ جو عزت ہی کو مسخراپن سمجھتے ہیں۔ کوئی مذہب کا
پابند ہوتا ہے کوئی بدعتی کوئی لامذہب وہ مذہب کو ایک ڈھکوسلا جانتے ہیں اُن کے نزدیک سب

سب برابر ہیں۔ اکثر آدمی جو رند مشرب اوباش ہوتے ہیں وہ عزت کو کچھ خیال
نہیں کرتے۔ اس سبب سے وہ بہت شرارت و شیطنت کے کام کرتے ہیں، وہ ہر چیز پہ
ہنستے ہیں وہ عزت کے انعام کو خیالی چیز جانتے ہیں اگرچہ ایسے شخص بعض وقت
اچھی حکومت اور خوب دولت پیدا کر لیتے ہیں لیکن جو شخص عزت کے دربار میں نیک
ناموں کے دروازہ سے داخل ہوتا ہے صرف وہی ملک کی تاریخ کی خطوط میں اپنا
نام نیک نامی کے ساتھ ثبت کرتا ہے +

غصہ۔

اس تمام مضمون میں غصہ سے مراد اس جذبۂ قلبی سے ہے جو دوسرے کی تکلیف
پہنچانے سے جوش میں آئے وہ ایک تھوڑی دیر کا جنون ہوتا ہے۔
بعض فرقۂ حکماء کی یہ شیخی ہی شیخی ہے کہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم غصہ کو بالکل دور
کر سکتے ہیں غصہ کے باب میں انجیل کا یہ ارشاد ہی کہ غصے تو ہو مگر گناہ نہ کر ایسا
نہ ہو کہ سورج ڈوب جاوے اور تو خفا کا خفا رہے غصے کے اثروں پر یہ غور کرکے کہ کتنا
انسان کی زندگی کو تلخ اور بے مزہ کرتا ہے۔ یہ سوچنا چاہیے کہ اس آدم کتنا ظلم کر سکتی ہیں
سینکا کا کیا خوب قول ہے کہ غصہ کا حال مینہ کا سا ہے کہ جس پر پڑتا ہے اسی کو
شکستہ کرتا ہے کتب مقدسہ یہ تعلیم کرتی ہیں کہ تم صبر سے اپنی جان بچائے رکھو۔ جو آدمی
صبر نہیں کرتا وہ اپنی دل پر قابو نہیں رکھتا۔ تم کبھی نہ ہو کہ خنوں میں پھنس کر اپنی
جان کھوؤ۔ غصہ انسان کی ضعف کی نشانی ہے۔ وہ اکثر بچوں۔ عورتوں۔ بڈھوں
بیماروں کو زیادہ تر آتا ہے۔ آدمیوں کو تین سببوں سے غصہ آتا ہے۔ اوّل ضرر
پہنچنے پر۔ دوم اپنی حقارت کے شبہ پر۔ سوم اپنی نیک نامی کے جاتے رہنے پر
آدمی کو جب تک اپنی ضرر کا ادراک نہیں ہوتا اس کو غصہ نہیں آتا۔ اسی سبب نازک مزاج اپنوں
اور ضعیفوں کو جن باتوں پر زیادہ غصہ آتا ہے قوی مزاج ان سے خبر بھی نہیں ہوتے

کیونکہ وہ چیزیں اُن کو ضرر رساں معلوم نہیں ہوتیں یہ ضعف ہی کا سبب ہوتا ہے کہ بہت سی چیزیں مضرت پہنچانے والی معلوم ہوتی ہیں۔ تحمّل ایسی چیز ہے کہ وہ غصّہ کی دھار کو تیز کردیتی ہے اور تحقیر سے وہ تکلیف نہیں ہوتی جو اُس پر غصہ آنے سے نیک نامی کے فرق آنے پر جو آدمی کو غصہ آتا ہے اس کیلئے ایک دانشمند کا قول یاد رکھنا چاہیے کہ اشراف اپنی عزت کا جال ایسا مضبوط کشادہ بنائیں کہ اُن میں چھوٹی چھوٹی چیزیں نہ پھنسا کریں اور اپنی نیک نامی کی بنا استوار وہ ڈالیں کہ اس پر چھوٹے چھوٹے حملوں سے کچھ اثر نہ ہو۔ انسان کو چاہیے کہ جس وقت غصہ آئے نہ کچھ کہے نہ کچھ کام کرے۔ یہ سمجھے کہ ابھی انتقام کا وقت نہیں آیا اس کے آنے کا منتظر رہے اور یہ بات کہ کہ توقف کرسکیں بدلہ اچھی طرح لے سکوں گا غصے کے وقت میں بولنا یا کام کرنا ایسا بُرا کام ہر آدمی کے حق میں ہوتا ہے کہ پھر اس کا کچھ علاج ہی نہیں ہوسکتا۔

زمانہ کا دورا اور انقلاب۔

اجرام فلکی میں ہم دیکھتے ہیں کہ اُن میں ایک دور رہتا ہے جب وہ اپنا ایک دورہ خواہ کیسا ہی طول طویل ہو پورا کرچکتے ہیں تو اُن کا پھر دوسرا دورہ اسی طرح شروع ہوتا ہے جیسا کہ پہلا اور وہی باتیں وقوع میں آتی ہیں جو پہلے آچکی ہیں ثوابت میں جو باہم فاصلے ہیں اُن میں کچھ انقلاب نہیں ہوتا اور وہ متغیر نہیں ہوتے۔ آفتاب کی گردش کا جو دورہ ہے اس میں سر مو فرق نہیں آتا۔ موسموں کے تغیر و تبدل کا ایک دورہ ہے کہ وہ مسلسل چلا جاتا ہے غرض جیسے یہ متسلسل دورہ اجرام فلکی میں ہے۔ ایسا ہی بعض عقلا کے نزدیک اور واقعات دنیا میں بھی ہے۔ اسی لئے بعض والاخرو یہ فرماتے ہیں حضرت سلیمانؑ سورج کے نیچے کوئی نئی چیز نہیں کل نئی ایجاد ایک فراموشی ہے افلاطون کل علم صرف یاد ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مادہ کو ایک حال پر قرار نہیں ہمیشہ اس میں انقلاب ہوتا رہتا ہے مگر یہ ممکن ہے کہ ان انقلابوں کا ایک دورہ ہو کہ ایک مدت کے بعد

پھر اسی طرح انقلاب ہونے لگیں جیسے کہ اجرام فلکی میں طوفانوں اور زلزلوں سے وہ انقلابات
ہوتے ہوں کہ ان کے آگے آتش زدگی اور قحط سالی کے انقلابات کچھ حقیقت ہی نہیں رکھتی
اور تو انسانوں کو ایسا برباد کرتے ہیں کہ ان کے واقعات بیان کرنے کے لئے بھی کوئی
زندہ آدمی نہیں ملتا۔ ان کے ہاتھ سے فقط پہاڑوں پر جا کے وہ ناتراش جن کو کسی بات
کے بیان کرنے کی لیاقت نہیں ہوتی زندہ رہتے ہیں آپس کی حسد اور دشمنی سے جو ہنگامہ
کارزار گرم ہوتے ہیں۔ ان کے انقلابات بالکل فراموش ہو جاتے ہیں تو سب سے بڑا انقلاب
جو انسان کی حالت میں واقع ہوتا ہے وہ اس کے مذہب اور فرقوں میں تفریق کے
سبب سے واقع ہوتا ہے۔ ان چیزوں کا مدار انسان کے دل میں ہوتا ہے۔ سچ مذہب کا
جا پہاڑ پر ہوتی ہے۔ اور باقی اور مذہب تو ہمیشہ ڈانواڈول و متزلزل زمانہ کے اندر رہا
کرتے ہیں۔ جب کوئی قدیمی مذہب آپس کی نااتفاقی سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرتا ہے
اور علماء مذہبی کی تقدیس میں تنزل ہوتا ہے اور جہالت۔ حماقت۔ وحشت کا زمانہ
آتا ہے تو اس وقت نئے نئے فرقوں کے پیدا ہونے کا خوف ہوتا ہے۔ اگر کوئی عالی ہمت
عاقل انکا سردھرا بن گیا تو اور زیادہ خوف کا محل ہوتا ہے اگر اس نئے فرق میں دو باتیں
ہوں تو اس سے سلطنت کو کچھ خوف نہیں ہوتا۔ اول جو سلطنت قائم ہو اس کا قائم مقام بنا
وہ اپنے تئیں نہ چاہتا ہو اور نہ سلطنت کا مقابلہ کرتا ہو۔ دوم وہ اوباشی اور عیاشی کی
اجازت نہ دیتا ہو۔ غرض اس میں فقط فکر خیالی ایسے ہوں کہ جو دل پر اثر کریں مگر فکر عملی
نہ ہوں نئے فرقے تین طرح سے پیدا ہوتے ہیں اول معجزات کرامات خرق عادات سے
دوم بلاغت فصاحت کی تقریر اور حکمت اور دانائی سے سوم بزور شمشیر۔ ان فرقوں کے
لئے سب سے بہتر تدبیر یہ ہے کہ وہ نرمی اور ملائمت سے منالئے جائیں اور ان کی عیبوں کی
اصلاح کی جائے۔ اور ان کی چھوٹی چھوٹی باتیں مان لی جائیں اور ان پر لعنت ملامت نہ کی
جائے اور کوئی سختی ان کی ساتھ نہ ہونی چاہئے ایسے ہی لڑائیوں کے اندر تین طرح کے

انقلابات واقع ہوتے ہیں اوّل جب بڑی سلطنتوں میں جنگ و پیکار کے طوفان اٹھتے ہیں تو وہ برباد ہو جاتی ہیں جب کوئی سلطنت قائم ہوتی ہے وہ جن ملکوں کو فتح کرتی ہے اُن کی سپاہیوں کا زور گھٹا دیتی ہے اور اپنی سپاہ سے ملک کی حفاظت کرتی ہے۔ مگر جب اُس سپاہ میں خلل آجاتا ہے تو وہ سلطنت بالکل برباد اور تباہ ہو جاتی ہے اور خود اوروں کا شکار بن جاتی ہے جب بہت چھوٹی چھوٹی ریاستیں متفق ہو جاتی ہیں تو بھی ہنگامہ جنگ وہ برپا کرتی ہیں اس لئے کہ جب پانی کی طغیانی ہوگی تو وہ آئے گا۔ جب اس اتحاد سے قوت پیدا ہوگی وہ اپنا اثر ضرور دکھائیگی اور جب وحشی قوموں کے جتھے اکٹھے ہو جاتے ہیں اور سلطنتوں کے جنگ کی قوتیں کم ہو جاتی ہیں تو بڑے انقلاب پیدا ہوتے ہیں دوم جنگ میں انقلاب بڑا ہتھیاروں سے ہوتا ہے۔ گو اُن کے لئے کوئی قاعدہ مشاہدہ سے نہیں مقرر ہو سکتا ہے۔ مگر پھر بھی یہ کہا جاتا ہے کہ اسلحہ آتشی نے جنگ میں بڑا انقلاب پیدا کیا ہے وہ اوّل ہندوستان میں ایجاد ہوے جن کو اہل مقدونیہ نے بجلی و کڑک اور جادو لکھا ہے اور ان اسلحہ آتشی کے استعمال کو چینی دو ہزار برس سے جانتے تھے ہتھیاروں کی ترقی اُن پر موقوف ہے۔ اوّل دور سے مارنے پر کیونکہ اس سے دشمن کو دور سے ہی ہٹا کے بیخوف ہو جاتے ہیں جیسا کہ توپ بندوق میں ہوتی ہیں دوم صدمہ پہنچانے پر اب اسلحہ آتشی سے صدمے پہنچتے ہیں وہ پرانے اسلحہ مثل منجنیق و سنگ انداز و تیر سے کب پہنچتے تھے سوم ان کی آسانی استعمال پر یہ اسلحہ سب موسموں میں کام آسکتے ہیں اُن کی باربرداری آسان ہے سب جگہ اُن کو لے جا سکتے ہیں تیسرا انقلاب طریقۂ جنگ میں واقع ہوا ہے کہ پہلے زمانہ میں زیادہ تر اعتماد سپاہ کی تعداد پر ہوتا تھا اب سپاہ کے علم و ہنر پر اعتبار ہوتا ہے علم کے انقلابات کا حال بھی سلطنت کا سا ہوتا ہے جیسے سلطنت کے عہد طفلی۔ جوانی۔ پیری ہوتے ہیں ایسی ہی علم کی عمر میں انقلابات ہوتے ہیں غرض مذہب۔ حرب۔ علم میں انقلابات ہوتے رہتے ہیں اُن سے انسان کے حالات میں

انقلابات واقع ہوئے ہیں اگر ہم دنیا کے کل انقلابوں و گردشوں کا حال لکھیں تو ہمارا سر
چکرا جائے اس لئے ختم کرتے ہیں ✦

زبان

اکثر آدمی زبان کا یہ فائدہ جانتے ہیں کہ جن چیزوں کو ہم ادا چاہتا ہو
انھیں الفاظ کا لباس پہنا کے ظاہر کریں جس سے وہ حاصل ہو جائیں آدمی کی احتیاجوں
اور خواہشوں کو اپنی خوبی سے زبان ظاہر کرتی ہی کہ اور لوگ ان کو رفع کر دیتے ہیں لیکن عقلمندوں
کی رائے اس کے برخلاف ہی کہ خواہشوں اور احتیاجوں کے ظاہر کرنے میں زبان اتنی کام
نہیں آتی جتنی وہ ان کے چھپانے کے کام میں آتی ہی دنیا کا تجربہ شہادت دیتا ہے کہ
جو شخص اپنی احتیاجوں کا چھپانا جانتا ہی غالباً زیادہ تر کامیاب ہوتا ہی جو لوگ عاقل اور
ہوشیار ہوتے ہیں وہ دوستوں سے ضرورت سے زیادہ قرض لینے کی ایسی تمہیدیں
بناتے ہیں جس سے کسی کو یہ گمان بھی نہیں ہوتا کہ ان کو تھوڑے روپئے کی ضرورت ہی
اس حکمت سے حسب ضرورت قرض ملجاتا ہی مثلاً ایک شخص اپنے دوست سے بڑے بردباری
قرض مانگتا ہے تو وہ دو سو روپیہ دیتا ہے اگر وہی آدمی نہایت عجز و انکسار کے
ساتھ تھوڑا سا قرض مانگتا تو غالباً اس کا اعتبار پیسے کا بھی نہ کیا جاتا اور کچھ بھی ہاتھ نہ آتا
جب کبھی درزی سے قرض سلوانا منظور ہوتا ہے تو وہ بڑی ٹھسک کی پوشاک پہن کر
اس کی دکان پر جاتے ہیں اور ایسی باتیں بناتے ہیں کہ جن سے یہ معلوم ہو کہ یہ
کوئی بڑے آدمی ہیں اس طرح درزی ادھار کی سلوائی پر راضی ہو جاتا ہی احتیاج
کے ظاہر کرنے میں ضرورت یہ آن کر پڑتی ہی کہ دوسرے آدمی کے دل میں اپنے حال پر
رحم پیدا کریں جس سے اپنا مطلب نکلے ایک مفلس آدمی کو پہلے اس سے کہ وہ اپنا افلاس
کسی دوست پر ظاہر کرے یہ سوچنا چاہئے کہ سوال کرکے اپنی قدر و منزلت کا کھونا
اور دوستی کو رحم سے بدلنا مناسب ہے کہ نہیں؟ خصائل انسانی میں دو بڑے جوہر رحم اور دوستی کے

ہیں - دوستی تعظیم اور خوشی سے پیدا ہوتی ہے رحم افسوس اور حقارت سے اس لئے یہ دونو باتیں ایک وقت میں یہ تک ایک دل میں نہیں رہ سکتیں - دل ان دونو کے درمیان معلق رہتا ہی مگر ان کو جمع نہیں کھ سکتا وہ ایک دوسری کو زائل کرتے ہیں کوئی دل رحم سے خالی نہیں ہوتا - مگر رحم کا قاعدہ ہے کہ وہ تھوڑی دیر رہتا ہی - اس لئے غریبوں کو اُس سے کم مدد ملتی ہی بعض آدمیوں کے دلوں میں رحم کی زود و زوالی کا حال یہ ہوتا ہے کہ اگر ان کو کسی مفلس محتاج کے حال پر رحم آئے اور جی کچھ دینے کو بھی چاہے مگر اتنی دیر میں وہ بدل جاتا ہی کہ جیب میں ہاتھ جاوی - یا رومال کھولا جاے بعض آدمیوں میں وہ کچھ دیر تک قائم رہتا ہے اور جو نہایت نرم طبیعت کے رحم دل ہوتے ہیں - اُن کے اندر آدھ گھنٹے سے زیادہ وہ نہیں ٹھیرتا - بس اس لئے رحم سے غریب آدمیوں کو کم امداد ملتی ہے - دوستی کے کاموں میں آدمی بہت روپئے صرف کر دیتا ہے مگر رحم کے کاموں میں صرف پیسی ہی خرچ کرتا ہے - اگر کوئی شخص کسی بلا میں مبتلا ہوتا ہے اور اُس کے حال زار کو دیکھ کر دل میں رحم آتا ہی تو رحم کی جو کیفیت اول دفعہ میں ہوگی وہ دوسری دفعہ میں نہیں اگر اُس کو پہلی دفعہ میں ایک روپیہ دیدیں تو دوسری دفعہ شائد آٹھ آنے دیں اور تیسری دفعہ وہ ہاتھ پھیلا تو معلوم بھی نہ ہو - اس کی صدا کا حال گنبد کی صدا کا سا ہوتا ہے کہ ہر دفعہ میں زور اس کا کم ہوتا جاتا ہے — یہانتک کہ آخر کو ہمارے دل میں افسوس اور ترس کا نشان باقی نہیں رہتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص آسودہ حال مالدار ہے بھلے مانس اُس کو اپنی بیٹیاں دینے اور روپیہ قرض دینے کے لئے جو منتیں کرتے تھے اور تحفہ تحائف دیتے تھے اور وہ انکار کرتا تھا جب مفلس وہ ہو گیا تو وہ نظر بھی اٹھا کر نہیں دیکھتے مفلسی میں آدمی کی میٹھی باتیں بھی کڑوی معلوم ہوتی ہیں - اس کی خوشامد کی باتیں بھی کانوں کو زہر لگتی ہیں - اے محتاج تم رحم کے سوا کسی اور جذبۂ انسانی سے اپنا کام نکالو - انسان کی خود غرضی

خود طلبی - حریص ہونے سے تم اپنا مطلب زیادہ رحم سے نکال سکتے ہو - غرض انسان
افلاس اور اپنی احتیاجوں کے چھپانے میں ان کو طرح طرح سے کام میں لائے - اگر سو روپیہ
کے قرض لینے کی ضرورت ہو تو فقیر بن کر بھیک نہ مانگے بلکہ دوستوں کی دعوت کرے
اور ان سے باتوں باتوں میں سو روپیہ کی ضرورت اپنی بیان کرے اگر کوئی دوست
پچاس بھی دئے تو کہے کہ بیس روپیہ میرے پاس ہیں تیس روپیہ میں کسی اور دوست سے قرض
لے لونگا اگر کوئی شخص تم کو دیکھے کہ روٹی ساگ پات سے کھا رہے ہو تو کہو کہ نامور طبیب کا
نام لے کر کہو کہ اس نے ہم کو یہ پرہیزی کھانا بتایا ہے - سوا اس کے میں شکم پرست بھی
نہیں ہوں اکثر پر تکلف کے کھانے سے میں بیمار ہو جاتا ہوں اگر کپڑے جاڑے
میں گرم نہ پہنے ہوئے ہو تو کہو کہ معلوم نہیں مزاج میں حرارت کہاں سے آگئی ہے
کہ اس جاڑے میں بھی سردی نہیں لگتی - اگر کپڑے میلے ہوں تو کہو کہ کم بخت
دھوبی ایسا قسمت سے ملا ہی کہ بار چار جوڑے اکٹھے ہو جاتے ہیں مگر وہ دھو کر نہیں لاتا
اگر کپڑوں میں پیوند لگے ہوں یا وہ کہیں سے پھٹے ہوئے ہوں اور ان کو کسی طرح کی
نشست سے نہ چھپا سکو تو کہو کہ درزی پر خدا کی مار ہے کہ جلدی نئے کپڑے سی کر نہیں لاتا
یا یہ کہ مجھے خوش پوشی پسند نہیں میرے درزی تو افلاطون اور سنیکا ہیں کہ جن کا
قول ہی کہ صرف اتنے لباس کی ضرورت ہے - کہ جس سے بدن ڈھک جائے - امیر جو
اپنی خوش لباسی دکھاتے ہیں وہ ہنسی کے قابل ہیں مجھے وہ لباس پسند ہی جس کی
ہدایت انبیا اور حکمانے کی ہی - غرض اور جو افلاس کی برائیاں ظاہر ہوں انکو
اسی طرح چھپاؤ اور بجای افلاس کی اپنی کفایت شعاری کا اظہار کرو - کنجوس پن اپنا
بتلاؤ - مگر نہ افلاس بتاؤ آدمی مفلس ہونے سے یا مفلس معلوم ہونے سے کبھی قدر و
منزلت نہیں پا سکتا - جب امرا ڈینگ مارتے ہیں تو ان سے نفرت ہوتی ہی اور جب
حاجتمند شیخی کرتے ہیں تو ہنسی آتی ہی مگر مفلسی جو نمود کری تو وہ معذور و مجبور ہے

اور قابل معافی ہے اب تم نے دیکھ لیا کہ زبان جتنی احتیاجوں کے چھپانے میں کام آتی ہے اتنی ظاہر کرنے میں نہیں +

(۲) زبانوں کی صفات - عبرانی زبان رمز و کنایہ کا لباس پہنی ہوئی ہے۔ حکماء یونان کی زبان میں پاکیزہ الفاظ میں خوب رواج ہے رومیوں کی زبان فصیح اہل ٹسکنی کی زبان سنجیدہ متین - اہل ہسپانیہ کی زبان بہادرانہ فرانس کی زبان ملائم اور شیریں ہے

(۳) زبان سے ہمیشہ کچھ پیدا ہوتا رہتا ہے۔ یہ مت خیال کرو کہ زبان ایسا مولود ہے کہ ایک ہی دفعہ پیدا ہوتی ہے اور مر جاتی ہے بلکہ وہ ایسی جاندار ہے جس میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ پیدا ہوتا رہتا ہے۔ انسان کے خیالات عقل و دانش کی ترقی کے ساتھ مکمل اور دقیق ہوتے جاتے ہیں۔ اور ان خیالات کا اظہار زبان ہی کے ذریعہ سے ہوتا ہے اسواسطے کوئی محاورہ اپنی ایک حالت پر قائم نہیں رہ سکتا۔ وہ آگے چلتا ہے منکشف ہوتا ہے۔ بڑھتا ہے۔ اپنے تئیں محصور کر کے محفوظ بناتا ہے۔ پرانا ہوتا ہے آخر کو پیر فرتوت ہو جاتا ہے +

(۴) زبان کا متغیر ہونا۔ زبانوں میں جو تغیر و تبدل ہوتے رہتے ہیں وہ خدا کے انتظام میں داخل ہیں جس سے علی العموم ساری دنیا کو علی الخصوص مصنفوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ زبانوں کا حال اقسام نباتات کا سا ہے کہ وہ طرح طرح کے خوبصورت ہوتے ہیں اول وہ زمین سے پھوٹتے ہیں۔ پھر نمو پاتے ہیں تھوڑی مدت کے بعد وہ کھیتوں اور باغوں کو رونق دیتے ہیں پھر مرجھا کر خاک ہو جاتے ہیں تاکہ اُن کی جگہ اور اُن کے قائم مقام آئیں اگر اُن کی یہ صورت نہ ہوتی تو شجر کی یہ بار آوری بجائے نعمت کے مصیبت ہو جاتی زمین پر وہ نباتات کا انبار ہوتا کہ اُس کا بار زمین سے اٹھایا نہ جاتا کہ اُس سے سب جگہ اُس کے سطح پر وہ گتھیاں پڑی ہوتیں جو سلجھائی نہ جاتیں بس یہی حال نباتات کا سا تصنیفات کا ہے انکا

تنزل ہوتا رہتا ہے اور وہ نئی رہتی ہے کہ ان کی جگہ اور قائم مقام ان کے آباد کریں + زبان بتدریج بدلتی جاتی ہے اور اس کی ساتھ اُس کے مصنفوں کی تصنیفات بھی ایک خاص مدت تک شگفتہ رہتی ہے۔ اگر یہ حالت نہ ہوتی تو ذہن کے قوائے مواد دنیا کو کتابوں سے اتنا بھر دیتیں کہ اس میں سمائی نہ ہوتی۔ اور انسان کا دل علم ادب کی بے انتہا بھول بھلیوں میں بھٹکتا رہتا۔ اور سرگردان و پریشان ہوتا۔ زمانہ سابق میں تو ان کی افراط کے روکنے کے یہ وکیں تھیں کہ کتابیں ہاتھ سے لکھی جاتی تھیں جو ایک بڑی محنت کا کام تھا کہ بیچ بیچ میں ہوتا تھا سوا اس کے وہ ایسی چیزوں پر لکھی جاتی تھیں جو نہایت گراں قیمت ہوتی تھیں جہاں کہیں کاغذ کے اوپر سے ایک کتاب کو چاک کر کے دوسری کتاب لکھتے تھے پھر ایسی نازک چیزوں پر لکھنا شروع ہوا جو جلد خراب ہو جاتی تھیں مصنفوں کی تعداد بھی محدود تھی۔ علمی کتابیں بہت۔ و پیہ خرچ کرنے سے ایک مدت دراز میں جمع ہوتی تھیں پس یہ حائلیں ایسی تھیں کہ نتائج عقلیہ کی طغیانی ایسی نہیں ہوتی کہ وہ ہمارے خیالات کے چشموں کو بند کر دیں اور اس کا طوفان زمانہ حال کی ذہانت کو ڈبو دیتا۔ اب زمانہ حال میں چھاپہ اور کاغذ کی ایجاد نے پہلے روکوں کو دور کر دیا۔ ان کے سبب سے ہر شخص اپنے تئیں مصنف بنا سکتا ہے اور اپنے خیالات کو پریس کے اندر رکھ سکتا ہے اور کل عقلی دنیا میں پھیلا سکتا ہے چھاپے اور کاغذ کے نتیجوں کے دیکھنے سے حیرت ہوتی ہے اور خوف لگتا ہے کہ علم ادب کی دھار بڑھی اور رو ہو گئی اور دریا بن کے وہ پھیلی کہ سمندر معلوم ہونے لگی چند صدی پہلے اگر کسی کتب خانہ میں پانچ چھ سو کتابیں ہوتیں تو وہ بڑا کتب خانہ سمجھا جاتا تھا اب بعض کتب خانوں میں تین تین چار چار لاکھ کتابیں ہیں مصنفوں کا ایک لشکر موجود ہے جو اپنے کام میں مستعدی اور چالاکی سے معروف ہے اور پریس وہ سحر کا کام کر رہا ہے اور ہتھیلی پر سرسوں جما رہا ہے کہ خیال ہے کہ اور بڑے کتب خانوں میں کتابوں کو دو چند سہ چند کر دیگا۔ ظاہر میں اس علم ادب کی موت کا کوئی وہم بھی

نہیں ہو سکتا - پس اگر اس کو موت نہ آئی اور یہی حال رہا جواب ہے تو علم ایسا کثیر الاولاد ہو جائیگا کہ آیندہ کو لوگ اُس سے خوف کھایا کرینگے - اب اندیشہ ہے کہ زبانوں کا بدلنا بھی اُس کے انسداد کے واسطے کافی نہ ہوگا - نکتہ چینی اور عیب بینی خواہ وہ اچھی ہو یا بُری اس کی طغیانی کو نہیں روک سکتی نکتہ چین اپنی نکتہ چینی اور عیب بین اپنی عیب گوئی کیا کریں مصنف اپنی تصنیفات کئے جائینگے اور چھاپنے والے چھاپے جائینگے - دُنیا عمدہ کتابوں سے معمور ہو جائیگی فقط ان کے ناموں کے یاد کرنے کے لئے ایک عمر درکار ہوگی ابھی سے لوگوں کا حال ہے کہ اگر اخبار اور رسالے ریویو وغیرہ پڑھتے ہیں تو کسی کتاب کے پڑھنے کی فرصت نہیں ملتی - کچھ مدت نہیں گذریگی کہ فاضل عالم فقط ایک فہرست رواں کتابوں کے ناموں کی ہوگی +

(۵) زبان کا نشو و نما درخت کا سا ہوتا ہے کہ پہلے جڑ ہوتی ہے پھر تنا جس میں سے پھوٹتی ہیں پھر پتے نکلتے ہیں پھر کلیاں - زبان خیالات کے ساتھ ایسی حرکت کرتی ہے جیسا کہ سمندر کا پانی ستاروں کی تاثیر سے جیسے علم کیمیا کی ترقی سے دُنیا کی ظاہری زیبائش ہوتی جاتی ہے ایسے ہی زبان کی ترقی سے خیالات کی آراستگی ہوتی جاتی ہے جب پُرانی زبان مردہ اور مقطوع الاستعمال ہوتی ہے تو نئی زبان اُس پر حملہ آور ہو کے اُس کی جگہہ چھین لیتی اور خود بڑی زور سے دبا کے ہو بیٹھتی ہی - زبان امور حق کا ایک چشمہ ہوتا ہی کچھ گنواروں ہی سی زبان زیادہ دانا نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنے بولنے والوں دانشمندوں سے بھی بڑھ کر ہوتی ہی اُس کا حال کہربا کا سا ہوتا ہی کہ ادھر الکٹرسٹی کے تار رواں رہتی کو دُنیا میں رواں کرتی ہی ادھر قدیمی مردوں کی ہڈیوں کو اپنا روغن چڑھا کے سلامت اور قائم رکھتی ہی - پہلے زمانہ کے تمام امور حقہ کو قفل میں بند رکھتی ہے عقل کے افق کے نیچے بہت سی حق کی شعاعیں ہوتی ہیں جنکو وہ ابھار کے چمکا دیتی ہے - استعارات اور تشبیہات کو دیکھو کہ وہ کیا کیا نورانی جلوے

دکھاتے ہیں اور کلام کو الہام بنا دیتے ہیں۔ جو اُن میں زیادہ کاوش کرتے ہیں وہ روحانی علوم پاتے ہیں *

نصیحت کرنا۔

ہم کسی بات کے سننے سے ایسے کشیدہ و رنجیدہ خاطر نہیں ہوتے جیسے نصیحت کے سننے سے ناصح کو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہم کو نادان بچہ احمق سمجھ کے ہمارے فہم و عقل کی ہتک اور نصیحت کے ضمن میں ہماری فضیحت کرتا ہے جتنی وہ ہماری بھلائی کے لئے گرمجوشی کرتا ہے اتنا ہی ہم اُس کو مغرور اور بیہودہ جانتے ہیں حقیقت میں ناصح جس کام میں نصیحت کرتا ہے اُس میں وہ اپنی برتری دکھاتا ہے سوا اس کے کوئی اور وجہ نصیحت کرنے کی نہیں ہوسکتی کہ وہ اپنے تئیں بمقابل ہماری بڑا جانتا ہے اور ہمارے طور طریقہ فہم و فراست کو ناقص سمجھتا ہے۔ ایسا ناصح بنا کہ پند و اندرز اس طرح کرے کہ وہ لوگوں کو خوشگوار ہوں اور تلخ نہ معلوم ہوں نہایت دشوار ہے ناصح ہونے کا فن نہایت مشکل ہے۔ جس کو جتنا وہ آتا ہے اتنا وہ مشہور ہوتا ہے۔ ناصحوں نے اپنے اپنے وہ طور اور طریقے جداگانہ مقرر کئے کہ جن سے پند و نصیحت کی تلخی میٹھی معلوم ہو کسی نے نصائح کو فصاحت و بلاغت کا لباس پہنایا کسی نے نظم میں اپنی لے کے ساتھ گایا کسی نے انہیں ظرافت کا لباس پہنایا۔ کسی نے مختصر ضرب المثل بنا کر انہیں سمایا۔ مگر ان سب سے بہتر طریقہ نصیحت کرنے کا یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ بے زبان حیوانوں کی حکایات نقلیات قصص جس خواہ کسی رنگ ڈھنگ کی ہوں وہ بیان کی جائیں اس طریقہ سے کوئی صدمہ ہم کو نہیں پہنچتا اور نہ ان پر وہ اعتراض ہوتے ہیں جو اوپر بیان ہوئے ہیں ان کے پڑھنے میں فسانہ کی تفریح کے سوا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کو آپ نصیحت کرتے ہیں مصنف نے تو کتاب کو فقط دل خوش کرنے کے لئے بنایا ہے اور ہم اُس سے نصائح اخذ کرتے ہیں یہ ہماری ذکاوت اور طبیعت کی جودت ہے۔ بڑی خوبی اُس میں یہ ہے کہ ہم کو ذرا

نہیں معلوم ہوتا کہ ہم کسی دوسرے شخص کی پیروی کر رہے ہیں بلکہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم اپنے آپ ہدایت کر رہے ہیں غرض یوں ان قصوں کے دھوں میں آن کر ہم زیادہ ہوشمند و خردمند ہوتے جاتے ہیں کوئی نصیحت تلخ اور ناگوار نہیں گزرتی انسان کی خلقت میں یہ امر داخل ہے کہ وہ ان باتوں سے خوش ہوتا ہے کہ جن سے اپنی قابلیت و لیاقت کے کمال کا خیال پیدا ہوتا ہے یہ بات ان قصص و حکایات کے مطالعہ سے حاصل ہوتی ہے کہ جس سے وہ یہ فخر کرتا ہے کہ میں آدھا مصنف ہوں الفاظ مصنف کے ہیں اور معانی میرے ہیں اور جو کچھ نتائج اُس سے پیدا ہوتے ہیں وہ میری طبیعت اور فکر رسا کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ اُس سے دل راضی ہوتا ہے اور اپنی خوش فہمی پر ایک ناز ہوتا ہے اور وہ دل سے ایسی کتابوں کو جن سے یہ کیفیت حاصل ہوں عزیز رکھتا ہے۔ گو یہ طریقہ نصیحت و پند کرنے کا ذرا پھیر پھار کا ہے اور ناک کو پھیر کر بتلانا پڑتا ہے مگر وہ بیان سنج و مرنجاں ہے کہ پہلے زمانہ نے بادشاہوں اور بادشاہزادوں کی تعلیم و نصیحت کے لیے اس طریقہ کو زیادہ پسند کیا تھا۔ ان کے پڑھنے کے واسطے بہت سی کتابیں ایسے حکایات کی تصنیف ہوئیں جو اب تک موجود ہیں۔ ہم یہاں صرف سلطان محمود غزنوی کی ایک نقل لکھتے ہیں اُس سلطان کا دستور تھا کہ جن ملکوں کو فتح کرتا اُن کو برباد زیادہ کیا کرتا تھا چنانچہ آدھا ایران اُس کے ہاتھ سے تباہ ہو کر خاک سیاہ ہو گیا۔ اُس کا ایک وزیر تھا جو سب جانوروں کی بولیاں سمجھتا تھا منطق الطیر سے خوب واقف تھا اتفاق سے وہ اور سلطان دونوں شکار کو گئے شام کو خیمہ گاہ پر واپس آتے تھے راہ میں ایک کھنڈر کی پرانی دیوار کے پاس ایک درخت پر دو اُلّو بیٹھے ہوئے بول رہے تھے سلطان نے وزیر سے پوچھا کہ تم ذرا جا کر سنو تو سہی کہ یہ کیا باتیں کر رہے ہیں تم تو ان کے بولی خوب سمجھتے ہو۔ وزیر یہ حکم سن کر درخت کے پاس گیا۔ اور وہاں کان لگا کر انکی باتیں سننے لگا اور پھر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ وہ ایسی باتیں

کرتے ہیں کہ میں حضور سے ان کو گزارش نہیں کر سکتا۔ سلطان کو وزیر کے اس کہنے سے اور زیادہ شوق ہوا اور اس نے تاکید کی کہ تم ضرور ذرا ذرا ان باتوں کو سنا دو۔ ایک بول بھی ان کا نہ چھوڑو۔ تو وزیر نے مجبور ہو کر عرض کی کہ جہاں پناہ سلامت یہ دونوں آپس میں اپنے بیٹا بیٹی کے بیاہ کی باتیں کرتے تھے بیٹے والے نے بیٹی والے کو کہا کہ میں اپنے بیٹے کا بیاہ تمہاری بیٹی کے ساتھ اس شرط پر کرونگا کہ تم جہیز میں پچاس ویران گانوں دو۔ بیٹی والے نے کہا کہ تم پچاس گانوں کیا کہتے ہو میں پانسو اجڑے ہوئے گانوں دونگا۔ خدا سلطان محمود کو زندہ سلامت رکھے۔ ویران ذات کی پھر کیا کمی ہے۔ اس کی بدولت ملک کے ملک ویران پڑے ہیں۔

کہتے ہیں کہ وزیر کے ان کہنے سے سلطان محمود کے دل پر وہ اثر ہوا کہ اس نے تمام شہر اور قصبے اور دیہات جو ویران پڑے تھے پھر از سر نو آباد کر دئے۔ اور جب تک زندہ رہا کسی بستی کو ویران نہیں کیا۔ تم یہ سنکر بڑے ہنسو گے کہ حکیم دیمقراطیس نے لکھا ہے کہ چند پرند ہیں کہ اگر ان کے لہو کو ملاؤ تو اس سے ایک سانپ پیدا ہوگا۔ اگر کوئی اس سانپ کو کھا جاوے تو وہ تمام پرندوں کی زبان سمجھنے لگے گا۔ اگر حکیم صاحب یہ نسخہ نہ ایجاد کیا ہوتا تو وزیر کی حکایت میں کچھ لطف نہ ہوتا اور سلطان محمود وزیر کی نہ سنتا

سودمند نصائح اور نیک صلاح اکثر کیوں نہیں مانی جاتیں

دنیا میں بہت تھوڑی چیزیں ایسی مفت ملتی ہیں جیسے کہ سودمند نصائح اور نیک صلاح۔ وہ بڑی دریا دلی۔ اور فیاضی سے تقسیم ہوتی ہیں مگر لوگ ان کو ایسا نہیں قبول کرتے کہ جس سے انکی اصلاح ہو جاوے۔ بلکہ متمردانہ انکا مقابلہ کرتے ہیں اب کوئی اس کا سبب نصیحت پانے والوں کا قصور بتلاتا ہے کہ لوگوں کا دل ایسا سخت ہو گیا ہے کہ اب امید باقی نہیں ہے کہ نصیحت ان پر اثر کرکے ان کی اصلاح کرے بلکہ بعض ارباب دانش حقیقت آگاہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ معلمین و ناصحین کی خطا ہے کہ وہ ان قواعد

قواعد سے باہر نہیں ہوتے کہ جس سے اس نیک ساعت کی علامات معلوم ہوتی ہیں کہ جس میں آدمی کا دل عقل و راستی کی طرف ایسا راغب ہوتا ہے کہ وہ تمام صلاح اور سود مند نصیحت کو قبول کر لیتا ہے۔ غرض ان کے وقت شناس نہ ہونے سے نصائح اپنی تاثیر نہیں کرتیں ان دونو باتوں میں سے کوئی بات ہو ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ دنیا کی ابتدا سے ایک ہی سی چلی جاتی ہے کہ نصیحت و پند بڑی کراہیت کے ساتھ قبول کی جاتی ہے ابتک کوئی ترکیب ایسی ایجاد نہ ہوئی کہ اس سے دوا کی تلخی کم ہوتی اور اس کے اثر کی قوت زیادہ۔ گو ناصحین اور مصلحین بڑی گرم جوشی و مستعدی اور محنت و مشقت سے اپنا کام کرتے ہیں مگر ان کے اوضاع و اطوار ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے قول کا اثر کچھ نہیں ہوتا + نصائح چند مسائل اور احکام شرعی ہوتے ہیں کہ جن کی تعمیل کی تاکید و تنبیہ ہوتی ہے مگر ان کی تعمیل کا محل و موقع نہیں سمجھا جاتا۔ اس کا نتیجہ وہ کافی نہیں اکثر یہ ہوتا ہے کہ ناصح کو دوسرے آدمی کا علم ایسا نہیں ہوتا جو ہدایت اور نصیحت کے اثر قبول کرنے کے لئے ضرور ہونا چاہئے۔ پس جو شخص دردوں کے امراض روحانی کا علاج کرتا ہے وہ اسباب امراض سے لاعلم ہوتا ہے اس کے نسخے کیسے کارگر اور مفید اثر ہو سکتے ہیں۔ بعض اوقات ان کو اپنا ہی علم ایسا نہیں ہوتا کہ اپنے افعال کے اسباب صحیح جانیں جب یہ اسباب ان کو معلوم ہو جاتے ہیں تو ان کو وہ عموماً لوگوں سے چھپاتے ہیں۔ خصوصاً ان بزرگوں سے جو حکومت کے سبب سے یا عقل و فراست کی وجہ سے ان کے نگران حال ہو سکتے ہیں ناصح بننے میں ایک طرح کی بزرگی کا اظہار دوسرے پر ہوتا ہے اس لئے ہر شخص دوسرے کو نصیحت کرتا ہے اور اسی سبب سے دوسرا شخص اسے قبول نہیں کرتا۔ نیک اور عقلمند ہونے میں بزرگی اور علو جاہ بڑی قیمت دیکر ہاتھ آتی ہیں مگر جہاں سرفرازی اور عالی مرتبہ کی فقط اوروں کی خطائیں اور حماقتیں بتلانے اور دکھلانے سے حاصل کی جاتی ہیں وہاں لوگ ایسے غافل نہیں ہوتے کہ اس بلندی کو پستی نہ سمجھیں

نصیحت و صلاح کے طریقے لوگ کوشش کرکے اس لئے اختراع کرتے ہیں کہ جن سے ان کی شہرت پر پر لگ جائیں اور وہ آسمان پر اڑ جائیں اور سب ان سے نیچے نظر آئیں +

اکثر لوگ جو نصیحت کرتے ہیں اور صلاح کی اصلاح بتاتے ہیں وہ اوروں پر بغیر انکی اجازت کے حکومت جمانی چاہتے ہیں اور اپنی نیک چلنی اپنی آنکھوں کے سامنے بڑی بتانا چاہتے ہیں اور اس سے اکثر اپنا تفاخر و تکبر و تشخص مقصود ہوتا ہے اسی لئے لوگ ان کی بات کو نہیں مانتے اور تمام قوت کو ان کے مقابلہ میں لگاتے ہیں بغیر اس کے کہ وہ یہ دریافت کریں کہ نصیحت و صلاح نیک اور سود مند ہے۔ ہر شخص کو دوسرے کی نگرانی اپنے حال کی اصلاح کے لئے ایسی بری معلوم ہوتی ہے کہ صلاح و نصیحت میں خواہ کیسی ہی نرمی اور ملائمت کوئی برتے وہ اس سے انتقام کے درپے ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ احسان بھی مانتا ہے تو انتقام کے طور پر کہ فوراً احسان کا معاوضہ کرکے اس کا بوجھ اپنے سر سے اتارتا ہے۔ جبتک وہ نہیں اترتا ہے اس کا دل دکھتا ہے۔ یہی فروتری کا خیال ایسا دل دکھاتا ہے کہ وہ ناصح مصلح کی برتری کو نہیں دیکھ سکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان کی بھلائی کے متحقق ہونے کا زور ایسا ہے کہ وہ نصیحت و صلاح کو یقین نہیں ہونے دیتا +

جو مصلح و ناصح سخت زبان متکبر و ضدی ہوتے ہیں وہ یہ دیکھکر کہ ملائم و نرم ناصح سے بھی لوگ انتقام کے درپے ہوتے ہیں اس شبہ میں پڑ جاتے ہیں کہ ان کی سخت بانی اور تکبر نے لوگوں کے دلوں میں انتقام کا جوش نہیں پیدا کیا +

گو بد افعال ناصحین کی تعداد زیادہ ہو۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ان ناصحین و مصلحین کی تعداد بہت ہی کم ہے کہ جن کی غرض نصیحت و صلاح سے اپنا تشخص و تفاخر مقصود نہ ہو اور وہ موعظت حسنہ کرتے ہوں یعنی وہ پند نصیحت محض دوسری کی بھلائی کے لئے کرتے ہوں اور اس میں کوئی غرض اپنی مقصود نہ ہو +

ایک حکیم کا قول ہے کہ مردہ مصلح و مشیر بے خوف ہوتے ہیں قبر میں انکی ریاکاری
اور خوشامدگری دفن ہو جاتی ہیں جو کتابوں سے ہم کو آگاہی ہوتی ہے وہ
خودغرضی اور خوف اور رجاء جوئی سے پاک صاف ہوتی ہے بس اس لئے ہم انسے
زیادہ پند و اندرز حاصل کرسکتے ہیں ان کو لوگ زیادہ ادب و تعظیم سے سنتے اور مانتے
ہیں جن آدمیوں سے رقابت اور مقابلہ کا خوف نہیں ہوتا۔ اگر ان کی لیاقت سے ہم کو
فائدہ پہنچتا ہے تو ہم ان کو اپنے سے زیادہ عاقل تسلیم کرنے میں دریغ نہیں کرتے۔
ان کے تجربہ کی روشنی سے ہم فائدہ بغیر اس کے اٹھاتے ہیں کہ ان کی گستاخی کے شعلے
ہماری آنکھوں کو جلائیں کتابوں سے صلاح و مشورہ لیتے میں خواہ وہ مردہ مصنفوں کی تصنیف
ہوں یا زندہ مصنفوں کی وہ جھگڑے ٹنٹے اور مقابلے و مجادلے نہیں پیش آتے جو زبانی
نصائح سننے میں +

مصنف سے جو صلاح نصیحت پوچھی نہیں جاتی وہ اس کے سنانے کے لئے جبر نہیں کرتا
کوئی اس پر خیانت حقد و کینہ کا شبہ نہیں ہو سکتا کہ جس کے سبب سے وہ پڑھنے والوں
اپنی ذہانت و علمیت سے طعن و طنز کرتا ہو۔ مگر انسان میں دوسروں سے اپنی تئیں مقابلہ
کرنی کی وہ غضب کی عادت پڑی ہوئی ہے کہ کتابیں بھی بالکل بے تعصب نہیں پڑھی جاتی
کی۔ سواء ان مصنفوں کی کتابوں کے وہ بہت کم پڑھتا ہی جو اس سے ایسے دور
رہتی ہیں کہ جن کے جینے مرنے کی پرواہ اس کو نہیں ہوتی +

ہم دیکھتے ہیں کہ آدمی جلدیں کی جلدیں پڑھتی ہیں اور پڑھتی بھی ہیں سوچ سمجھ کر مگر اس کا
اثر بہت تھوڑا ہوتا ہی۔ بہت سی مسائل عقل اور نیکی کے حافظہ میں ذخیرہ ہو جاتے
ہیں مگر چال چلن پر وہ کچھ موثر نہیں ہوتے ہزاروں آدمی ایسے ہیں کہ ساری زندگی
کتابوں میں صرف کرتے ہیں مگر ان میں بہت تھوڑے ایسے ہیں کہ جن کے پڑھنے سے
یہ غرض ہو کہ ہم اپنے تئیں عقل اور نیکی میں روز بروز بہتر بناتے چلے جائیں اور

اور اپنی برائیوں پر تبرا کریں اور بعدالت اور راستی کے موافق اپنے چلن کو درست کریں ✤ اکثر پڑھنے والوں کا پڑھنے سے اس وقت کا کاٹنا مقصود ہوتا ہے جس میں کوئی اور کام دل بہلانے کے لئے نہیں ملتا۔ اور یہ بھی کچھ مطلب ہوتا ہے کہ علم کے سبب سے کچھ فائدہ کچھ عزت بھی حاصل ہوتی ہے اور معلومات بھی نئی نئی ہوتی ہیں غرض علم کو وہ ایسا خزانہ بناتے ہیں جو زمین میں دفن کیا ہو یا فراموش ہو کہ جس سے نہ خود کچھ فائدہ حاصل ہو اور نہ اوروں کو نفع پہنچے۔

ایک عالم کہتا ہے کہ واعظ منبر پر بیٹھ کر گھنٹہ بھر تک ایک آیت کی تفسیر یا ایک مسئلہ کی مفصل تقریر کرتا ہے مگر اس کا اثر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا مقصود سوا اس کے نہیں ہوتا کہ میرا گھنٹہ کام سے خالی نہ رہے۔ ایک طالب العلم اپنی ساری عمر مذہبی اخلاق کے مسائل کی تحقیقات میں عالموں کا مقابلہ کرتا ہے مگر کچھ اس کو اپنے اخلاق اور مذہب کی درستی کا خیال نہیں ہوتا۔ وہ علم اس لئے نہیں سیکھتا کہ کیونکر زندگی نیک طور پر بسر کرے۔ بلکہ اس لئے کہ کیونکر بحث اچھی طرح کرے وہ تمام استدلال کی استواری اور عبارت کی فصاحت و بلاغت کو اور ان کی ترکیب کی صحت کو اس لئے دیکھتا ہے کہ اوروں کی نکتہ چینی اچھی طرح کر سکے اور مخالفین سے مباحثہ و مناظرہ خاطر خواہ کر سکتا ہو ان کا جو اصل نفع ہے اس پر وہ خیال نہیں کرتا۔ ان کا اثر اس کے دل پر ایسا نہیں ہوتا کہ وہ اپنی زندگی کی اصلاح کرے۔

گو راستی کو اکثر شکستیں غرور۔ اور حماقت۔ ضد و ہٹ سے ہوتی رہتی ہیں مگر ہم کو راستی سے بھاگنا نہیں چاہئے۔ جو ذہین آدمی خاص اپنے واسطے کوئی طریقہ ذہانت کا مقرر کرتا ہے۔ وہ اور آدمیوں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے ✤

تزکیہ نفس کے دلائل کی ناکامی کا سبب ان کا رد ہونا نہیں ہوتا بلکہ ان کی طرف بے توجہ ہونا ہوتا ہے۔ تم کو چاہئے کہ جہاں نیکی دیکھو اس کو پیار کرو اور جہاں حق کو

اُس کی اطاعت کرو +

سخاوت و رحم۔

سخی خاں ایک بڑے نامور دوسرے حاتم طائی دنیا میں مشہور تھے ان کی دریا دلی ایک عالم میں مشہور تھی۔ سائل کے منہ سے سوال نکلنے نہ پاتا تھا کہ وہ اُس کو پورا کر دیتے تھے۔ ان کی فیاضی کا فیض عام تھا۔ ان کا ابر کرم سب پر برستا تھا۔ یگانہ بیگانہ دوست و دشمن سب پر یکساں تھا کسی کے ساتھ اس کی خصوصیت نہ تھی۔ اس داد و دہش کی دھوم تھی مگر چند آدمی ان میں یہ عیب بتاتے تھے کہ وہ اپنا قرض نہیں چکاتے۔ اگرچہ یہ عیب سخاوت کی نقیض معلوم ہوتا ہے مگر اس کا سبب بتانا چنداں مشکل نہیں ہے۔ قرضخواہوں کا قرض ادا کرنا انصاف ہی سخاوت کا کرنا عظمت و شان کا دروازہ اپنے اوپر کھولنا ہے سخاوت اُن عالی منشوں کا کام ہی کہ جن کی طبیعت عوام کی طرح دوں ہمت نہیں ہوتی۔ جیسے شجاعوں کی شجاعت کی تعریف ہوتی ہے۔ ایسی سخیوں کی سخاوت کی۔ سخاوت میں کچھ باتیں شجاعت کی پائی جاتی ہیں سخاوت کو دل و جان سے لوگ اچھا جانتے ہیں برخلاف اس کے انصاف ایک غریب نیکی ہے جس کا برتاؤ روزمرہ کے کاموں میں سوداگر دلال وغیرہ کیا کرتے ہیں قرض چکانا اپنا فرض ادا کرنا ہی۔ کوئی ناموری اور نیک نامی کی بات نہیں اگر خاں صاحب اپنا قرض چکا دیتے تو کس کی بلا کو غرض پڑی تھی کہ اُن کی عطا و سخا کی حکایتیں ہر ایک کو سناتا پھرتا۔ مگر سخاوت ایسی نیکی ہے کہ منظر بلند پر بیٹھ کر اپنے وہ ادا و انداز دکھاتی ہے کہ لوگ اُس پر فریفتہ ہو کر اُس کی طرف خود بخود کھچے چلے جاتے ہیں +

انسان کی عادت ہی کہ وہ انصاف کو نظر حقارت سے دیکھتا ہی اور سخاوت کو ادب کی نگاہ سے دیکھتا ہی۔ مگر عدالت ایسی نیکی ہے کہ اجتماع انسانی کے واسطے ضروری اور لازمی ہی۔ سخاوت کا ظہور فقط آدمی کی تیز مزاجی سے ہوتا ہے کچھ اس کو عقل سے علاقہ

نہیں ہے۔ اگر سخی خاں صاحب کا نوکر جا کر عرض کرتا کہ مہاجن کھڑا ہے اپنے قرض کے چار سو مانگتا ہے اور ایک آپ کا مفلس آشنا بھی کھڑا ہے۔ وہ بھی اتنے ہی روپیہ مانگتا ہے تو خان صاحب بے تامل آشنا کو روپے دیدیتے اور مہاجن کو سمجھ کر ٹال دیتے کہ ایک احسان کا متوقع اور دوسرا قرض کا۔ احسان کرنا قرض ادا کرنے سے اچھا ہے۔ اصل حال یہ ہے کہ آدمی انصاف کی عظمت معنی سے خوب آگاہ نہیں۔ وہ انصاف کے فقط یہی معنے سمجھتے ہیں کہ سوسائٹی کا قانون جن فرائض کا پابند کرے ان کا ادا کرنا ہے۔ ہاں انصاف کے مروج معنی یہی ہیں لیکن جب انصاف کے معنے اصلی عدل کے لیں تو وہ تمام نیکیوں کی اصل ٹھیر جاتی ہے عدل وہ نیکی ہے جو اس امر کی تاکید کرتی ہے کہ جس کا جو حق ہو وہ ادا کیا جاوے اس معنے میں وہ کل نیکیاں داخل ہیں جن کا حکم عقل اور اجماع بنی آدم دونو کرتے ہیں۔ ہم پر حقوق تین طرح کے ہیں حقوق الٰہی۔ حقوق عباد (یعنی دوسروں کے) حقوق نفس (اپنی ذات کے) پس جب یہ سارے حقوق عدل کے سبب سے ادا ہوں تو سب نیکیوں کی اصل عدل میں شامل ہوگی عظمت سخاوت۔ شجاعت۔ جب ہی نیکیاں کہلا سکتی ہیں کہ ان میں اعتدال یعنے عدالت ہو۔ ان کا نیکیوں میں جب ہی شمار ہو سکتا ہے کہ وہ بمقتضائے عدالت ہوں۔ اگر ان میں عدل نہ ہوگا تو ان کا نام نیکیوں سے خارج ہو جائیگا۔ عفت بے عدالت شرارت ہے۔ شجاعت بے عدالت کے جبن یا تہور ہی۔ سخاوت بے عدالت کے بخل یا اسراف ہے۔ اگر کسی بے غرض کام میں عدل ہادی نہ ہو۔ وہ ایک بے اعتنائی کا کام سمجھا جائیگا اور اکثر اس کا نتیجہ برا ہی ہوگا۔ اگر دوستوں کے جلسوں کے تحفہ تحائف دینے کے۔ ضیافتوں کے کرنے کے اور خوشی کے سامانوں کے خرچ فاضل آمدنی کو کسی بہتر کام میں لگانے سے باز نہ رکھیں تو نہ کوئی ان کو اچھا کہیگا نہ برا۔ مگر یہ خرچ اس وقت برے کہلاتے ہیں کہ وہ ایسے بڑھ جائیں کہ آدمی کو اور کسی اچھے کام میں اعانت کرنے کے قابل نہ رکھیں تو

عقل ہے جو فرائض انسان پر واجب کیے ہیں اُن میں سے ایک سخاوت بھی ہے اس لیے عاقل کو اُس کی پابندی واجب ہے۔ مگر سخاوت کے معنے یہ نہیں ہیں کہ ہم اپنی جذبات دلی میں ایسے دیوانے ہو جائیں کہ جس کام پر مروت تحریک کرے تو ایسی فیاضی بڑھ کر کریں کہ پھر کسی سخاوت کے کام ہی کے نہ رہیں ۔

بخیل کنجوس منحوس مکھی چوس مشہور ہوتے ہیں۔ لوگ ان کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کو انسانیت سے اس لیے خارج سمجھتے ہیں کہ وہ صرف دولت کے جوڑنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں اور ان کو پاگل جانتے ہیں کہ صرف خیالی ضرورتوں کو اصلی ضروریں جان کر تمام عیش چھوڑ دیتے ہیں۔ مگر دنیا میں ایسے کنجوس تھوڑے ہونگے کہ جن میں وہ سارے عیب پائے جائیں جو اُن کی نسبت بیان ہوتے ہیں ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ کاہل ڈینگ مارنے والے شیخی باز بخل کی تہمت اُن لوگوں پر رکھتے ہیں جو بڑے +

جفاکش محنتی کفایت شعار ہوتے ہیں اور اپنی نیک خوئی اور خوش وضعی سے اپنی برابر والوں سے برتر ہو جاتے ہیں یہ لوگ خواہ ان کی نسبت کچھ ہی کہیں مگر ان کی قناعت سے سوسائٹی کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ ایسے آدمیوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں شاید اتنا نقصان نہیں ہوتا جتنا کہ فضول اور مسرف آدمیوں کے ساتھ۔ ایک پادری صاحب ایک شہر میں تھے سارے شہر نے اُن کا نام کنجوس مکھی چوس رکھ چھوڑا تھا اُن کے پاس خواہ کوئی محتاج آفت زدہ مصیبت کا مارا آتا مگر وہ کبھی کسی کو پھوٹی کوڑی بھی نہ دیتے اُن کے پاس انگوری باغ تھے۔ اُن کے عمدہ انتظام سے بہت روپیہ جمع کر لیا تھا۔ سارا شہر ان سے تقریباً کھٹا ذلیل و خوار اُن کو سمجھ کر اُن کی عزت کوئی نہ کرتا تھا۔ مگر پادری صاحب کو اُس کی کچھ پروا نہ تھی اُن کی جو اپنی سیدھی چال تھی اُس پر چلتے تھے۔ کفایت شعاری کو کبھی سے نہ دیتے تھے وہ یہ جانتے تھے کہ اس شہر میں غربا کو پانی بڑی مشکل سے میسر ہوتا ہے اور بہت کچھ روپیہ اُن کو اُس کی قیمت میں دینا پڑتا ہے۔ اس لیے انہوں نے اپنی ساری جمع

کی ہوئی کمائی ایک نہر کے بنانے میں خرچ کردی کہ جس سے شہر والوں کو بہت آرام ملا
اب اگر وہ اپنے دروازہ پر فقیروں کی بھیڑ لگا کے پیسے بانٹا کرتے تو کیا ایسا فائدہ
آدمیوں کو پہنچا سکتے تھے۔ نہر کے جاری کرنے سے خیر جاری ہمیشہ کے لئے کرسکتے تھے۔ یہ خیر جاری
ان کی اور خیراتوں سے ہزار درجہ بہتر تھی اکثر طلبہ میں جو کتابوں کو زیر مطالعہ رکھا
کرتے ہیں وہ بھی نیکیاں زیادہ تر ہوتی ہیں جن کی شکایت اوپر لکھی ہے۔ اہل علم کے دل میں
ان نیکیوں سے بڑی خوشی پیدا ہوتی ہے اور وہ ان کے بڑے بڑے نام رکھ لیا کرتے
ہیں فلسفی اپنے رنگین خیالات کو معمولی فرائض کے بیان میں بہ نسبت ضروری فرائض کے
بہم پہنچاتا ہے۔ اس لئے جو صرف کتابوں کے ذریعہ سے انسانیت کا مطالعہ کرتے ہیں۔ وہ
آدمیوں کی جھوٹی بناوٹ کی تکالیف کو جب دیکھتے ہیں تو ان کا دل موم کی طرح پگھلتا ہے۔
اور وہ بیجا فیاضیاں ایسے موقعوں پر اکثر کرتے ہیں کہ خود مثل محتاجوں کے ہو جاتے ہیں
اب ہم اس مضمون کو ایک پرانے عالم کی نصیحت پر ختم کرتے ہیں جو اس نے ایک نوجوان کو
کی تھی۔ اس عالم نے دیکھا کہ ایک نوجوان نے اپنا کل سرمایہ ایک مکار فقیر کو دیدیا۔ تو اس نے
نوجوان کو نصیحت کی کہ تمہارے ایماندار ہونے کا مجھے یقین ہے مگر جس کو تم نے سرمایہ دیا ہے
وہ بھی ممکن ہے کہ شاید ایماندار ہو لیکن یہ تمہاری فیاضی اس شخص کا مال چرانا ہے جو
اس مال کا مستحق ہے اور اس شخص کا دینا ہے جو ممکن ہے کہ بدمعاش ہو۔ پس جب تم اپنی نادانی
سے ایک ایسے آدمی کو مال عطا کرتے ہو جس کا استحقاق نا تحقیق ہے تو تم اپنے تئیں محتاج
بنا کے دوہرا گناہ کرتے ہو یعنی مستحق سے لیتے ہو غیر مستحق کو دیتے ہو ٭

(۲) سخاوت کو بھی عبادت الٰہی کا ایک جزو اکثر آدمی سمجھتے ہیں غریبوں مسکینوں کی
اعانت کو فرض بھی جانتے ہیں۔ دنیا کی تاریخ میں سخاوت کی بہت سی مثالیں نظیر موجود
ہیں مگر اب جو زمانہ حال میں خیرات کے طریقے ایجاد ہوئے ہیں وہ پہلے متقدمین کو معلوم
نہ تھے۔ ان کی سخاوت خود غرضی پر مبنی ہوتی تھی ایک آدمی کو انھوں نے مصیبت زدہ دیکھا

جس کا روبرو ہونا اُن کو بُرا معلوم ہوا اُس کو کچھ دیدیا وہ چلا گیا۔ دینے والے کے دل کو چین آگیا۔ یا کوئی مذہبی خیال کا آدمی ہوا تو وہ یہ سمجھا کہ یہ خدا کے نام پر رشوت دینے سے جنت مجھے مل جائیگی۔ گو یہ تحقیق نہیں معلوم ہوتا کہ پہلے طریقوں سے جو خیرات میں دیا جاتا تھا اُس سے اب کچھ زیادہ دیا جاتا ہے جس سے معلوم ہو کہ اب زیادہ فیاضی کرتے ہیں مگر اس میں شک نہیں کہ اب جن طریقوں سے روپیہ دیا جاتا ہے وہ ایسے ہیں کہ پہلے طریقوں سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔ لیڈی ڈفرن فنڈ کے واسطے جو چندہ جمع ہوتا ہے اس قسم کا چندہ پہلے کبھی نہیں جمع ہوا۔ تعلیم کے لئے جن طوروں اور طریقوں سے روپئے لئے جاتے ہیں وہ پہلے کبھی سننے میں بھی نہیں آئے۔ آنریبل مسٹر ڈاکٹر سید احمد خان نے جس طرح روپیہ مسلمانوں کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم کے واسطے روپیہ کو جمع کیا ہے اس کی نظیر مسلمانوں کی تاریخ میں نہیں ہے۔ گو اس سے کہیں زیادہ مسلمانوں کے ہاں دینے کی سخاوت کی مثالیں موجود ہیں

کامل و کمال

کمال کے معنے یہ ہیں کہ آدمی کے تمام جسمانی روحانی عقلی اخلاقی قابلیتوں اور استعدادوں کا ظہور ایک متناسب صورت کے ساتھ ہو۔ مسرت سے مراد ہماری اُس خوشی سے ہے جو اور تمام خوشیوں کی متمم ہے۔ کمال انسانی کمال دو طرح کے ہوتے ہیں ایک اضافی دوسرا مطلق۔ کمال اضافی یہ کہ کسی فرد میں اپنی نوع کی کل صفات اعلیٰ درجہ کی ہوں۔ کمال مطلق وہ ہے جو خدا کے ساتھ مخصوص ہے وہ کسی دوسرے میں نہیں ہوسکتا۔ خدا کے کمال میں وہ اوصاف داخل ہیں جو اُس نے حیوان ناطق کو عطا کئے ہیں۔ مگر یہ اوصاف اس کی ذات میں بے انتہا اعلےٰ درجہ کے ہیں جیسی بڑے اور بہتر عقل کے تصور میں بھی نہیں آسکتے ٭

(۲) کمال کے معنے جو اوپر بیان کئے ہیں وہ انسان کو خواہ افراد کے اعتبار سے خواہ اجتماع کے لحاظ سے اپنی عمر میں حاصل ہوسکتا ہے تاریخ اور تجربہ سے یہ امر یقینی ثابت ہوتا ہے کہ انسان ہمیشہ ترقی کرتا اور بہتر ہوتا چلا آیا ہے۔ مگر یہ ترقی اور

بہتری اس کمال کے درجہ پر نہیں پہنچ سکتی کہ کل جسمانی اور روحانی برائیاں اس میں
اثر نہ کریں جیسا کہ حال ایک فرد انسانی کا ہی کہ وہ روز بروز علم میں بڑھتا جاتا
ہی۔ ایسا ہی کل نوع انسانی کا حال ہی کہ جتنی دنیا عمر میں بڑھتی جاتی ہے۔
اتنی وہ علم میں ترقی کرتی جاتی ہے۔ گویا نوع انسانی کو ایک فرد انسانی ایسی سمجھو وہ
متواتر زمانوں میں علم سیکھتی چلی آئی ہی اور سیکھتی چلی جائیگی فرد انسانی کو ترقی اور بہتری
کے لئے جو معاملات پیش آتے ہیں وہی نوع انسانی کو۔ ہم جو بہت لوگوں کی دانائی کی
بزرگی کی تعریف کرتے ہیں اور اُن کی بزرگی پیری کے سبب مانتے ہیں اس میں غلطی کرتے
ہیں پیری وہ ہے جو طفلی سے بعید ہو۔ دنیا کا زمانہ جتنا پہلا لیتے جاؤ وہ اتنی عہد
طفلی کے قریب ہوتا جائیگا۔ اور عمر میں کم ہوتا جائیگا اور آگے جتنا زمانہ لیتے جاؤ وہ عہد
پیری کے قریب ہوتا جائیگا پس جو زمانہ حال ہی وہی بزرگ ہی اس میں دنیا کی عمر
بڑی بہ نسبت پہلے زمانہ کے ہی اس لئے ہم زیادہ پرانے بہ نسبت پہلے لوگوں کے ہیں
پس جب پرانے آدمیوں کا ذکر ہو تو اس سے مراد ہم سے ہونی چاہیے نہ وہ جو پہلے
زمانہ میں گذرے ہیں۔ ہمارے زمانہ کی عمر اُن کے زمانہ کی عمر سے بڑی ہی۔ ہم بڑے
ہیں وہ چھوٹے ہیں اس میں کچھ شبہ نہیں کہ زمانہ کی عمر جتنی بڑھتی گئی۔ انسان کی حالت طفلی
سے نکلتی گئی اور اسکی عمر بڑھتی گئی اس نے تمام علوم و فنون میں معاشرت کے اسباب آسائش
میں۔ عدالت میں۔ غلاموں کے آزاد کرنے میں۔ آزادی میں اور اس طرح کی سب باتوں
میں ترقی کی اور آئندہ وہ ترقی کرتا چلا جائیگا۔ مگر یہ ترقی ایک حد سے آگے نہیں چلیگی
اور اس کو کبھی وہ کمال نہیں حاصل ہوگا کہ اس کو مسرت کے اسباب ایسے بہم پہنچ جائیں
کہ رنج نہ ہو اس کی عقل ایسی صائب اور باصواب ہو جاوے کہ خطا نہ کرے اور اپنی تدابیر
میں غلطی نہ کرے غرض اس میں کمال اضافی حاصل کرنے کی قابلیت ہے اور وہ
حاصل کرتا ہی مگر کمال مطلق حاصل کرنے کی قابلیت ہی نہیں ہی وہ حاصل کیسے ہو سکتا ہے

(۳) اگر ہم کو کسی علم و ہنر و فن میں یا کسی اور کام میں کمال کے درجہ پر پہنچنا منظور ہو تو ایک ایسا بلند نشانہ اپنے لئے تجویز کریں کہ جس تک رسائی ہماری قابلیت اور استعداد سے باہر ہو - اس کا نتیجہ یہہ ہوگا کہ ہماری تحقیقات کا میدان وسیع ہوگا جس میں ہماری طبیعت خوب جولانیاں کرتی پھریگی * جب کوئی شخص اپنے ہمراہیوں کو چھوڑ کر ایسے رستے میں چلیگا جو پہلے سے جانا بوجھا نہ ہو تو احتمال قوی ہی کہ وہ اپنی منزل مقصود پر نہ پہنچیگا - مگر یہہ ممکن ہی کہ راہ میں بہت سی نئی چیزیں دیکھے جو پہلے کبھی دیکھی ہونگی اگر آدمی اُن راہوں پر چلے جن میں کچھ خوف و خطر نہ ہو اور اُن پر تھوڑے فائدہ کا ملنا بھی یقینی ہو تو بھی اُس سے عالی ہمتوں کو خوشی حاصل نہیں ہوتی تھی بھلی طرح راہ چلنے میں بڑے صلوں کے ملنے کی امیدیں اُن کو ہوتی تھیں - اب تو زمانہ ایسا ہے کہ بزرگ منش عالی ہمت ہمارے ملک میں نہیں پیدا ہوتے جو کوئی نئی بات ایجاد کریں - بلکہ جو شخص زمانہ کی مسلمہ رایوں کے خلاف کام کرتا ہی اور پہلے زمانہ کی تقلید نہیں کرتا - اور مسائل قدیمہ کی تفتیش میں فہانت نہیں صرف کرتا - پرانی لکیر نہیں پیٹتا وہ یہہ سمجھا جاتا ہے کہ شیخ چلی کے سے خیالات بے اصل لکھتا ہی سیکڑوں آدمی اُس کی غلطیاں بتلانے ہی کے لئے نہیں کھڑے ہی ہو جاتے - بلکہ ہزاروں بے نقط سُناتے ہیں جو پچھلے لوگوں کی براہین ظنی تھیں وہ اب یقینی سمجھی جاتی ہیں جو مشکلات پہلے حل ہونے سے باقی رہ گئی تھیں اب اُن کا حل ہونا ناممکن سمجھا جاتا ہی - پہلے زمانہ کے مصنف ایسے یکتا اور بے نظیر سمجھے جاتے ہیں کہ اب ثانی اُنکا محالات سے سمجھا جاتا ہے مگر قدیم فلسفہ کا حال قابل افسوس ہے کہ وہ قوت ضمیر اتنا نہیں بناتا جتنا فہم و ذہانت کو تاریک کرتا ہے اور اُن کی ترقی کو روکتا ہی اور اُن کی جرأت و ہمت کو مٹاتا ہی اسلئے ہم ایجاد اور اختراع کی راہ مستقیم کو چھوڑے بیٹھے ہیں اُس پر چلنے کا ارادہ نہیں کرتے اسی کو غنیمت گنتے ہیں جو کچھ ہمارے پاس آ گئی اسی کی حفاظت سے رکھیں پھر امر تحقیق ہی کہ جو مصنف پہلی راہ کو چھوڑتا نہیں اور خیالات جدید کی

تکلیف گوارا نہیں کرتا ۔ اور کوئی نیا جملہ زبان سے نکالتا نہیں اُس کے دوست بہت تعریف کرتے ہیں اور نکتہ چین بھی جو کوئی ہو تو آخر اُس کی مدح کر دیتے ہیں ۔ مگر بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ وہ کمال کے درجہ پر پہنچے ۔ مصنف کو قدر و منزلت مستقل فقط اسی سے نہیں حاصل ہوتی کہ اُس کے کلام میں غلطیاں بہت کم ہوں بلکہ اُس میں حسن خوبی و لطافت بھی ہو ۔ جو عمدہ کتابیں ہیں اُن میں بالفرض یہ دونو باتیں موجود ہیں عمدہ مصنفوں کی عادت ہے کہ وہ اپنے خیالات کو زیادہ تر ضیافت طبائع کے لئے لفظوں میں منتقل کرتے ہیں اگر وہ اُس میں ایک دفعہ غلطی کرتے ہیں اور ایک دفعہ صحیح لکھتے ہیں تو بھی لوگ اُن کی غلطیوں کو معاف کر دیتے ہیں +

کوئی علم ایسا نہیں کہ اُس میں اسرار ایسے نہ ہوں جو اب تک کسی پر نہ کھلے ہوں پس آدمی کو چاہیئے کہ اِن اسرار میں کسی ایک کو لیکر اُس کی تحقیقات کے پیچھے پڑ جائے اور اُس سے شکستہ خاطر نہ ہو کہ پہلے محقق اس تحقیقات میں ناکام رہے ہیں ہمیشہ سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ ہر تحقیق کا نتیجہ عمدہ پیدا ہوا کیا ہے کہ آئندہ تحقیقات کی راہ آسان گزار ہو جاتی ہے ہم سنتے ہیں کہ الکیمسٹ پارس یا اکسیر ہاتھ نہ لگنے ۔ مگر اُنکی جستجو میں بہت سی نئی چیزیں ملجاتی ہیں جو دانا غیروں کے مشکل عقدوں کے حل کرنے پر قناعت کئے بیٹھے ہیں وہ اگر اُن مصنفوں کی شان شکوہ نیکنامی کو دیکھ کر متحیر نہ ہوں اور خود اپنے لئے ایک راہ نیکنامی کی نکالیں اور جو تجربے کہ پہلے کسی نے نہیں کئے ہیں اُن کو آزمائیں تو وہ فقط دانشمند ہی نہیں ہونگے بلکہ اعلے درجہ پر منصوبے باندھنے والے ۔ اور موجدانہ چیزوں کے نکالنے والے +

ہم دیکھتے ہیں کہ بعض قومیں ایسی ہیں کہ جنہوں نے علوم کے سمندر میں اپنا جہاز ڈالدیا ہے اس کی سلامتی کے اسباب کو جمع نہیں کیا ۔ اور بعض قومیں ایسی ہیں کہ وہ ساحل پر بیٹھی ایسی ڈرتی ہیں کہ گویا اُن کا جہاز تباہی میں آگیا ہے اور ایسے نادان ہیں کہ بادِ نرم کو بھی وہ اپنے لئے طوفان سمجھتے ہیں +

کوئی کمال بغیر اس کے نہیں حاصل ہوتا کہ اول ہم اپنی شہرت اور اپنے دوستوں سے دستبردار

ہوں اور بہت سی ایسی چیزوں کو جو کھوں میں ڈالیں یہ خرابیاں متوسط درجہ کے حاصل کرنے میں نہیں ہیں مگر ان سے عوام الناس کی خدمت گزاری بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ ایک عاقبت اندیشی ہے دوسرا کمال حاصل کرنا۔ یہ دونوں ہم کو متضاد جانبوں میں لیجاتے ہیں ایک کہتی ہے کہ تم اپنی حالت میں خوش حال رہو اور اپنی حاجتوں کو حد سے باہر قدم نہ رکھنے دو۔ دوسری یہ کہتی ہے کہ سب سے برتر ہو اور کسی ایسی خوشی سے خوش نہ ہو جو تم کو اپنے آپے سے باہر نہ کر دے۔ ایک کہتی ہے کہ اور آدمی جن طریقوں پر چل رہے ہیں اُن پر چلو۔ اور جو اور کر رہے ہیں وہی تم سوچو اور کرو۔ دوسری کہتی ہے کہ ان آدمیوں کی بھیڑ کو چھوڑ دو اور جہالت اور حسد کے تیروں کے نشانہ نہ ہو۔ متوسط درجے کے اوصاف پیدا کرنے میں صلہ جلد ملجاتا ہے۔ کمال پیدا کرنے کا صلہ مدتوں کے بعد حاصل ہوتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ ادنےٰ طبیعت کے آدمی اپنے نفس سے بہت محبت رکھتے ہیں وہ عوام الناس کے خیالات کے پابند ہوتے ہیں عالی طبع بزرگ منش اُن راہوں میں چلنے کو اپنی ہتک سمجھتے ہیں جن پر پہلے لوگ چل چکے ہیں وہ عوام کی فیض رسانی کے خیالات میں بہادرانہ سودائی ہوتے ہیں +

(۴) کمال حاصل کرنے کا طریقہ۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ جو تم نہیں ہیں وہ ہوں تو جو ہو اُس سے ناخوش ہو۔ اسلیئے کہ جو ہو اُس سے اگر خوش ہو گئے تو وہیں ٹھیر کر بس جاؤگے۔ جب تم یہ جانوگے کہ ہم کمال کو پہنچ گئے تو زوال شروع ہو جائیگا ہر کمال رازوالے کا مطلب بھی ہے۔ اگر کمال چاہتے ہو تو ہمیشہ آگے قدم بڑھاؤ۔ سدا آگے بڑھے چلو۔ نہ کبھی ٹھیرو نہ الٹے جاؤ نہ گمراہ ہو۔ ہر چیز میں کمال کی آرزو کرو۔ اگرچہ بہت سی باتوں میں وہ تم کو حاصل نہیں ہوگا مگر جب تم اُس کو حاصل کرنا چاہو گے اور استقلال کے ساتھ اُس کے لئے آگے بڑھوگے تو اُن لوگوں سے زیادہ تر کمال کے قریب پہنچ جاؤگے جو سست کاہل پڑے رہتے ہیں اور اُس تک پہنچنے کا قصد نہیں کرتے ہیں اور بغیر کوشش اور ارادہ کے

کہہ دیتے ہیں کہ ہم اس تک نہیں پہنچ سکے ❊

(۵) اخلاق میں کمال پہنچنے کے لئے ضرورت ہے کہ آدمی کے دوست بے ریا اور دشمن قدیمی ہوں کیونکہ وہ ایک کی نصیحت سے اور دوسرے کی فضیحت سے اپنے اخلاق کی برائی بھلائی سے واقف ہوگا اور اس سے اخلاق میں کمال حاصل ہوگا ❊

(۶) جو درخت سایہ میں خشک ہوتے ہیں ان کی رنگت اور بہتری زیادہ تر ہوتی ہے بہ نسبت اُن درختوں کے ہوتی ہیں جو دفعتہً دھوپ میں یا آگ میں جھلسائی جاتی ہیں ایسے ہی وہ ذکاوت زیادہ مستقل و کامل ہوتی ہے جو آہستہ آہستہ فرصت میں تعلیم پانے سے پختہ ہوتی ہے بہ نسبت اس کے کہ دفعتہً زبردستی پیدا کی جاوے۔ ایسے ہی وہی خلق کامل ہوتا ہے جو رفتہ رفتہ عادت سے پیدا کیا جاوے نہ یہ کہ اتفاقیہ کوئی کام اخلاق کا کیا جاوے۔ کمال کے حاصل کرنے میں سستی سے وہ نقصان نہیں ہوتے جو جلدی کرنے سے ہوتے ہیں۔ غرض کمال حاصل کرنے میں وقت کی دستگیری اپنے سچ چلانے میں ضرور ہے ❊

رات کے دیکھنے سے دنیا کی بے ثباتی کا خیال پیدا ہونا۔

ابھی دو بجے ہیں میری شمع جل جل کر گھل رہی ہے۔ چوکیدار بے خبر پڑے سوتے ہیں اُن کو کچھ خبر نہیں کہ کیا بجا ہے۔ غریب جفاکش بھی اور امیر بے فکر بھی آرام کرتے ہیں کوئی چیز نہیں جاگتی ہے۔ مگر فکر۔ عصیاں۔ عیش۔ مایوسی۔ بدمست شرابی اپنے پیالہ کو پُر کر رہا ہے جو اُسے اور زیادہ خراب خستہ کریگا۔ چور بھی اِدھر اُدھر ڈالو لگھات لگاتا پڑا پھرتا ہے۔ جو شخص خودکشی کا ارادہ رکھتا ہے وہ اپنے گناہ بھری ہاتھوں سے گلا کاٹ رہا ہے میں نے بھی نئی پرانی کتابوں کو جنکا مطالعہ کر رہا تھا اُٹھا کر طاق پر رکھ دیا اور اس سنسان شب کی سیر کرنے لگا۔ اور سوچنے لگا کہ تھوڑی دیر ہوئی کہ یہاں خودنمائی کیا کیا اپنے جلوے دکھا رہی تھی اور تھوڑی دیر میں اپنی سواری کا ٹھاٹھ

دکھاتی تھی یا ایک شوخ لڑکے کی طرح ہٹ کرتے کرتے چپ چاپ ہو بیٹھی۔ سارے شہر پر
کیا اداسی چھا رہی ہے۔ چراغ ٹمٹما دیتے ہیں سوا گھنٹے کی کھٹ کھٹ کے اور
چوکیدار اور کتوں کی آواز کے کوئی اور آواز نہیں آتی۔ انسان کی نخوت کا جو غل شور
تھا وہ چپ چاپ پڑا ہوتا تھا۔ یہی ساعت ایسی ہے کہ جس میں معلوم ہوتا ہی کہ انسان
کی خودنمائی ایک خواب ہی اور کچھ ہستی اس کی نہیں ہی۔ ایک وقت آنے والا ہے کہ
یہی سنسان پن جو تھوڑی دیر کا ہے ہمیشہ متواتر رہنے لگے گا۔ اور شہر مثل اہل شہر کی مردہ
ہو کر ایک جنگل بن جائیگا۔ دنیا میں بہت سے بڑے بڑے شہر ایسے تھے کہ جن میں کسی
زمانہ میں بڑی دھوم دھام رہتی تھی۔ فتحوں کے شادیانے اور نقارے بجتے تھے۔ عیش و
نشاط بے انتہا ہوتے تھے۔ کوتاہ اندیش نخوت تھوڑی دیر کے لیے یہ گھمنڈ پیدا کرتی
تھی کہ یہ حالت ہمیشہ دوام کے لئے ہے۔ اب ان شہروں کا پتا مشکل سے ملتا ہی۔ سیاح غمزدہ ہو کر
ان شہروں کے کھنڈروں میں پھرتا ہے اور عبرت پکڑتا ہے اور اس ہی دنیا کی بے ثباتی
پیروانا ہوتا ہی اور کہتا ہی کہ وہاں قلعہ تھا جہاں گھاس اُگی ہوئی ہی۔ یہاں دربار اور
کچہریاں ہوا کرتی تھیں جہاں اب سانپ بچھو اور سب طرح کے حشرات الارض آباد ہیں
جہاں معبد اور تماشا گاہ تھے۔ وہاں پر مٹی پتھر کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں اول اُن کو
عیش و نشاط اور نفس پرستی و بدمستی نے ضعیف کیا۔ جن کو دل بہلانا اور مسخراپن آتا تھا
وہ اہل سلطنت سے خلعت و انعام و اکرام پاتے تھے اور بیچارے کارکن ارکان سلطنت بے کار
بیٹھے رہتے تھے۔ کوئی صلہ خدمات کا اُن کو نہیں ملتا تھا۔ یہاں کی دولت و مال نے حملہ آوروں
کو لالچ دلایا۔ وہ حملہ کرتے رہے۔ مگر پہلی دفعہ میں شکست پاکر چلے گئے۔ مگر استقلال کے ساتھ پھر
حملہ آور ہوئے اور فتحیاب ہوئے۔ اور حفاظت کرنے والوں کو وہ تہ و بالا کیا کہ پہچانے نہیں
جاتے۔ وہ جھگڑے جو بازاروں میں ایسے گیلے پڑے پھرتے تھے۔ اُن میں سے دو چار ہی
نظر آتے تھے۔ وہ پری رو جو روز اپنا رخ نقاب میں چھپائے رکھتے تھے۔ وہ اپنی مصیبت کو

نہیں چھپ سکتے۔ ایک وہ لوگ ہیں جنھوں اپنی گلی ہی کو اپنی گھاٹ بنا رکھا ہے۔ کچھ دولتمندوں
کے دروازوں پر بصد تکلف آرام پاتے ہیں بہت آدمی آوارہ گرد مسافرانہ اور بہت سے بچے اپنی حالت
میں پھرتے ہیں کہ جن کے افلاس و مصیبت کو کسی کی مرحمت اور شفقت دور نہیں کر سکتی۔
اُن کے حال دیکھنے سے دل پر عجب رقت سی پیدا ہوتی ہے۔ بعضوں کو پھٹے پرانے کپڑے بھی نہیں
میسر ہوتے۔ فاقے اور بیماریوں کے مارے دبلے ہو رہے ہیں بھوکے ننگے پھرتے ہیں
اُن کی طرف کوئی دیکھتا نہیں۔ کوئی اُن کو پوچھتا نہیں۔ سب نے چھوڑ دیا۔ وہ لوگوں کے آگے
گڑگڑاتے ہیں۔ مگر کسی کا دل نہیں پسیجتا۔ بہت سی غریب رنڈیاں جنھوں نے کسی زمانہ میں بڑی
عیش کی تھی۔ اور جن کے حسن کی ایک دھوم تھی۔ اب وہ اپنے یاروں کے پاس جاتی
ہیں کہ جن کی بغلیں گرم کی تھیں تو وہ اُن کو جاڑے میں کانپتا ہوا دیکھتے ہیں مگر رحم کر کے
گرم کپڑے نہیں دیتے وہ بھی ان شیطانوں کی ڈیوڑھیوں پر دھکے دی پڑی ہیں
غریب بچاروں کے پاس گھر ہے نہ در ہے۔ اُن کو لوگ گالیاں دیتے ہیں مگر گرہ سے کھول کر
پیسا نہیں دیتے۔ اگر امیر آدمیوں کو ذرا سی بھی تکلیف پہنچتی ہے تو اُس کے بیان کرنے
میں مبالغہ اور فصاحت کا کوئی دقیقہ چھوڑا نہیں جاتا۔ سب آدمیوں کی توجہ اُس کے
سننے پر ہوتی ہے اور بڑی دل سوزی اور ہمدردی کے ساتھ اُس پر افسوس کرتے
ہیں۔ مگر کوئی غریبوں مفلسوں کے حال پر رحم نہیں کرتا۔ ظالم تو اُن پر اور ظلم کرتے
ہیں مگر ہے پر سو در ہے جن سے وہ اپنی حفاظت کی توقع کرتے ہیں وہ اُن کے دشمن
ہو جاتے ہیں مجھے اپنے انسان ہونے پر افسوس تھا اور اُس کی حسرت تھی کہ
میرے پاس اتنی دولت کیوں نہ ہوئی۔ جو اپنی مرضی کے موافق ان مصیبت زدوں کی
تکلیف گھٹانے میں مدد کرتا۔ ہائے میں کیوں ایسا سنگدل ہوا کہ یہ آفتیں دیکھوں اور
جیتا رہوں قاعدہ ہے کہ رحم دل آدمی جب مصیبت زدوں کی مصیبت کو دور نہیں
کر سکتا تو اُس کا حال خود مصیبت زدوں سے بدتر ہو جاتا ہے یہ مفلسوں کا حال

دیکھ رہا تھا کہ میری توجہ ان مقدس ریا کاروں کی طرف ہوئی کہ جو سونے کے وقت تک نیکی کی تعلیم کرتے ہیں مگر پھر چھپ کر آدھی رات کے پردہ میں کھلے گناہ کرتے ہیں وہ گناہ گاری نہایت سخت ہوتی ہے جس کے چھپانے میں کوشش کی جاتی ہے۔ اگر رات کو ان کی بدکاری کھل جائے تو وہ صبح کو شرمندہ نہیں ہوتے۔ بدکاری کے کھل جانے سے بدکار اس کو چھوڑتا نہیں بلکہ اور ہوشیاری کا حاشیہ مکاری پر چڑھاتا ہے۔ دن بھر وہ ایسے آدمیوں کی صحبت میں رہتا ہے کہ جن سے وہ نفرت رکھتا ہے۔ اور رات کو ان کی صحبت میں رہتا ہے جو اس سے دلی نفرت رکھتے ہیں +

خاندان کی تعلیم

تم پر واجب ہے کہ اپنی اولاد کو علم سکھاؤ اور اطاعت کی عادت ڈلواؤ مگر ان دونو باتوں میں نہ کوئی سختی ہو نہ گھڑکی جھڑکی۔ تم اپنے بچوں کی تعریف تو لوگوں کے سامنے کرو مگر ان کو تنبیہ تاکید پوشیدہ کرو کہ کسی کو معلوم نہ ہو ہمیشہ ان سے بخندہ پیشانی پیش آؤ ان کی آسائش و پرورش میں کبھی کنجوسی نہ کرو۔ اگر کنجوسی کروگے تو انکو تمہار جینا وبھر معلوم ہوگا۔ جب وہ بڑے ہوگے تو وہ تمہارے شکرگزار نہیں ہونگے بلکہ تمہاری مدت کا شکریہ اداکریںگے جس لئے ان کو قید سے چھٹا یا بہت سے آدمی اپنی میلان طبع سے بدکردار نہیں ہوتے بلکہ اس سبب سے کہ ماباپوں نے کیا تو ان کو احمقانہ لاڈ پیار بہت کیا ہے یا ہمیشہ تنبیہ تاکید سختی درشتی کی ہے۔ لڑکیوں کی شادی مناسب وقت میں کردو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ خود شادی کرلیں +

ضمانت و قرض۔

خواہ کوئی شخص تمہارا کیسا ہی دوست ہو مگر تم اس کی ضمانت سے جہانتک ممکن ہے پرہیز کرو۔ جو شخص اوروں کا قرض ادا کرتا ہے وہ اپنی دولت گھٹاتا ہے اگر کوئی دوست تم کو بہت ہی ضمانت کے لئے تنگ کرے تو خود روپیہ قرض لے کر اس کو

قرض دیدو۔ اور دستاویز بہت محکم لکھالو۔ اس سے تمھارا دوست بھی خوش ہو جائیگا اور تم بھی نقصان سے بچوگے۔ کبھی بھول کر بھی دوست اور ہمسایہ سے روپیہ قرض نہ لو بلکہ اجنبی آدمیوں سے اُدھار لو کہ جب قرض ادا ہو جائے تو پھر اُس کا تذکرہ نہ ہو۔ دینا دونوں کو برابر ہی پڑتا ہے۔ اگر ایسا نہ کروگے تو اپنی ساکھ میں بٹا لگا دوگے تو آزادی کھو دوگے۔ قرض لینے میں کبھی ایسا نہ کرو کہ وعدہ وفا نہ ہو جو شخص وعدہ کے دن پر قرض ادا کرتا ہے وہ دوسروں کی تھیلی کا مالک ہوتا ہے ٭

علم

انگلستان میں ہر ایک آدمی تھوڑے مقدور کا ہے چاروں طرف دیکھ بھال کر یہ فخر کرسکتا ہے کہ جیسے میری حالت خوش ہے۔ چند صدیوں پیشتر بادشاہوں کی بھی حالت ایسی نہ تھی۔ جو سامان آسائش و آرام میری گھر میں موجود ہے وہ پہلے امیروں کو سلاطین کو بھی میسر نہ تھا۔ سب طرف جہاز سمندروں میں رواں ہیں تاکہ میری کام کے اسباب فراہم کریں۔ ملک چین میں چینی میرے لئے چاء کے پتے اکٹھے کر رہے ہیں امریکہ میں میرے لئے کسان روئی بو رہے ہیں۔ جزائر ایسٹ انڈیا میں شکر اور قہوہ میرے لئے تیار ہو رہا ہے اٹلی میں ریشم کے کیڑوں کی پرورش میرے ریشمی کپڑوں کے واسطے ہو رہی ہے سکسنی میں بھیڑوں پر سے اون میری پوشاک کے لئے کتری جا رہی ہے۔ یہاں اپنے وطن میں بڑی زبردست دخانی کلیں چل رہی ہیں۔ سوت کاتتی اور کپڑے بن رہی ہیں اور چاقو چھری قینچی اور کاٹنے کی آلات بنا رہی ہیں کانوں میں پمپ لگے ہوئے پانی نکال رہے ہیں کہ میری کام کی دہات نکالیں مجھے ورثہ میں تھوڑی دولت ملی ہے مگر میری گرد چاروں طرف سواریاں کھڑی ہیں۔ ڈاک گاڑیاں میری لئے رات دن رواں ہیں۔ میری خطوں کو بہت جلد چاروں طرف پہنچا دیتی ہیں نہریں سڑکیں پل کوئلہ سب میری لئے کام کر رہے ہیں۔ میری جان و مال عزت کی حفاظت کے واسطے

سپاہی موجود ہیں جو میری چین اور آرام میں کسی طرح کا خلل اور خوف نہیں آنے دیتیں ایڈیٹر۔ پرنٹر میری یہ خدمت کر رہے ہیں کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہی اُسکے سارے سماچار سنا دیتے ہیں میری مکان کے ایک گوشہ میں کتابیں رکھی ہیں جو میری ملکیت کی چیزوں میں سب سے زیادہ بیش بہا ہیں وہ یہ معجزے مجھ کو دکھاتی ہیں کہ خط استوا سے قطبوں تک اور ابتدای زمانہ سے ابتک جس ملک اور جس زمانہ میں کہتا ہوں کہ تم مجھکو وہاں پہنچا دو وہ پہنچا دیتی ہیں۔ ان کے طفیل سے میں یہ سحر کا کام کرتا ہوں کہ جو بڑے بڑے نامور نیک مقدس آدمی گزرے ہیں اُن کو زندہ اپنے سامنے کھڑا کرتا ہی اور اُن سے کہتا ہوں کہ جو کسی زمانہ میں تم سے کاربای نمایاں کئے ہوں وہ مجھ کو کرکے دکھا دو۔ وہ مجھکو دکھا دیتے ہیں میری سامنے بڑی بڑی اوری ٹر اور مقرر کھڑے تقریر کر رہے ہیں مورخ اپنی تاریخیں اور شاعر خوش الحانی سے اپنے شعر سنا رہے ہیں یہ ساری سامان کتابیں بہم پہنچاتی ہیں۔ علم

(۴) علم کے فائدے اور استعمال۔ آدمی کے قوائے طبعی اور ذہنی کو علم ضعیف کر دیتا ہے اگرچہ تھوڑی علم کا اثر اچھا نہیں ہوتا مگر زیادہ علم آدمی میں ہی سفلہ پن۔ اوچھا پن دور کر دیتا ہے گستاخی اور بیباکی و بیہودگی کو کم کر دیتا ہے مشکلوں کو آسان اور شبہوں کو دور کرتا ہے دل کو یہ عادت ڈلوا دیتا ہے کہ وہ معاملات کے سب پہلو دیکھتا ہی اور اُن کی دلیلوں کو ذہن میں تولتا ہی جس طرف پلڑا بھاری دیکھتا ہی اُس طرف جھکتا ہے وہ سریع الاعتقادی کو دور کرتا ہی۔ یہ نہیں کرتا کہ جو چیز نئی یا بڑی دکھائی دے اُس کی تعریف میں ایسا دیوانہ ہو جائے جس سے ضعف عقل معلوم ہو وہ تمام امراض روحانی کا علاج کرتا ہی دل کی اصلاح اسی پر موقوف ہی۔ جاہل آدمی اپنے اندر یہ نہیں جانتا کہ تنزل کی باتیں کون سی ہیں اور میں کیونکر ان سے بچ سکتا ہوں اور نہ وہ اس خوشی اور لطف زندگی کو جانتا ہی کہ ہر روز بہتر حالت ہونے سے کیا کیا نعمتیں ملتی ہیں اس میں جو اچھی باتیں

ہوتی ہیں اُن کو وہ بخوبی دکھاتا ہے اور اُن کو اپنے کام میں وہ بخوبی لاتا ہی مگر وہ اُن کو بڑھانا نہیں جانتا اور جو خطائیں اور برائیاں اُس میں ہوتی ہیں اُن کا زنگ بڑھانا اور چھپانا جانتا ہے مگر ان کی اصلاح کرنی نہیں آتی۔ اُس کا حال گھسیاری کا سا کہ گھاس کاٹے چلا جاتا ہے مگر کھرپے تاثیر کرنا نہیں جانتا برخلاف اِس کے عالم اپنے علم کو کام میں لاکر اپنے دل کی برائیوں کی ہمیشہ اصلاح اور خطاؤں کی تصحیح کرتا رہتا ہے جیسے تمام پھولوں میں جن میں کڑوی پھول بھی داخل ہیں شہد موجود ہے مگر اُس کو فقط مکھی ہی چوس کر نکال لینا جانتی ہے۔ پس اس طرح ہر علم میں خواہ کسی قسم کا ہو اُس میں عالم غور و فکر کر کے استدلال اور استنباط کر سکتے ہیں +

(۳) علم کی کشش اس سے ہے کہ علم و انہیں عمدہ لیاقتوں کے حاصل کرنے سے عزت حاصل ہوتی ہے ہم اُس کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں برخلاف اس کے جہالت سے ذلت ہوتی ہے اس لئے اُس سے دور بھاگتے ہیں۔ مطالعہ کرنا کیا ہے ایک جماعت کا جمع کرنا ہی جس میں خوبی یہ ہے کہ اگر اُن میں سے ایک سے زیادہ باتیں کیجئے تو دوسرا رنجیدہ نہیں ہوتا نہ کوئی آپس میں رشک و حسد پیدا ہوتا ہی جس سے ہمارا دل چاہتا ہے اُس سے باتیں کرتے ہیں اور پھر دفعۃً اُس سے ہی قطع سخن کر دیتے ہیں بلکہ وہ ہماری اس حرکت سے رنجیدہ خاطر نہیں ہوتا اس میں آپس میں جھگڑے اور تکراریں ہوتی ہیں جن کا فیصلہ ہم اپنی فرصت میں سوچ سمجھ کے کرتے ہیں وہ اختلاف آرا سے غصے آپس میں نہیں ہوتے۔ نہ جھگڑے فساد دکھڑے کرتے ہیں +

(۴) علم کا ذلیل ہونا۔ چار جگہ علم کی ہتک خرابی ہوتی ہے۔ اول جہالت میں اُس کی حقارت سے۔ دوم تحقیق میں عیش و عشرت شوخی و بیباکی کے داخل ہونے سے سوم رائے میں نقص و شبہات کے ہونے سے۔ چہارم غلطی میں ضد اور مقابلہ کرنے سے +

(۵) اوپری علم۔ اگر علم خانہ دل کا فقط اسباب ہے اور اس کی غذا نہیں وہ سطاحت ہی اُس کی کچھ اصل نہیں فقط دکھاوے کا دھوکا ہے جیسے کہ خون میں غذا تحلیل ہوتی ہے ویسی

دل کے اندر علم تحلیل ہونا چاہئے جس سے دانائی اور قوت بڑھے۔ علم سپہ گری میں بہت سے جنرل نپولین عظم کی برابر تھے مگروہ ان پر ہمیشہ اس سبب سے فتحیاب ہوتا تھا کہ فتح فقط ایک لحظہ کی دانشمندانہ حرکت پر موقوف ہوتی ہے۔ سو نپولین کے دل میں علم نقش ہوئے ہوئے تھا۔ اوراوروں کے دل پر چسپاں تھا۔ اس لئے اس کو وہ لحظہ فتح فوراً معلوم ہوجاتا تھا۔ اوربری علم کا حال ایسا ہے جیسے کہ ایک حکیم کا جو دولت کی تعریف کرے اور اس کے اوصاف پر بحث کرے مگر کنگال ہو۔ یا ایک مہندس کا کہ گھر زمین کے اعداد صحت سے دریافت کرے مگر بالشت بھر زمین پاس نہ ہو +

(۲۶) ابتداء علم - ایک کہانی مشہور ہے کہ ایک صندوق میں ہمیشہ ایک چوہیا رہتی تھی۔ ایک دن اس نے صندوق کے کنارہ پر سے جھانک کر جو دیکھا تو وہ متحیر ہوکے کہنے لگی کہ میں نہیں جانتی تھی کہ دنیا اتنی بڑی ہے اس کو اول اپنی جہالت پر حیرت ہوئی۔ بس علم کے میدان میں اول قدم یہی ہے کہ ہم اپنے تئیں جانیں کہ جاہل ہیں اور سمجھیں کہ کس محل پر کھڑے ہیں جب اپنے ہی معاملات خانگی کے صندوق سے نکل کر باہر جھانکینگے تو حکیم بنینگے ہر چیز سے واقف ہونگے جو خدا کی عمیق مصلحتوں میں جھانکیگا وہ یہ نہیں خیال کریگا کہ آدمی ایسا محدود ہے کہ اس میں کوئی استعداد ایسی نہیں کہ جسمانی اشیا کی بڑی تدابیر اور منصوبوں کو نہ سمجھ سکے اور ان کا فیصلہ نہ کرسکے مگر انسان روحانی اشیاء کا علم اتنا ہی حاصل کرسکتا ہے جتنا خدا نے خود اس کو اپنے کلام میں بتلایا ہے جہاں اس نے ہم کو روکا ہے وہاں رکنا چاہئے +

(۲۷) علم کی بلندی - ہم جتنے بلند ہوتے ہیں اتنا ہی ہمارے آگے فضائے منظر بڑھتا جاتا ہے اور اس میں دور دور کی چیزیں دھندلی نظر آتی جاتی ہیں عالم کا فضاء علم فراخ ہوتا ہے اس لئے اس کو بہت سی چیزیں دھندلی نظر آتی ہیں مگر جاہل کے پیش نظر چھوٹا فضاء ہوتا ہے اس کو خوب نظر آتا ہے اور اس سے وہ بڑا لطف اٹھاتا ہے

دل بھر کے اُس کی بہار لوٹتا ہی۔ برخلاف جہنم کے کہ وہ اسی فکر میں رہتا ہی کہ میں تمام عالم کے فضا پر فائز ہوں ٭

(۸) ضرورت علم۔ جبتک کسی مضمون کو ہم اچھی طرح سمجھتے ہوں اُس میں بولنا یا کہنا اپنے فرض کا توڑنا اور ایک جرم کرنا ہی گو اُس کی تالو نا سزا نہ ہو۔ جہاں آزادی کا بازار گرم ہوتا ہی وہاں ہیبنی بکواس کا ہونا اور اُس کا چھپ کر شائع ہونا ایک لازمی امر ہے اس کے جانچنے اور پرکھنے اور خبر رسنے کے لئے علم کی ضرورت ہی ٭

(۹) تحصیل علم۔ علم کا حال ایسا ہی جیسی کہ زمین کا کہ اول بڑی کاوش کیجاتی ہی تو اُس کے اندر سے صاف پانی نکلتا ہی مگر جب سوت نکل آتی ہی تو اُس سے پانی نکل کر اوپر اُٹھتا ہی اور ہم کو بے تکلف ملتا ہی بس علم کے تحصیل کرنے میں اول بہت تکلیف اُٹھانی اور دل سے توجہ کرنی پڑتی ہی مگر جب علم حاصل ہو جاتا ہی تو یہ حال نہیں رہتا۔ علم کا حال آگ کا سا ہی کہ اول اُس کے سُلگانے میں دوسری کی مدد درکار ہے پھر وہ اپنے آپ بڑھتی ہی ایسی تحصیل علم میں ابتدا میں استاد کی ضرورت ہوتی ہی پھر اُس کی خود افزائش ہوتی ہی ٭

(۱۰) علم قدیم سے استفادہ۔ متقدمین ایک بڑی تھیلی علم کی اپنی اولاد کو ورثہ میں دے گئے ہیں جنسی کہ ہر نسل مستفید ہوتی ہی بس ہم کو بھی چاہئی کہ ان بزرگوں کی تھیلی میں کچھ نقدی بڑھا کر اپنی آیندہ نسلوں کے واسطے چھوڑ جائیں جنسی وہ فائدہ اُٹھائیں ٭

(۱۱) علم کی تمنا۔ جب ہماری نگاہ عالم پر پڑتی ہی تو ہم اس کا حال دریافت کرنا چاہتے ہیں ستاروں و برجوں کے نقشے بناتے ہیں زمین کے گولے کو کھود کر کانیں نکالتے ہیں سمندر کے مد و جزر کا اندازہ کرتے ہیں سمندر کے ریت کے ذروں کو گنتے ہیں زمانہ گزشتہ میں جو واقعات گزری ہیں ان کی چھان بین کرتے ہیں مردہ بادشاہوں کی عمریں دریافت کرتے ہیں جن سلطنتوں کا

نام نشان مٹ گیا ہے ان کا سراغ لگاتے ہیں مردوں کے منہ کے کلام کی اور ہاتھ کے کام کی جستجو کرتے ہیں جیسے دولت جتنی بڑھتی ہی اُس کے ساتھ اُس کی طمع بھی بڑھتی ہے ایسے علم کی خواہش اتنی ہی بڑھتی ہے جتنی اُس کی افزائش ہوتی ہو +

(۲۱۲) علم کی تعلیم میں اپنے سر کو قبر بنانا نہیں چاہتا - بلکہ خزانہ علم کا بنانا چاہتا ہوں میں علم کا ٹھیکہ لے کے خود ہی فائدہ حاصل کرنا نہیں چاہتا ہوں بلکہ اوروں کو اس فائدہ پہنچاتا میں اپنے لئے مطالعہ نہیں کرتا بلکہ اُن کے لئے جو مطالعہ نہیں کرتے ہیں ان کو میں حسد نہیں کرتا جو مجھ سے علم زیادہ جانتے ہیں بلکہ اُن پر رحم کرتا ہوں جو مجھ سے علم کم رکھتے ہیں میں علم اس لئے نہیں سیکھتا تاکہ میری مشق اس میں بڑھے اور علم سے میرا دل و دماغ زندہ ہوتا رہے - بلکہ اس لئے کہ اوروں کے دماغوں میں وہ بسے اور پھیلے میں اپنی کوشش میں اتنا بڑا آزردہ دل ہوتا ہوں کہ میرا علم میرے ساتھ دفن ہو جائیگا - میرے معزز عزیزوں کو اس میں سے کچھ ورثہ نہیں ملے گا +

(۲۱۳) علم کا مآل - ظاہر ہے کہ جو علم اس دنیا میں کوئی حاصل کرتا ہے وہ اس کی زندگی کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے بعضی کے خیالات کو جانے دو - اب یہ دیکھنا چاہیے کہ دنیا میں اس کا مآل کیا ہی سو یہ معلوم ہوتا ہی کہ ہم اپنے تئیں اور اوروں کے تئیں نفع پہنچائیں لیکن اگر اس علم کی تحصیل میں اپنی صحت کو کھو بیٹھیں تو جو علم ایسی محنت سے حاصل ہوا ہے بے فائدہ ہو جائیگا - اگر ہم اپنے جسم کو مشقت شاقہ اس لئے دیں کہ ہزاروں کے لئے زیادہ کام کے ہو جائیں تو حقیقت میں ان قابلیتوں اور استعدادوں سے اپنے تئیں محروم کرتے ہیں جو خدا نے ہم کو اوروں کے فائدہ پہنچانے کو دی تھیں ذہانت خداداد کو زیادہ علم کی تحصیل کرنے کی محنت ضعیف کرتے ہیں اور طاقت ور نہیں کرتے جس کے سبب سے ہم خدا کی خدمات میں بھی قاصر رہتے ہیں اگر متوسط علم حاصل کرتے تو زیادہ فائدہ پہنچاتے - جو شخص اپنے آقا کے جہاز میں سونا چاندی اور بیش قیمت جواہر بھر کر ایسا وزنی کرتا ہی جس سے وہ ڈوب جائے تو

تو وہ شخص اپنے آقا کا قصور کرتا ہے۔ اسی طرح اگر ہم دماغ پر علم کا بوجھ ڈال کر خراب خستہ کرتے ہیں تو خطا کرتے ہیں +

(۲۴) علم کا سرور —— عیش و طرب سایہ ہے۔ دولت خود نمائی ہے حکومت تھوڑی دیر کی۔ دھوم دھام کی سواری برات کی دولہا کی سی ہے۔ مگر علم کی مسرت جاودانی ہے وہ بے انتہا خوش کرنے والا ہے۔ وسعت میں بے پایاں۔ قیام میں جاودانی وہ اپنے مقدس کانون میں کسی سے خائف نہیں خرچ کرنے میں کفایت نہیں کرتا۔۔ آتش فشاں پہاڑوں کے اندر گھستا ہے۔ سمندروں میں غواصی کرتا ہے۔ زمین میں سوراخ کرتا ہے۔ پر لگا کے آسمان پر اڑتا ہے۔ زمین کے گولے کو زرخیز بناتا ہے۔ بحر و بر میں تفحص و تحقیق کرتا ہے۔ خاص اصولوں پر غور کرتا ہے چھوٹی سی چھوٹی چیزوں کا امتحان کرتا ہے بڑی بڑی چیزوں کا حساب کرتا ہے بلندیوں پر پرواز کرتا ہے اس کی گرفت سے کوئی چیز دور نہیں علم وہ قوت بازو انسان کا ہے کہ اس کو آسمان پر چڑھا کے لے جاتا ہے انسانوں کی مصیبتوں کا آپس میں ہی مقابلہ کرتا ہے وہ ایسا سرور کرتا ہے کہ انقباض خاطر دور کرتا ہے۔ جہالت تو محرومی کا نام ہے جس سے کوئی چیز نہیں پیدا ہوتی وہ ایک خلا ہے جس میں روح بہت ہی بلبلاتی رہتی ہے۔ جہالت روح پر ورم چڑھا کے موٹا کرتی ہے علم اس کی توانائی بڑھا کے فربہ کرتا ہے +

(۲۵) جب علم کی ترقی ہوتی ہے تو آنکھ کی خوشی کان میں چلی جاتی ہے اور جب تنزل ہوتا ہے تو کان کی خوشی پھر آنکھ میں آجاتی ہے۔ دماغ میں جو علم ہوتا ہے وہ ہماری ظاہر حالت کو زیب و زینت دیتا ہے جو دل میں علم ہوتا ہے وہ روحانی کام کرکے باطن کو مہذب کرتا ہے کوئی عالم انسان کو اس لئے نہیں پا جاتا کہ اس کو چھپا کر رکھے بلکہ اس لئے کہ وہ اوروں کو دے۔ یہ جوہر بے بہا ایسا ہے کہ چھپانے سے خاک میں ملجاتا ہے۔ علم وہ ارتفاع ہے جس کی انتہا نہیں وہ عمق ہے جس کی تہاہ نہیں

وہ راہ ہی جس کا انجام نہیں وہ دائرہ ہی جو سب پر محیط ہی مگر اُس کا خود احاطہ محدود نہیں وہ خود بے انتہا ہے جب اُس میں خدائے بے انتہا آتا ہے تو دل اُس سے راضی ہوتا

(۲۶) علم کے واسطے آدمی بنایا گیا ہے —— آدمی کو خدا نے فہم عطا کی ہی جس سے وہ علم حاصل کرے۔ وہ شخص بڑا سعادتمند ہے کہ اُس کی تحصیل میں اپنی تمام عمر خاص کر ابتدائے عمر کو اُس میں صرف کرتا ہی۔ اور محنت کرتا ہی۔ اُس کو نئی نئی چیزیں معلوم ہوتی ہیں جہالت کی تو خلقت میں ناسودمند ہونا داخل ہے۔ مگر علم خواہ کسی قسم کا ہو فائدہ مند ہوتا ہے۔ جو شخص تحقیقات علم کے پیچھے ہوتا ہی وہ اپنی تحقیقات سے بعض دفعہ بڑی بیش بہا چیزیں دریافت کر لیتا ہی۔ اگر خدا کا فضل شامل حال ہو تو علم خدا کی حکمت سکھاتا ہی وہ مصحف فطرت کی سیر کرا کے دل کو خدا تعالیٰ دکھاتا ہے۔ آسمان کوئی اپنا معجزہ نہ دکھائے تو بھی وہ اس خدا کی شان اور اُس کے ہاتھ کے بنائے ہوئے کاموں کو دیکھ لیتا ہے ٭

(۲۷) افلاطون کی بڑی نصیحت آدمی کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنا کام کرے اور اپنے تئیں پہچانے اس نصیحت کے دو حصے ہیں اُن میں ایسا اتحاد ہی کہ وہ ایک ہی ہیں اور اُس ایک میں تمام فرائض انسانی آجاتے ہیں اس لئے کہ جو شخص اپنا کام اوّل کریگا وہ ضرور اپنے تئیں جانے گا اور جو شخص اپنے تئیں جانے گا وہ دوسرے کا کام غلطی سے کیوں کریگا۔ اپنا ہی کام کریگا۔ جو شخص اپنے تئیں جاننے میں ہمت صرف کرتا ہے وہ روز بروز دانا زیادہ ہوتا جاتا ہی۔ ساری دانائیاں اُس کی ذات میں جمع ہو جاتی ہیں تعصب و طرفداری سے پاک ہو جاتا ہی عقلی اساس پر اپنی امیدوں کو مستحکم کرتا ہی۔ وہ دوڑ سے پہلے اپنے زور کو آزماتا ہی وہ اپنے تئیں کبھی بے عزت نہیں کرتا۔ وہ جانتا ہے کہ جہاز بغیر کمپاس اور چپو کے نہیں چلتا۔ اس لئے جہاز کو بغیر ان کے وہ کنارے سے نہیں ہٹاتا۔ عمارت بنانے سے پہلے وہ اس کی لاگت کا تخمینہ

کرتا ہی۔ کسی کام میں مغرورانہ پیروی نہیں کرتا۔ وہ عقل انسانی کی حدود کو پہچانتا ہی وہ وہیں قدم رکھتا ہی جہاں کچھ خطر نہیں ہوتا۔ وہ اپنے عیبوں اور نقصوں سے ایسا واقف ہوتا ہی۔ کہ اپنے غرور اور عجب کو روکتا ہی۔ مگر سچ یہ ہے کہ کوئی کام دنیا میں اپنے جاننے سے زیادہ مشکل نہیں جس نے اپنے تئیں جان لیا ساری دانائیوں کا مرکز اُس نے اپنے تئیں بنا لیا +

(۵۸) علم اور سوچنا — علم کے ساتھ جب تک سوچنے کی عادت نہو وہ بہت کام نہیں آتا۔ جو علم فقط دل میں گزر کر چلا جاتا ہے۔ اُس کا حال اُس مسافر کا سا ہے جو کسی ملک میں ایک گاڑی میں بیٹھا ہوا گزر گیا۔ یا اُس پرند کا جو کسی ملک میں جانے کیلئے کسی دوسری ملک کے اوپر سے اُڑ کر چلا گیا۔ اس سے کیا حاصل ہوتا ہی +

(۵۹) علم و عقل — علم و عقل دونو ہرگز ایک نہیں ہیں بلکہ بعض اوقات ان میں کچھ تعلق ہی نہیں ہوتا ہی۔ علم دماغ میں رہتا ہے اور غیروں کے خیالات سے معمور رہتا ہے۔ عقل دل میں رہتی ہے اور اپنے کاموں پر متوجہ ہوتی ہے۔ علم ایک انگھڑ ڈھیر ہے عقل اُس کی معمار ہی جو اُس کو ہموار اور چوکور بنا کے اپنی جگہ میں عمارت میں چسپاں ہونے کے قابل بناتی ہی۔ علم کو غرور اُس پر ہوتا ہی کہ میں نے اس قدر سیکھا ہے۔ عقل کو اپنی لاعلمی پر عجز و انکسار ہوتا ہے۔ علم صرف خواہشیں کرتا ہی عقل اُس کو کام میں لاتی ہی۔ علم بعض آدمیوں کو احمق بناتا ہی۔ مگر عقل کسی کو احمق نہیں بناتی سب کو عقلمند بناتی ہی۔ اگر علم کی رہنما عقل نہ بنے تو اُس کا حال منہ زور سرکش گھوڑے کا سا ہی جو اپنے سوار کو گراتا ہی +

(۶۰) یہ امر ہماری طبیعت میں داخل ہی کہ جب تک ہم کسی امر کی علت و لم پر علم نہ ہو ہم خوش نہیں ہوتے اور جب سیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب بھولتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں

(۶۱) محبت علم — اشراف زادوں اور امیرزادوں کی آوارگی بڑی افسوس کے قابل ہی

وہ سارا دن اپنا لہو و لعب و عیش و عشرت میں ضائع کرتے ہیں۔ بناؤ سنگار سیر و شکار میں اکثر اوقات مصروف رہتے ہیں۔ یہ بھی ہوتا ہے کہ طبیعت لہو و لعب سے سیر ہوتی ہے تو بڑی عمر میں علم سے بھی شغل کی سوجھتی ہے لیکن جب ایام شباب کی بہار گزر جائے تو خزاں میں کب بوستان زندگی علم کی بہار سے شگفتہ ہو سکتا ہے۔ اُن امیر زادوں کو قیصر و سکندر کے حالات پڑھنے چاہئیں کہ انھوں نے تحصیل علم کے بعد وہ کام کئے کہ دنیا میں اُن کی برابر شاذ و نادر ہی کسی نے کئے ہوں۔ سکندر کہا کرتا تھا کہ میں باپ سے زیادہ اپنے اُستاد ارسطو کا ممنون ہوں۔ جب ارسطو نے لکچر جو سکندر کے لئے تیار کئے تھے شائع کر دئے تو سکندر نے یہ خط اُستاد کو لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ مجھ کو آپ سے بڑی شکایت یہ ہے کہ جناب نے ان علمی مضامین کو شائع کر دیا جو میری تعلیم کے لئے خاص تیار کئے تھے جب اور شخصوں کو بھی ان مضامین پر علم ہو جائیگا تو میری لئے کونسا فخر باقی رہیگا کہ جس میں اوروں پر سبقت لے جاؤنگا میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ میں علم میں سربلندی بہ نسبت فتح کے زیادہ چاہتا ہوں +

پس اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ سکندر کو علم کا شوق ایسا تھا کہ ملک گیری کا نہ تھا علم کا درجہ نیکی کے بعد ہے وہ بھی انسان کو بلند پایہ بناتا ہے +

(۲۲) اظہار علمیت — یہ ایک خود نمائی ہے کہ کوئی شخص بڑا کتب خانہ اس لئے رکھے کہ وہ بڑا عالم معلوم ہو۔ کیا کوئی شخص ہتھیار بہت سے لگائے تو وہ بڑا بہادر ہو جائیگا؟ کیا کوئی شخص گھر میں خالی چولھے بہت سے بنا لے اور اُس میں کبھی آگ نہ جلائے تو کیا اُس سے وہ بڑا مہمان نواز معلوم ہوگا۔ لوگ تو راکھ دیکھ کر جانیں گے کہ کیا پکتا ہے۔ بس ایسی کتابوں کے بڑا کتب خانہ بنانے سے کوئی عالم نہ معلوم ہوگا +

(۲۳) جتنا علم بڑھتا ہے اُتنا لاعلمی کا دائرہ فراخ ہوتا ہے۔ جب آدمی علم شروع کرتا ہے اور تھوڑا سا علم حاصل ہوتا ہے تو ذرا ذرا سی باتوں کے معلوم ہونے سے وہ ایسا خوش ہوتا ہے

جیسے کوئی آدمی نئی ملک میں جاکر نئی چیزوں کے دیکھنے سے محظوظ و مسرور ہوتا ہے وہ یہ جانتا ہے کہ روز بروز مجھ پر روشنی چمکتی ہے وہ عالموں فاضلوں کو جانتا ہے کہ سب کچھ جانتے ہیں جن کتابوں کو وہ خود نہیں سمجھتا اور لوگ سمجھتے ہیں تو اُن کی تعریف بہت کرتا ہے اور سمجھنے والوں کو بتاتا ہے کہ یہ کوئی بڑے فاضل عالم ہیں غرض اس کو یہ خیال نہیں آتا کہ انسان کو علم جن چیزوں کا ہے وہ بہت تھوڑی بہ نسبت اُن چیزوں کے ہیں جن کا علم نہیں ہے۔ جیسا آدمی کے علم کا دائرہ فراخ ہوتا ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ سب چیزوں پر تاریکی چھائی ہوئی ہے میرا علم بہ نسبت بے علمی کے بہت ہی کم ہے۔ جتنے یہ فاضل عالم ہیں سب ناکامل ہیں جن لوگوں کو دانائی اور علم کا دعویٰ ہے وہ سب جہالت کی تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں غرض انسان کو جتنا علم زیادہ ہوتا ہے اُتنا وہ جانتا ہے کہ میں ناقص ہوں دنیا میں زیادہ تر چیزیں ایسی ہیں کہ اُن کا علم ایک عالم اور بچے کو برابر ہوتا ہے زیادہ علم کا نتیجہ یہی ہے کہ آدمی اپنی لاعلمی سے ماہر ہوتا ہے +

مال کے باب میں مآل اندیشی

دنیا کی ساری چیزوں میں تم اپنی جائداد کی بڑی خبرداری رکھو۔ اگر ان تین باتوں کو تم محفوظ خاطر رکھوگے تو جائداد تلف نہ ہوگی۔ اوّل یہ جانو کہ جائداد میں کیا کیا چیزیں ہیں اور ہر ایک چیز کی قیمت کیا ہے۔ کوئی نوکر یا افسر تو ایسا نہیں کہ اُس کو ضائع کرتا ہو دوم نہ کبھی قرض لے کر خرچ کرو۔ اس لئے کہ قرض جائداد کے لئے دل تپ دق اور آخر کو موت ہے۔ سوم غیروں کی خطاؤں کی لئے زخمی نہ ہو اور اوروں کے جرموں کی سزا میں کوڑے نہ کھاؤ یعنی کسی دوسرے شخص کے ضامن نہ ہو۔ اس طرح سے ضامن ہوکر لاکھوں آدمی برباد ہوکر فقیر ہوگئے ہیں اوروں کی خرمستی کی سزا خود اُنھوں نے اُٹھائی ہے۔ اوروں کی نادانی کا جرمانہ بھگتا ہے۔ اگر سزا بھگتو تو اپنے گناہوں کے لئے نہ یہ کہ غیروں کے لئے۔ غرض اوروں کے بوجھ اُٹھانے کے واسطے گدھے نہ بنو۔ اگر کوئی دوست تم سے فرمائش کرے

کہ تم میری ضامن ہوجاؤ تو اُس کو کچھ اپنے پاس سے دیدو۔ اگر وہ اُس پر راضی نہ ہو تو اُس کو اپنا دوست بالکل نہ جانو کیونکہ دوستوں کا کام یہ نہیں ہی کہ دوستوں کو تکلیف دیں بلکہ خود تکلیف اٹھائیں اگر تمھارے پاس دولت ہوگی تو وہ تندرستی میں خوش رکھیگی بیماری کی حالت میں تسکین و تشفی کریگی جسم و جان کو وہ فارغ رکھیگی بہت سی مضرتوں سے بچائیگی۔ بڑھاپے میں بڑے کام آئیگی دیانت دار دوستوں اور مفلسوں کی حاجت روا ہوگی۔ تمھاری اولاد کی پرورش کریگی۔ اُن کی حمایت کریگی۔ تم کو نامور بنائیگی +

امثال سلیمانؑ میں لکھا ہی کہ جو بیگانہ آدمی کی ضمانت دیتا ہی وہ اپنے بدن میں ناسور اٹھاتا ہی جو ہمیشہ تکلیف دے اور جو ضمانت سے نفرت کرتا ہے وہ سلامت رہتا ہی مفلس سے تو اُسکے ہمسایہ بھی بیزار رہتے ہیں دولتمند کے بہت سے دوست ہوتے ہیں جو شخص تم سے زیادہ بہرہ مند ہو اُس کو کبھی قرض دو۔ اُس کو قرض دینا روپیہ کا ڈبونا ہی جب ضامن ہو تو یہ سمجھ لو کہ ضمانت کا روپیہ ہم کو دینا پڑیگا۔ اِس لیے اپنے مقدور سے باہر ضامن نہ ہو +

عقلی قوت۔

آدمی کی قوت عقل میں کمال نہیں حاصل ہوتا جب تک یہ تین باتیں نہ ہوں اوّل طبیعت دوم تعلیم و تربیت۔ سوم محنت۔ یہی شجر کمال کی تین شاخیں ہیں اگر اُن میں سے ایک بھی نہ ہوگی تو وہ مرجھا جائیگا۔ طبیعت بغیر تعلیم و تربیت کے بہت کمزور ہوتی ہی اور تعلیم و تربیت بغیر طبیعت کے بہت ہی ضعیف۔ محنت ان دونوں سے بغیر ایک کے کچھ بھی نہیں۔ درخت زمین میں تین چیزیں ہوتی ہیں اوّل زمین شاداب دوم کاشتکار ہوشیار۔ سوم عمدہ تخم۔ طبیعت تو زمین شاداب ہے معلم دانا کاشتکار ہوشیار اور قابلیت و علوم تخم خالص۔ جو پہلے صاحب کمال گذری ہیں اُن میں بھی تین باتیں ہوا کرتی تھیں۔ انھیں تین باتوں نے فیثاغورث۔ سقراط۔ افلاطون کو فخر یونان علوم حکمیہ کا پیغمبر حکماء کی فہرست میں اوّل بنایا خدا کا خاص عطیۂ عظمیٰ یہ ہی کہ کسی شخص کو یہ تینوں صفات عطا کرے۔ بغیر انکے آدمی

برعکس وہ ناتواں ہی۔ مذہب حکماء میں وہ شخص بڑا بدعقل کافر ہی جو یہ کہی کہ جس آدمی کو نیکی کی راہ پر چلنا آتا ہو اور نیکی کرنی کی عادت رکھتا ہو اُس کو علوم حکمیہ کے حاصل کرنے کی ضرورت کیا ہے۔ جب طبیعت آدمی کے حصہ میں نہیں آئے تو محنت اکارت ہی۔ اور ایسی ہی اگر مطالعہ اور مشق ہی میں محنت نہ کی جاوی تو طبیعت بے فائدہ ہے۔ کاہلی ذہانت کو کند کرتی ہی محنت ذہانت کو تیز بناتی ہی۔ ایک شے خواہ کیسی ہی آسان ہو ایک کاہل کو دشوار معلوم ہوگی اور ایک بات خواہ کیسی ہی مشکل ہو وہ محنت سے مطالعہ کرنے والے کو آسان معلوم ہوگی۔ دنیا میں بہت چیزوں میں عادت یعنے بار بار ایک کام کرنے کا اثر نمایاں دیکھتے ہیں کیسی مینہ کی چھوٹی چھوٹی بوندیں سنگ مرمر میں سوراخ کر دیتی ہیں لوہا بار بار کے استعمال سی گھس گھسا کے فنا ہو جاتا ہے محنت کا اثر دیکھو کہ زمین خواہ کیسی ہی شاداب ہو وہ جوتی نجاوی تو بنجر ہو جاویگی ایسے ہی طبیعت خواہ کیسی ہی عمدہ ہو وہ کاہلی و غفلت کی عادت سے کند ہو جاویگی۔ درخت قلم نہ کئے جاویں تو اُن میں پھل نہ آئیگا۔ انگور کے درخت چھانٹے نہ جائیں تو انگور زیادہ نہ لگیں گے۔ نزاکت اختیار کرنے سے جسم کی بہت سی قوت زائل ہو جاتی ہی۔ محنت وہ چیز ہے کہ زبردست گدھی کو مطیع اور وحشی باز کو اہلی بناتی ہی۔ جو شخص آرام طلب ہوتا ہی وہ دین دنیا دونوں کے کام کا نہیں رہتا۔ نوجوان صاحب کمال بغیر محنت کے نہیں ہو سکتا +

کوئی شخص نہ ایسا برا نہ ایسا بھلا ہوتا ہی جیسا ظاہر میں معلوم ہوتا ہی

آدمی کو جبتک دنیا کا تجربہ نہیں ہوتا وہ آدمیوں کی برائی بھلائی ٹھیک ٹھیک پرکھ نہیں سکتا بعض آدمیوں کو برا بعض کو بھلا جتنا وہ جانتا ہی وہ ویسے نہیں ہوتے۔ جو شخص دور سی بہت نیک نظر آرہا ہے اگر اُس کے قریب تم آؤ اور اُس کا خوب امتحان کرو تو معلوم ہوگا کہ اُس میں بہت سی نقص و عیب ہیں اکثر یہ بات ان لوگوں میں زیادہ ہوتی ہی جو مذہب کا پیشہ کرتے ہیں اوروں کو نیکی کی بھلے وہ پڑھتے ہیں وعظ و پند بڑی

فصاحت سے کرتے ہیں مگر گھر میں جا کر وہ خباثت کے کام اور گناہ کبیرہ کرتے ہیں
کہ خدا کی پناہ ہے ؎ واعظاں کیں جلوہ در محراب و ممبر میکنند ٭ چوں بخلوت میروند آں کار دیگر میکنند
بعض آدمی بے شک ایسے بد ہوتے ہیں کہ انسانیت کے خلاف ایسے کام کرتے ہیں کہ
شیطان سے زیادہ تر مشابہت پیدا کرتے ہیں ور اُن کے دشمن کینہ توز اور مذہب کے عالم
ان کی برائی از حد کرتے ہیں مگر تم ان کو ٹٹولو تو بعض خوبیاں اُن میں دیکھوگے کہ جن سے
اوروں کو فائدہ ہوتا ہے اور وہ خدا کو دل سے مانتے ہیں اور اُس کی تقدیس کے قائل ہیں۔
جب کوئی وعظ میں اپنا حسن بیان ظاہر کرتا ہے نماز کا پابند ہوتا ہے اور ظاہری مراسم
مذہبی ادا کرتا ہے تو لوگ اس کی تعریف کرنے لگتے ہیں مگر حقیقت میں بہت سے وہ لوگ قابل
تعریف ہیں جو گوشہ گمنامی میں پڑے ہیں نہ اُن کی عبادت کوئی دیکھتا ہے نہ وہ صفت
وہ سچی عبادت کرتے ہیں اپنے تئیں زمانہ کو دکھانے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ نہ وہ مذہبی لطف
کے ادا کرنے کا دعوی کرتے ہیں مگر ان کی زندگی گناہوں کے لوث سے پاک صاف ہوتی
ہے۔ خدا پرستی ان کی سچی ہوتی ہے مگر جو لوگ خدا پرستی کے لباس میں نا خدا پرستی کرتے ہیں
جہنم و جنت کو ساتھ ملاتے ہیں ٭

اچھے معلم اور متعلم کی صفات

جمہور انام کے واسطے جیسے کہ پیشہ معلمی کی ضرورت ہے شاید ہی کسی اور پیشہ کی ہو
مگر اس میں پرلے درجہ کی سہل انگاری ہوتی ہے اور کچھ احتیاط نہیں کیجاتی۔ اکثر معلم ان چار
قسموں میں سے کسی ایک قسم کے ہوتے ہیں اول نوجوان طالب علم جن کی ابھی تحصیل بھی پوری
نہیں ہوئی اور یونیورسٹی کی ڈگری بھی کوئی نہیں ملی کہ وہ دیہات اور قصبات میں
مدرسہ کھول بیٹھے ہیں کہ جب سے ان کی بسر اوقات ہو اور جانتے ہیں کہ میاں جی گری کے واسطے
کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے سوا لو ہے کی ایک قمچی ہاتھ میں ہو دوم لائق آدمی بھی
معلمی اختیار کرتے ہیں وہ اس لیے کہ کسی شخص کی ملازمت پانے کے اول سیڑھی جانتے ہیں وہ سمجھتے ہیں

کہ ہماری دولتمندی میں جو بالفعل کساد بازاری ہو رہی ہے اُس کی درستی اس پیشہ سے ہو جائیگی۔ اس ذریعہ سے آیندہ کوئی اچھی نوکری ملجائیگی سوم وہ بدنصیب معلم ہیں کہ باوجودیکہ انھوں نے لڑکوں کی تعلیم میں اور اُن کے ماں باپوں کی غلامی میں بہت سرزنی کی مگر اُس کا صلہ ان کو ایسا تھوڑا ملا کہ جس سے شکستہ دل ہو کر اس پیشہ کو بدلی سے کرنے لگے۔ چہارم وہ معلم کہ اس پیشہ کی بدولت ایسے دولتمند ہو گئے کہ پھر اس پیشہ سے مستغنی ہو گئے اور اُن کو خود مدرسہ کے کام کرنے سے ننگ آنے لگا اور اپنے کام کو اپنے نائبوں اور خلیفاؤں کے ذریعہ سے کرانے لگے +

اب سنو کہ معلم میں ان باتوں کا ہونا ضرور ہے کہ اوّل میلان طبیعت اس پیشہ کی طرف ایسا ہو کہ اُس کے کرنے سے دلی خوشی ہو اور اُس میں یہ قابلیت ہو کہ وہ اپنے طلبہ کی طبیعتوں سے بہت احتیاط کے ساتھ واقف ہو۔ معلم جیسے کتابوں سے واقف ہوتے ہیں ویسے ہی معلم ایسے طلبہ کی طبیعتوں سے۔ اگرچہ بڑے مکتبوں میں کل طلبہ کی طبائع سے ماہر ہونا دشوار ہے۔ مگر تجربہ کار معلم ان کی طبائع کی تنویع و تقسیم کر کے اُن کی قواعد کلیہ ایک کتاب ایسی بنا سکتے ہیں جیسی کہ قواعد صرف و نحو کی ہوتی ہیں جن میں چند صورتیں مستثنیٰ قواعد کلیہ کی ہوتی ہیں اب طلبہ کی تقسیم اس طرح پر ہے +

اوّل طلبہ جو ذہین مختنی ہوں یہ دونوں باتیں بچپنے میں جمع ہوتی قران السعدین کی طرح مسعود ہے۔ ایسے لڑکوں کے واسطے اُستاد کا تیوری چڑھانا تسمہ لگانے کی برابر ہے اور تسمہ لگانا موت کی برابر ہے۔ اگر ایک تسمہ اُستاد لگائے تو اُن کی شرم اُن پر ہفتوں تسمہ لگاتی ہے ایسی طبائع کے ساتھ اُستاد ہمیشہ نرمی اور ملائمت برتتے ہیں +

دوم ذہین مگر کاہل — ان کا حال ایسا ہوتا ہے جیسا کہ خرگوش اور کچھوے کی کہانی میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ سب اپنے ہم سبقوں کو پیچھا ہی جانتے ہیں ایسے طلبہ بھی اپنے درجہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ ہوشیار ہونے سے پہلے وہ بہت خواب خرگوش میں

رہتے ہیں مگر اُستاد کے کوڑوں کی پھٹکار اُن کی نیند کو بھگاتی رہتی ہی ✤

سوم کُند ذہن مگر محنتی و جفاکش ان کا حال انگوری شراب کا سا ہوتا ہے کہ ابتدا میں نئی ایسی تیز نہیں ہوتی جیسی کہ پُرانی ہونے پر۔ ایسی ان کی ابتدا اچھی نہیں ہوتی مگر انتہا خوب ہوتی ہی۔ وہ ابتدا میں کوڑ مغز ہوتے ہیں مگر محنت ان کے دماغ سے اس کوڑہی کرکٹ کو نکال کے خوب صاف کر دیتی ہی۔ ہرسٹول کے ہیرے گو خوبصورت ہوئی چوکور ہوتے ہیں اور قدرتی ان کی نوکیں نکلی ہوئی ہوتی ہیں مگر نرم ہونے کے سبب کسی کام کے نہیں ہوتے۔ برخلاف اس کے مشرقی ہیرے انڈیا میں سخت اور کھردرے ہوتے ہیں بس ایسے لڑکوں کی طبائع کا سخت اور کُند ہونا کام کا ہوتا ہی وہ آخر کو اپنے ملک کے جواہر بن جاتے ہیں محنتی ہونا ان کی کُند ذہنی کا معاوضہ کر دیتا ہی۔ ایسے طلبہ کی گوشمالی معلم نہیں کرتے وہ جانتے ہیں کہ جبلت و طبیعت کو مارسے بدلنے کا قصد کرنا ابتر اور بیرتا زیانہ لگانا ہی۔ دُنیا میں نیچر کی کوئی چیز کوڑوں کے مارنے سے بدل نہیں سکتی جو وقت نیچر نے مقرر کیا ہے کیا اس کو کوئی ایک منٹ ساری دُنیا پر کوڑی مارنے سے بڑھا سکتا ہے ✤

چہارم جو طلبہ کودن کُند ذہن کاہل ہوں کاہلی کی اصلاح تو ممکن ہے مگر کند ذہنی کی اصلاح نہیں ہوسکتی جس قینچی کی دھار میں لوہا نہ ہو اُس کو دُنیا کی تمام سان تیز نہیں کر سکتے ایسے طلبہ کو اور پیشوں کی طرف رغبت دلانی چاہئے۔ ان کو طالب علمی کے پیشہ کو چھوڑنا چاہئی۔ اور کوئی پیشہ تجارت۔ صنعت کا اختیار کرنا چاہئے ✤

اُستادوں کو یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ شاگردوں کی خوش لیاقتی سے ان کا نام بھی روشن ہوتا ہے اور اُن کی ناموری سے وہ بھی نامور ہوتے ہیں بہت سے ایسے معلم ہوتے ہیں کہ کوئی اُن کا نام نہ لیتا اگر اُن کے شاگرد نامور نہ ہوتے ✤

مرنے پر افسوس کرنا حماقت ہے۔

جب آدمی مرتا ہے تو فقط یہی نہیں ہوتا کہ وہ اپنی لذائذ جسمانی سے محروم ہوجاتا ہے۔ بلکہ وہ اپنی ساری خوشیوں سے۔ نہ وہ علم و مطالعہ سے محظوظ ہو سکتا ہے نہ دوستوں اور خدا پرستوں سے باتیں کر سکتا ہے۔ نہ پڑھنے سے نہ لکھنے سے لطف اُٹھا سکتا ہے۔ پھر نہ کسی عبادت خانہ میں عبادت کر سکتا ہے۔ اپنا کتب خانہ چھوڑ جاتا ہے جس کی کتابوں کا ایک ورق اُلٹنا اُس کو نصیب نہیں ہوتا۔ نہ وہ زندوں میں نظر آتا ہے نہ وہ کسی عزیز کا چہرہ دیکھتا ہے۔ نہ کوئی آدمی اُسے دیکھتا ہے نہ کوئی شہر۔ نہ کوئی کوچہ و بازار نہ کوئی کھیت دیکھنے میں آتا ہے۔ نہ دُنیا کی خبر معلوم ہوتی کہ کیا اُس میں ہو رہا ہے کہاں لڑائیاں و فساد ہو رہے ہیں کہاں خدا پرستی اور دانائی کی ترقی ہو رہی ہے۔ پس اگر مرنے کے وقت ان خیالات سے افسوس و حسرت ہو تو سوچنا چاہیئے کہ یہ دُنیا ایک تماشا گاہ ہے کہ جس میں بیشمار آدمی مرنے کے لئے بیٹھے ہیں اگر مرنا کچھ میری ذات سے مخصوص ہوتا تو البتہ افسوس کرنا چاہیئے تھا کہ ایک خاص قانون ایسا سخت جو قابل برداشت نہیں ہے میرے لئے بنایا گیا لیکن نہ پہلے زمانہ میں نہ آئندہ زمانہ میں جب کوئی اس قانون سے نہ بچا ہو تو کیوں ایسی بڑی اور ضروری چیز کا مقابلہ کر کے بیفائدہ اپنے تئیں زحمت پہنچائے۔ یہ شاہراہِ فنا وہ ہے کہ جس میں سب کو چلنا پڑا ہے اور چلنا پڑیگا۔ وہی ہم سب کا گھر ہے بے شمار آدمی اُس میں چل چکے ہیں اور ان گنت چلنے کو بیٹھے ہیں یہ وہ بلاء عالمگیر ہے کہ جس کی فریاد کوئی نہیں سنتا۔ جب بڑے بڑے محل شاہی جل رہے ہوں تو تیرے جھونپڑے کا جلنا کیا نقصان ہے؟ کیا تیری فریاد اور آہ و واویلا سے آسمان اپنے چرخ کی حرکت دوامی کو ٹھہرا کے تیرا مجرئی بنے گا؟ اس کی یہ سریع دوامی حرکت کیا ہے؟ ہماری عمروں کا لپٹنا اور کھولنا ہے۔ موت پر انتظام گیتی موقوف ہے دُنیا کی زندگی موت پر موقوف ہے۔ دُنیا جب ہی تک دُنیا ہے کہ ایک مخلوق مرتی ہے

دوسری اس کی جگہ پیدا ہوتی ہے۔ برابر یہ کون و فساد چلا جاتا ہے اس میں مقام دوام نہیں ہے دنیا میں مادہ کا حال وہی ہے جو سمندر کا کہ اس میں متواتر تلاطم ہوتے ہیں جوار بھاٹے آتے ہیں۔ لہروں پر لہریں چڑھتی ہیں موجیں اٹھتی ہیں اور بیٹھتی ہیں مگر اس کا پانی ایک ہی رہتا ہے بس اسی طرح دنیا میں آدمی موجوں کی طرح پیدا اور فنا ہوتے ہیں دنیا وہ کی وہی رہتی ہے۔ زمین ایک تختہ ہے آدمی اشتہار ہے جو اس پر لگتے اور اترتے ہیں خدا تعالیٰ نے دنیا میں موت سے عجیب و غریب تماشے دکھائے ہیں موت کا حکم اس نے وہ لگایا ہے کہ کسی کے ٹالے سے نہیں ٹلتا۔ جو حیات و موت کا قانون اس نے مقرر کیا ہے وہ ہمیشہ سے چلا آتا ہے اور ہمیشہ چلا جائیگا کسی کا مقدور نہیں کہ اس میں کوئی ترمیم یا تغیر کر سکے۔ اس میں تغیر چاہنا ایک ناممکن بات کا چاہنا ہے اس سے زیادہ کوئی حماقت نہیں کہ خدا کے اس حکم پر انسان افسوس کرے۔

مصائب کے رنجوں کا علاج

انسان کے مصائب کیا عام ہوتے ہیں یا خاص۔ عام یہ ہیں لڑائی۔ وبا گرانی اجناس۔ قحط سالی۔ آتش زدگی۔ طغیانی آب۔ موسموں کا غیر موسم ہونا۔ وبائی امراض یہ سب وہ سخت بلائیں ہیں کہ جن میں شہر کے شہر۔ ملک کے ملک مبتلا ہوتے ہیں خاص آفات یہ ہیں افلاس۔ احتیاج۔ تردد و تفکر۔ عزیزوں کی موت۔ بیماری۔ نقصان۔ بے عزتی وغیرہ۔ انسان کی کوئی حالت ایسی نہیں ہے جس میں شادی و غم توام نہ ہوں ہماری کل زندگی تلخ و شیریں جذبات قلبی سے بھری ہوئی اور اس کے شہد میں زہر ملا ہوا ہے اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ ہم سب ناخوش و دکھی ہیں؟ بس جب رنج و غم کا ہونا انسان کے لئے لازمی اور ضروری ہوا تو کوئی ایسا آدمی نہ ہوگا کہ رنج سے آزاد ہوگا۔ فانی نہ ہوگا۔ جب رنج و الم سب کے واسطے عام ہو کوئی اس سے خالی نہ ہو تو پھر کس لئے آدمی رنج میں بے صبر و بے قرار ہو سکے آدمی کی

زیادہ ہو اگر رنج کا ہونا مخصوص کسی شخص کی ذات کے ساتھ ہوتا تو البتہ اُس کو حسرت ہوتی کہ میرے لئے یہ مصیبت بنی ہی جو مجھ سے اٹھائی نہیں جاتی ہی۔ مگر جب سب اس میں شریک ہیں تو ع مرگ انبوہ جشنے دارد۔ غرض کوئی میری خاص صورت نہیں ہی کہ جس کے سبب سے حسرت و افسوس میں اپنے تئیں گھلاؤں۔ علاوہ ان خاص رنجوں کے دشمنوں کا خوف بھی ہمارے پیچھے لگا ہوا ہوتا ہی۔ لڑائی ہم کو خوشی کے باجوں کی آوازیں توپوں کی دھوا دھول و اپنے نقاروں کی دوں دوں سے سناتی ہی۔ اپنی نفیریوں کی آوازیں کانوں میں بھرتی ہی۔ شادیو کے شعلوں کی جگہ شہروں اور قصبوں کو جلا کر شعلوں کو دکھاتی ہی۔ شادیوں کی دھوم دھام کی جگہ آہ و نالوں کا فغان سناتی ہی ہنسی کے بجائے رولاتی ہی۔ یہ باتیں ہمیشہ سے ہوتی آئی ہیں اور ہمیشہ ہوتی رہینگی۔ جب تک انسان زندہ رہیگا اُس کی زندگی میں شادی و غم کا دور رہیگا ایک کے پیچھے دوسرا آئیگا۔ اس حالت ناگزیر سے کوئی بچنے کا چارہ نہیں ہی۔ ایک حکیم کا قول ہی کہ جو بات ضرور اور ناگزیر ہو اُس پر آدمی کو رنج کرنا نہیں چاہئے بلکہ اپنے تئیں تسلی و تشفی دینی چاہئے۔ اسلئے کہ اُس کی تو خواہ نخواہ برداشت کرنی پڑیگی۔ پھر صبر و تحمل کرکے اپنے تئیں متحمل بناؤ۔ جو رنج بہت دنوں رہتے ہیں وہ امتداد زمانہ سے خفیف ہو جاتے ہیں۔ جو رنج بھاری ہوتے ہیں وہ زیادہ دیر پا نہیں ہوتے خود ختم ہو جاتے ہیں یا دوسرے کا خاتمہ جلد کر دیتے ہیں رنج کو وقت دور کر دیتا ہے۔ عادت اُس کے اثر کو مٹا دیتی ہے۔ سب رنجوں کی عالم دوا فراموشی ہی۔ جب یہ رنج گذر جاتے ہیں تو دل کو ایسا چین اور آرام آتا ہی کہ لطف زندگی کا بڑھ جاتا ہی۔ بعض اوقات کسی چیز کی محرومی باعث مسرت ہوتی ہی۔ ہم کو یہ خیال کرنا بھی نہیں چاہئے کہ دنیا میں کوئی شخص ایسا خوش ہی کہ اُس کو رنج کبھی نہ ہوا ہو ع۔ تو کلی معقول بفرما کہ گل بیخار کجاست۔ آسمان کو ستاروں سے آرائش ہی۔ زمین کو آدمیوں سے۔ آسمان پر ستاروں کی گردش کا کوئی مانع اور حارج ایسا نہیں کہ اُن کی حرکت کو روک دے یا بدل دے مگر زمین پر آدمیوں کی یہ حالت نہیں ہی۔ اسکے کاموں کے واسطے بہت سی مشکلات سدّ راہ ہوتی ہیں

سعی و کوشش میں بہت سی مزاحمتیں پیش آتی ہیں کوئی انسان خانی اس قانون فطرت سے بری نہیں ابتدای آفرینش سے آج تک ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہوا کہ اس کی آرزوں اور خواہش کے موافق کل کام ہوئی ہوں اور قسمت نے اس کی آرزوں کی مزاحمت نہ کی ہو۔ دنیا میں کوئی چیز ایسی صاف نہیں کہ جس میں گرد نہ ہو۔ جو چیز چاند کے نیچے ہیں اس میں تغیر و بربادی ضرور ہی۔ انسان کی تقدیر میں ہی لکھا ہی کہ جب تک وہ دنیا میں زندہ رہے۔ خوشی و رنج دونو کا دورہ رہے۔ وہ دنیا میں بغیر ان دونو چیز کے رہ نہیں سکتا۔ آسمان پر ستاروں کی حرکتوں کو دیکھو کہ کبھی ان کی حرکت سیدھی کبھی الٹی کبھی مشرق کو کبھی مغرب ہوتی رہتی ہی ایسے ہی دنیا میں آدمیوں کا حال رہتا ہی کہ مد و جزر اس میں ہوتے رہتے ہیں جیسے زندگی تلخ ہوتی ہی حادثات و واقعات بہت نشیب و فراز دکھاتے ہیں طرح طرح کے دل میں جوش اٹھاتے ہیں اپنا اور اوروں کا ضعف بوقلمونی رنگ دکھاتا ہی +

روشنی خدا کا سایہ ہے

روشنی جیسی ہزار ہا اشیا کو دکھاتی ہے ایسے ہی سیکڑوں چیزوں کو نظر سے چھپاتی ہے اگر زمین کا سایہ نہ ہوا اور اس پر تاریکی نہ ہو تو خالق جہان کی مخلوق کا وہ حصہ نظر سے پنہاں ہو جو سب سے زیادہ ذی شان ہے۔ پھر ان کا وہ حال ہو جو آفرینش عالم کے روز چہارم میں تھا کہ خدا نے ان کو افق پر آفتاب کے ساتھ بنایا تھا۔ جب کوئی آنکھ ان کو دیکھنے والی نہ تھی۔ سایہ کے نام سے چیزیں بیان ہو سکتی ہیں مذہبی اسرار سایہ ہی کو تعبیر ہوئی ہیں عیسائی مذہب نے اپنا سایہ یہودیوں کے مذہب میں دکھایا ہی۔ موت کا سایہ حیات ہی۔ جو روحیں جسم سے جدا ہو گئی ہیں وہ حیات کا سایہ ہیں آفتاب خود سیاہ سایہ ہے اور روشنی خدا کا سایہ ہے +

محبت و تزویج۔

مرد جو عورت سے عقد نکاح باندھتا ہی وہ نہایت اپنی ضرورت اور غرض کا پاسہ پھینکتا ہی اگر وہ پلٹ گیا تو پھر جینا مرنا دونو خراب ہیں اس عقد کی گرہ میں ساری خوشیاں اور رنج اس کے

وابستہ ہیں۔ جب نیا نیا بیاہ ہو تو دونوں میاں بیوی کو اُس کا بڑا لحاظ اور پاس چاہئے کہ کوئی بات ایسی نہ کریں کہ جس سے ایک دوسرے سے خفا اور رنجیدہ ہوں تازہ کلی ذرا سی ہوا کے جھونکے سے گر جاتی ہے جب انگور کے چھوٹے چھوٹے حلقے ایسے نکلتے ہیں جیسے نئی دودھ چھوٹے ہوئے بچے کے گھونگر والے بالوں میں ہوتے ہیں تو اُن کو جنوبی ہوا برباد کر دیتی ہے مگر جب کچھ دن اُن پر گذر جاتے ہیں تو وہی مضبوط خوشنما خوشے ہو جاتے ہیں اور جب آفتاب اُنکو بغل میں لیتا ہے اور آسمان اُن پر بوسے دیتا ہے تو اُن میں وہ خوشے پکتے ہیں کہ شمالی ہوا کے جھکڑ بھی نہیں گرا سکتے۔ وہ آندھی اور ہوا کے طوفان کی آواز بھی نہیں سنتے۔ بس یہی حال نئے بیاہ کا ہے کہ ابتدا میں دونوں کو بہت احتیاط چاہیئے کہ ایک دوسرے کے کاموں کو دیکھیں اور حالات کو تحقیق کریں۔ باہمی محبت میں ایک دوسرے پر رشک کریں کام میں مصروف رہیں اور نامہربانی کا جو لفظ کسی کے منہ سے نکل جاوے تو اُس کی خبر رکھیں۔ مگر جب بیاہ پر مدت گذر جاوے اور میاں بیوی کا دل ایک ہو جاوے اور ایک کو دوسرے کا تجربہ محبت ہو جاوے اور باہم اعتبار ہو جاوے اور وہ تکلف برطرف ہو جائیں جو تصنع و مکاری کے سبب سے ہوتے ہیں تو پھر بہت سی باتیں جو بالفعل موجود ہوتی ہیں اور بہت سی پہلی یاد ہوتی ہیں کہ اُن کے سبب سے جو باتیں چھوٹی چھوٹی ناملائمتوں کی اب واقع ہوتی ہیں تو اُنکا کچھ خیال بھی نہیں ہوتا۔

دنیا میں کوئی چیز بغیر محبت کے لطف نہیں دیتی اگر کوئی شخص مقدمات قلاد و غلط سننے سے کہی کہ میں تھک جاتا ہوں اور امن و عافیت سے نفرت رکھتا ہوں تو وہ شخص دوسرے کانٹے دار دامن میں بن کر رکھتا ہے کیونکہ اس میں محبت نہیں ہے۔ آسائش و آرام کی شیریں کرنے والی کوئی شے سوا محبت کے نہیں ہے۔ جو شخص اپنی بیوی سے محبت رکھتا ہے تو وہ اپنے گھر کو قید و کعبہ جانتا ہے۔ اپنے بچوں کو بہشت سمجھتا ہے۔ بیوی کو ایک چشمہ سربند جانتا ہے جو اُس کی تشنگی کو بجھاتی ہے اُس کے ترددات کو فارغ البالی سے بدلتی ہے اس کی آنکھیں آسمان کی روشنی سے زیادہ خوشنما معلوم ہوتی ہیں اُس کے سینہ کو اپنی آرام گاہ جانتا ہے وہ اپنی ساری رنج و الم

اُتار کے اس کی گودی میں رکھ دیتا ہے جو لوگ بچوں سے محبت رکھتے ہیں وہ ان کیفیتوں کی لذتوں کو سمجھتے ہیں کہ بچوں کی پھدک چلبلاپن کیا پیارا معلوم ہوتا ہے۔ ان کے بولنے کی نرم آواز توتلاپن۔ ٹوٹے پھوٹے الفاظ کا کہنا کانوں کو کیا خوش لگتا ہے۔ ان کا تھوڑی سی بات پر غصہ ہونا۔ پھر جلدی سے من جانا۔ اور ان کا ناز اٹھانا جان کو توانا کرتا ہے۔ ان کا معصوم اور خام ہونا دل کو آرام دیتا ہے۔

مصائب زندگانی۔

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے ٭ ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

آہ افسوس دنیا میں کتنے تھوڑے آدمی خوش حال ہیں بیشمار آدمی بھیک مانگتے ہیں غلامی کرتے ہیں آفت مصیبت بلا میں مبتلا ہیں زمین میں کوئی کونہ نہیں جسمیں ان کی آہ وفغاں کا غل نہ ہو رہا ہو بلکہ ان کی فریادیں۔ رونے کی چیخیں۔ دعاؤں کے غل آسمان تک پہنچتے ہیں ایک سخت لڑائی دیکھو کہ وہ کیسی صوبے و ضلع غیر آباد کر دیتی ہے۔ کبھی نہ کبھی اس کی خونخواری سے سارا ملک بے چراغ ہو جاتا ہے بعض ملکوں میں موقت امراض وبائی آیا کرتے ہیں جو ان کو خاک سیاہ کر دیتے ہیں ان کے سواء ہزاروں آفتیں کیکے بھوت پلید نظر آتے ہیں جن سے ان کا ناک میں دم ہوتا ہے جن اور پری کا سایہ ان کو دیوانہ بناتا ہے۔ تم آسمان پر چڑھ کر نیچے زمین پر نگاہ کرو تو تم کو نظر آئیگا کہ کتنی عورت و مرد غش میں پڑی ہیں۔ بھوکے مرے جاتے ہیں کتنے نوجوان تلوار سے کٹے پڑے ہیں کتنے یتیم بچے اپنے ماباپوں کی قبروں پر کھڑے رو رہے ہیں جن پر ان کی زندگی بسر کرنے کا مدار تھا کتنے ملاح اور مسافر سمندر میں طوفانوں سے غرق ہو رہے ہیں اور چیخیں مار رہے ہیں کتنے جہاز پہاڑوں سے ٹکرا کے پاش پاش ہو رہے ہیں اور اہل جہاز غرقاب فنا ہو رہے ہیں کتنے آدمی اپاہج پڑے رو رہے ہیں بہت سے ایسے ستم رسیدہ ہیں کہ دیوانے ہو گئے ہیں بعض کی آسودگی چھن گئی ہے اس سے بے چین ہو رہے ہیں۔ بہت سے بچے بیمار پڑے ہیں

مرتے ہیں غرض چاروں طرف تم کو انسان کے مصائب نظر آئینگے اگرچہ تمھارا دل اس وقت خوش ہوگا کہ خدا نے ہم کو ان مصائب سے بچا رکھا ہی مگر خوب سمجھ لو کہ دنیا بڑی مصیبت کی جگہ ہے اس سے چلے جانے کا جلد سامان تیار کرو۔

ہر جگہ موت

کہیں بنی آدم کا قدم نہیں پڑتا جہاں کسی مردہ کی ہڈی اس کے پاؤں تلے نہ آتی ہے۔ ایک شخص جہاز میں بیٹھا چلا جاتا تھا کہ وہ جہاز شکستہ ہو کر تباہ ہوا اس کو ایک تختہ ہاتھ لگ گیا۔ اس پر سوار ہو کر یہ ساحل پر آ اترا۔ وہاں پہاڑی پر بیٹھا۔ دھوپ میں بیٹھا کپڑے سکھا رہا تھا کہ اس کی نظر ایک آدمی پر پڑی کہ وہ امواج پر الٹ پلٹ ہوتا چلا آتا ہی اس کے کپڑوں کی شکنوں میں ریت بھرا ہی۔ اس کا دشمن بھلا مانس سمندر اسے اپنے دوش پر لیکے ساحل کی طرف قبر میں دفن کرنے کے لئے لا تا ہی۔ یہ دیکھکر اس کے دل میں جوش ہوا اور اس مردہ کے کنبے کی طرف خیال دوڑا کہ اس کی بیوی چین آرام سے کہیں اس ملک میں بیٹھی ہوئی دن گن رہی ہوگی کہ اگلے ہفتے میں میرا بیٹا گھر آ جائیگا۔ اس کے لڑکے کو خیال بھی نہ ہوگا کہ اس طوفان میں باپ غرقاب فنا ہوگا باپ کے گالوں پر بوسہ رخصت کی گرمی ہنوز باقی ہوگی اور خوشی کے مارے اس کی آنکھوں میں آنسو بھرے آتے ہونگے کہ اب میرا بیٹا آئیگا اور میری ہاتھوں کے حلقے میں مجھ سے گلے ملے گا۔ انسان فانی کے خیالات اور ارادوں کا مجموعہ اور ان کا انجام یہی ہوا کرتا ہے۔ ایک اندھیری رات۔ ایک غلطاں تما۔ ایک متلاطم سمندر۔ جہاز کے ایک پرزے کی شکستگی۔ ایک سخت پہاڑ۔ ایک جھکڑ کی ہوا نے اس سارے کنبے کو ڈبو دیا گو خود اس طوفان میں نہیں آئے مگر ان پر وہی مصیبت گذریگی جو جہاز کی تباہی سے گذری وہ اس حادثہ کو سنکر خون رو کر چیخیں ماریں گے۔ جب وہ لاش میرے پاس آئی اور اس کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ خود مالک جہاز کی لاش ہی جو ایک رو پہلے اپنی دولت اور تجارت کا حساب لوگوں سے تیار کرا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ فلاں

تاریخ عیسوی پڑھو پہنچ جاؤنگا اب بتاؤ کہ وہی شخص جو دو روز پہلے غصے ہو رہا تھا کیونکر تیر
رہا ہے اس کے تمام دل کے جوش جذبے طوفان نے اتار دیئے۔ اس کے سارے حساب نقش
برآب کر دیئے۔ اس کی تمام عقل و ہوش کو ختم کر دیا۔ سفر کو سفر آخرت پر تمام کر دیا۔
معلوم نہیں کہ اس پر کیا بری بھلی بنی۔ جو زندہ ہیں وہ مُردوں کی بُری بھلی سے کیا
کام رکھتے ہیں۔ انسان کی حالت میں موت سے زیادہ کوئی تبدیلی کرنے والا نہیں کسی
کو مردہ سے مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ بچپنے کی خوشیوں اور بے فکریوں کو رخساروں کی نازکی کو
آنکھ کی چمک تک کو اور پھر جیسے پیس کی عمر میں جسم کی توانائی اور جوڑوں کی خوش اسلوبی
اور پٹھوں کے کس کو اور پھر مرنے کی زرد رنگی اور ضعف ناتوانی کو دیکھو کہ ان باتوں میں
کیا بعد بیّن ہے۔ انسان کا حال گلاب کا سا ہے کہ ابھی وہ ننھی سی ٹوٹا صبح کو کھلا پھر
اوس پڑی جس سے وہ بھیڑ کے بچہ کی اون کی طرح سفید ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کا
یہ رنگ بدلا شگفتگی کا جامہ اترا۔ پتیاں جھڑیں خود زمین پر گرا خاک ہو گیا۔ یہی انسان
کی پیدائش و نمو اور وقوف و انحطاط و فنا کا حال ہے۔ آدمی کا یہ حشمت کہ کیڑوں اور
سانپوں کا ورثہ ہو۔ سڑی اور بسی مٹی خوار ہو۔ مرنے کے بعد آدمی کا سراپا تو جیسا
ایسا بدل جاتا ہے کہ دوست آشنا بھی اس کو نہیں پہچان سکتے۔ مرنے کی ساتھ ہی مُردہ
خوف سب کو لگنے لگتا ہے۔ وہ لوگ جو اپنی محبت و الفت سے یا عالی ہمتی سے اُس کی
خدمت کرتے تھے وہ ایسے خائف ہو جاتے ہیں کہ اس کمرہ میں نہیں آتے کہ جس میں
اُس کا جسم بے جان رکھا ہوتا ہے۔ ایک جرمن کا حال لکھا ہے کہ وہ بہت حسین تھا۔
دوست اُس کی تصویر کے بڑے خواستگار تھے مگر وہ اپنی تصویر کھچوانے سے انکار کرتا تھا
اور دوستوں سے کہتا تھا کہ جب میں مر جاؤں تو تیسرے روز میری قبر پر مصور کو بھیجنا
کہ وہ مجھ مردہ کی تصویر کو زندہ کرے۔ جب وہ مر گیا تو مصور اس کی قبر پر تصویر
کھینچنے گیا اور تصویر اتاری۔ اس کا آدھا چہرہ جانور کھا گئے تھے پیڑو اور چہرہ

ہڈی میں سانپ لپٹے ہوئے تھے۔ جن کو کہ حسینوں کی صورتیں قبر میں ہو جاتی ہیں کیا
تبدیلی عظیم ہے کہ ہر ایک حسین صورت کی یہ صورت ہو جاتی ہے۔ نہ کوئی نوکر خدمت کو
آتا ہے نہ کوئی دوست ملاقات کرنے۔ نہ کوئی قبر کے گنبد کو جھاڑو دے کے صاف کرنے
اگر کوئی آدمی بادشاہوں کے قبرستان میں چلا جائے تو وہاں قبروں کو دیکھ کر ایک وعظ
سا سن سکتا ہے جو کبھی نہ سنا ہو۔ جہاں کہ بادشاہوں کا قاعدہ ہے کہ جس مکان میں وہ اپنی شان
شوکت عظمت کو دکھاتے ہیں وہیں اُن کے باپ دادا کا قبرستان ہوتا ہے۔ بادشاہوں کے
سر پر افسر شاہی جب رکھا جاتا ہے تو اُن کو اپنے باپ دادا کے سروں پر قدم رکھنا پڑتا ہے
قبرستان اس تبدیلی عظیم کی ایک تمثیل ہوتی ہے۔ جس میں حقیر و عالی ضعیف و قوی چھوٹے
بڑے سب برابر ہوتے ہیں اس کے دیکھنے سے شہوت پرستی کی آگ بجھ جاتی ہے۔
غرور کا سر نیچا ہو جاتا ہے ہوا و ہوس کی خارش مٹ جاتی ہے۔ دنیاوی مصنوعی شان و شوکت
خوبصورتی میں مل جاتی ہے۔ جنگ جو امن خواہ۔ خوش نصیب۔ بدنصیب۔ عزیز و مردود
سب اپنے تئیں خاک میں ملاتے ہیں اور اپنے فنا ہونے کی نشانیاں دکھلاتے ہیں اور تمام دنیا
سے کہتے ہیں کہ یہاں ہماری خاک بادشاہوں کے برابر ہو گئی وہاں ہمارا محاسبہ آسان ہوگا

ظاہراً ناممکن

یہ کاہلی اور سستی کا کام ہے کہ وہ بہت سی چیزوں کو ناممکن بناتی ہے جہاں کسی کام
کرنے کے لوگوں کو پروا نہیں ہوتی تو اس کے لئے یہ بہانہ بناتے ہیں کہ بھلا یہ کام کہیں
ہو سکتا ہے کسی کام کے ممکن ہونے کا مختصر اور تحقیق طریق یہ ہے کہ ہمہ تن اس کے انجام دہی میں
مصروف ہو جائیں پھر دیکھیں کہ وہ کیسا ناممکن سے ممکن ہو جاتا ہے۔ اکثر ایسا تجربہ ہوا ہے کہ
جو کام ظاہر میں ناممکن معلوم ہوتا ہے وہ محنت سے سرانجام ہو جاتا ہے ✣

خاندان میں نفاق

سلطنت ایک بڑا خاندان ہوتا ہے اور خاندان چھوٹی سلطنت ہوتی ہے جیسا کہ

سلطنت کے لئے لازم ہی کہ فتنہ و فساد سے خالی نہ ہو اُس میں انقلابات پیش آتے
رہیں اور جھگڑے کھیڑے اُٹھتے رہیں ایسی خاندان میں ضرور ہی کہ ایسی باتیں ہوتی رہیں یہ
تصور کرنا نادانی ہی کہ اولاد اور والدین کے درمیان محبت ہمیشہ یکساں رہتی ہے عہد طفلی کے
بعد اس اُلفت کی صورت بدلنے لگتی ہی۔ جب اولاد جوان ہوتی ہی تو وہ ماباپوں کی تنبیہ
اور تاکید کو نہیں سُنتی۔ اور بجای شکر گزار ہونے کے شکایت کرنے لگتی ہی۔ ہر اولاد یہی چاہتی
ہی کہ ماں باپ مجھ ہی کو زیادہ چاہیں اور میری ہی ساتھ ان کی بہت سی باتیں مخصوص ہوں
مگر ماباپ اپنے تئیں ساری اولاد کے حوالہ کرتے ہیں بعض اولاد ماں کی لاڈلی اور بعض باپ کی
پیاری ہوتی ہی۔ اس لئے بہن بھائیوں میں رشک کا آغاز ہوتا ہی ان میں اکثر حیلے بہانے کی
چلی کٹی باتیں ہونے لگتی ہیں آخر کو نوبت فساد و عناد پر پہنچ جاتی ہی۔ ماں باپ مسن ہوتے
ہیں اولاد جوان ہوتی ہے۔ بوڑھے جوان ہمراز نہیں ہوتے۔ پیری اور جوانی کے خیالات
کا اور اوضاع و اطوار کا اختلاف ایسا ہی ہوتا ہے جیسا بہار و خزاں میں باغ کے
درختوں کا۔ دونوں کی حرکات مختلف ہوتی ہیں اور اس سبب سے باہم اعتماد اُٹھ جاتا ہی ایسے
ماں باپ گو گرد سُرخ کا حکم رکھتے ہیں جو اپنی نصیحت کے موافق خود عمل کریں بڑھاپے میں کسی
ایجاد کی قدرت نہیں ہوتی۔ تھوڑی ترقی پر صبر ہوتا ہے۔ دولت سے محبت ہوتی ہے
غور و تامل کے ساتھ کام ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے جوانی میں دل اُمنگوں سے بھرا ہوتا ہی
اپنے اوضاع و اطوار کو عقل روز بروز سرعت سے درست کرتا ہے۔ عزت پر مرتا ہی
نیکی کی تعظیم کرتا ہی۔ عالی ہمتی اور خوش نصیبی کے حوالہ اپنے تئیں کرتا ہی۔ اولاد جو اپنی نیک
نیتی سے کوئی نیک کام کرنا چاہتی ہے تو بوڑھا باپ اپنے تجربہ کے سبب سے اُس میں شک
پیدا کرتا ہے۔ اُس کی تیزی و سرعت سے ناراض ہوتا ہے۔ اولاد کو باپ کا یہ تامل
اور شک ناپسند ہوتا ہے غرض اس طرح رفتہ رفتہ ان کی باہمی محبت و الفت میں فرق ہوتا
جاتا ہی گویہ اس طرح کا نفاق ضروری نہیں ہی لیکن ایسا کم اتفاق ہوتا ہی کہ کسی خاندان میں

کل آدمی نکوکار اور پرہیزگار ہی ہوں۔ اگر خاندان میں ایک بھی بد ہوگا تو رشتہ اتفاق گسستہ ہو جائیگا۔ ایک مچھلی سارے جل کو گندہ کرتی ہے۔ اس سے زیادہ دشوار امر یہ ہے کہ نیکوں ہی میں ناموافقت نہیں ہوتی بلکہ بھلوں میں بھی اتفاق نہیں ہوتا جب نیکیاں حد اعتدال سے تجاوز کرینگی تو ان میں اختلاف پیدا ہوگا۔ نیکیاں بھی آپس میں متضاد ہوتی ہیں ایک کفایت شعار ہو۔ دوسرا سخاوت شعار۔ تو دونو میں ضرور اختلاف ہوگا۔ ایک شخص کی نیک عقل و صلاحیت سے اتنے آدمی خوشی نہیں حاصل کر سکتے جتنے ایک آدمی کی شرارت یا حماقت سے رنج و مصیبت اٹھاتے ہیں غرض خاندان میں نفاق فقط ایک آدمی کے برا ہونے سے پھیل جاتا ہے۔ اسلئے خاندان کا اتفاق اس پر موقوف ہے کہ کوئی ایک بھی خاندان میں برا نہ ہو۔ ایسا ہونا مشکل ہے اسلئے خاندان کا اتفاق دشوار ہے کو سعادتمند اولاد نیک اعمال والدین کی عزت و تعظیم کرتی ہے +

زندہ جو مردہ ہیں

بعض عاقلوں کی رای یہ ہے کہ انہیں آدمیوں کو سچ مچ زندہ کہہ سکتے ہیں جو اوروں کے فائدہ کے لئے مستحسن کام کرکے اور مفید صنائع بناکے شہرت دوام حاصل کرتے ہیں اس طرح مردوں اور زندوں میں آدمیوں کا تقسیم کرنا لوگ ایک خیالی مضمون جانینگے اور ہم کو کہینگے کہ ہم مضامین فقط خوش کرنے اور دل بہلانے کے لئے لکھتے ہیں کچھ یقین دلانے اور تعلیم کرنے کے لئے نہیں لکھتے پھر بھی ایک بار ہم کو سلاطر دیا کہ جس شخص کی زندگی سے اوروں کو فائدہ پہنچتا ہے وہ زندہ ہے اور نہیں مردہ۔ اس ہمارے خیال کو لوگ بہت پڑھینگے مگر یقین کم کرینگے اسلئے ہم اپنی خیال دانش آموز کی تائید میں بڑی شہادتیں پیش کرتے ہیں کہ بیکار نکما آدمی مردہ ہوتا ہے۔ فیثا غورث کے مدرسہ کا قاعدہ تھا کہ جو طالب العلم علم کے سیکھنے میں ہمت ہار دیتا اور سست کاہل ہو کر مدرسہ چھوڑ کر چلا جاتا تو اور طلبہ اس کی قبر بناتے اور قبر کی لوح پر یہ لکھ دیتے کہ وہ مر گیا تاکہ اور طلبہ کو اس سے عبرت آئے

کر دو اپنے تزکیہ و تکمیل نفس کی تحصیل کو چھوڑ کر ایسی کم بخت زندگی جو موت کی برابر ہی نہ اختیار کریں رومن کیتھولک عیسائیوں میں جو عورتیں تارک الدنیا بیراگن ہوتی ہیں وہ کفن اپنی ساتھ لیتی ہیں جس کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ اب ہم دُنیا کے کسی کام کے نہیں رہیں۔ مذہبی کتابوں میں اکثر مقامات پر نیک و متقدمین آدمیوں کو زندہ اور جاہل اور بدکاروں کو مُردہ سے تعبیر کیا ہے +

مُردوں کی تعداد میں وہ سب آدمی شامل ہیں خواہ وہ کسی قوم ملت مذہب مرتبے و نشان کے ہوں جو اپنا سارا وقت کھانے پینے کے درستی میں اور لباس بدن کی آرائش در دنیا اُس میں بسر کرتے ہیں۔ گو جاہل گنوار انہیں اصل مرد و زن جانتے ہیں غرض جو شخص اپنی حیات کے مقصد کو نہیں سمجھتا کوئی کام فائدہ مند نہیں کرتا وہ مُردہ ہے زندہ ہونے کے معنے یہ ہیں کہ انسان اپنے نفس کی تہذیب میں اور اوروں کے فائدہ پہنچانے میں اور لوگوں کے دلوں کے پاک کرنے میں سعی کرے اگر زندگی کی معنے یہ لئے جائینگے تو دُنیا کی بہت آبادی زندہ درگور ہو جائیگی اور سارا عالم گورستان بن جائیگا۔ یہ معلوم ہوگا کہ کوئی بیس برس کوئی تیس برس کا پیدا ہوا ہے۔ بعض مرنے سے پہلے فقط ایک ہی گھنٹے زندہ رہے ہیں۔ لاکھوں کروڑوں بغیر زندہ ہونے کے مُردہ ہو گئے۔ گو جاہلوں کی نظروں میں وہ زندہ نظر آتے ہوں مگر درحقیقت اُن میں زندہ تھوڑے ہی ہیں گو ان آدمیوں کو مُردہ سمجھتی ہیں مگر بہت سے ان میں اچھی رعیت ہیں گھروں میں صلح و خیر کے ساتھ رہتی ہیں محصول ادا کرتے ہیں اُن کی عمریں بھی برسوں کی ہیں مگر ان کی زندگی اتنی چند گھنٹوں یا دنوں کی ہوتی ہیں جو کار خیر میں گذرتی ہیں۔ ہمارا ان مضامین کے لکھنے سے بڑا مطلب یہی ہے کہ جو آدمی ایسے مُردہ ہو رہے ہیں اُن کو سکھا کر وہ اوروں کو اپنی زندگی کے فائدہ پہنچائیں زندہ کریں +

زرکسیس شاہ ایران اپنے لشکر فراواں کو دیکھ کر اس لئے رویا تھا کہ سو برس کے اندر کوئی اس

سپاہ میں سے زندہ نہیں بچیگا۔ مگر ہم بے اختیار آنکھوں میں آنسو بھر کے کہتے ہیں۔
کہ ابھی ہمارے بے شمار آدمیوں میں تھوڑے زندہ ہیں ہم دل سے کوشش کرتے
ہیں کہ اُن مُردوں کو زندہ بنائیں سُستی و کاہلی کی وبا جو اُنکو بیجان کر رہی ہے اُس کو دفع کر کے
اُن میں جان ڈالیں اِس اپنے کام میں نوجوانوں کے زندہ کرنے کی تو نہایت قوی
امید ہے لیکن بوڑھوں سے کچھ امید نہیں وہ مرے ہی بھلے +

نیکی و عیش

ہرکیولیز یعنی (یونانیوں کا دیوتا) کی نوجوانی کا عالم تھا وہ اس دھن میں رہتا تھا
کہ زندگی کا کیا دستور العمل تجویز کروں کہ جس کے موافق عمل کرنے سے میری عمر خوشی کے ساتھ
بسر ہو۔ اسی سوچ بچار میں وہ ایک دن کسی سنسان جنگل میں جا نکلا۔ اس نے دیکھا کہ سامنے سے
بڑی تنومند و قد آور دو عورتیں اس کے پاس چلی آتی ہیں ایک عورت کا لباس نفیس و
پاکیزہ برف سے زیادہ اُجلا تھا۔ وہ عجب حُسن خداداد رکھتی تھی اس کے سارے اداو
انداز و حرکات و سکنات میں حیا و شرم کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی حیا کے مارے
آنکھیں نیچے کیے ہوئی تھی اوپر نظر نہ اُٹھاتی تھی۔ دوسری عورت کی پوشاک بھڑکیلی رنگ
برنگ کی چمکتی تھی۔ چہرہ میں سُرخی جھلکتی تھی۔ غازہ و گلگونہ کے رنگوں نے اور زیادہ سُرخ
و سفید بنا دیا تھا صحت و تندرستی اس کے چہرہ پر برستی تھی۔ حرکتیں ایسی شوخ شوخ
کرتی تھی کہ جن سے اُس کی صورت اور بھی بھلی لگتی تھی وہ ایسی خوبصورت نہ تھی۔
جیسی وہ اپنے تئیں خوبصورت دکھانا چاہتی تھی۔ بار بار مُڑ مُڑ کر اپنے سایہ کو دیکھتی تھی
ہر حرکت اپنی کسی مطلب کے لئے کرتی تھی۔ پندار و تکبر سے بھری ہوئی تھی
پہلے اپنے تئیں دیکھتی تھی پھر اپنے دیکھنے والوں پر اس نظر سے نظر ڈالتی تھی کہ کس وقعت
کی نگاہ سے اُسے دیکھ رہے ہیں۔ اس نے پہلے آگے قدم بڑھا کے نہایت ادب و
تعظیم کے ساتھ ہرکیولیز سے یہ عرض کی کہ میری جان تم جو یہ بیٹھے تردد کر رہے ہو کہ

کیونکر زندگی بسر کروں اسے چھوڑ کر بے تامل میری ہمدم اور ہم قدم بنو۔ میں تم کو خوشی کے خزانہ کا مالک بناؤں گی۔ رنج و غم دکھ درد کو کبھی پاس پھٹکنے نہ دوں گی سارے کا سو کے بکھیڑوں سے چھپاؤنگی صلح یا جنگ کے معاملات میں ترددات کو پاس نہ آنے دونگی۔ حواس خمسہ کو یوں محظوظ کرونگی۔ دسترخوان پر طرح طرح کے مزہ دار کھانے چنونگی جن کی خوشبو سے دماغ مہک جائیگا۔ سیوتی کے پھولوں کی سیجیں بچھاؤنگی خوشبوؤں کا مینہ برساؤنگی۔ پریوں کا جمگھٹ آپکے گرد لگاؤنگی۔ مطربان خوش نوا کے نغمے سنواؤنگی۔ بس تمام تردد اور تفکر کو سلام کرکے میری ساتھ اس عالم مسرت میں چلا آ۔ جہاں کوئی تکلیف و رنج نہیں۔ ہرکیولیز نے جب اس عورت کی یہ خوش بیانی سنی تو۔ اس نے نام اس کا پوچھا جس کا جواب اسنے یہ دیا کہ میرے قدرشناس عزیز دوست تو میرا نام راحت لیتے ہیں میری دشمن مجھے بدنام کرنے کے واسطے عیش کہتے ہیں دوسری عورت عیش کی یہ باتیں سنکر ہرکیولیز کے سامنے یوں سخن آرا ہوئی کہ میں تجھ سے اس لئے مخاطب ہوتی ہوں کہ تو دیوتاؤں کی اولاد ہے تو نیکی کو عزیز رکھ کہ جس سے تیرا نیک نہاد ہونا ثابت ہو اور ان کاموں پر توجہ کر۔ جو تیری عمر کے مناسب حال ہوں تو اپنے کاموں سے اپنے تئیں بھی اور مجھے بھی بقاء دوام بخش۔ میں پہلے اس سے کہ تجھے اپنا ہم صحبت اور ہمراہ بناؤں۔ اپنی صاف دلی کے سبب سے یہ کہہ دیتی ہوں کہ یہ سچا مسئلہ مسلم ہی کہ کوئی قیمتی چیز ہاتھ نہیں لگتی جب تک اس کی قیمت میں محنت مشقت نہ دی جائے دیوتاؤں نے تمام اصلی خوشیوں کے واسطے ایک قیمت مقرر کی ہی۔ خدا کی مہربانی جب تک نہیں لگتی کہ عبادت میں ریاضت نہ کی جائے نیک آدمیوں کے دلوں میں محبت نہیں پیدا ہوتی جب تک ان پر کوئی احسان نہیں کیا جائے۔ ملک میں عزت و آبرو نہیں پیدا ہوتی ۔ جبتک کوئی اس کی حسن خدمت نہ بجا لائی جای صلح یا جنگ میں عظمت و بزرگی جب تک نہیں حاصل ہوتی کہ کوئی کار بزرگ نہ کیا جای۔ غرض جو مسرت و نشاط میری سبب سے

حاصل ہوگی اسکے واسطے بعض شرائط ضرور ہیں۔ یہ وہ کہہ ہی رہی تھی کہ عیش نے اُس کی بات کاٹ کے عرض کی کہ حضور یہ عورت خود کہتی ہی کہ اُس کی خوشی کی راہ طویل و مشکل گذار ہی میں نے جو خوشی کی راہ بتائی ہی وہ مختصر اور آسان گذار ہی۔ عیش کی یہ باتیں سنکر وہ عورت طیش میں بھر آئی اور اُس کو ہم او حقارت کی نگاہ سی دیکھ کر ایک آہ بھری اور یہ بات کہنے لگی کہ عیش یہ بتا کہ کون سی خوشی تو پیش کرتی ہی۔ کیا کوئی نئی اشتہا جو خدا نے انسان میں نہیں پیدا کی وہ تو پیدا کرتی ہی۔ کیا بغیر اشتہا کے کھانا کھلاتی ہی۔ بغیر پیاس کے پانی پلا سکتی ہی۔ بغیر تکان سلا سکتی ہی۔ جب تک اشتہا میں کمی نہیں ان کو بجھاتی ہی۔ تجھ کو کوئی راگ اپنی تعریف کے سوا اچھا ہی نہیں معلوم ہوتا۔ کوئی کام اپنی ہاتھ کے کام کے سوا اچھا نہیں لگتا۔ جو تیرا چیلا بنا اُس نے اپنی نوجوانی جھوٹی خوشیوں کی نیند میں گنوائی اور بڑھاپے کے لئے عذاب جان مول لیا۔ میں ہوتا و نیک خصائل پاکیزہ شمائلوں کی سچی وفادار دوست ہوں۔ کاریگروں کی مددگار۔ کنبے کے سرپرستوں کی محافظ۔ نوکروں کی سرپرست۔ سچی فیاضی اور دوستی کی رفیق۔ میری مریدوں کے دسترخوانوں پر بڑے مزہ دار کھانے چنے جاتے ہیں گو وہ گراں بہا نہیں ہوتے اور کوئی شخص ان پر بلایا ہی نہیں جاتا۔ جب تک کہ اُس کو بھوک پیاس نہ ہو۔ ان کی نیندیں گہری تندرستوں کی سی ہوتی ہیں۔ وہ خوشی کے ساتھ چلتے پھرتے بڑھتے ہیں واقف کار آشنا ان کو عزیز رکھتی ہیں جب ان کی محنت مشقت ختم ہو جاتی ہی تو آئندہ نسلیں ان کی ممنون ہوتی ہیں سارا ملک ان کی عزت کرتا ہے بوڑھے ان کی تعریف کرتے ہیں جوان ان سے محبت رکھتی ہیں * خلاصہ اس تشبیہ کا یہ ہی کہ عیش اپنی صورت کو دلکش و دلربا بناتا ہی مگر آخر کو وہ مسخ ہو کر مار واژدہی کی شکل کا ہو جاتا ہی کوئی حقیقی حسن اُس میں ہوتا نہیں جو پائدار ہو بناؤ سنگار کا حسن اُس کا مستعار ہوتا ہی۔ وہ تھوڑی دیر کے لئے جوبن دکھا دیتا ہی پھر کچھ نہیں اسی کو لوگ اصل حسن سمجھ کر فریفتہ ہونے لگتے ہیں اور آخر کو خراب خستہ ہوتے ہیں اس تشبیہ میں نام ہرکیولیز کا لیا گیا ہے جس نے ابتدا ہی عمر سے گرز ہاتھ میں لے کر اور شیر کا پوستین پہن کر

ظالموں اور راکھشسوں کا مارنا شروع کیا تھا۔
اگرچہ تم ہرکیولیز سے عالی رتبہ و ذی جاہ نہیں ہو سکتے کہ کام بڑی دھوم دھام کے کرو جس سے نام ہو۔ مگر تم ہر شخص خواہ کوئی کیسا ہی غریب ہو۔ منصف۔ ایمان دار۔ راست گفتار اعتدال شعار بن سکتا ہے بس ایسے تم بنو گو ہرکیولیز سے عالیجاہ نہ ہو ✽

مستحق کو اپنا حق عدالت سے ملنا

ایک باغ مجھے پسند تھا۔ اُس میں سیر کرنے ایک دن گیا۔ وہاں مجھے اپنے دوست آشناؤں ہمسایوں کا خیال آیا کہ بعض اُن میں ایسے کم نصیب تھے کہ عمر اُن کی ختم ہونے کو آئی۔ مگر ایک دن بھی کوئی ترقی کا نصیب ہوا۔ بعضے ایسے خوش نصیب تھے کہ اُن کو نوجوانی میں دولت۔ عزت شہرت۔ حاصل ہوگئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں میں دولت و عزت خدا تعالیٰ کی نعمتیں انصاف سے نہیں تقسیم ہوئیں اسی سوچ بچار میں رات ہوگئی کہ دفعۃً نظر آسمان پر جا پڑی جہاں شان کبریائی جلوہ فرما تھی صحیفہ فطرت کے مطالعہ سے جو خوش ہونے والے ہیں اُن کو آسمان کا ورق زر اندود جو صانع قدرت کی حکمت بالغہ کا سبق پڑھاتا ہے وہ کوئی اور ورق نہیں سکھاتا ہے۔ یہی حکمت مذہب کی اور مذہب اس حکمت کی باہم معاونت کرتے ہیں مطلع صاف تھا آدھی آسمان پر ستارے جگمگا رہے تھے۔ برج صاف نظر آتے تھے۔ چند گھنٹے میں اس تماشے کو دیکھتا رہا جس طرح حیوان ناطق کو چاہئے۔ پھر میں اپنے گھر جا کر سو رہا۔ بیداری میں جو آسمان کا نقشہ دیکھا تھا۔ قوت متخیلہ نے خواب کی صورت میں پھر اُس کو دکھایا۔ میں بہت غور سے بروج آسمانی کو دیکھنے لگا کہ برج میزان پر نظر جا پڑی۔ وہاں دفعۃً ایسی عجیب و غریب روشنی ہوئی کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ آدھی رات کو سورج نکل آیا جب یہ روشنی وسعت اور تیزی میں بڑھی تو وہ زمین کی طرف چلی پھر مجھے ایک سایہ بڑی شان کے ساتھ پھرتا ہوا نظر آیا۔ میں نے غور سے اُس کو دیکھا تو تھوڑی دیر کے بعد اُس میں ایک عورت نظر آئی میں نے خیال کیا شاید یہ کوئی عرش ہے یا خود عقل ہے جو برج میزان کی رہنمائی کرتی ہے مگر میں نے اُس کو پاس جا کر دیکھا تو اُس کی

شکل میں وہ تمام علامتیں دیکھیں جو عدالت کے دیوی میں اکثر بیان کی جاتی ہیں اُسکے
چہرہ پر وہ جاہ و جلال برستا تھا کہ جن کی آنکھیں حسن جمال کی متحمل ہو سکتی ہیں اُنکو وہ نہایت
جمیلہ دکھائی دیتی تھی آدمیوں کو اُس کا تبسم عبرت ناک بنا کے ہنستا تھا اور اُس کا تیوری
چڑھانا مایوسی سے ڈرا کر یہ دلاتا تھا۔ اُسکے ہاتھ میں راستی کا آئینہ تھا جس میں ایک ایسی روشنی
کی رو رواں تھی۔ کہ دوپہر کو بجلی کی چمک معلوم ہوتی تھی۔ جس وقت آئینہ کو وہ ہلاتی تو زمین
آسمان سارا روشن ہو جاتے تھے جب وہ میرے پاس ایسی آئی کہ اُس کی صورت دکھائی
اور آواز سنائی دینے لگی تو اُمٹ اُس لیئے کہ خلق اسے اچھی طرح دیکھے تا بکی اور بادلوں کو اپنے
اوپر چھالیا۔ اس طرح اُس کی روشنی کیا نظر کو خیرہ کرتی تھی یا اُس میں ہزاروں رنگ ابور
سائے نظر آنے لگے۔ خلق اس تماشہ کو دیکھ کر متحیر ہوئی اور ایک وسیع میدان میں جمع ہوئی
اُس میں بھی سب قسم کے آدمی نظر آتے تھے۔ بادلوں ہی اُس کی ایک آواز آئی کہ میں یہاں اس لئے
آئی ہوں کہ حق داروں کو حق دلاؤں اور جن کی حق تلفی ہو گئی ہے اُن کی حق رسانی کروں
اس اعلان سے جو خلق میں خوف و امید اور خوشی و رنج پیدا ہوئی وہ بیان نہیں ہو سکتے
پہلا حکم یہ صادر ہوا کہ جن کے پاس دولت و جائداد ہے وہ اُس کی دستاویزیں اُس کے اصلی
مالکوں کو وہ دلائی جائینگی۔ یہ حکم سنکر ساری خلق اپنی تمام دستاویزوں جائدادوں کو
جیسے۔ کاغذ۔ موم پر لکھی ہوئی تھیں یا کچھ اور طرح کی تھیں لائی۔ پس عدالت نے راستی کے
آئینہ کو ہاتھ میں لیا۔ جو ہیں اُس کی روشنی ان دو یزوں پر پڑی۔ وہیں جو جعلی
دغا و فریب کی دستاویزیں تھیں اُن میں آگ لگ گئی بعضی تو بالکل جل کر خاک ہو گئیں
بعض کی دو تین سطریں جل کر رہ گئیں کسی کا بین السطور جلا کسی کا آخر خاتمہ۔ غرض جو حصہ
جعلی تھا وہ سلامت نہ رہا۔ کاغذوں کا جلنا۔ موم کی مہروں میں سے شعلوں کا اُٹھنا چمڑے کا
چرمر ہونا ایک عجب تماشا دکھاتا تھا۔ پھر اُس کی روشنی دنیا کے تاریک سے تاریک حصوں
میں چمکی اور جہاں جہاں اتفاقات اور درازی زمانہ کے ہاتھ سے چھپی ہوئی دستاویزیں

پڑی تھیں وہ اس روشنی میں سب نکل آئیں اس سے عجب انقلاب عظیم واقع ہوا کہ جو غصب و مکر و دغا
جعل فریب چوری غارت گری۔ رشوت دینے سے نعمتیں ہاتھ لگیں تھیں انکا ڈھیر لگایا گیا۔ اُن کا
نام کوہستان بحالی رکھا گیا۔ ستم رسیدہ مظلوم سب بلائے گئے جو اُن کا مال تھا وہ اُن کو
دلایا گیا۔ حق بحقدار رسید کا معاملہ ہوا۔ بہت سے آدمی چیتھڑے لگائے لیتڑے پہنے آئے تھے جنہوں
نے اُن آدمیوں کے کپڑے بدلے جو زردوزی کے لباس پہنے ہوئے تھے۔ غرض اِس حکم سے بعض امیر
متوسط حال میں ہو گئے بعض بڑے صاحب جائدادوں کے پاس اتنا سرمایہ تھا کہ جس سے اپنی
اوقات گذاری کر سکیں سب سے زیادہ افسوس کا مقام یہ تھا کہ ایک بازار کا بزاز جس کی بڑی
ساکھ تھی وہ دوالیہ ہو گیا۔ بعد اسی حکم کے دوسرا حکم یہ صادر ہوا کہ لوگ اپنے اپنے خاندانوں کو ساتھ
لے کر جدا جدا کھڑے ہوں جب وہ سب کھڑے ہوئے جب آئینہ اُن پر چمکا تو ہر بچہ میں یہ
سمجھ آگئی کہ وہ اپنے اصلی ماباپوں پاس چلا جائے جب یہ بچے اپنے ماباپوں پاس جانے لگے تو بڑا
تہلکہ مچا۔ یہ واقعہ بھی بڑا غمناک و ہولناک تھا کہ ابھی ایک شخص بہت سے بچوں کا باپ بنا ہوا
کھڑا تھا کہ اُس کے بیٹے بیٹیاں سب چھن گئیں وہ اکیلا رہ گیا۔ ایک بچہ جسکو امید تھی کہ
ایک بڑی جائداد کا وارث ہوگا اب ایک کوچوان کی مہربانی کا متوقع ہے۔ ایک امیر کا
لڑکا اپنے گھر کے خدمتگار کا بیٹا بن گیا۔ بہت سے آدمی جو اپنے تجرد پر فخر و ناز کرتے تھے
وہ بہت سے بچوں کے باپ بن گئے۔ ان مربیوں کی تبدیلی سے چاہئے تھا کہ آہ و فغاں کا بڑا
غل شور مچتا مگر یہ ایک مصیبت عام تھی سوا اس کے جن کے بچے چھٹتے تھے وہ اکثر اُن کے
دوستوں ہی کے پاس جاتے تھے جن سے اُن کی تسلی ہوتی تھی۔ پھر تیسرا حکم یہ صادر ہوا کہ
تمام معزز و اعلیٰ عہدے و خدمتیں اُن آدمیوں کو دی جائینگی جو سب سے زیادہ لائق و فائق
صاحب کمال ہونگے۔ خوبصورت۔ زور آور۔ دولتمند۔ ان عہدوں کے لینے کے لئے لپکے
مگر جب آئینہ کی روشنی ان پر پڑی تو وہ اس کے متحمل نہ ہوئے اور الٹے پاؤں ہٹ کر
ہجوم خلائق میں منتشر ہو گئے۔ پھر عدالت نے اپنے آئینہ کی روشنی میں ہر ایک کا امتحان

اس طرح شروع کیا جیسے کہ عقاب اپنے بچوں کا آفتاب کی روشنی میں کرتا ہی تو جو لوگ علم
نیکی - کارکنی - ملکی جنگی مہمات میں ممتاز نہ تھے - سب نے اپنا منہ پھیر لیا - جو اُس کے بعد باقی
رہی اُن کی منتخب جماعت وسط ایوانِ عام میں کھڑی ہوئی اور آدمی ہر چہار طرف اُن کو
گھیرے ہوئے اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے کاہل سست آدمی پلٹن کی قواعد کو چاروں طرف
کھڑے ہو کر دیکھتے ہیں - اب اس جماعت کی تین صفیں بنائی گئیں ایک نیک آدمیوں کی
دوسری علم والوں کی - تیسرے کارگزاروں کی - اوّل صف کی طرف مشکل تھا کہ کوئی ادب
کی نگاہ سے نہ دیکھے - ان کے چہروں پر صدق و صفا کا نور چمکتا تھا - اُن کی نگاہ میں عفو و خوش
موجود تھے صورت سے استقلال و ثبات - جرأت و ہمت - دکھائی دیتی تھی - نیکی کی مخفی
عادتیں ان کے اوضاع و اطوار کو نہایت پسندیدہ بنا یا تھا - دوسری صف میں صاحب
علم تھے انھوں نے آگے پیچھے کھڑے ہونے میں اور ترتیب مراتب میں بڑا جھگڑا کیا - اور جب تک
نچلے نہ بیٹھے کہ عدالت نے یہ حکم قطعی نہیں نافذ کیا - کہ عالم جو ذکاوت اور عقل ایسی رکھتے ہیں
کہ خود موجد ہیں وہ صف کے سرے پر کھڑے رہیں - جو ایسے عالم ہیں کہ انھوں نے اوروں
کی تصنیفات کے مطالعہ میں عرق ریزی کی ہی وہ ان کے بعد کھڑے ہوں سب سے پیچھے ان لوگوں کی
صف ہو جو ذکاوت زیادہ عقل سے اور علم زیادہ فہم سے رکھتے ہیں - تمام زندہ مصنف
ایک صف میں کھڑے کیے گئے جن میں بہت سے اخباروں کے اڈیٹر عیب بین نکتہ چین و
شارح - نجومی تھے - ان سب نے مل کر دعویٰ کیا کہ ہم کو اوّل صف میں جگہ ملنی چاہیے - مگر
عدالت نے اس درخواست کو نامنظور کر کے حکم یہ فرمایا کہ تم اپنے تئیں عالم نہ جانو بلکہ
اپنے تئیں عالموں کا خدمتگار سمجھو اُن کے پیچھے کھڑے رہو - جو صف کارگزاروں کی تھی - ان میں
ملکی و جنگی مہمات کے کارگزار اہل سیف و اہل قلم آگے بڑھے اور باقی اور آن کے سامنے کھڑے ہوئے
اگرچہ اس پیش قدمی پر بہت آدمیوں نے سر ہلایا - مگر جھگڑا آن ہی کرنا مناسب جانا
جب تینوں صفوں کی ترتیب ہو چکی تو یہ دیکھا سنا یا گیا کہ جن آدمیوں میں تینوں صفتیں خوا

وہ کسی درجہ کی ہوں پائی جاتی ہیں وہ اعلی عہدے پائیں اور بعد ان کے جو دو صفتیں
تمیز ان میں سے رکھتے ہوں وہ دوسرے درجے کے عہدے پائیں جن میں صرف ایک ہی
صفت ہو تو وہ اپنے مناسب حال نوکریاں پائیں اس طرح بہت سی خدمتیں ایسی کہ
جن میں صرف اعتبار و اعتماد کی ضرورت ہوتی ہے خالی رہیں تو ان کے واسطے یہ تجویز
کی کہ جن آدمیوں میں یہ صفات شائستہ ظاہری پائی جائینگی - یا جن کی وہ صفات
والے سفارش کریں وہ کسی خدمات پر مامور کئے جائیں - اس طرح بہت سے
آدمی ان عہدوں پر مقرر کئے مجھے اس سے بڑی خوشی ہوئی کہ اکثر ان میں سے میرے دوست تھے

غرور

انسان کی طبیعت کے ساتھ جیسا غرور کو اختلاط ہے ایسا کسی اور خصلت کو
نہیں ہے وہ ہزاروں روپ بدلتا ہے لاکھوں طرح سے اپنی نشانیاں دکھاتا ہے
ہر شخص جانتا ہے کہ وہ میرے دل میں رہتا ہے مگر اپنے ہمسایہ کے دل میں اسے دیکھ کر
تعجب کرتا ہے - نہایت ذلیل اور رذیل آدمیوں میں بھی وہ اپنے جلوے دکھاتا ہے
ایک جوتیاں گانٹھنے والا چمار تھا جس کو بالطبع اپنی تعظیم پسند تھی اس نے ایک لکڑی
کی پتلی بنائی جو اس کے آگے بڑے ادب سے جھکی ہوئی کھڑی رہتی گویا یہ عکوس بت پرستی تھی
یعنی قاعدہ ہے کہ آدمی بت کو پوجتا ہے یہاں آدمی کو الٹا بت پوجتا تھا جب چمار
تک میں یہ شوق ہو تو اس سے اوپر کے درجہ کے آدمیوں میں اور ان سے اعلے
مرتبہ کے آدمیوں میں اور زیادہ کیوں نہ ہو - چمار میں غرور جب مضحکہ کے قابل
ہو تو اور بڑے آدمیوں میں کیوں نہ وہ ہنسی کے قابل ہو گا - ہر برائی کے
مقابلہ میں ایک نیکی ہوتی ہے - پاکی کو ناپاکی دور کرتی ہے آزادی کو طمع
کھوتی ہے مگر غرور مرض متعدی کی طرح سارے تندرست اعضا کو خراب کرتا ہے
اور ہر نیک کام کو بگاڑتا ہے اور اس کی خوبی و خوشنمائی کو بدنما بناتا ہے

غرور کی بنیاد حماقت ہی۔ اور اُس کے اوپر بڑی ڈینگ کی ہوتی ہو جب احمقوں کا بنانا آسان ہے۔ ویسا ہی مغروروں کا غرور اگر سربلند ہو جاتا ہے تو تھوڑی دیر کے بعد پھر خاک میں ملجاتا ہی +

(۲) یہ بھی ایک بڑی غرور کی بات ہے۔ کہ کوئی شخص کہے کہ مجھ میں غرور نہیں۔ اگر آدمی گناہگار نہ ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ مغرور ہوتا۔ اگر جاہل نہ ہوتا تو بھی غرور نہ کرتا اگر وہ کم بخت سبب زود نہ ہوتا تو نخوت کے پاس جاتا۔ انہیں کے سبب سے آدمی مغرور ہوتا ہے اور انہیں کے سبب سے اس کو مغرور ہونا نہیں چاہیے +

(۳) مغروروں کے سوا سب اس عقیدہ کو تسلیم کرتے ہیں کہ مخلوقات میں مغرور نہایت حقارت کے قابل ہے جس نے غرور کو اپنے دل کا ہم صحبت بنایا۔ اُس نے اپنی مسرت کو گھٹایا اور ذلت کو بڑھایا۔ غرور مغالطے میں ڈالتا ہی۔ سرکش و ہیکڑ بناتا ہے۔ گو غرور کرنا احمقوں کا کام ہی۔ مگر بعض اوقات عقلمندوں کے پیچھے بھی یہ بلا لگ جاتی ہے۔ مگر وہ سمجھ جاتے ہے یا خود سمجھتے ہیں اُس سے پیچھا چھڑا لیتے ہیں۔ ایک یونانی حکیم کا مقولہ کہ محض چلاتا ہے کہ اگر تم مغرور ہو تو بڑے احمق ہو۔ غرور انسان کے واسطے نہیں بنایا گیا۔ مشت خاک کو غرور کرنا کیا ہے۔ یوں تو سب جگہ غرور بُرا ہے ہمیشہ مغرور ذلیل ہوا ہی۔ مگر خاص کر اب ہندوستان میں مغروروں کی بڑی مٹی پلید ہوتی ہی۔ اس زمین جو لوگ اب رہتے ہیں وہ روز بروز اپنی آزادی سے آشنا ہوتے جاتے ہیں آزادی کا مقتضا یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے بے خوف و خطر ہو جائے۔ گو کوئی طعن و تشنیع اُسے دے۔ تو وہ اُس کے انتقام میں زیادہ سرگرم و زبان دراز ہو۔ غرض اب اس ملک کی حالت ایسی ہوتی جاتی ہی کہ مغروروں کے معدے کے لئے غذا نہم پہنچنی اور ان کی ضیافت ہونی دشوار ہوتی جاتی ہی۔ اس لئے اُن کو رونا پڑتا ہے۔ اب وہ دن گئے کہ اہل نخوت کو لوگ جھک جھک سلام کریں۔ اور وہ اُن کے جواب میں مکھیاں اڑائیں۔

یعنے عوام الناس اپنے حقوق اور قوت کو جانتے ہیں اور اُن کو سمجھتے ہیں کہ وہ ہمکو کسی طرح کا آزار نہیں دے سکتے۔ نہ ہم سے غلامی کرا سکتے ہیں نہ وہ ہم پر مکا چلا سکتے ہیں نہ لات ما سکتے ہیں نہ ہم پر جوتی اٹھا سکتے ہیں نہ اپنی پالکی کے آگے سے ہم کو ہٹا سکتے ہیں غرض بے نخوت سراسر ذلت ہی نہیں بلکہ محل خوف و خطر ہے۔ مغرور کا کوئی آدمی دوست نہیں ہوتا اسلئے کہ دوستی میں مساوات کی ضرورت ہے جو اُس کو پسند نہیں اُس کو کوئی نصیحت نہیں کر سکتا۔ اسلئے کہ ناصح ہونے میں برتری کی ضرورت ہے جس سے اُسے نفرت ہے۔ غرض وہ یوں عقل و علم دونوں سے محروم رہتا ہے۔ غرور سے جہالت اور جہالت سے غرور پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے مغرور زمانہ کی شکایت ہمیشہ کیا کرتا ہے۔ غرور نہ اپنی ذات کے لئے نہ اوروں کے لئے نہ خدا کے نزدیک اچھا ہے۔ غصہ کو تو تھوڑی دیر کی لوگ دیوانگی کہتے ہیں مگر غرور ہمیشہ کی دیوانگی ہوتی ہے۔ اب مغرور کو سوچنا چاہئے کہ غرور کر کے کیوں لوگوں کی نظروں میں حقیر بنوں۔ احمق دیوانہ کہلاؤں۔ ناحق غلط اپنے تئیں برتر سمجھ کر اپنے بھائی بندوں کی نظروں میں کمتر بنوں +

(۴) مغرور۔ اُلّو ہوتا ہے۔ جو اپنے پروں کو پھلاتا ہے کہ میرا جسم بڑا معلوم ہو۔ وہ احمق ہوتا ہے کہ دل میں کی ہانڈی کی طرح اُبلتا اور پھولتا ہے بر خود غلط ہونے کا ایسا پھوڑا اور ورم دل میں ہوتا ہے کہ اُس کا کوئی عضو چین سے نہیں رہتا۔ خود بینی کا گلگونہ وہ اپنے چہرہ پر ملکر اپنا آپ صنم بن جاتا ہے وہ خود بہادر بن کر اپنی محافلت میں اپنی خوبیوں کی تحسین و آفریں کا قصیدہ پڑھتا ہے وہ اپنی ذات کو بت بنا کر بت پرست و خود پرست ہو جاتا ہے۔ وہ اپنا آپ ہی پیارا عزیز ہوتا ہے۔ وہ اپنی لیاقتوں کو بنی آدم سے آگے بڑھا ہوا جانتا ہے وہ اوروں کو اپنے پاس بیٹھنے کے لائق نہیں سمجھتا۔ اُن کو دور بٹھاتا ہے اور آپ صدر پر بیٹھتا ہے۔ اگر کسی کو کہتا ہے کہ میرے پاس بیٹھو تو جانتا ہے کہ میں نے اُس پر بڑا لطف و کرم کیا گویا مغرور کی

قیمت اصطبل میں بہ نسبت نخاس کے زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ اپنی خودی میں اپنی قیمت زیادہ سمجھتا ہے۔ غرور کے سبب وہ اپنی حقیقت بھی ایسا ناآشنا ہوتا ہے جیسے اور غیروں سے کیونکہ وہ اپنے آپ سمجھولا ہوا ہے کہ میں کیا ہوں جیسے چھوٹے ندی نالے پانی کی ذراسی طغیانی سے اپنے کناروں سے باہر ہو جاتے ہیں اور غل شور مچاتے ہیں اور جھاگ لاتے ہیں مگر جو گہرے دریا اور سمندر ہوتے ہیں کسی طغیانی سے اپنی حد سے باہر نہیں ہوتے ایسی ہی متکبر بیہتر ذرا سر بلند ہونے سے پھولے نہیں سماتے اچھلتے ہیں اور غل مچاتے ہیں اور اپنی حد سے باہر قدم نکالتے ہیں مگر جب نیچے اتر جاتے ہیں تو سوائے کیچڑ اور دلدل کے کچھ اور نہیں ہوتا۔ غرور کے دماغ کو جسم سے کچھ مناسبت نہیں ہوتی اس لئے وہ بڑ سرا دیو معلوم ہوتا ہے۔ اس کی بنیاد چھوٹی ہوتی ہے اور اس پر عمارت بہت بڑی بنی ہوتی ہے۔ ہم بھی اپنے تئیں نہیں دیکھ سکتے جب تک نیچے نہ دیکھیں یہ نیچی دیکھنا ہم کو ہماری قدر بتلاتا ہے۔ مادہ جتنا خفیف اور سبک ہوگا اتنا ہی وہ زیادہ جگہ گھیریگا جیسے کہ تکئے جب ہی پھولے ہوتے ہیں کہ پر داں روئی سے بھرے جاتے ہیں وہ کسی سخت چیز سے بھرے جاتے تو ایسے نہ ہوتے ایسی ہی مغرور کے دماغ میں ہلکی اور خفت بھری ہوتی ہے اس سبب سے وہ پھولا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

(۵) مغرور نامراد ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ادب اپنا چاہتا ہے جس کی عوض میں اس کو ذلت و خواری ملتی ہے۔ غرور فقط سوسائٹی کے لئے مضر نہیں ہوتا بلکہ خود مغرور کے حق میں کانٹے بوتا ہے۔ غرور کی قیمت پہاڑ کی برابر دینی پڑتی ہے۔ مرنے کے بعد بھی لعنت کا طوق گلے میں پڑا رہتا ہے۔

(۶) اگر تم یہ چاہتے ہو کہ خدا تعالیٰ اور انسان کے پیارے بنو تو غرور سے دور رہو۔ غرور دل میں ایک پھوڑا ہوتا ہے جو پھوٹ کر اپنا زہر تمام تیرے افعال میں پہنچاتا ہے وہ تیرے خزانہ کے لئے گھن ہے جو تمام تیری جائداد کو کھا جاتا ہے وہ کسی کا محب

ہوتا ہے - نہ محبوب - نیکیوں کی بےعزتی کرکے نیکوں کو ذلیل کرتا ہی - وہ اپنی بیہودہ شیخی سی بھلائی کو اپنے انعام سے محروم کرتا ہی - وہ اپنے خوشامدیوں کا دوست ہوتا ہی نخوت حسد کی ماں ہے - غضب و قہر کی دایہ - وہ گناہ شیطانی و شیطان انسانی ہی وہ بزرگوں سی عداوت - خُردوں سی نفرت - ہمسروں کی حقارت کرتا ہی خلاصہ یہ ہے کہ جبتک آدمی غرور سے نفرت نہیں کرتا خدا اُس سے نفرت رکھتا ہے +

(۷) عناد و فساد جو دُنیا کو رنج و تکلیف پہنچاتے ہیں اگر اُن کو غور سے دیکھیں تو اُن کا سبب غرور ہی معلوم ہوتا ہے - غرور خودرائی سے خود پرستی پیدا کرتا ہی جس کے سبب سے آدمی ان چیزوں کو جانتا ہی کہ میں سمجھتا ہوں جن سی بالکل وہ جاہل ہوتا ہے مغرور جنگلی چوہی کی طرح اپنے کانٹوں دار خول میں اس طرح لڑھکتا ہی کہ اُس کے نیچے نہیں دکھائی دیتے - وہ بی ایمانی کی جڑ ہے - وہ ایمان دار جبتک نہیں ہو سکتا کہ وہ غرور کو جوکھلڑی کی طرح اُس سے چمٹ رہا ہی نہ اُتارے - نہ ہل چلانے سی نہ ہینگا پھیرنے سی اُس کی زمین صاف ہوتی ہی اُس میں ہمیشہ سے کانٹے اُگتے ہیں - سب گناہوں سی زیادہ وہ پیٹھ پر کوڑی مارتا ہی - ایسا چھچھورا ہے کہ آدمی جانتا نہیں کہ کس طرح اُس کو پیچھا چھڑائے - آدمی کبھی اُس سے عداوت کرتا ہے کبھی محبت - کبھی اُس سی جھگڑتا ہی کبھی گلے لگاتا ہی - اُس سے ڈرتا ہی - مگر اُس کو اپنے سینہ میں جگہ دیتا ہی - بنی آدم دل میں کاشتکار سوروتی ہونے کا دعوی غرور کرتا ہے اور عجب کھاؤ ہی کہ مرغن کھانوں سے بھی پیٹ بھرتا ہے اور اوجھڑی سے بھی وہ جیسا جھونپڑوں میں گرم اور ہوشیار رہتا ہے - ایسا ہی محلوں میں - جیسا کہ اچھی نماز سے خوش ہوتا ہی ایسا ہی غلط فہموں سے +

(۸) غرور اور غصہ کا حال اُس لومڑی کا سا ہے کہ جس کا پیٹ ایسا بھرا ہو کہ وہ جس رستہ میں چلنا چاہتی ہو اُس سے بڑا اُس کا جسم ہو جائے کہ اس کو پھرنا اور نادم ہونا

پڑتے - غرور کے سبب سے جن لوگوں کو تمیز دیجاتی اُن کا حال اُن آدمیوں کا سا ہے کہ گھوڑے کی پیٹھ پر زین لگا کر سوار ہوں - غرور و غصہ دو نو اپنی کمینگی یوں بھی دکھاتے ہیں کہ وہ ڈرپوک ہوتی ہیں آدمی اُس سے غرور نہیں کرتا جس کو جانتا ہے کہ وہ سزا دے سکتا ہے اور اُس پر غصہ نہیں ہوتا جس کو اپنے سے بڑا جانتا ہے - جیسے جلتے ہوئے گھر سے ہر شخص بھاگتا ہے ایسے ہی مغرور اور غصیلے سے مفرور ہوتا ہے کیونکہ غرور دل میں اور غصہ چہرہ میں آتش سوزاں ہوتے ہیں -

آدمی اُس جانور کی طرح ہے جس کو بلندی کے سبب سے ساری دُنیا دیکھی - نہ بھڑ کی طرح کہ جو کوئی چھوئے اُسے ڈنک مارے +

(۹) غرور سے بہت سے کاموں میں بیشک سعی اور کوشش کرنے کے لئے ایک تحریک پیدا ہوتی ہے - مگر اُس سے جتنی برائی پیدا ہوتی ہے اتنی بھلائی نہیں - جو شخص اپنی لیاقت کا اندازہ ناحق غلط زیادہ کر لیتا ہے تو ضرور ہے کہ وہ اصلی کامیابی کی بھی کوشش کم کریگا جس کے سبب سے ناکام رہیگا - اور جب لوگ اُس پر اس سبب سے لعنت ملامت کرینگے تو وہ غصہ میں آن کر اور غلط کاری زیادہ کرنے لگے گا - تاریخ شہادت دیتی ہے کہ جن قوموں کی مہمات کی اصل بھی غرور تھا اور انھوں نے اپنی فتحمندی کی حالت میں یا اوروں سے انتقام لینے کی صورت میں اپنی قوت کو بڑا جانا تو اور غلطیوں پر غلطیاں کرتی ہوئی چلی گئیں اور آخر کو اُن کا سارا گھمنڈ ناک کے رستہ نکل گیا +

(۱۰) یہ کچھ ضرور نہیں کہ جو مغرور ہو وہ بد اور شریر ہو - بہت سے محقق صاحب علم بدوضع نہیں ہوتے اور ایسا چال چلن رکھتے ہیں کہ جو تعظیم کے قابل ہے مگر اُن کی تحقیق اور علم کا دائرہ ایسا فراخ ہوتا ہے کہ وہ اپنی عقل و دانش کی بزرگی کی سامنے کلام الٰہی کی توقیر نہیں کرتے وہ ان عقائد کے پابند نہیں ہوتے کہ لاکھوں

ہم مذہب اُن کے تسلیم کرتے ہیں وہ کچھ اپنی تحقیق اور علم سے اور ہی گھڑ لیتے ہیں اور اپنے عقل وعلم پر اُن کو وہ غرور ہوتا ہے کہ اُس کے آگے وہ کسی اور محقق کے تحقیق کی حقیقت نہیں گنتے وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اور محققوں کی تحقیق کو مغرورانہ نہ ماننا الف بے تے ان علموں کی پڑھنی ہے جنکی زبان میں ہم قدرت کامل حاصل کرنی چاہتے ہیں +

(۱۱) دانشمندوں میں جب مقابلہ ہوتا ہی تو ایک دوسرے کی بات مان لینی کو اپنا فائدہ جانتے ہیں۔ اور اُن میں جتنا مقابلہ سخت ہوتا ہی اُس کی برداشت اس طرح کرتے ہیں جیسے کہ اُون کا ڈھیر پتھر کی گرتا ہے کہ اُس کو وہ اٹھاتا ہے اور اپنے اندر رکھتا ہے۔ مگر دو مغروروں میں جب مقابلہ ہوتا ہی اُس کا حال ایسا ہوتا ہے جیسا کہ ایک پتھر پر پتھر گرتا ہی کہ ایک بڑا آوازہ ہوتا ہی۔ آگ نکلتی ہی اور شکستگی ہوتی ہی۔ بس ایک مغرور دوسرے سے ہمیشہ لڑتا رہتا ہے اور اُن کی حقارت کرتا ہے۔ اُن کے دلوں میں ایک طوفان بھرا ہوتا ہی جو باہر نکل کر غل مچاتا ہی غرور میں ہی ایک بات ہی کہ دوسری بُرائی میں نہیں۔ یہ اپنا آپ دشمن نہیں ہوتا ہے بلکہ عقل کا بھی بڑا دشمن ۔ اس میں اور دانشمندی میں سخت بیر ہے۔

(۱۲) دانائی تو صناعت کو میمون نیچر کا بناتی ہی اور غرور نیچر کو میمون صناعت کا بناتا ہے۔ دانشمند اپنا لباس اپنے جسم کے موافق تیار کرتا ہی۔ مغرور اپنی جسم کو لباس کے موافق بناتا ہے یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ مغرور اپنے تئیں نہ جانے کیونکہ جو وہ کل تھا آج اُس کی اصل نہیں ہی اور یہ کم تعجب کی بات ہی کہ نیک آدمی اپنی خودی کو بالکل فراموش کر دے۔ مجھے خوف کرنا چاہئے کہ میں اپنے ڈھانچ کو بدل لوں کہ خدا میرا مجھ سے بدلجائی اور اپنی مخلوق سی مجھ اس وجہ سی خارج کر دی کہ میں اُس کا بنایا ہوا نہیں رہا کچھ اور ہو گیا +

(۱۳) مغرور میں صرف خودی ہی خودی ہوتی ہی اُس کا سارا خیال اس میں بسا

رہتا ہے کہ میں کیا ہوں اور کیا خوبیاں اور وصف زیادہ رکھتا ہوں وہ اپنی آنکھوں کے سامنے چاروں طرف جہاں جاتا ہی اپنی خودی کے سایہ کو دیکھتا ہے تم ان خیالات سے ایسے بھاگو جیسے کہ بچھو سے بھاگتے ہو +

(۱۴۹) جب نخوت کی ہمراہ عزت ہوتی ہے تو وہ سربلندی میں اپنی خوبی عمدگی کھاتی ہے۔ مگر زمین پر خاکساری میں بڑی سربلندی ہے۔ جتنے خوش الحان پرند ہیں وہ زمین کے نزدیک رہتے ہیں۔ جتنے پھول خوش نما ہیں وہ زمین کے متصل اُگتے ہیں بس اگر ہم بھی سعادتمندی کی قدر جانیں تو زمین کی طرف جھکیں یعنی خاکساری اختیار کریں۔ تجھے اپنے دوست اور دشمن دونوں سے اپنے عیب و نقص دریافت کرنے چاہئیں کبھی غرور کرنا نہیں چاہئے۔ وہ تجھے ایسا اندھا کر دیگا کہ پھر عقل و رای کی غلطیاں نہیں سجھائی دینگی جسم میں جہاں خون تھوڑا ہوتا وہاں ہوا بھرتی ہی۔ جو دماغ عقل سے خالی ہوتا ہے وہ غرور سے بھرا ہوتا ہی غرور ندامت کا سبب ہوتا ہے مگر ندامت غرور کا سبب نہیں ہوتی +

(۱۵۰) فرصت کے وقت نہایت غور سے تم آدمی اور غرور کو خیال کرو تو معلوم ہوگا کہ انسان ایک بالشت برابر پتلا ایک بےحد و پایاں فضا میں اکڑا پھرتا ہے۔ وہ اس عالم کے ایک ذرہ پر بیٹھا ہوا ہے۔ ہوائے آسمانی کا ہر جھونکا موت کی سردی اس کو پہنچارہا ہے جیسے تار سے نغمہ نکلتا ہے اس طرح اس کی روح جسم سے نکل کر رات دن تیر رہی ہے۔ جیسے پتیہ پر گرد غلطاں ہوتی ہے اس طرح وہ آسمان کے ساتھ عالموں کی بھول بھلیاں میں چکر کھا رہا ہی اور تمام مخلوق الٰہی اس کے اوپر اور نیچے شعلہ زن ہے۔ جب یہ حال ہو تو انسان کو کیا زیبا ہی کہ وہ غرور کا تاج سر پر رکھ کر اپنے ہم جنسوں پر جن کے ساتھ وہ تھوڑے دنوں کے اندر خاک میں مل کر برابر ہو جائیگا برتری پر فخر کرے۔ کیا مغرور آدمی غلطی نہیں کرتا ہی۔ کیا وہ مرتا نہیں؟ کیا اس کو استدلال میں دشواریاں

نہیں پیش آتی؟ کیا وہ کام اس لئے نہیں کرتا کہ خوش ہو؟ کیا کوئی اُس کو مرض درد نہیں ہوتا؟ کیا مرنے کے بعد وہ قبر میں دفن ہونے سے بچ جاتا ہے۔ ان میں سے کوئی بات بھی اُس کو حاصل نہیں ہے۔ بس غرور انسان کی میراث نہیں ہے۔ عجز و انکسار اسکی ناتوانی کے ساتھ رہنے چاہئیں تاکہ اُس کی جہالت۔ غلط کاری نقصوں کا کفارہ دیتی

(۱۶) جو مغرور عاجزوں کو دباتا ہے۔ وہ عاجز کیا جاتا ہے۔ مگر خود عجز نہیں اختیار کرتا عزو محبت کا خون کرتا ہے۔ مغرور کو ہنسی کے قابل بناتا ہے۔ منکسر غرور و خودستائی سے دور بھاگتا ہے۔ خان بنیان وعظ کہہ کر منبر پر سے جب اترا تو لوگ اُس کی فصاحت بلاغت کی تعریف کرنے لگے۔ اس نے اُن کو روک کر کہا کہ تم کو ضرور نہیں کہ مجھے فصاحت بلاغت کی تعریف سناؤ۔ شیطان نے پہلے ہی منبر پر اترنے سے میرے کان اس سے بھر دیے

خاموشی۔

بعض وقات خاموشی فصیح بلیغ تقریروں سے زیادہ بکار آمد ہوتی ہے۔ اور روشن ضمیری اور عالی دماغی کو ظاہر کرتی ہے ع خموشی معنئے دارد کہ در گفتن نمی آید سخت کلامی سے زیادہ خوف دلاتی ہے بہت سی مثالیں تاریخ میں موجود ہیں اور روزمرہ وہ تجربہ میں آتی ہیں کہ ایک خاموشی ہزاروں جوابوں سے بہتر ہوتی ہے۔ ایک چپ کو ہرائی ہے سو جواب جاہلاں باشد خموشی ہو مشہور ہے۔ دانشمند وہاں چپ ہی ہو جاتے ہیں جہاں اُن کے برخلاف تعصب و جہالت کا زور شور ہوتا ہے۔ ان کی خاموشی سے خود بخود یہ زور شور کم ہو جاتا ہے۔ بت خانوں میں جو تھم تھم کر باجے بجتے ہیں تو اُن کی خاموشی میں ان کے بجنے سے کچھ کم لطف نہیں آتا۔

(۲) خاموشی بڑے زبردست کام کرتی ہے۔ اسی کا کام ہے کہ دل میں خیالات پر خیالات جماتی ہے اور اُن کو آفتاب کی طرح چمکاتی ہے

ولیوں کے ہونٹوں کے پٹ جب تک بند رہتے ہیں فیض الٰہی کا دروازہ

ان پر کھلا ہوتا ہے۔ راستی اور حق کی بارگاہ آسمانی تک رسائی خاموشی ہی ہوتی ہے ہی اسکی برج بڑی مضبوطی کے بنائی ہی تمام عناصر روحانیہ کو تقویت دیتی ہے۔ حسینوں کی خاموشی حسن کو دوبالا کردیتی ہی۔ ایک حسین عورت کی خاموشی مردوں کے بولنے کی برابری کرتی ہے ایک خاموشی تو یہ ہے کہ زبان سے کچھ نہ بولے۔ یہ بھی ایک نیکی ہی اور حد سے زیادہ ہونا بدی میں داخل ہے۔ دوسری خاموشی وہ ہے جو غیظ و غضب میں خواہش نفسانی کے روکنے میں کی جائے۔ اس سے دل کو بڑی راحت پہنچتی ہے۔ تیسری خاموشی وہ جو پریشان خیالی میں کی جائے۔ اس سے دل میں انتظام باقاعدہ ہوجاتا ہے جب آدمی جلی کٹی باتیں کسی سے کرتا ہے تو خود گرم ہوکر چہرہ کو انگارہ بناتا ہے۔ جن کو ایسی باتیں سناتا ہی اگر وہ سن کر خاموش ہو رہیں تو خوف کرنا چاہئے۔ ان کے دل میں اندر ہی اندر یا تو شیطنت کے منصوبے ہوتے ہونگے۔ یا نیک خیال دکھ درد رنج و تکلیف میں جو لوگ خاموش رہنا چاہتے ہیں وہ بڑے ضابطہ اور بڑی خوبیوں کے آدمی ہوتے ہیں اور جو غیظ و غضب میں آن کر غل مچا کے اپنے چہرہ کو پژمردہ کرتے ہیں وہ برے آدمی ہوتے ہیں۔ جہاں سچ باتیں نہ ہوتی ہوں اور بیوقوفی اور حمق کے کلام ہوتے ہوں وہاں تم چپ رہو۔ دیوتاؤں کی سرگوشی کی باتیں جب ہی سنائی دینگی کہ تم چپ ہوگے۔ جن کے زبان نہیں ہوتی وہ ذی ہوش سرتاپا چشم و گوش ہوتے ہیں۔

مسئلہ تناسخ

آج صبح کو میں بہت سویرے مرغ کی کوکڑوں کوں کا غل سنکر جاگا۔ اس کی آواز بھی عجیب تری تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بالقصد اپنی آواز ایسی نکالتا ہے کہ دور دور کے مخلوق کے آدمی جاگ اٹھیں اس سے میرے دل میں مسئلہ تناسخ کا خیال آیا کہ اگر وہ سچ ہو تو ضرور اس مرغ میں روح اس گھڑیالی کی ہوگی جو ہمیشہ سو جاتا ہوگا اور گھڑیال نہ بجاتا ہوگا اس کو یہ سزا دی گئی ہی کہ اس مرغ کے پروں کے

قفس میں قید کیا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ رات کی گھڑیاں گنا کرے اور سویرے اٹھ کے غل مچایا کرے کہ جس سے سارا محلہ جاگ اٹھے

جانوروں پر ظلم

ہم اپنی جان کی حفاظت اور راحت اور غذا کے لئے جانوروں کا خون کیا کرتے ہیں۔ یہ امر تو مجبوری کرنا پڑتا ہے مگر سوا اس کے فقط اپنے دل بہلانے اور تماشا دیکھنے کے لئے ان بیچاروں کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے ہیں بہت سے پرندوں اور جانوروں کو لڑاتے ہیں اور اُن کا تماشا دیکھتے ہیں مرغوں کو دیکھا ہوگا کہ پالی میں لڑنے سے وہ کیسے زخمی ہوتے ہیں۔ یہ ایسے تمام کھیل بیرحمی و سنگدلی کی ہوتے ہیں۔ اُن کے دیکھنے سے آدمی کا دل سخت ہوتا ہے۔ مگر جس چیز کا رواج ہو جاوے تو اُس کا روکنا مشکل ہے۔ ہر قوم کے خاص و عام میں اس قسم کے کھیلوں کا رواج ایسا ہو گیا ہے کہ اُن کا روکنا مشکل ہو گیا ہے۔ گو ان کی جان بچانے کے لئے اور تکلیف سے چھٹانے کے لئے بعض رحمدل اپنا روپیہ خرچ کرتے ہیں جیسا تم نے ہندوؤں کو دیکھا ہوگا کہ وہ چڑی ماروں کے ہاتھ سے۔ چڑیوں۔ کوؤں۔ چیلوں اور جانوروں کو چھٹاتے ہیں۔ اور جب دو جانوروں کو لڑتے دیکھتے ہیں تو اُن میں بیچ بچاؤ کر دیتے ہیں۔ مگر پھر بھی سیکڑوں آدمی اُن کو ناحق اذیت پہنچاتے ہیں اور اس میں اپنی مردانگی و دلاوری سمجھتے ہیں مگر حقیقت میں وہ نامردی اور بیرحمی ہے۔ یہ بھی ایک قسم کا قتل ہے گو وہ انسان کے قتل بالعمد کی برابر جرم نہ ہو۔

(۲) خدا تعالیٰ نے جیسی جان انسان کو دی ہے ویسی جانوروں کو۔ تو جان کے لحاظ سے انسان اور حیوان دونو برابر ہیں۔ پس جو انسان حیوان کی جان کا زیان ناحق کرتے ہیں وہ بڑا ظلم کرتے ہیں۔ اس ظلم کے روکنے کے واسطے رحمدل آدمیوں کی بہت سی سوسائٹیاں ہیں اور وہ محافظ حیوانات کے نام سے موسوم ہیں مگر وہ سب

چوپایوں کے لئے ہیں پرندوں کے لئے نہیں ان پرندوں کا جینا زیادہ درختوں
پر موقوف ہے وہ انہیں پر بسیرا لیکر زندہ رہ سکتے ہیں۔ درختوں کے احسان کی برابر
کل جانداروں پر علی العموم کسی کا احسان نہیں ہے اور علی الخصوص پرندوں پر
اب کسان اپنے کھیت پر ان کو بیٹھنے نہیں دیتا۔ غلوں سے اڑاتا ہے۔ باغبان
باغ میں ان کے آنے کا روادار نہیں کھٹکے سے ڈراتا ہے غلیل سے اڑاتا ہے۔ اب جنگل
ان کا حال یہ ہے جہاں ہزاروں میل میں جھاڑی بوٹی اور جنگلی درخت تھے اور
لاکھوں بیشمار پرند ان میں رہتے تھے وہ اب سب کٹ کٹا کر برابر ہو گئے۔
بن کے بن چٹیل میدان اور کھیت بن گئے۔ جہاں پرندوں کا جمگھٹ اور غل شور رہتا تھا
وہاں اب کسانوں کا غول و غل رہتا ہے پہلے ان زمینوں کو کوئی کوڑی کو
نہیں پوچھتا تھا۔ اب روپیوں کی تھیلیوں کے منہ ان کی خریداری کے واسطے
کھلے ہوئے ہیں۔ غرض ان جھاڑیوں اور جنگلوں کی صفائیوں نے پرندوں کو صفا صف
کر دیا۔ کچھ عجب نہیں کہ بعض پرندوں کی نسلیں قطع ہو گئی ہوں اور جو پرند پہلے لاکھوں
ملتے تھے اب وہ ڈھونڈے نہیں ملتے اب جو درختوں کے لئے جنگل رکھائے جاتے
ہیں وہ ان پہلے جنگلوں اور جھاڑیوں سے کچھ نسبت نہیں رکھتے۔ یوں پرندوں کے
گھروں کو اڑا کر ان کو برباد کر دیا اور کبھی کسی نے ان کے آباد کرنے کی تدبیر
نہیں کی۔ وہ ہزاروں آندھی مینہ اور اولوں اور برف سے مر جاتے ہیں مگر ان کی
جان بچانے کی تدبیر انسان نہیں کرتا۔ اگر بڑے بڑے شہروں میں دو چار رحم دل لوگوں نے
چھت پر سیر دو سیر اناج ڈلوا دیا یا کونڈے میں پانی دانہ ڈالدیا تو اس سے کیا
ہوتا ہے وہاں بھی ان کی جان کی پیچھے بلیاں آن لگتی ہیں جو دو چار کو کھا جاتی
ہیں اور سب کا کھانا پینا تلخ کر دیتی ہیں۔ غرض چوپایوں پر ظلم کے انسداد کی لئے
بہت سی تجویزیں آدمی کرتے ہیں مگر پرندوں کے لئے نہیں ہوتیں یہ بھی سچ ہے

کہ اگر انسان اُن پر ظلم نہ کرے تو پھر وہ انسان پر ایسا ظلم ڈھانے لگیں کہ اسکا جینا دشوار کریں نہ کھیت میں دانہ چھوڑیں نہ باغ میں پھل +

رسوم کوئی مُلک دُنیا میں ایسا نہیں ہے کہ جس میں خیالی رحم اور عملی ظلم جانور پر بھی ایسا ہوتا ہو جیسا کہ ہندوستان میں۔ مرغ بازی۔ بلبل بازی۔ لال بازی بیٹربازی اور کبوتر بازی۔ غرض اور بہت سی بازیاں جانوروں کے لڑانے کی یہاں ہندوستان میں ہیں ایسے کھیل اور دُنیا کے پردہ پر کسی مُلک میں نہیں اُن میں جو ظلم جانوروں پر ہوتا ہے اُس کو سب جانتے ہیں +

قدیم و جدید آزاد خیال۔

آزادی سے خیال کرنے کے یہ معنے ہیں کہ جو امر پیش ہو اُس کے مخالف موافق شہادت کو دیکھیں اور اُس کے ضعیف قوی ہونے کے موافق فیصلہ اپنی عقل و فہم سے کریں۔ اس لئے آزاد خیال وہ ہوا جو تقلید کا مقید نہ ہو اور خود محقق ہو۔ دُنیا میں جو قدیم زمانہ میں آزاد خیال گزرے ہیں وہ بڑے تعظیم و ادب کے مستحق ہیں اُنھوں نے پہلے یورپ کی قوموں میں وہی کام کئے ہیں جو بڑے مصلحان مذہب لے کرتے ہیں۔ بت پرستی اور باطل پرستی کے خلاف ان سے جہاں تک ہوسکا اُنھوں نے کوشش کی یونانی حکماء میں سے سقراط اور اُس کے شاگردوں نے اور رومی فضلاء میں سی سرو او سنیکا نے اپنے اپنے زمانہ کی تاریکیوں کو دُور کر کے روشنی پھیلائی اور ہدایت کر کے راہ مستقیم دکھائی۔ اپنی دلالت سے ضلالت سے نجات دلائی۔ ان آزاد خیالوں کا اصول اعظم یہ تھا کہ خالق عالم کو انسان نائیل اور اُس کی صفات اور ذات کو اکمل جانیں۔ روح کی بقا اور قیامت کے دن سزا و جزا کا یقین کریں اُنھوں نے اپنے مُلک کے مذہب کی موافقت وہاں تک کی جہاں تک کہ اُس میں اصول مذکور کے برخلاف کوئی بات نہ تھی بعد ازاں ایسے آزاد خیال پیدا ہوئے کہ جنھوں نے اپنی عبارت آرائی اور

اور دلائل سوفسطائیہ سے ان اصول کی بیخ کنی میں سعی کی جن کے قائم کرنے میں پہلی آزاد خیالوں نے بہادرانہ ستائش کے قابل کوشش کی تھی یا مذہب عالم کی شاندار لغت کو عقل سے دیکھتے مگر اس کے خالق کے قائل نہ ہوتے وہ اس قادر مطلق کی قدرت کو نہیں مانتے جو اس عالم میں انقلابات و حادثات عظیم پیدا کرتی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ انسان کے معاملات میں خدا کو دخل ہی نہیں وہ انسان کو اور جانوروں کی برابر اس طرح کرتے کہ مرنے کے بعد نہ اس کو سزا کا خوف ہے نہ جزا کی امید۔ دوزخ کو ناحق کے ڈبڑ کے اور جنت کو خالی ڈھکوسلے بتاتے واعظان دین کے مکر و فریب و دغا حکیم بیان کرتے ان کے سننے سے کان کھڑے ہوتے وہ تمام معزز عالموں کے نیک کاموں کو خاک میں ملاتے۔ جاہلوں کے دلوں میں جو روشنی قدرتی ہے اسکو تاریک کرتے۔ اور جو اصول جاگرفتہ تھے ان کو اکھیڑتے۔ غرض یہ آزاد خیال انسان کے لئے روحانی وبا کا حکم رکھتے تھے سسرو نے بڑی فصاحت سے ان حکیموں کا ذکر کیا ہے جنھوں نے اپنی دلاوری اور بہادری سے روح کی بقا کے مسئلہ کو ثابت و قائم کیا ہے ان کے مقابل میں ان حکیموں کی بڑی حقارت کی ہے جنھوں نے اس کے برخلاف دلائل لکھے ہیں وہ کہتا ہے کہ اس مسئلہ کے اندر میں افلاطون کی غلطیوں کے ساتھ ہونے کو پسند کرونگا۔ مگر اس گروہ فلاسفہ کے سچ کی ساتھ نہیں ہونگا۔

ایک اور عاقل کا قول ہے کہ اگر روح کی بقا کا مسئلہ غلط بھی ہو تو ایسی مسرت آگین غلطی کو اپنے دم کے ساتھ لے جاؤنگا۔ گو ان حکیموں کا مذہب سچ ہی کیوں نہ ہو جو روح کی بقا کے قائل نہیں مجھے اپنی اس خطا پر ان مردہ حکیموں کے ہنسنے کی پروا نہیں روح کی بقا کو نہ ماننا انسان کو ایک بڑی مسرت سے محروم کرتا ہے۔ ایک ایماندار اس خیال کے دور کرنے کی نسبت موت کو اچھا جانتا ہے۔ جو حکیم اس مسئلہ کو رد کرتے ہیں وہ باولے ہیں نہ وہ اس سے نیکی کو بڑھاتے ہیں نہ بدی کو گھٹاتے ہیں نہ خوشی کی افزائش کو

کرتے ہیں نہ رنج کی گدازش کرتے ہیں اگر اُن کی دلائل مستحکم بھی ہوں تو وہ اخلاق اور نیکی کو کم کرتے ہیں بڑھاپے اور بیماری کے رنجوں کی تسکین کو گھٹاتے ہیں مگر ان ہی اُن دلوں کو خوش کرتے ہیں جو بُرائیوں سے بھرے ہوئے ہیں چوری - زنا فریب دغا پر پلے بیٹھے ہیں جن سے انسانوں کو ضرر پہنچاتے ہیں +

تقریر کی برائیاں -

بعض آدمیوں کی عادت ہوتی ہیں کہ وہ اپنی تقریر میں ایک لفظ کی جگہ دس لفظ بولتے ہیں اور فقرہ کے فقرے ایسی بولتے ہیں جو اُن کے مطلب سے تعلق نہیں رکھتے بعض بات بات پر قسمیں کھاتے ہیں اور کفر کے کلمے کہتے ہیں استعارات و تشبیہات کی بھرمار کرتے ہیں ہر عاقل جانتا ہے کہ جو شخص اپنے دل کی بات کسی شخص سے کہتا ہے اُس کو وہ بڑا خلیق معلوم ہوتا ہے مگر تجربہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دس آدمیوں میں سے ایک آدمی شائد ہوتا ہو گا جس کا مطلب بولنے سے یہہ ہوتا ہو گا کہ اپنے دل کی بات دوسرے کو سمجھائے باقی کا مقصد گفتگو سے یہ ہوتا ہی کہ ان کی تعریف ہو -

بہت سے الفاظ زائد فقط تحسین کلام کے لئے بڑھاتے ہیں بات بات میں اور نکی شہادت اور سند پیش کرتے ہیں بعض کلام سے پہلے اپنے عجز و انکسار کی باتیں بناتے ہیں پھر یہ کہتی ہیں کہ میری رای ناقص میں یہہ آتا ہے - اصل یہ ہے کہ تقریر میں یہ تمام عیب اس سبب سے پیدا ہوتے ہیں کہ معانی کی طرف خیال نہیں کرتے اسلئے زبان سے فضول الفاظ نکالتی ہیں یہ بھی منغز بیرگفتار چاہتے ہیں کہ الفاظ کے طمطراق سے معانی کی دھوم دھام مچادیں مگر یہہ اُن کی حماقت ہے نہیں الفاظ کی دھوم دھام سے خیالات کی بلندی کا اظہار ہو سکتا ہی -

(۲) بہت سے آدمیوں کو فصاحت کا ایسا شوق ہوتا ہے کہ ابھی پورا بولنا بھی نہیں آیا کہ فصاحت کا دعوی کرتے ہیں ہنوز اقسام کلام سے نا آشنا ہیں مگر مدعی اعلی کے

ہیں کہ ہم اپنی زبان سے گل فشانی اور دُر فشانی کرتے ہیں غرض بولنے میں بہا ق دستور
ہوگیا ہے کہ ہمیں ہیں ایک آدمی سمجھانے کے لئے بولتا ہوگا باقی سب اپنی طلاقت
لسانی کے اظہار کے لئے بولتے ہیں کہ ہم خوب بولتے ہیں بڑے مزے کی باتیں بناتے ہیں
لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ شاعر کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے لیکن لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ فصیح ماں کے
پیٹ سے پیدا ہوتا ہے اور ہم ان میں سے ہیں۔ غرض یہ شاعروں سے زیادہ لوگوں کو
شوق سخن کا ہو گیا ہے اس میں وہ اپنی فصاحت کے دعوی ایسے ہی جھوٹے کرتے ہیں جیسے
شاعر اپنی شاعری کے۔

(۳) ایسی تقریروں میں کیا لطف ہے کہ طول طویل چلی جاتی ہیں۔ ایک گھنٹے کی تقریر
کے بعد کوئی لطیفہ یا چٹکلا آتا ہے جس سے دل خوش ہوتا ہو۔ آدھ گھنٹہ فقط اس بیان
میں گذر گیا کہ کیا بجا ہے اصول یہ ہے کہ آدمی باتیں اپنے خوش کرنے کے لئے نہ کرے
بلکہ اوروں کے خوش کرنے واسطے اس اصول کی پابندی سے آدمی اس بات پر غور
کریگے کہ میں ایسی باتیں کروں کہ جو لوگوں کے سننے کے قابل ہوں۔

(۴) اگر کوئی عام قسم کی گفتگو کرنے والوں کا ایک مرقعہ بنائے تو وہ بہت متشابہ اس مرقعہ
کے ہوگا جس میں تمام باجے بجانے والوں کی تصویریں ایک دائرہ
میں بنائی جائیں اور وہ اپنے مناسب حال باجے بجائیں اس اجمال کی تفصیل یہ ہے
کہ بعض آدمی گفتگو میں بڑا غل شور مچاتے ہیں اور مکان کو سر پر اٹھا لیتے ہیں ان کو
ہنسی نہیں آتی۔ مگر وہ یونہیں قہقہوں کی آوازوں سے اہل دانش کا دماغ پریشان
کرتے ہیں ان کی اس سخت آواز سے لوگ بھاگتے ہیں۔ ان کی گفتگو میں فصاحت ظرافت
لطافت۔ شرافت کچھ نہیں ہوتی۔ ان کی تقریر کا حال ڈھولنے کا سا ہوتا ہے کہ جس کی
دھوں دھوں کی آواز سے عاقلوں کا دماغ اڑا جاتا ہے مگر جاہلوں کا ہجوم اس کے
گرد لگا رہتا ہے وہ اس کو پسند کرتے ہیں اس کا اندر سے خالی ہونا اس کی آواز کو

پڑجاتا ہے۔ بس ایسے ہی تہی مغز ہوتا تقریر کو پُر زور کرتا ہے۔ اب طنبورہ کی آواز
بالکل ڈھونسہ کی آواز کی ضد ہے۔ اس کی آواز نرم و شیریں ایسی ہوتی ہے کہ پاس
ہی کے آدمیوں کو سنائی دیتی ہے۔ ڈھونسہ کی آواز کی طرح دور دور سیکڑوں آدمیوں کے
کانوں میں نہیں جاتی بس طنبورہ کی آواز سے ان کی تقریر بہ مشابہ ہے جو ذہن مستقیم
رکھتے ہیں اور بات کو خوب تول کر پسندیدہ ادا و انداز سے ادا کرتے ہیں جن کو
خوش مذاق بڑے شوق سے سنتے ہیں اور راگ کا سا مزا اٹھاتے ہیں ایک اور باجا
تُرہی ہے جو ایک ایسا آلہ موسیقی ہے کہ گو اس میں بہت سے راگوں کی آوازیں نہیں
نکلتیں مگر پھر بھی جتنی نکلتی ہیں وہ کانوں کو اچھی معلوم ہوتی ہیں بس اس آواز سے مشابہ
اُن شرفاء کی تقریریں ہیں جو شرافت خاندانی رکھتے ہیں اور تعلیم مروجہ پانے کے سبب کر
گفتگو کرتے ہیں گو ان میں عالی دماغی اور روشن ضمیری نہیں ہوتی مگر ایک شرافت ان
سے ایسی ٹپکی پڑتی ہے کہ وہ دلوں کو لبھاتی ہے۔ وہ اکثر ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کا
بیان بڑی ظرافت و لطافت سے کیا کرتے ہیں جیسے محفلیں دعوتیں۔ باغ۔ تماشے ہوتے
ہیں جیسے تُرہی کے راگ محدود ہوتے ہیں براتوں اور بادشاہوں کی نوبتوں
میں تُرہی کی ضرورت ہوتی ہے گو اس سے راگ بہت سے نہیں نکلتے ایسی ہی ایسے
گفتگو کرنے والوں کی بادشاہی درباروں اور محافل اور جلسوں میں حاجت ہوتی
ہے ایک باجہ سارنگی ہے کہ اس کی آواز بہت کانوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے
اور دل پر اثر کرتی ہے مگر جس وقت دل راگ کی طرف مائل نہ ہو تو سب باجوں سے
زیادہ وہ ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ اس کی آواز کے مشابہ ان لوگوں کی گفتگو ہے
جو اپنی ذکاوت کو ہجو و ظرافت و لطافت کے پردہ میں دکھاتے ہیں کبھی کبھی انکے
منہ سے بڑی ذکاوت کی باتیں نکل جاتی ہیں غرض اسی طرح اور باجوں سے گفتگو
کی تشبیہ ہو سکتی ہے گنواروں کی باتیں ڈھول تاشے اور پونگی کی آواز سے بہت مشابہ ہے

پس جب تم کسی مجلس سے اٹھو تو دل میں سوچو کہ ہم نے لوگوں کی تقریر دل میں کن باجوں کی آوازیں سنیں

لوگوں کی رائے

یہ آدمی کے نیک طینت اور روشن ضمیر ہونے کی دلیل ہے کہ وہ ان رایوں سے جو اس کے باب میں ہوں ایسا اپنے تئیں علیحدہ کر لے کہ جھوٹے لوگوں کے اختلاف آرا کے پھندوں میں ایسا نہ پھنسے کہ اپنی عقل اور رائے کے برخلاف کام اوروں کی رائے کے اتباع کے لئے کرنے لگے گو دنیا میں ہمارے ہجوم عوام کا یہ مقولہ مسلم ہے کہ ہم ایسا کریں جیسا کہ اور کرتے ہیں نہیں تو ہماری ہنسی اڑیگی۔ تماشا گاہ میں جب ہی اچھا تماشا گر سے ہوتا ہے کہ وہ بالکل تماشائیوں کو بھول جاتا ہے۔ کہ یہ میرے سامنے بیٹھے ہیں۔ جہاں ان کا خیال ہوتا ہے وہاں وہ اپنے ہر قدم پر ہر حرکت پر ہر ادا و انداز پر اس سبب سے رکتا ہے کہ کہیں دیکھنے والوں کو برا نہ معلوم ہوں اور اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ ساری خریدار میرے پسند کرنے والے ہی بیٹھے ہیں تو اس کی ہر حرکت میں ایک مسرت نظر آتی ہے یہ تماشے پر کیا موقوف ہے اسی طرح بہت سے کام بے تکلف نہایت خوبصورتی سے آدمی کرتا ہے بعض آدمیوں کو اس درجہ پر اپنی تعریف کا شوق بڑھ جاتا ہے کہ اپنے ادنےٰ ادنےٰ روزمرہ کے کاموں کے لئے بھی وہ تعریف کی توقع کرتے ہیں کوئی کام ان سے برا بھلا بغیر تعریف کے نہیں ہو سکتا۔ بات بات پر اپنی داد چاہتے ہیں ادھر کسی نے داد نہ دی تو ادھر وہ کام سے رک گئے۔ جب وہ پبلک میں کھڑے ہو کے بولتے ہیں تو ان کے چہرہ کے ہر رگ و ریشہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تعریف کے خواہاں ہیں۔ کم ظرفوں اور اوچھے آدمیوں میں یہ باتیں ہوتی ہیں عالی دماغ

بلند خیال اس بات پر خیال بھی نہیں کرتے۔ اگر انسان کی قدرت میں یہ ہوتا کہ
وہ اپنی مرضی کے موافق سارے کام بغیر اس کے کر سکتا کہ کوئی دوسرا دنیا میں اسے
دیکھے۔ تو بھی اس کو اپنے کاموں کا انصاف کرنا بغیر اس خیال کے کہ مجھے کیا کرنا چاہئے
نہایت مشکل ہوتا۔ افلاطون نے کائیجس کے چھلے سے اس مضمون کو تشبیہ دی ہے
کہ گو ہمارے افعال کی لوگ مذمت کرتے ہیں تو بھی ہم اپنے سے آپ کم واقف
ہوتے ہیں اگر ہم اپنی خواہشوں کے موافق اپنے کام اس طرح کرتے کہ کوئی اُن کو
نہ دیکھتا تو ہم اپنی اصلی حقیقی وصف سے بخوبی واقف ہوتے۔ اس چھلے کا حال یہ ہے
کہ کائیجس نے ایک چھلے پر منتر پھونکا کہ جس کے سبب سے اس میں یہ صفت پیدا ہو گئی
کہ جو اُس کو پہنے وہ کسی کو دکھائی نہ دے اور جب اُتار ڈالے تو نظر آنے لگے
وہ اپنی مطلب برآری کے لئے اُس چھلے کو کام میں لایا۔ چنانچہ ایک دفعہ اس نے
ایک ملکہ کی عصمت کی بہار لوٹی اور بادشاہ کو مار ڈالا۔ ٹلی اس تمثیل پر لکھتا ہے
کہ جن آدمیوں کے پاس یہ چھلا ہو اسے پہن کر ہزاروں نیک کام کرنے چاہئیں
جس کے سبب سے اُن کا اظہار نہ ہو اور بُرے کاموں سے
احتراز کرنا چاہئے۔ کہ گویا یہ چھلا پاس ہی نہ تھا
عدالت اور نیکی کے قوانین کے برخلاف نہ کام کرنا بڑی نیکی ہے۔ افسانون نے
انہی احسان و مہربانی کرنا ایسا ہی بھلا ہے جیسا کہ چپکے چپکے لوگوں کو مضرت
پہنچانا بُرا ہے۔ محض نیکی کرنا خدا کا کام ہے۔ محض ضرر پہنچانا شیطان کا کام ہے
ہم اپنے زمانہ میں بہت سے نیک آدمی دیکھتے ہیں کہ اُن کے نیک کاموں کی بڑی
تعریف دھوم دھام سے ہوتی ہیں مگر نیک کاموں کی عظمت پردہ اختفا میں
ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں انسان کو اپنی تحسین و آفریں کی بڑی خوشی چھوڑنی
پڑتی ہے اس کا چھوڑنا فرشتہ خوئی ہے۔ غرض نیک کام کرنے میں لوگوں کی

رائی کا کچھ خیال کرنا نہیں چاہئے کہ وہ ہم کو کیا کہتے ہیں +

عورتوں میں نیکی کی قابلیت مردوں سے زیادہ ہوتی ہے +

بڑی سچ سچ دنیا کی اصلاح ہوتی ہے۔ مردوں کی بہ نسبت عورتوں کے دلوں میں پند ونصیحت وتہذیب شائستگی کا نقش آسانی سے جم جاتا ہے۔ اس لئے کہ کاموں کی کثرت اور بلند سودائی مردوں کے دلوں میں بہ نسبت عورتوں کے بہت کم جگہ چھوڑتی ہے۔ جو لوگ مصلح قوم بنا چاہتے ہیں۔ اُن کو عورتوں کے۔ اخلاق۔ عادات۔ لباس۔ وضع وانداز کی اصلاح پر زیادہ توجہ کرنی چاہئے۔ جن باتوں میں وہ غلطیاں اور خطائیں کرتی ہیں اُن کو بھی بتلانا چاہئے۔ عورتوں کے حُسن وجمال کی بڑی تعریف مرد کرتے ہیں عورتوں کی حُسن وجمال کی تعریف پر مرد مرتے ہیں اُن کی خوشامد میں لوٹے جاتے ہیں اس خوشامد ہی سے عورتیں خودپسند اور غرور کے نشہ میں مست ہو جاتی ہیں۔ اس سے بہت سی حماقتیں اُن میں پیدا ہو جاتی ہیں اگر مرد اپنی یہ خوشامد موقوف کر دیں تو پھر عورتوں کے مزاج میں خوشامد پسندی نہ رہے اور بہت سی ابلہانہ حرکتیں وہ چھوڑ دیں +

عیب بینی ونکتہ چینی۔

جنھوں نے خود اپنے تئیں کسی کام میں ممتاز نہ بنایا ہو اُن کو اوروں کے کاموں کی نکتہ چینی اور عیب بینی زیبا نہیں ہے۔ بہت سے نکتہ چین عیب بیں ایسے ہوتے ہیں کہ خود کچھ کام نہیں کرتے مگر اوروں کے کاموں کے تلف کرنے کے واسطے اُن کے مُنہ میں دانت سانپ کے سے ہوتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار ہوتی ہے جو نیک نہاد ستودہ صفات مصنف ہوتے ہیں گو انھیں اپنی تعریف کا شوق ہوتا ہے مگر دوسرے سے حسد اُن کو نہیں ہوتی وہ متاخرین ومتقدمین مصنفوں کی تعریف نہایت دریا دلی سے کرتے ہیں ایک مصنف ارسطو کی یہ تعریف کرتا ہے کہ وہ سونے کا دریا بہتا ہوا تھا۔ افلاطون کی نسبت لکھتا ہے۔ اگر جوپیٹر بولتا تو افلاطون سے زیادہ اچھی تقریر نہ کرتا۔ بعض

اپنی شیخی و نمود میں یا وہ گوئی کرتے ہیں مگر اوروں کو بُرا نہیں کہتے۔ نکتہ چین اور عیب بین اس کہانی کے مصداق ہیں کہ ایک سایہ کی جگہ میں اُلو۔ چمگادڑ۔ اور اور پرند جن کو رات کو نہیں دکھائی دیتا جمع تھے۔ اور اپنے ہمسایہ کے پرندوں پر طعن کرتے تھے پھر آخر کو آفتاب کو بُرا کہنے لگے۔ جب آفتاب نے اُن کا یہ بُرا کہنا سنا تو اُس نے یہ کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ تم اُس کی بدگوئی پر دلیری کرتے ہو جو ابھی چاہے تو تمھیں اور تمھاری ساری اولاد کو ایک لمحہ میں جھلس کر راکھ کر دے۔ مگر میں باوجود اس اقتدار کے یہ جواب دیتا ہوں کہ خواہ تم مجھ کو کتنا ہی بُرا کہو میں چمکتا ہی رہونگا۔ بس مصنفوں کو چاہئے کہ وہ ان نکتہ چینوں کو کوئی جواب سوائے اس کے نہ دیں کہ اپنی تصنیفات سے ہاتھ نہ اٹھائیں اور اُن کو جلائے جائیں۔ قاعدہ ہے کہ دنیا اپنا خود ہی شکار کرتی ہے۔ ایک مکھی جو ہمکو دق کرتی ہے اُس کے گرد ہزاروں کیڑے دق کرنے والے لپٹے ہوئے ہیں ایک جوں سو جوؤں سے بھری ہوئی ہے ایک ہویل کے پیٹ میں اتنے جانور ہیں کہ شائد دنیا میں اتنے آدمی نہ ہونگے۔ بس اسی طرح مصنفوں کی تصنیفات کے اوراق میں ہزاروں کیڑے لگے ہوئے ہیں جو اپنا پیٹ اُن سے پالتے ہیں بس ایسے ہی نکتہ چین عیب بین کم سمجھ اپنی عیب بینی سے کچھ کما کھاتے ہیں بڑی بڑی آدمیوں کی تصنیفات پر اعتراض کرتے ہیں ان اعتراضوں کے پڑھنے والے بہت سے احمق دنیا میں موجود ہو جاتے ہیں اس حیلہ سے رزق انکو ملجاتا ہے بڑی عالی دماغ مصنفوں کو ان کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہئے جیسے ایک قسم کی لومڑی کی نسبت مشہور ہے کہ جب اُسکی کھال میں بہت سے کیڑے پڑ جاتے ہیں تو وہ پانی کے اندر منہ میں اون کو لے کر چلی جاتی ہے اور منہ کو باہر رکھتی ہے۔ ساری کیڑے اس اون میں جب آجاتے ہیں تو وہ اُس کو پانی میں چھوڑ کر چلی جاتی ہے اور کچھ پروا نہیں کرتی کہ وہ کیڑے جئینگے یا مرینگے۔ عالی درجہ مصنفوں کو یہ خیال بھی کرنا چاہئے کہ اگر وہ اپنی تصنیفات کو ان پاجی بدبینوں کے خوف سے چھوڑ دیں تو علم کا قحط پڑ جائے چھاپے خانے بند ہو جائیں کتاب فروشوں کا روزگار جاتا ہے

(۳) آدمی کو چاہیئے کہ وہ تمام معاملات زندگی میں اصل حقیقت و ظاہری صورت میں و نقلی اور جعلی کمالات میں اور سچی اور جھوٹی لیاقتوں میں تمیز کیا کرے۔ جاہلوں میں یہ تمیز نہیں ہوتی۔ سونا اور سونے کا ملمع دو نوں کیساں چمکتے ہوئی نظر آتے ہیں۔ علم و فضل سے وہ بے بہرہ ہوتے ہیں اس میں کیا تمیز کر سکتے ہیں بہت سے ڈھنگیے نمود سے سچی مار والے جھوٹے عالم آپس میں ایک دوسرے کی تعریف کر کے اپنے تئیں جہلا میں چمکا دیتے ہیں اور سچی عالم جو عالی دماغ ہوتے ہیں۔ خواہ حیا کے سبب سے جو اُن کی جبلت میں داخل ہوتی ہے یا اپنی تعریف کی اُن کو کچھ پروا نہیں ہوتی اپنے علم کے سرمایہ میں مخفی خزانہ کو چھپائے بیٹھے رہتے ہیں اور چپکے چپکے اپنے دل میں مسرور ہوتے ہیں جو اترانے والے اور بیہودہ طور سے علم کے ظاہر کرنے والے ہیں اُن کا حال تعلم میں ایسا ہے جیسا کہ ریاکاروں کا مذہب میں جو علم کی صورت دکھلاتے ہیں مگر اس میں قدرت نہیں رکھتے۔ وہ نقارہ کی طرح اپنے علم کی خوب ڈھول دھول مچا کے جاہلوں کو اپنے گرد جمع کر لیتے ہیں مگر اُن کو دلی مسرت نہیں حاصل ہوتی فقط لوگوں کی تعریف کی خوشی ہوتی ہے۔ غرض جانوروں میں بھی کوئی ایسا نہیں مغرور اور مکار جانور نہیں ہی جیسے کہ وہ نکتہ چین اور عیب بین کہ کسی مصنف کے مغز سخن کو پہنچتے نہیں اور مطلب کو سمجھتے نہیں اعتراضوں کی پوٹ کی پوٹ اُس کے سر پر رکھ دیتے ہیں انھوں نے اپنے چند قاعدے مقرر کر رکھے ہیں اُن کے موافق وہ مصنفوں کی تصنیفات کو برا بھلا کہہ دیتے۔ وہ اپنے ذہن کی کل اس طرح چلاتے ہیں جیسے کہ مزدور کل کو چلاتا ہے اور سمجھتا نہیں کہ کیا ہے۔ چند اصطلاحیں طوطے کی طرح یاد کر رکھی ہیں وہ ہی اپنی حرف گیری میں کام میں لاتے ہیں۔ کتاب کو پڑھیں یا نہ پڑھیں مگر یہہ لکھ دینگے کہ اس کی عبارت میں ضعیف تالیف ہے۔ لفظی اور معنوی تعقید سے وہ بھری ہوئی ہے سخن میں استقامت جسے کہتے ہیں وہ نہیں راپوں میں کجی ہے۔ یہ تماشا اکثر انگریزی خوانوں کی نکتہ چینی میں دیکھا ہی کہ وہ بعض حکام کی جو زبان سے نا آشنا ہوتے ہیں لال بجھکڑ بن جاتے

ہیں اور اردو زبان کی غلطیوں کا ناک لیز گریر کے قاعدوں سے اُن کو یقین دلاتے ہیں

اشتہار

جو چیز مروج ہو جاتی ہے اور روز دیکھنے میں آتی ہی اس کی موجد کی ذہانت کی طرف بالکل خیال نہیں جاتا نہ اُس کی داد دی جاتی ہے۔ اخباروں کی ساتھ اشیا اور روزمرہ واقعات شادی غمی کے اشتہاروں کا طومار ہم دیکھتے ہیں اور کبھی یہ نہیں خیال کرتے کہ وہ شخص کیسا طباع و عالی دماغ ہوگا۔ جس شخص نے پہلے پہل یہہ بات سوچی ہوگی کہ جس کاغذ میں میدان جنگ کی لڑائیوں کی اور سپاہیوں کے حملوں کی اور قلعے کے محاصروں کی خبریں مشتہر ہوں اس کے ساتھ دکانوں کی عمدہ تر اشیا کے اشتہار دئے جائیں جس سے میدان رزم کے ساتھ ایسا بازار لگ جائے کہ عقل و ذہن کی اصلاح کی متاع سے جسم کی آرایش و آسائش کے اسباب فروخت ہونے لگیں ایک صفحہ میں یہ لکھا ہوا کہ اس فاضل اجل نے علم اخلاق میں یا علم طبعیات میں ایک اور کتاب چھاپی ہی۔ اور دوسرے صفحہ میں آنکھوں کی عمدہ دوائوں کے اوصاف اور قیمت کا بیان ہو۔ غرض بصارت و بصیرت دونو کے لئے اشتہار ہو۔ مگر ان اشتہاروں کا فائدہ عوام کو جب پہنچتا ہے کہ اسمیں راستی اور صداقت ہو۔ اگر کسی صابن کا اشتہار ہو تو اسکے ساتھ یہہ نہ بیان ہو کہ پچاس برس کی بڑھیا چہرہ پر لگانے سے بارہ برس کی بن جاتی ہی۔ کوئی نسخہ مقوی ہو تو یہ اسکے ساتھ نہ ہو کہ پیر کو جوان بناتا ہے۔ بعض آدمی اشتہار دینے میں خبث طینت ظاہر کرتے ہیں کہ اپنی چیزوں کی تعریف میں اور دوسروں کی چیزوں کی مذمت میں مبالغہ کرتے ہیں اپنی چیز کی تعریف کرنے کا مضائقہ نہیں مگر دوسرے کی چیز کی مذمت کرنی بڑی خباثت ہی۔ غرض اشتہار میں جتنا صداقت کا اظہار ہوگا اتنا ہی فائدہ مند ہوگا۔ مصنف کو چاہئے کہ وہ اپنے کتابوں کا اشتہار ایسا بے معنی اور لغو نہ چھپوائیں کہ خریداروں سے سخت ندامت اٹھانی پڑے اور زمانہ آیندہ میں نیک نامی کی جگہ بدنامی ہو۔ اشتہار نویسی

آسان نہیں ہے۔ اس کو اس طرح لکھنا چاہیئے کہ جمہور انام کو اس سے فائدہ پہنچے نہ یہ کہ نقصان۔ ہم کو بڑی خوشی ہے کہ دیسی زبان کے اخباروں میں اشتہاروں کا رواج روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہے مگر افسوس ہے کہ اکثر اشتہاروں کا اعتبار نہیں ہوتا۔ اس لئے تجارت کو جس کی جان اشتہار ہے جیسا فائدہ پہنچنا چاہیے نہیں پہنچتا ہم کو ابھی اشتہاروں کے لکھنے کا سلیقہ نہیں آیا۔ نہ ہم اُن کی عبارت میں کچھ گل پھول لگا سکتے ہیں نہ اُن کی تصویریں اشتہاروں کی پیشانی پر بنا سکتے ہیں جیسی کہ مہذب ملکوں میں بنائی جاتی ہیں خالی لفظوں کی شطرنج دکھاتے ہیں جو تصویر بغیر پھیکی اور بے لطف معلوم ہوتی ہے کوئی مضمون دل چسپ اشتہار کی ساتھ ایسا نہیں لکھ سکتے کہ جس سے خریداروں کے دلوں میں شوق خریداری پیدا ہو۔ عوام الناس کو ایسے اشتہار ایسی چھوٹی چھوٹی خبروں سے زیادہ فائدہ پہنچاتے ہیں۔ کہ پشور میں دو گدھیا چوری گئیں لکھنؤ میں ایک سپاہی پلٹن سے بھاگ گیا +

کاموں کے گھنٹوں کا اختلاف

تمام جانوروں کو دیکھو تو وہ اپنے کام معمولی وقت پر ہمیشہ کرتے ہیں اور بڑے ہی اوقات کے پابند ہوتے ہیں مرغ صبح ہی کو اٹھ کر اذان دیتا ہے۔ درختوں پر چہچہانے والے پرند صبح ہی کے وقت ہمیشہ سے بولتے چلے آئے ہیں اور بولتے چلے جائینگے۔ غرض جانور اپنے تمام کاموں میں باقاعدہ ہوتے ہیں۔ جب سے دنیا بنا اور جب تک رہیگی وہ سب کام اپنے باقاعدہ ہی کیا کرینگے مگر انسان کی ایجاد کو دیکھو کہ وہ اپنی کاموں کے قاعدوں اور وقتوں کو کیسا بدلتا رہتا ہے۔ بہت سے آدمیوں نے رات کو جو آسائش و آرام کے لئے بنائی گئی ہے دن بنا رکھا ہے وہ سارے کام رات ہی کو کرتے ہیں دن کو سوتے ہیں اپنے تئیں آدمی سے اُلو چمگادڑ بنا لیا ہے کبھی صبح کو آفتاب طلوع ہوتے دیکھتے ہی نہیں اُن کو آفتاب کی روشنی سے زیادہ

شمع اور چراغ کی روشنی پسند ہوتی ہے۔ اگر آدمی کو اپنی تندرستی رکھنی منظور ہو تو وہ اپنے سارے کام دن کو کیا کرے۔ رات کو چپ چاپ پڑکر سو رہے۔ شب کو بُری بخارات زمین سے اٹھ کر پھیلتی ہیں جن کے دفع و مغلوب کرنے کے واسطے آفتاب نہیں موجود ہوتا جب آدمی رات کو سوکر صبح اٹھتا ہے تو وہ تازہ دم ہوتا ہے۔ ساری دُنیا کو تاریکی سے روشنی میں نکلتے ہوئے دیکھتا ہے اس وقت ایک خدا کی قدرت کا جلوہ پیش نظر ہوتا ہے۔ صبح ہی کو انسان کے تمام قواء ظاہری اور باطنی تر و تازہ ہوتے ہیں۔ کام جیسا اچھا اس وقت ہو سکتا ہے ایسا کسی اور وقت نہیں ہوسکتا۔ گویا صبح انسان کے قواء کی نوجوانی کا وقت ہوتا ہے جس میں تحمّل سب وقت سے زیادہ ہوتا ہے۔ پھولوں کی بھار سے فرحت ہوتی ہے۔ جانوروں کے چہچہانے کی آوازوں سے دل خوش ہوتا ہے۔ یہ خوبیاں کسی اور وقت میں نہیں ہوتیں بس جو ایسے وقت سوتے ہیں وہ اپنی خوشی کو کھوتے ہیں +

شکایت کی مختلف صورتیں اُن کا بیان بطور تمثیل

دُنیا میں شکایت کرنے والے آدمی بہت سے ہیں۔ ہر شخص کو کسی نہ کسی بات کی شکایت ہوتی ہے۔ یہ کیسی تعجب کی بات ہے کہ انسان نے ہر چیز سے اپنے خیالی رنج پیدا کر لئے ہیں۔ زمین۔ مکانات۔ مویشی۔ بیل بھیڑ وغیرہ انسانوں کی خوشی کے واسطے بنے ہیں۔ مگر ان سے اپنے لئے کتنے رنج اس نے پیدا کر لئے ہیں عوام الناس کو ایسے رنج ہوتے تو تعجب کی بات نہ ہوتی۔ مگر تعجب تو یہ ہے کہ خواص کے پیچھے بھی یہ بلا لگی ہوئی ہے۔ ایک مصنف اس رنج میں بیٹھا ہے کہ ایک شخص نے جس کو وہ بڑا کودن جانتا تھا اس کی تصنیفات پر اعتراض جڑ دیئے۔ ایک جوانمرد اس پر خفا ہو رہا ہے کہ بازار میں لوگوں نے کھڑے ہو کر جھک کے اُسے سلام نہیں کیا۔ پھر خوشیاں ہیں تو ایسی ہیچ پوچ کہ آج ہمارا گھوڑا بازار میں خوب ناچا کودا تھا۔ سارے میلہ میں جیسی ہمارے سر پر شوخ رنگ پگڑی تھی دوسرے کے پاس نہ تھی ہماری رتھ پر کلسہ خوب چمکتا تھا۔ اس کے جھنک کی آواز کوسوں جاتی تھی۔ غرض ایسی

بیہودہ خوشیاں اور رنج بیشمار ہیں جن کا بیان نہیں ہو سکتا۔ رنج کا اندازہ خود رنج سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ رنجیدہ خاطر کی طبیعت سے ہو سکتا ہے کہ وہ اُس کو بڑا سمجھتا تھا یا چھوٹا۔ میں اس مضمون کو بطور تمثیل نیچے بیان کرتا ہوں +

میں اپنی آرام چوکی پر ایک کتاب پڑھ رہا تھا کہ اُس میں یہ ایک فقرہ میری مطالعہ میں آیا کہ جیوپیٹر پاس دو بڑے برتن تھے۔ ایک میں خوشیاں دوسرے میں رنج بھرے ہوئے تھے — ان دونوں کو ملا کر ہر انسان کو جو دنیا میں آتا وہ دیدیتا۔ اس فقرہ کو پڑھ کر میں ایسا خوش ہوا کہ مجھے نیند آگئی اور میں نے یہ خواب دیکھا کہ جب جیوپیٹر نے سلطنت عالم کی عنان ہاتھ میں لی اور تخت پر جلوس فرمایا تو مخلوق کے ہر حصہ نے اپنے اپنے دیوتا کی معرفت تحفہ نذر کے لئے بھیجے ایک نے ہواؤں کی بہار۔ دوسرے نے اولوں کے خزانے تیسرے نے کڑک گرج کا انبار۔ ستاروں نے اپنی تاثیرات۔ زمین نے میوے۔ آفتاب نے موسم۔ قسمت نے آگے قدم بڑھا کے تخت کے دونو طرف دائیں بائیں دو برتن رکھ دیئے۔ جن میں ایک کے اندر خوشیاں تھیں دوسرے میں رنج۔ ابتداء سلطنت میں جیوپیٹر نے دیکھا کہ دنیا میں بدکاری اور گنہگاری ایسی پھیلی ہے جیسی کہ اس زمانہ میں۔ تو اُس نے پہلے برتن میں ہی خوشیوں کو لے کر انسانوں میں پھیلایا۔ مگر جب اُس نے یہ دیکھا کہ انسان اپنے دامن پر گناہ کا غبار چھایا۔ پیراہن میں بدی کا داغ لگایا تو اُس نے دوسری طرف سے کچھ مصائب انسان پر اونڈیل دی۔ رنج۔ افلاس۔ لڑائی۔ بیماری۔ حسد۔ جھوٹ۔ ناوقت موت اُس پر بھی اُس نے یہی دیکھا کہ انسان تو بالکل گناہوں میں ڈوب ہی گیا۔ تو اُس نے یہ چاہا کہ میں ساری نوع بشر کو غارت ہی کر دوں۔ تو اُس نے قسمت کو حکم دیا کہ تو نے جو خوشیاں دنیا میں بنی آدم کو دیکر ضائع کی ہیں ان کو پھر وہاں سے لاکر جمع کرتی رہو جبتک کہ دنیا نیک مخلوق سے آباد ہو۔ اس حکم کے سنتے ہی یہ تھیں دنیا میں اتریں تا کہ زمین پر سے خوشیاں جو ضائع ہو رہی تھیں اُٹھا کر لے جائیں۔

مگر یہ کام ایسا دشوار نکلا جس کا اُن کو سان گمان بھی نہیں تھا سب سے پہلے وہ
شہروں محلوں ور بازاروں میں گئیں۔ جہاں اُنھوں نے خیال کیا تھا کہ بہت آسانی سے
وہاں خوشیوں کو جمع کر لینگے۔ مگر برخلاف اپنی امید کے وہاں خوشیوں کی جگہ بائیں
طرف کے طرف میں یہ رنج دیکھے۔ حسد۔ حسرت۔ بے آرامی۔ مایوسی۔ اور ایسے اور غم
برخلاف اس کے اُس پر اور اُن کو زیادہ حیرت ہوئی کہ جھونپڑوں کھیتوں۔
ویرانیوں میں یہ اصلی خوشیاں دیکھیں قناعت۔ زندہ دلی۔ تندرستی۔ بیگناہی۔
اب یہاں سے زیادہ اور مایوسی آگے اپنے کام کرنے میں یہ ہوئی کہ انھوں نے دیکھا
کہ بہت سی خوشیوں کا تنزل ایسا ہو گیا ہے کہ وہ رنج بن گئی ہیں اور بہت سے
رنج ایسے عروج ہیں کہ وہ خوشیاں ہو گئے ہیں جو دانشمندوں کے حصہ میں رنج آئے
تھے وہ تو خوشی بن گئے ہیں اور احمقوں کے ہاتھ میں جو خوشیاں آئیں تھیں وہ
رنج ہو گئی ہیں + بعض آدمیوں نے عزت ایسی گستاخیوں اور بے باکیوں سے
جھپٹ کر حاصل کی کہ وہ عذاب جاں ان کے لئے ہو گئی۔ نوجوانی میں بے اعتدالیوں
کے سبب سے بیماریوں نے انہیں وہ گھیرا کہ بوڑھوں سے بدتر وہ ہو گئے۔ دولت
کے حاصل ہونے سے وہ حرص بڑھی کہ افلاس کے برابر دولت دنیوی رنج پہنچانے لگی۔
برخلاف اس کے انھوں نے دیکھا کہ لوگوں کی تندمزاجی سے رنج بڑی شان وا
خوشیاں بنگئی۔ قناعت نے افلاس کا [illegible] میں ملا دیا۔ بدصورتی کو نیکی نے خوبصورت
بنایا۔ غرض خوشیوں کا حال تو ایسا ہوا جیسے کہ نہایت لذیذ میووں کے بیج خراب زمین
میں بوئی جائیں جن کا بتدریج ایسا تنزل ہو کہ وہ بے مزہ پھیکے دیر ہضم ہو جائیں
اور رنجوں کا حال اُن بے لذت میووں کا سا ہوا کہ جو اچھی زمین میں بوئی جائیں
اور اُن میں ایسی قلمیں لگائی جائیں اور ایسی چھانٹ کی جائے کہ جن سے وہ خوش ذائقہ
ہو جائیں۔ اب تیسری اور یہ صورت اُن کو پیش آئی کہ جن سے وہ تینوں بہنیں

تصیر ہوئیں کہ انھوں نے بہت سے رنج و خوشیاں پہلے ایسی دیکھیں جو اُن ظرفوں میں نہ تھیں جو جیوپیٹر کے تخت کے گرد رکھی ہوئی تھے۔ غرض یہ فضول رنج و راحت تھے۔ جو یہ قدرت نے نہیں بنائی تھے بلکہ انسانیت نے اپنے خیالات اور طبیعت ہی ایجاد کیے تھے تفصیل ان کی یہ ہے کہ اباس۔ القاب خطاب۔ مکانات۔ جلوکا اسباب جھوٹی شرم۔ ناحق کا خوف۔ اور ایسی طرح کی باتیں جو بیہودہ خیال اور تنگ ظرفوں کے تصورات میں پیدا ہوں +

غرض جب یہ دشواریاں اور دقتیں دیکھیں تو انھوں نے جان لیا کہ جیوپیٹر کی حکم کی بجا آوری محال ہے اس لئے انھوں نے رنج اور خوشیوں کو سمیٹ سماٹ ملا جلا کر ایک ظرف بھرا اور لیجا کر جیوپیٹر کے قدموں تلے رکھدیا۔ بڑی بہن نے آگے قدم بڑھا کر جو حال تھا وہ عرض کیا کہ ہم نے انسانوں کے رنج و راحت کو ملا جلا کر اس ظرف میں جمع کیا یہ تیری ہی عقل ہے کہ اُن کو جدا کرے اور پھر انسانوں میں ان کو الگ الگ تقسیم کر دے۔ تو ہی اس بات کو جان سکتا ہے کہ انسان کو کس موقع پر رنج دیا چاہیے اور کس موقع پر خوشی اور کیونکر ان کے دلوں میں یہ تیری عطا رنج یا راحت پہنچا دیگی +

اخباروں کے اڈیٹروں کے نام خطوط۔

اخباروں کے اڈیٹروں کے نام جو اُن کے اپنے ملک کے چاروں طرف سے اور غیر ملکوں سے خطوں کے طومار کے طومار آتے ہیں۔ اڈیٹر انھیں سے اندازہ کرتا ہی کہ میری شہرت کہاں کہاں پھیلی ہوئی ہے اس خیال سے وہ خوش ہوتا ہے اور جانتا ہی کہ میری برابر کوئی ڈاکخانہ کی آمدنی بڑھانے والا نہیں ان خطوں کے مضامین عجب ایک ست بنا ہوتا ہے کہ جس کی برابر شاید کسی مکتوب الیہ کے پاس ایسے مختلف مضامین کے خطوط آتے ہونگے۔ ان کے خطوں سے معلوم ہوتا ہی کہ ایک ہی شہر میں ایک ہی محلہ میں کیسے آدمی مختلف مذاق کے رہتے ہیں۔ ایک اڈیٹر کو صلاح دیتا ہے کہ تم ہمیشہ

متانت وسنجیدگی سے مضامین لکھا کرو۔ دوسرا ہدایت کرتا ہی کہ تم ہمیشہ ظرافت ولطیفہ سنجی کے مضامین تحریر کیا کرو۔ اس کے بغیر اخبار پھیکا ہوتا ہی۔ تیسرا فرماتا ہے کہ جاگنے کی نسبت سویا زیادہ کیجیے۔ جو آپ نے اپنے خواب لکھے ہیں اُن میں زیادہ لطف آپ کی بیداری کے مضامین سے آتا ہے۔ کوئی کہتا ہی کہ آپ رات بھر تو آسمان سے آنکھوں کو لگائے رکھیے اور نجوم کے مضامین لکھا کیجیے جس سے لوگوں کو معلوم ہو کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے کوئی شکریہ ادا کرتا ہے کہ آپ نے متقدمین کے کلام کا خوب لب لباب انتخاب کیا ہی۔ کوئی تعریف کرتا ہی کہ آپ نے مُردوں کی تصنیفات کی نکتہ چینی اور زندوں کی تصنیفات کی نکتہ چینی خوب کی ہے۔ اخبار نویسوں کو چاہیے کہ وہ اپنے اخبار میں عنوان ایسے رکھیں کہ سب لوگ اپنے خطوں کی تحریر کے موافق مضامین اُن میں دیکھ لیا کریں اور اُن کو پڑھ کر خوش ہو جایا کریں۔ زیادہ تر جو خط آتے ہیں اُن میں یہ دو بڑے مضمون ہوتے ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب کا اتفاق اس بات پر ہے کہ وہ اپنے ہمسایوں کی ہجو اور اپنی اور اپنے دوستوں کی مدح زیادہ اخباروں میں مشتہر کیا چاہتے ہیں۔ ہجو کے مضامین کو تو پڑھ کر ایسے خوش ہوتے ہیں کہ پھولے نہیں سماتے اور جانتے ہیں کہ ہم نے اخبار کے دام بھر پائے اگر ان کی مدح کے خطوط نہ چھاپیے تو پھر بعض اُن میں سے پھر ٹیڑھے خط لکھ بھیجتے ہیں کہ جن کی پیشانی پر الف کی جگہ لاف کاف ہوتا ہے لکھتے ہیں کہ اے ملعون تو نے کیوں ہمارا خط نہیں چھاپا گیا تیرا مغز چل گیا ہے۔ غرض جب ایڈیٹر اپنی ڈاک کو کھول کر پڑھتا ہی تو بعض خطوں سے خوش ہوتا ہے۔ بعض سے ملول جن کے سبب سے وہ غرور وپندار جو تعریف کے خطوں سے پیدا ہوا تھا کم ہو جاتا ہے۔ رومیوں کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی نامور فتحیاب ہوتا تو اُس کے جوانمردانہ کاموں کی ساتھ اُس کی برائیاں بھی بیان کر دیتے تھے جس سے اُس کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں آدمی عاجز و ناتواں ہوں دیوتا نہیں بن گیا۔ پس ایڈیٹر خیال

ایسے خطوں کے ممنون ہوں کہ انھوں نے نخوت کی بلا سے انھیں بچایا۔ عیبوں اور نقصوں پر مطلع کیا۔ خوشامدیوں کی خوشامد پر اپھرنے سے روکا۔ انھوں نے تنبیہ کیا کہ اپنے کاموں کو احتیاط سے کرو۔ اور اوروں کے کاموں کا حال نہایت ہوشیاری سے لکھو کہ جس کے سبب سے اُن پر اعتراض نہ ہوں۔ بعض کاتب خطوں میں گالیوں سے بڑھ کر ایسی دھمکی کے خط لکھ دیتے ہیں کہ اگر آئندہ ایسا اخبار میں لکھو گے یا اس تاریخ پر کو نہیں چھاپو گے تو ہم تمھاری خوب خدمت کرینگے اور چہرہ پر سے ناک اُڑا کر تم کو نکٹا بنا دینگے۔ اگر اڈیٹر میں جوانمردی نہیں ہوتی تو وہ ہمیشہ گھر میں چھپکا ہو بیٹھتا ہے یا پہرہ ساتھ لے کر چلتا پھرتا ہی اور اپنا کام چھوڑ دیتا ہی بعض دفعہ خطوں میں اڈیٹر کے ذاتی عیب ہی نہیں بیان کرتے بلکہ اُس کے باپ دادا کی ستایر پڑی ہیں جو کوئی نقص و عیب ہوتا ہی اُسے لکھ کر بھیجدیتے ہیں غرض ایسے خطوط بڑی جانکاہ اور دل آزار ہوتے ہیں یہی حال مصنفوں کا ہی کہ اُن کی کتابوں کی نسبت لوگ مخالف خطوط تحریر کرتے ہیں اس ملک میں یہ شیوہ ہر شہر میں دس پانچ آدمیوں نے اختیار کر رکھا ہی کہ وہ اخباروں کے کارسپانڈنٹ بنتے ہیں ہر ہفتہ میں کاغذ کو دو طرف اناپ شناپ اپنے کسی مخالف کی ذمہ تہمت بہتان افترا باندھ کر بیرنگ اڈیٹر پاس بھیجدیا۔ اکثر ہوشیار اڈیٹر ایسے خطوں کو واپس کر دیتے ہیں اور اشتہار دیدیتے ہیں کہ ہم کوئی بیرنگ خط نہیں لینگے +

ناٹک۔

ناٹک سے جیسا یہ علم دل پر نقش ہوتا ہے کہ انسان میں کون کون سی باتیں مفید اور عظیم الشان ہیں اور اُن کا ظہور کس طرح ہوتا ہے وہ نہ شاعروں کی سحر بیانی سے واعظوں کے موعظے سے نہ حکماء کی دلائل اور براہین سے حاصل ہوتا ہی جیسے وحشی جاہل آدمیوں پر ہے مثل اثر سزا اور تعزیر کے دکھانے سے ہوتا ہی۔ اسی طرح تعلیم یافتہ

اہل علم کے دل پر انسانیت کا اثر ناٹک میں اہل کمالات کے کمال دیکھنے سے ہوتا
اچھی ہو البتہ کچھ ضرور ہے کہ ناٹک کرنے والوں میں یہ خوبیاں ہوں کہ آواز خوش۔
قد و قامت موزوں۔ حرکات ملائم۔ جو کام وہ کریں یہ معلوم ہو کہ اصل حقیقت
میں اُس کام کا کرنیوالا ہی کر رہا ہے یعنے نقل کو اصل کر کے دکھاویں اس ناٹک نے جو نیکیاں
انسانوں میں پیدا کی ہیں وہ کسی اور انسان کی ایجاد نے نہیں کیں یہ برا ناٹک
پسند کرنے والوں کی ہے اس ملک میں جو انگریزی ناٹکوں کی تقلید میں ناٹک شروع
ہوا ہے اُس کا اثر اب تک کوئی نیک دیکھنے میں نہیں آیا بلکہ اس سے بھی کچھ برائیاں
پھیلی ہیں۔

زمینداروں کی شرافت۔

انسان بڑی غلطیاں اس سبب سے کرتا ہے کہ وہ اشیا اور اشخاص میں
تمیز نہیں کرتا۔ اسٹامپ کے کاغذ کے چند تختے جن کے اوپر کچہری کی مہر اور حاکم
کے دستخط ہوں وہ دولتمند گھروں میں جائداد کے وارث بننے کے لئے کافی ہوتے ہیں مگر
کوئی شخص کسی جائداد کا مالک نہیں کہلا سکتا جب تک وہ اُس سے کوئی حظ اور تمتع
نہ حاصل کرے۔ جو مالک میں ناشائستہ ہوگا اُس کی زمین افتادہ رہیگی پس جو
زمیندار کہ جائداد رکھتا ہے وہ محافظ جائداد ہے۔ اگر وہ مالک بننا چاہتا ہے تو اُس کو
اشراف بننا چاہئے اشرافانہ مالک بننے سے جائداد سے روحانی انبساط حاصل
ہوتی ہے اور محافظ جائداد ہونے سے پیٹ پلتا ہے۔ محافظ جائداد کا کام تو
فقط بسیار خواری اور لڑائی جھگڑے عدالت میں مقدمہ بازی ہے اور اشراف
مالک جائداد کا کام فیاضی۔ خوش خلقی۔ حسن سلوک۔ نکوکاری۔ تمام حقوق انسانی
کا ادا کرنا۔ جو شخص اپنے ملک سے محبت رکھتا ہے وہ جب سمجھتا ہے کہ میرے
ملک کا بڑا حصہ زمینداروں کے قبضہ میں ہے کہ جو جائداد سے متمتع نہیں ہوتے سوا ظلم
ستم کے کچھ اور نہیں کرتے اپنی آزادی کو بری طرح سے کام میں لاتے ہیں تو وہ اُس کو

بہتر جانے گا کہ کوئی اُس کی ملک کو دوسرا فتح کرلے ۔ جو زمیندار اشراف وہ تو اپنے گانوں یا قصبہ میں اس طرح رہتا ہے جیسے کہ فردوس میں اور جو اشراف نہیں ہے گنوار ہے وہ اپنے جذبات نفسانی کو کام میں لاتا ہے اور لوگوں کو ستاتا ہے اور فساد مچاتا ہے اُس کے واسطے گانوں یا قصبہ جس میں رہتا ہے جہنم ہے صبح اُٹھ کر اُس پر لوگ لعنت بھیجتے ہیں اور اُس کی زمینداری چھننے کی دعا مانگتے ہیں کوئی عمدہ خصلت دیہاتی یا قصباتی اشراف کی برابر نہیں ہو سکتی جو یہ جانتا ہے کہ مجھے خدا نے یہ جائداد دی ہے کہ میں اپنی رعیت کا مائی باپ بنوں اپنے ہمسایوں کے ساتھ مہربانہ نیک سلوک کروں اور اپنے سے چھوٹوں پر زیادہ تر بزرگی اپنی فیاضی سے پاؤں نہ اپنی جائداد کی بڑھوتری سے وہ اپنے وقت کو خلوت و جلوت میں اس طرح بانٹتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے کام آتے ہیں وہ اپنی ساری زندگی نیک کاموں کے لیے وقف کردیتا ہے ۔ وہ مظلوموں کا حامی کمزوروں کا محافظ جھگڑالوؤں کا بیچ بچاؤ کرنے والا سب کا دوست ہوتا ہے جو جاہل کم فہم سادہ لوح اُس کے ماتحت رہتے ہیں اُن کی تائید میں وہ اپنے علم و مشورہ کو صرف کرتا ہے اور جو اُس کی برابر کے دوست ہوتے ہیں اُن کی دعوتیں کرتا ہے اُن کی خوشی کرنے میں سعی کرتا ہے ۔ بس جو زمیندار ایسی خوشحالی میں اپنی زندگی بسر کرتا ہے اُس کو وہ خوشیاں حاصل ہوتی ہیں جو شاعرانہ خوش بیانی اور عارفانہ خلوت و حکیمانہ عزلت کی مسرتوں سے بھی زیادہ ہوتی ہیں دریاؤں کے کنارہ پر وہ گھوڑا دوڑا کر سبزہ و پانی کی سیر کرتا ہے درختوں کے گھنے سایہ میں چلتا ہے جس میں طرح طرح کی بہاریں نظر آتی ہیں سورج کی جب روشنی چمکتی ہے تو وہ ساری قدرت کی چیزوں کو چمکتی ہوئی دیکھتا ہے جس میں اپنے تئیں زیادہ خوش سمجھتا ہے اس لیے کہ وہ ان سب چیزوں سے حظ اٹھاتا ہے +

انسان کی زندگی کی حالات -

ان لوگوں نے دُنیا کی بڑی خدمت گزاری کی جو یہ بتلا گئے ہیں کہ جن اصول اور طریقوں پر ہم چلتے ہیں اُن میں تجربہ نے یہ بُرائیاں اور بھلائیاں ہم کو بتلائی ہیں سنیکا ایک بڑا رومی حکیم ہے وہ یہ لکھتا ہے کہ گو لوگوں کو اس پر یقین نہیں ہوتا کہ ہمارے خوشی چین و آرام کے واسطے یہ امر کیسا زبون ہے کہ ہم اپنے دل کو ان چیزوں پر لگائیں جو دولت سے حاصل ہوتی ہوں جانوروں کے واسطے تو یہ عذر ہے کہ ان کو عقل نہیں جو وہ دانہ کے لیئے دام میں پھنستے ہیں مگر دانشمند کیوں دولت - شان و شوکت حکومت کے جال میں پھنسیں سب سے زیادہ انسان کی کوشش خورش و پوشش کی چیزوں کے حاصل کرنے میں ہوتی ہے اگر ہم اپنے جسم کو نازو نعمت سے پالیں اور اپنی شہوات نفسانی کی باگ کو نہ روکیں تو پھر دل کا اختیار جسم سے بالکل اُٹھ جاتا ہے - بس آدمی کو اس سے زیادہ خیال کرنا نہیں چاہیئے کہ بقدر ضرورت پیٹ کو بھر لے - پیاس بجھالے - بدن کو ڈھکالے : گرمی سردی سے بچالے - سوا ازیں ہم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ساری چیزیں اس قابل نہیں ہیں کہ ہم اُن کے لئے فکر و تردد کریں - تھوڑا چاہنا حقیقت میں سچی بزرگی ہے تھوڑی سی چیزیں بزرگ منشوں کے نزدیک بہت ہوتی ہیں - بس جو بزرگ اس طرح کے خیالات کر کے تارک الدنیا ہوتے ہیں وہ عروس دولت کی ادا کو پسند نہیں کرتے اُس کی مہربانی و نامہربانی دونوں کو ذلیل جانتے ہیں گو اس طرح سے لوگ تارک الدنیا ہو جاتے ہیں اور دُنیا کے کاموں کی تجارت کو چھوڑ دیتے ہیں مگر وہ اہل دُنیا کو اس طرح فائدہ پہنچاتے ہیں کہ وہ اپنے مطالعہ اور تصنیفات سے اُن کو ہدایت کرتے ہیں - کہ دُنیا کی جن چیزوں کے حاصل کرنے میں تم بڑی سرگرم ہو اور محنت مشقت سے حاصل کرتے ہو اُن کو بہت کم قیمت جانو - ایسے آدمی بڑے کاہل سمجھے

سمجھے جاتے ہیں مگر وہ بڑے کام کرنے والے ہوتے ہیں وہ تمام چیزوں کو جو خدا اور انسان سے متعلق ہیں اپنی خیال اور ذہن میں رکھتے ہیں خوب سمجھ لینا چاہئے جو عقلی و روحانی اشیاء ہمارے قبضہ میں ہوں وہی تو ہماری ہیں وہ باقی اور سب چیزیں ہمارے پاس مستعار ہیں۔ دولت جو چیزیں ہم کو دیتی ہے وہ پھر لے لیتی ہے اپنی چیز کسی کے پاس چھوڑنے کی نہیں ان خیالات کو دل میں رکھکر اگر کوئی دنیا کو دیکھے تو بالکل برعکس معاملات نظر آئیں گے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھے گا کہ دولت حاصل کرنے کے لئے تمام دنیا سرگرداں ہے - ہر ایک اس کی لو لگی ہوئی ہے کیا طریقہ اس کے حاصل کرنے کا جانا ہی بعض اس کے شوق میں کس طرح بیتاب ہیں اس کے حاصل کرنے میں کسی بات کو ناجائز نہیں جانتے بعض سلامتی ہی سے اس کی تحصیل کرتے ہیں غرض سب اس کی خدمت اپنے اوپر مہربان کرنے کے لئے کرتے ہیں اس کے مطیع بنانے کے واسطے غلامی پہلے اختیار کرتے ہیں دولت کی امید میں جو بیٹھے ہیں وہ اس پر بڑبڑا رہے ہیں اور جن کو حسب منشا حاصل ہوگئی ہے وہ اس کے وجود ہی سے انکار کرتے ہیں جب وہ کسی کو اوروں پر ترجیح دے کے پسند کرتی ہے تو اسے ہر شخص اندھا کہتا ہے۔ اور جب وہ اپنے تئیں پسند کرتی ہے تو اس کو اپنی لیاقت و قابلیت کا محمول کرتا ہے +

جذبات نفسانی کی شرارت یا نفس امارہ کی شامت

جب آدمی سنجیدگی کے ساتھ اپنی زندگی کے پچھلے کاموں پر غور کرتا ہے۔ کہ کیا کیا کئے ہیں تو اس کو معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے بری کام اپنی جذبات نفسانی کے اور نفس امارہ کے غلبہ کے سبب سے کئے ہیں۔ اب وہ تجربہ کر لیتا ہے کہ آئندہ پھر ایسے غلط کام نہ کئے جائیں مگر اس کے مستحکم ارادہ کے خلاف اس کی طبیعت پھر اس کو مغلوب کر لیتی ہے اور ویسی ہی کام پھر کراتی ہے اور عقل و طبیعت میں ایک جھگڑا کھڑا ہو جاتا ہے کہ کون ہم پر مسلط ہو۔ اکثر ہم سے یہ جذبات دفعتہً بڑے زبون اور زہریلے کام دیدہ و دانستہ

کرلاتے ہیں ہم کو سخت حیرت ہوئی ہے کہ کیا ہم گفتنہ بھر پہلے محبت شفقت عقل مذہب کے احکام کے محکوم تھے یا اُن سے دفعتہً رشتہ تعلق توڑ کر ایسے سرکش ہو گئے کہ انسان سے حیوان بن گئے۔ نفس امارہ نے وہ سر پر شیطان چڑھا یا کہ کچھ سے کچھ اور ہو گئے ہم اکثر لفظ جذبہ کا کام میں لاتے ہیں جس کے معنے عربی زبان میں غلبہ کرنے کے منازعت سخت ہیں اور کھینچے سکتے ہیں مگر وہ ایک انگریزی لفظ پیے شن کا ترجمہ کیا جاتا ہے جسکے معانے مختلف انگریزی زبان میں آتے ہیں مگر ہم نے جہاں اس کو لکھا ہے اُس کے معنے یہ لئے ہیں کہ ہمارے احساس کی وہ حالت جو ایک اضطراب ایسا پیدا کر دے کہ ہم اپنے تئیں ضبط نہ کر سکیں اور اپنے اختیار سے باہر ہو جائیں۔ غرض جذبہ عقل کا مقابلہ کرتا ہے۔ وہ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک جسمانی دوسری روحانی +

آسودہ حالوں کی زندگی۔

اس وقت ہم آسودہ حالوں کی زندگی کا ذکر باعتبار مذکر و مونث ہونے کے کرتے ہیں۔ بڑے آدمیوں کی زندگی کا دھیان اس سبب سے اول کرتے ہیں کہ اُن سے کمتر آدمیوں کے حال پر بھی قیاس ہو جائیگا اس سبب سے گویا کل انسانوں کا حال معلوم ہو جائیگا۔ بڑے آدمیوں کے ہاں لڑکیاں بہ نسبت لڑکوں کے زیادہ چین اور آرام سے رہتی ہیں۔ جس وقت لڑکیاں اپنے گھروں میں نکلتی ہیں اور ادھر اُدھر پڑی پھرتی ہیں پھولوں کے درختوں میں دل بہلاتی ہیں اس وقت اُن کے بھائی مکتب میں اُستادوں کی نگاہ کے نیچے بیٹھے ہوتے ہیں اور اُن کے ایک ایک لفظ پر گرفت ہوتی ہے۔ اُستاد کی ہدایتوں کے بوجھ سے اُن کی گردن جھکی جاتی ہے۔ جن باتوں کو ان کی طبیعت چاہتی ہے وہ کر نہیں سکتے جب لڑکیاں کچھ بڑی ہو جاتی ہیں تو ماں باپوں کی بڑی لاڈلی ہوتی ہیں انکی

باتیں بڑی پیاری پیاری معلوم ہوتی ہیں۔ سارا گھر اُن کو چاہتا ہی اُن کی صورت۔ وضع۔ انداز۔ نیکی صفائی سے ماں باپوں کا دل ایسا خوش ہوتا ہی جیسا کہ بہشت سے ہوگا۔ اب ان کے بھائیوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ ان اصول کو سیکھتے ہیں کہ جن سے اُن کو نفعے حاصل ہوں اور لوگ اُن کی قدر کریں اس آرزو میں کہ تعریف ہو۔ وہ پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں۔ اگر اس نوعمری میں ناموری و شہرت کا شوق پیچھے پڑ گیا تو پھر بہت سے خوف لگے آتے ہیں۔ جب لڑکیوں کی شادی ہو جاتی ہے تو فقط اُن کا یہ کام ہوتا ہے کہ خاوندوں کو جتنے بہتر پسند کرتے ہیں [illegible] بنا دیں بچوں کی پرورش کریں۔ نوکروں کے ساتھ خوش خلقی برتیں [illegible] والوں کی تحصیل سے باز رہتا ہے۔ اس کو اوروں کے لئے وہ کام کرنے پڑتے ہیں جو خود اپنے لئے وہ اپنے ذاتی معاملات میں محنت و کفایت کرتا ہی۔ سرکاری کاموں میں تن دہی اور دیانت کرتا ہے۔ اپنی اور لیاقتوں کو بھی سنبھالنا پڑتا ہے۔ اس کو اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ کاروبار خانگی اُن میں خلل نہ ڈالیں جیسی اُس کو اپنی آسودہ حالی کے لئے جان کھپانی پڑتی تھی اس سے زیادہ اس کو اپنی اولاد کے لئے فکر کرنی پڑتی ہی + خلاصہ سب کا یہ ہے کہ عورت کا کام یہ ہے کہ وہ پسندیدہ اور خوش کرنے والی ہو۔ مرد کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے عاقل ہونے کا خیال رکھے۔ جو عورت و مردان کاموں کو چھوڑتے ہیں وہ اپنی زندگی کا اصل مقصد ہاتھ سے کھوتے ہیں۔ جو عورتیں تکلف و وضع سے خوش کرنا چاہتی ہیں وہ لوگوں کو مکروہ معلوم ہوتی ہیں اور جو مرد تصنع سے اپنی عقل کو دکھاتے ہیں اُن کی ہنسی ہوتی ہے ایسی حالت میں یہ دونوں جھوٹی محنت کے جیلخانہ میں اپنی غفلت سے قید ہوتے ہیں +

مصیبت میں شجاعت۔

بعض آدمی ایسے بدمزاج ہوتے ہیں۔ کہ جہاں اُن پر ذرا سی مصیبت پڑی بیمار ہوئے آپے سے باہر ہوئے کبھی گھروالوں کو بُرا کہتے ہیں۔ کبھی کپڑے پھاڑتے ہیں کسی کو مارتے ہیں حکیم کو گالیاں دیتے ہیں بعض وہ بہادر جوان مرد نیک مزاج ہوتے ہیں کہ خواہ وہ کیسے ہی سخت علیل ہوں اور اُن پر کیسی ہی نازل ہو۔ مگر کبھی اپنے منہ سے بُرا لفظ نہیں نکالتے! ور اُنکی حالت میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔ وہ کسی طرح سے اپنے طیش و غضب کو جوش میں نہیں آنے دیتے۔ کبھی ان کی مستقل مزاجی متزلزل نہیں ہوتی۔ بس جو شخص اس طرح اپنے مزاج کو قابو میں رکھتا ہی اور اپنی نفس پر قادر ہوتا ہی وہ بڑا صاحب کمال ور صاحب استقلال شجاع ہوتا ہی ایسے کام گو اپنی کارروائی کے لئے ضروری ہوتے ہیں مگر اس سے اوروں کی نظر میں بھی کمال وقعت اور عزت پیدا ہوتی ہی۔ یہ ادب اوروں کے دلوں کو تسخیر کر لیتا ہی۔ اور سب پر اپنا غلبہ رکھتا ہے۔ جہاں وہ ظاہر ہوتا ہی اُس کی تقلید شرم سے یا رشک سے کرکے اُس کا ادب لوگ کرنے لگتے ہیں یہ وہ نیکی ہی جس کی ضرورت ہر ساعت میں۔ ہر مقام پر۔ ہر گفتگو میں پڑتی ہی۔ وہ پرلے درجہ کی دانائی اور ہوشیاری باقاعدہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ اگر آدمی اپنے تمام عمر کے واقف کاروں کو دیکھے تو اُس کو معلوم ہو گا کہ جو لوگ بڑے ضابطہ و مستقل مزاج تھے انھوں نے بھی بڑے بڑے کام اور خدمتیں کیں ہیں جو اپنے خواہشہا نفسانی کی غلام بن کے متلون مزاج تھے اُن سے کوئی بڑا کام نہ ہو سکا جو نیک مزاج موم کی ناک تھے اُن سے کام وہی ہوتے ہیں جو بدمزاجوں سے۔

خود آدمیوں پر خیال کرنا نہیں چاہئی۔ بلکہ اُن کے خصائل و افعال پر بعض آدمی پاک نہاد ہوتے ہیں مگر ایسے نرم مزاج ہوتے ہیں کہ وہ اپنی فیاضی کو محدود نہیں رکھتے ہیں

بلکہ عام طور کر کے سب کو خوش کرنا چاہتے ہیں مگر اُن سے کوئی خوش نہیں ہوتا اُنکی میلان طبع کا مقتضا یہ ہوتا ہی کہ وہ سب کو خوش کریں اسکے لئے وہ کچھ جھوٹ بھی نہیں بولتے مگر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جن آدمیوں میں موجود ہوتے ہیں اُنکو خوش رکھتے ہیں جس مزاج کے سبب سے وہ ملاقات میں عمدہ ہیں خط و کتابت میں خراب ہیں یہ افسوس کی بات ہے کہ جن آدمیوں کو ہم نہایت شیریں کلام دیکھتے ہیں وہ حکومت پاکر بڑے سخت دل ہو جاتے ہیں اور اُنکی دوستی پر کچھ اعتبار نہیں ہوتا یہ بات کچھ اُن کی اپنی بدمزاجی کے سبب سے نہیں پیدا ہوتی بلکہ ایسی نرم دلی کے سبب سے کہ وہ اوروں کے کہنے میں چلتے ہیں۔ اور جو شخص اوروں کے کہنے پر چلتا ہو وہ بڑا خوش نصیب ہے کہ بدمزاج نہ ہو جاوے اور اچھی طرح زندگی بسر کرے۔ غرض نرم مزاجی سے جو تلون پیدا ہوتا ہی وہ ہماری نیکی و بدی کو ایک کر دیتا ہے۔ ایک شخص نے بڑی نیک نیت جوان دولت مند کو کہا کہ میں اُسکے ہاتھ میں اپنا روپیہ امین سے نہ دونگا کہ وہ اپنے روپیہ کو کسی سے دریغ نہیں رکھتا۔ اُس کا قول تھا کہ معاملات میں محبت کو دخل دینا نہیں چاہئے بلکہ دوستوں سے بھی اجنبیوں کی طرح معاملہ کرنا چاہئے۔ جو مستقل مزاج اور شجاع ہوتے ہیں اُن کے اکثر کاموں میں ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی ذات کی محبت کو وہ گھٹاتے ہیں۔ جو نہایت مشکل کام ہے کیونکہ اپنی ذات کی محبت انسان پر بڑا غلبہ رکھتی ہے۔ جب مستقل مزاجی آدمی کی مرضی کو عقل کا تابع بناتی ہی تو وہ خود خوب روشن ہوتی ہی اور آدمی خواہ کیسا ہی ادنے درجہ کا ہو اُس کو اعلیٰ درجہ کا بنا دیتی ہی مریض جو شدت مرض میں استقلال کو ہاتھ سے نہیں دیتے ہیں۔ اُنکی صورت خواہ کیسی ہی مرض سے قابل رحم ہو گئی ہو لوگ بڑے ادب کی نگاہ سے اُنہیں دیکھتے ہیں ورا اُنکی صورت سے سمجھتے ہیں کہ اپنے تئیں خدا کی مرضی پر چھوڑ رکھا ہی اسی کو علم حکمت میں نفس اماّرہ کا مغلوب

کرنا کہتے ہیں چھوٹے چھوٹے کاموں میں بھی اپنے اوپر آپ حکمراں ہونا اور نفس کو زیر فرماں رکھنا تعریف کے قابل ہوتا ہی۔ کیونکہ اس حالت میں آدمی سب کام اپنی عقل کی اور اور آدمیوں کی نیک عقلی کی پابندی سے کرتا ہے مستقل مزاج آدمی ساری کام ایسے باقاعدہ اور باضابطہ کرتا ہے جیسے کہ کل اپنا کام کرتی ہی۔ اس کے دل میں سب طرح کی خواہشیں پیدا ہوتی ہیں مگر کوئی اس پر غالب نہیں ہوتی وہ کبھی گفتگو میں اپنی برتری اوروں پر ثابت نہیں کرتا بلکہ برابری وہ اپنی ذہنی دلائل سے لوگوں پر دباؤ نہیں ڈالتا۔ وہ اپنے سب کاموں میں کسی کا طرفدار نہیں ہوتا یہاں تک کہ اپنی نیک مزاجی کا بھی ۔

تصنیفات کسی کے نام پر لکھنا۔

زمانہ قدیم میں قاعدہ تھا کہ مصنف اپنی تصنیفات کو سلاطین و امراء کی نذر کیا کرتے تھے اور انھیں کے نام نامی سے اپنی کتابوں کو زینت دیا کرتے تھے۔ یہ امراء اور سلاطین بھی مصنفوں کی قدر و منزلت کیا کرتے تھے اور ان کی محنت کے عوضانہ میں بڑے صلے اور انعام ملتے تھے۔ اس طرح دونوں کی یادگار ہمیشہ کے ساتھ قائم رہتی تھی اور یوں اہل کرم و اہل فضل میں تجارت ہوتی تھی۔ ابتدا میں تصنیفات میں ناحق کی تعریفیں مصنف نہیں بھرا کرتے تھے بلکہ جو قدرشناسی کا مقتضا ہوتا تھا اس کے موافق تعریف کیا کرتے تھے جسکو کتاب کا مربی قبول کرتا تھا۔ اور لوگ بھی اس کو حق جانتے تھے مگر بعد ازاں مصنفوں کی طرف ممدوح کی مدح میں یاوہ گوئی کا ظہور ہونے لگا۔ اور اس کے کاموں کا بیان جن کا مضمون کتاب سے کچھ متعلق نہ ہو مبالغہ کے ساتھ ہونے لگا۔ اس کا نتیجہ رفتہ رفتہ یہ ہو گیا کہ ممدوح اور مداح دونوں کی ہنسی اڑنے لگی۔ تعریف وہی ہی جو تعریف کے قابل آدمیوں کی کی جاوی۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر نیک نام امرا اور بدنام دونوں مساوی

ہو جاتے ہیں۔ غرض کچھ اس کام میں افراط و تفریط ایسی ہوئی کہ اب جو رہے تو یہ رسم بالکل مفقود ہو گئی مگر یہاں ایشیا میں ابھی تک موجود ہے۔ مگر ہندوستان میں نہیں۔ کسی حاکم کو کوئی مصنف اپنی کتاب نذر کرے تو کوئی صلہ اُس کو نہیں ملتا۔ تصنیفات کو حکام سے کچھ تعلق ہی نہیں رہا ہے۔ عوام کی قدر شناسی صرف مصنف کا صلہ رہ گیا ہے +

عدالت

عدالت ان فضائل اربعہ میں سے ایک ہے جن پر تمام اخلاق کی بنا رکھی گئی ہے ارسطو اور سسرو اُس کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ ہر شخص کو اُس کا اپنا حق دینا عدالت ہے۔ فیثاغورث اور افلاطون کہتے ہیں کہ عدالت میں کُل فضائل شامل ہو جاتی ہیں ایک عدالت یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ فقط آدمی ہونے کے لحاظ سے کرے۔ دوسرے یہ کہ اپنے گھر کے آدمیوں کے درمیان عدالت کرے۔ تیسرے یہ کہ جمہور کے درمیان عدالت کرے۔ عدالت قانون میں نہیں ہوتی بلکہ ہمارے تصور میں جو حق کا خیال ہے قانون کا عدل دراصل اتنا ہی ہوتا ہے جتنا کہ وہ اس خیال حق کی موافقت کرتا ہے یہ کہنا کہ قانون ہی کے امر و نہی کا نام عدالت ہے اور اس کے سوائے عدالت کوئی چیز نہیں ہے ایسا ہی جیسے کوئی کہے کہ دائرہ کے نصف قطر آپس میں برابر جب تک نہیں ہوتے کہ محیط نہ کھینچا جائے +

(۲) ہم یہ تو اکثر لوگوں کے منہ سے سنتے ہیں کہ کام مصلحت کے موافق کرو یا اس طرح کرو کہ منفعت ہو یا اس میں آسانی ہو۔ یا نہایت عمدہ طرح سے ہو مگر یہ کبھی سننے میں نہیں آتا کہ کام اس طرح کرو کہ اس میں عدالت ہو۔ عدالت سب نیکیوں کی بنیاد ہے۔ بس جس نیکی کی بنیاد عدالت نہیں اس کا قائم رہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ بالاخانہ کا بغیر بنیاد کے۔ شجاعت جب تک نیکی نہیں کہ اس میں عدالت نہ ہو۔ چور، راہ زن بہت بہادریاں کرتے ہیں مگر اس سبب سے کہ اس کی بنا عدالت پر نہیں ہے وہ نیکی نہیں شمار ہوتی۔ شجاعت فقط جبھی

ظاہر ہو۔ اور اُس کے ساتھ دل میں عدالت کا خیال نہ ہو وہ فضیلت نہیں سخاوت نیکی نہیں جس میں عدالت نہ ہو۔ عدالت تو اس اعتدال کا نام ہے جس کو عقل تجویز کرتی ہے پس جس نیکی میں یہ اعتدال یعنی عدالت نہیں وہ نیکی نہیں ہے۔

(۴) عدالت کی برابر کوئی نیکی عظمت شان نہیں رکھتی۔ اس میں جو صفت خدا کی پائی جاتی ہے وہ کسی اور نیکی میں نہیں ہے۔ اکثر اور نیکیاں انسانوں کے مناسب حال بنائی گئی ہیں وہ مخلوق سے متعلق ہیں۔ مگر عدالت خود خدا تعالیٰ کرتا ہے۔ کوئی اور اس کے ساتھ نہیں ہو سکتا ہے۔ ہمہ جا و ہمہ وقت ہونا خیالات و اقوال و افعال کے پوری ہستی اور [illegible] ہونا اس کے ہر ایک درجہ کا معلوم ہو جانا پھر اُن کا اندازہ کرکے سزا و جزا دینا عدالت کی تکمیل کے لئے ضرور ہے اور یہ صفات خدا کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اس لئے کوئی اور عدالت تکمیل کے ساتھ سوائے اُس عالم الغیب کے نہیں کر سکتا عادل کامل ہونا خدا ہی کی خاص صفت ہے۔ جس قدر انسان سے عدالت ہو سکے وہ اس کی شکوہ و عظمت ہے۔ جو آدمی انفصال حقوق کا اختیار ہاتھ میں رکھتے ہیں وہ گویا نائب خدا ہیں جو بدیوں کی تعزیر اور نیکیوں کی توقیر کرتے ہیں۔

جب کسی قوم میں سے عدالت کا پاس و لحاظ جاتا رہتا ہے تو اُس کا ادبار آجاتا ہے اس میں حاکم عادل نہیں ہوتے ظلم کرتے ہیں۔ اور یہ ظلم اس قوم کو غارت و تباہ کر دیتا ہے سلطنت کی بنا عدالت پر ہوتی ہے جب بنیاد نہیں تو مکان ہی نہیں عدالت نہیں تو سلطنت بھی نہیں۔ جو بادشاہ عدالت کرنے بیٹھیں وہ یہ جانیں کہ ہم تجارت کرنے بیٹھے ہیں جتنی منفعت اُٹھا سکیں اُٹھائیں اور یہ نہ جانیں کہ خدا عادل ہے اور اس کے گماشتے ہم یہاں مقرر ہوئے ہیں تو ضرور ایسی بلائیں اُن پر نازل ہونگیں کہ اُن کو خاک میں ملا دینگی۔ حکومت کی طمع غصہ و انتقام کے جوش عدالت کو ضعیف کر دیتی ہیں مگر آخر کار عدالت ہی کو غلبہ رہتا ہے۔ اسی کی میزان کے پلڑے برابر ہو کے اپنی زندگی کی

اسکو کام کو دکھاتے ہیں ۔ عدالت آدمی کو رحم سے باز رہنے پر مجبور نہیں کرتی ۔ جسکے سبب سے کوئی عادل کو ظالم کہے ۔ جو عادل عاقل ہے وہ جانتا ہے کہ انسان خطا و جرم کرتے ہیں کتنا ہی طبیعت کے سبب سے مجبور ہے وہ اس خیال کو اپنے ذہن میں عدالت کے لئے ملحوظ رکھتا ہے جو وہ فتوی دیتا ہے اس میں رحم اور عدل دونو شامل ہوتے ہیں کوئی سختی اور ظلم نہیں ہوتا +

(۲) عدالت کا حال بجلی کا سا ہوتا ہے کہ وہ ڈالی سب کو ہے مگر غارت بہت ہی تھوڑوں کو کرتی ہے +

آتش بازی میں مظاہر قدرت

انسان کو بڑا شوق یہہ لگا رہتا ہے کہ اس عالم میں جو مظاہر قدرت و مناظر فطرت ہیں ان کی نقل اتاروں ۔ چنانچہ اس نے بہت سی چیزوں کی نقل اتاری اور خوب اتاری ہے ۔ چنانچہ وہ چھوٹا سا آسمان بناتا ہے ۔ اور اس میں بادلوں کو کڑکاتا ہے ۔ ان کی گرج سنواتا ہے ۔ بجلی کو چمکاتا ہے ۔ برف اولوں کا مینہ برسا کر مینہ کی جھڑی لگاتا ہے ۔ آتش بازی میں بھی وہ آسمان کا سماں دکھاتا ہے ۔ ستاروں کو دکھاتا ہے ۔ شہاب ثاقب چھوڑتا ہے دہوؤں کے بادلوں کو چھپاتا ہے قلعوں اور ہوائیوں کو چھوڑ کر بروج آسمانی بناتا ہے ۔ شعلوں کے مینا کو مینا چمکاتا ہے ۔ غرض آتش بازی بھی ایک عجیب الخلقت ہے جو رات کو بے شمار ستارہ و پھول جنتی ہے ۔ گو بعض کفایت شعار مذہب کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے آتش بازی سے دل جلائیں اور جلے پھپھولے پھوڑیں ۔ اور لال پیلے رنگ چہرہ کے دکھائیں و زبان سے فرمائیں کہ روپے میں آگ لگانے سے کیا فائدہ ۔ مگر آتش بازی سے زیادہ کوئی چیز اہل دانش کو یہہ سبق پڑھانے والی نہیں کہ انسان اپنی قدرت صناعت کو خواہ کیسا ہی معراج پر پہنچائے ۔ مگر خدا تعالی کی قدرت کے سامنے اسکی

کچھ ہستی وحقیقت نہیں۔ آتش بازی اپنے ستاروں میں خواہ کیسی ہی زنگ دکھائے مگر وہ آسمان کے ستاروں سے کیا نسبت رکھتی ہی صناع حقیقی کی قدرت بے انتہا ہے اُس کے آگے انسان کی قدرت کا وجود نہیں۔ آتش بازی کی اصل حقیقت کیا ہے جو ستارے روشن ہیں اُن سے آتش بازی کے ستاروں کو کیا نسبت ہے۔ اگر آدمی کو تابش خرد منظور ہو تو اس آتشبازی سے سمجھ لے کہ خدا کی دانائی اور قدرت بے انتہا ہے انسان کی تمام دانائی وقدرت کی کچھ بھی حقیقت اُس کے روبرو نہیں ہے +

خدمات عظیم کے صلے وانعام

گو ہر قوم میں حسن خدمات ملکی کے صلے اور انعام دینے کے مختلف طریقے ہیں مگر تمام مدبران ملکی کے نزدیک یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ جو اولوالعزم عالی ہمت والا ہمت اپنی قوم کی ایسی خدمت کرے جس سے ملک کی خوبیاں زیادہ ہو جائیں تو وہ احترام واکرام کا مستحق ہے اور یہ اعزاز جس قدر کم خرچ ہو اُسی قدر بالانشین مستحق کو کرتا ہی اور اُس کے حق میں مفید ہوتا ہے +

رومیوں کا قاعدہ یہ تھا کہ جب کوئی بڑا اولوالعزم عالی حوصلہ بزرگ منش خدمات ملکی بجالاتا تو اُس کے صلہ میں دولت اور جاگیریں دیکر ممتاز نہیں بناتے تھے۔ بلکہ کسی درخت کے پتوں کا ہار بنا کے گلے میں ڈالدیتے تھے یا کسی درخت کے پھول سر پر رکھ دیتے تھے۔ مجلسوں میں کوئی خاص جگہ اُن کے بیٹھنے کے واسطے مقرر کر دیتے تھے۔ یہ مردان دلاوران کم قیمت انعاموں کے واسطے اپنی جانیں لڑا دیتے تھے چینیوں کے ہاں حسن خدمات کے صلہ کا ایک اور طریقہ تھا کہ مرنے کے بعد اس شخص کو خطاب دیتے تھے جس نے اپنے ملک کی وفاداری اور بادشاہ کی خیرخواہی میں جان دیدی یہ انعام کا طریقہ ایسا تھا کہ آدمی تادم مرگ ملک کی اور بادشاہ کی خدمت گزاری میں سعی کرنے سے باز نہ آتا تھا وہ جانتا تھا کہ میرے بعد میری اولاد کو

عزت و عظمت اُس خطاب سے حاصل ہوگی۔ انگریزوں کے ہاں انعام کا طریقہ ایک یہ تھا کہ جب مہم عظیم میں کامیابی و فتحیابی ہوتی تھی تو اُس مہم کے نام کے تمغے بنائے جاتے تھے اور اُن افسروں اور سپاہیوں کو دئے جاتے تھے جنھوں نے اس مہم کو ختم کیا تھا۔ رومیوں کا یہ قاعدہ تھا کہ وہ ایسی مہمات کے نام سے اپنے ملک میں سکے جاری کیا کرتے تھے یعنوں سے ایسی شہرت اور ناموری نہیں ہو سکتی جیسی کہ سکوں سے۔ ان مہمات کے سکوں کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ ان سکوں کا رواج پانا ہی اس مہم کی شان و عظمت کو بڑھاتا تھا +

ایشیا میں حسن خدمات کے صلہ میں خطاب القاب کے ساتھ دولت جاگیر دی جاتی تھی اور ابتک یہ طریقہ چلا جاتا ہے ان کے ہاں نواب بے ملک اور راجہ بے راج کے بہیں بنائے جاتے ہیں +

اہل خیال و اہل کار یعنی سوچنے والے اور کام کرنے والے۔

انسانوں کا بڑا حصہ وہ ہے جو محسوسات سے محفوظ ہوتا ہے۔ جو چیز کسی حس کو اچھی لگے وہ اُس کو اچھا جانتے ہیں۔ تھوڑے ہی ایسے آدمی ہیں کہ عقل و قوت فطری کے نزدیک جو چیز اچھی ہو اُس سے محظوظ ہوں بعض کا یہ وحشیانہ خیال ہے کہ کام کرنے والے بہ نسبت سوچنے والے آدمیوں کے سوسائٹی کے حق میں زیادہ بکار آمد اور سودمند ہوتے ہیں اور سوچنے والوں کا فرقہ نکما ہے۔ یہ رای غلط ہے۔ سپہ سالار اور مدبر جو ملکی اور جنگی خدمات بجالاتے ہیں وہ ایک سرزمین کے خاص مکان و مقام میں مقید ہوتے ہیں جیسی وہ اپنے ملک اور قوم کی ترقی اور بہبودی میں کوشش کرتے ہیں ویسی ہی وہ دوسرے قوموں کی ضرر رسانی اور نقصان پہنچانے میں سعی کرتے ہیں۔

برخلاف اس کے جو سوچنے والے آدمی ہوتی ہیں ان کے خیالات علمیہ کسی مکان اور زمان کے ساتھ مقید نہیں ہوتے بلکہ وہ ساری دنیا کے لئے یکساں ہوتے ہیں سوا اس کے عمل کرنے والوں کے کارہا نمایاں کی شہرت انسل بعد نسل فقط ایک نسل میں چلتی ہے اور جب وہ منقطع ہو جاتی ہی تو وہ ناموری بھی جاتی رہتی ہے۔ برخلاف سوچنے والوں کے کاموں کے کہ وہ دنیا میں ہزاروں برس قائم رہتی ہیں۔ اسکندر اور قیصر کی فتوحات سی ہم کو کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے لیکن فیثاغورث نے جو سینتالیسویں شکل مقالہ اول اقلیدس ایجاد کی اس سے ہمیشہ انسان تجارت میں دولت اور منفعت حاصل کریگا شائد لوگ اس پر تعجب کرینگے کہ اس شکل کو دولت و تجارت سی کیا تعلق ہی تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمام جہازرانی علم مثلث پر موقوف ہی اور علم مثلث اس شکل پر۔ جہازرانی سے جو تجارت کا بازار گرم ہوتا ہی وہ اس شکل کی بدولت علم ریاضی ایسا علم ہے کہ جس نے انسان کو مہذب بنایا ہی اور وحشیوں سے اُسے ممتاز کیا ہے۔ تمام زینت اور منفعت انسان کو اُس کی بدولت حاصل ہوئی ہے اور ہوتی ہے یہ علم تو انسان کے ظاہری حال کو اچھا کرتا ہی مگر بہت سے علم ایسے ہیں کہ وہ انسان کے باطن کو مہذب بناتے ہیں تمام بزرگوں اور ولیوں پیغمبروں کے کلام اور علم نے بھی انسان کے دلوں میں نیکی اور اخلاق کا بیج بویا ہے کیا ان عمل کرنے والوں سے جنھوں نے لاکھوں آدمیوں کے خون کے ندی نالے بہائے۔ کوئی نیکی کا سکہ انسان کے دماغوں میں جمایا ہے۔ اگر یہ سوچنے والے بیکار ہی ہوں تو اُن عمل کرنے والوں سے اچھے ہیں جو ہزاروں انسانوں کو تکلیف اپنی ناموری کے واسطے پہنچاتے ہیں + ہاں یہ سچ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسے آدمی جو اپنے

سوچنے سے دنیا کو فائدہ پہنچائیں۔ تھوڑی پیدا کی ہیں اور ایسے آدمی جو اپنی عملی کاموں سے دنیا کو فائدہ پہنچاتے ہیں کثرت سے پیدا کئے ہیں۔

پابندی اوقات

انسان کے واسطے گو ہزاروں کام ہیں مگر اُس سے حیوان فقط اپنے شعور طبعی کے ذریعہ سے زیادہ محنت کرتے ہیں اور اُن کا وقت زیادہ کام میں بہ نسبت انسان کی صرف ہوتا ہی۔ انسان میں ایسی عقل ہے کہ اُس کے واسطے ایک بڑا وسیع میدان کاموں کے واسطے وہ پیش کرتی ہے کہ جو جانوروں کے واسطے نہیں ہے شکاری جانور اپنا وقت کھانے سونے میں کاٹتے ہیں یا جاگنے کا وقت شکار کی تلاش اور کھانے میں صرف کرتے ہیں اب انسان کو دیکھو کہ وہ شکایت کیا کرتا ہی کہ دن کاٹنا بھاری ہوتا ہے۔ وقت پہاڑ معلوم ہوتا ہی۔ کوئی کام نہیں جو میں کروں۔ جوان عاقل کو ایسی باتوں کے کہنے سے شرم کرنی چاہئے اس کے جسمانی اور عقلی محنت کے لئے ہزاروں کام موجود ہیں اور ہنر کے کاموں کے سواء مذہبی خیالات میں فائدہ مند کتابوں کے پڑھنے میں اور تقریروں میں وہ وقت اپنا اچھی طرح کاٹ سکتا ہی علم و نیکی کا میدان ایسا وسیع ہی کہ اُس کی حد و پایان نہیں جو شخص اس میں اپنی عقل کے گھوڑے دوڑاتا ہی وہ ہر گھنٹہ میں زیادہ عاقل اور بھلے سے بہتر ہو جاتا ہی۔ کاہلی کے گھنٹوں کی برابر کوئی برا وقت زندگی کا نہیں ہوتا۔ اگر ہر شخص اپنا امتحان اس طرح کیا کرے کہ میں کیا کرتا ہوں اور آج میں نے کیا کیا تو وہ ضرور کاہلی سے دور رہیگا اور دل کو بھی کاموں سے ہٹائیگا۔ نیک کاموں میں لگائیگا۔ غرض جو شخص اپنے وقت کو بیکار کھونا نہ چاہے وہ اس خطا سے بچیگا کہ میں نے وہ آج کام کئے ہیں جو مجھے نہیں کرنے چاہئیں اور وہ کام نہیں کئے ہیں جو مجھے کرنے چاہئیں تھے۔ یہ خطا ایسی ہی کہ بڑے بڑے عاقل بھی اس سے نہیں بچتے

(۲۲) جیسے نجومی اجرام فلکی کے سعادت و نحوست ان کے مکان اور زمانے سے!

کرتے ہیں اسی طرح علم اخلاق کے عالم آدمیوں کی نیکیوں کے انواع زمان و مکان کے لحاظ
سے تجویز کرتے ہیں وہی ایک آدمی جو ایک وقت اور مقام پر شیخی بگھارتا رہا ہی دوسرے
وقت اور دوسرے مقام پر خاموش بیٹھا ہی۔ غرض حقارت و قدر و منزلت۔
مدح و ذم۔ نیکیاں اور برائیاں وقت و زمانہ پر موقوف ہیں مگر آدمی کو چاہیے
کہ وہ نیکیاں اپنے میں پیدا کرے جن کی تعریف زمان و مکان سے مقید مختص نہ ہوں
بلکہ وہ ہمہ وقت اور ہمہ جا ستائش سے مستحق ہوں تاجر کی بڑی تعریف یہ ہوتی
ہی کہ سارے کام اُس کے پابند اوقات ہوں۔ وہ تجارت میں جو وعدے کرے
اُن کو وقت پر پورا کرے وہ کسی اور بات سے ایسا خائف نہ ہو جیسا کہ اس
بات سے کہ لوگ اُس کو کہیں کہ وہ اپنے وعدوں کو وقت پر ایفا نہیں کرتا۔ یہیں جیسی
یہ پابندی اوقات تاجر کے لئے ضرور ہے ایسی ہر شخص کو اپنے کاموں کے واسطے
نظم اوقات ضرور ہی۔ اکثر آدمی اس پابندی کو ضروری نہیں سمجھتے اور جانتے
ہیں کہ یہ قید آزادی اور امارت کے خلاف ہی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں پابند
اوقات نہ ہونے سے آدمی بڑی باتوں میں بھی وقت کا پابند نہیں رہتا۔ جو
وقت کسی کام کا ٹھیراتا ہی اُس وقت نہیں کرتا اس سبب سے اُس کا اعتبار کم ہو جاتا
ہے۔ اور لوگ شبہ کرتے ہیں کہ جو اس نے وعدہ کیا ہی وہ وقت پر معلوم نہیں پورا
کریگا یا نہیں دعوتوں اور جلسوں میں اس کو بلاتے ہیں مگر یہ جانتے ہیں کہ وہ وقت پر
نہیں آئیگا اس لئے اُس کا انتظار نہیں دیکھتے ہیں جس سے وہ ذلیل ہوتا ہی +

(۳) جن چیزوں کو انسان اپنے نزدیک ایسا مضبوط اور مستحکم بناتا ہی کہ وہ قیامت
تک قائم رہینگی اُن کو وقت غارت کر کے نیست و نابود کر دیتا ہی۔ لوہے اور
کے ہتھیاروں کا نشان باقی نہیں کتابوں اور پرانے نوشتوں کو کیڑوں کو
ہی اور ایسا محسن کش ہی کہ نیک ناموں کا نام مٹاتا ہی +

تنہا نشینی۔

ہمیشہ روشن دماغوں کو جنکا علم وسیع اور ذہن عالی ہوتا ہی تنہائی پسند ہوتی ہے جن کو یہ ملکہ ہوتا ہی کہ زمانہ حال و ماضی کا آپس میں مقابلہ کرکے یہہ دریافت کرلیتے ہیں کہ ہمیشہ سے آدمی کی ایک ہی سی خوشیاں و آرام اور امیدیں اور ناخوشیاں متواتر واقع ہوتی رہتی ہیں وہ خلوت میں خوشی سی بیٹھتے ہیں اور اپنے خیالات کو وسیع کرکے اُن کی بوقلمونی سے وہ مسرت حاصل کرتے ہیں جو جلوت میں اپنے حواس خمسہ سے نہ حاصل کرسکتے۔ جو لوگ صاحب دولت اور ثروت و حکومت ہوتے ہیں وہ بھی ان آدمیوں کی صحبت سے گھبراکر خلوت میں جابیٹھتے ہیں جو اُن کو ہر وقت اسلیئے گھیری رہتے ہیں کہ جو چیز اُن کی مسرت کی مخل ہوا سے دور کردیں وہ یہی کہتے ہیں کہ اگر اسطرح سے ہم کو خلوت نہ نصیب ہوا کرے تو لطف زندگی جاتا رہے غرض خواہ انسان کیسا ہی عالیشان و بہ ساز و سامان ہو وہ اس تنہائی کی آرزو سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اگر اسکو سوچ بچار کرنا آتا ہی تو وہ ہزاروں طرح کی تحقیقات اور خیالات سے رہیگا بغیر اُنکے نہیں رہ سکتا۔ وہ ضرور خلوت میں بیٹھکر یہ کام کریگا مگر ایک امر جو عظیم الشان اسکا مانع ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ تالیف قلوب کے لیئے رسوم تعظیم و تکریم میں اس کا بڑا وقت ضائع ہوتا ہی۔ گھر میں تو یونانی ضرب المثل کے موافق آقا اور غلام دونو برابر ہوتے ہیں اسلیئے شان امارت کا مقتضا یہ ہوتا ہی کہ جلوت میں وقت صرف کیا جاے۔ ایک بادشاہ نے اقلیدس سے کہا کہ اُس کو مختصر طور پر علم ہندسہ سکھاوے۔ تو اقلیدس نے جواب دیا کہ حضور علم ہندسہ کے واسطے کوئی راہ شاہی نہیں ہے اور چیزیں حکومت و دولت سے حاصل ہوسکتی ہیں مگر علم مطالعہ اور تنہا نشینی سے حاصل ہوتا ہی +

تصنیفات میں عیب و صواب دیکھنا

مصنف کا کام یہ ہی کہ آدمیوں کو وہ باتیں سکھائے جو لوگوں کو معلوم نہ ہوں یا جو اُن کو پہلے سے معلوم ہوں اُن کا پیرایہ تازہ بدل کر خوش پہلو دے اور حسنِ ادا کی خوبی ادا ایسا پیدا کرے کہ وہ لوگوں کے دلوں کو ایسا لبھائے کہ پھر لوگ اُس کو دوبارہ شوق سے دیکھنے لگیں یہہ دونو کام بڑی محنت کے ہیں لوگوں کو چاہیئے کہ وہ تصنیفات میں ان دونو باتوں کو دیکھیں۔ وہ چاہئیں فقط مصنفوں کی غلطیوں پر نظر نہ ڈالیں بلکہ اُن کی خوبیوں پر بھی۔ ان کی جہالت ہی پر نظر نہ کریں بلکہ ان کی خوش کرنے والی وصفوں پر بھی۔ اور یہ سمجھیں کہ جو ہم کو سکھاتے ہیں وہ ہم سے زیادہ علم رکھتے ہیں بس جو لوگ اپنا وقت خیالِ تصنیف میں صرف کرتے ہیں جیسے اندر ناکامی میں جوکھوں بڑی اور کامیابی میں منفعت تھوڑی ہے۔ ان کی ترقی کو جو روکتے ہیں وہ بڑے بد اندیش۔ تیرہ دروں۔ کور باطن ہیں نسل کی نسل حسود کی ایسی ہی کہ وہ اپنا فرض یا دل لگی سمجھتے ہیں کہ جس کتاب میں علمی خوبی اور ذکاوت پائی جائے اُس کی شہرت کے دروازہ کو بھیڑ دیں اور سنتری بن کر سپہ کھڑے ہو جائیں اور اُس پر اُن کو بڑا ناز و فخر ہوتا ہی کہ ہم اپنی جہالت اور حسد کو اُس کتاب کی اوّل اطلاع دیں اس فرقہ کو اور لوگ عیب بین کہتے ہیں اور وہ اپنے تئیں نکتہ یاب حقیقت شناس کہتے ہیں مصنفوں کو چاہئے کہ تصنیف سے پہلے اُن لوگوں کا علاج کریں سے وہن سگ بلقمہ دوختہ بہ + یعنی ان کی دعوت کر کے راضی کر دیں یا خوشامد کا افسانہ سنا کر خوابِ غفلت میں سلائیں ان لوگوں کی ضرور یہ عادت ہوتی ہے کہ اگر مصنف اُن کو کچھ ما بہ الاحتظاظ پہنچا دے یا خوشامد کرے تو چشم پوشی کے ہو رہتے ہیں۔ اگر وہ اخبار نویس ہوں تو اُنکا اخبار الٹے لے پھر دیکھئے کہ اُنکی مدح سرائی میں کیا بھٹائی ہوتی ہی۔ اگر محنت صداقت کے ساتھ تصنیفات کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵۱	۱۳	بڑا	بُرا	۳۱۸	۱۲	کی	کی خزاں
۲۵۲	۱۷	مصنفہ و مجلد	مصنفا و مجلا	۳۱۹	۷	بڑا	بُرا
۲۵۳	۱۸	دوست	دوستی کی	۳۲۵	۱۰	یوں بعید	بوں بعید
۲۵۶	۲	گوربا ہی	گربا ہی	۳۳۲	۳	تو چینی	چینی
۲۶۳	۱۱	کرے	کرو	۳۴۴	۱۷	۱۸-۱۹ ۲۰-۲۱	۱۳-۱۴ ۱۵-۱۶
۲۷۱	۹	جر بہ	چر بہ	۳۵۵	۱۲	پھکڑی	پھٹکڑی
۲۷۴	۱۷	بلسان	بُلسان	؍؍	۱۶	دقیقہ	دقیقہ
۲۷۸	۸	زوز	کازور	؍؍	؍؍	برائے ترغیب	برائی ترغیب
۲۷۹	۱	سِڈول	سُڈول	۳۵۶	۱۳	سلاخ	سلاخ
۲۸۰	۳	ذوجلال	ذوالجلال	۳۵۸	۱۲	پیوستا	پیوند
۲۸۳	۲	کے	کے ہے	۳۵۹	۸	ہیں	نہیں
؍؍	۱۲	پہلے	میلے	۳۶۱	۵	آپ	اپنے
۳۰۵	۱۳	وہ تب	تب	۳۶۲	۳	جان	بیان
۳۱۳	۱	اس میں	آپس میں	۳۶۳	۱۱	کاگر	کارگر
۳۱۶	۲	جھوٹ	چھوٹ	۳۶۶	۱۶	جیسے	جیسی
؍؍	۱۰	حبتہ	محبت	۳۶۸	۹	گستردری	سردمہری
؍؍	۲	ذلت	ذات	۴۰۰	۱۶	گر	مگر
۳۱۷	۲	ہوگری	کرے	۴۰۷	۱۸	ہوگیا	ہوگیا
؍؍	۱۶	ورستی	دوستی	فقط			

تمت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۵	۵	چوؤں	جوؤں	۱۵۷	۳	کی برائی	کسی برائی
۳۶	۱۱	ہو	ہوگی	؍؍	۵	سُتنا	ستا
۴۹	۱۲	ماہر	باہر	۱۵۸	۱	ثات	بات
۵۳	۳	وخود	وہ خود	۱۵۹		اینیٹھے	اسیلیے
؍؍	۱۳	پڑھائی کے	پڑھائی کی	؍؍	۱۳	کریٹ	کرے
۶۲	۱۰	نامقول	نامعقول	۱۶۲	۱۶	بنانے ہی	بنانے سے
۷۲	۱۰	تعایم میں	تعلیم میں	۱۶۳	۱	ہوئی	ہوتی
۷۵	۱۲	تعلیم ہے	تعلیم کا	۱۶۶	۲۰	درستی	دوستی
؍؍	۱۶	نظر آئے	نظر آئیں	۱۸۱	۵	اگیر	آکر
۷۶	۱۰	مہرہ	مہر	۱۸۱	۲۱	چھایا	پنھایا
۹۱	۱۵	وہ س کی	وہ اس کی	۱۸۶	۲۱	ہوتا	ہونا
۱۰۱	۱۰	ایک	ہر ایک	۱۹۱	۲۰	تہر	قہر
۱۱۳	؍؍	بنے	بنتے ہیں	۱۹۶	۸	عقائد	عقلیہ
۱۲۸	۱۵	اسباب پر	اسباب کی	۱۹۸	۲۰	۰	(۳)
۱۳۶	۱۴	گکل	کل	۱۹۹	۱۰	عضا	عضو
۱۳۹	۵	میں ہیں	ہیئت میں	۲۱۰	۱	(۲۲)	(۲۴)
۱۴۱	۴	بیٹھے تھے	بیٹھتے تھے	۲۶۲	۲۰	لیا جاے	لیا جائے
۱۴۶	۹	عم	عمر	۲۳۶	۵	کہتا	کہنا
۱۴۷	۱۲	بسیجتا	بسیجنا	؍؍	۱۲	ہی ہو	ہی رہو
۱۵۰	۴	انتقام	انتقام کا	۲۵۱	۱۲	بنہت	بنت

اور ناراستی پر ہے۔ وہ بالکل غلط ہی۔ دنیا میں ہماری دوستی آدمیوں میں
اسی پر موقوف ہی کہ ہم ایک دوسرے کے راز سے واقف ہوں اور اُن کو نیک نیتی کے
ساتھ مخفی رکھیں اور عقلمندی کے ساتھ اُن کو ملاپ جلاپ میں کام میں لائیں دوستی
کے اصلی کام یہی ہیں۔ آدمی کی نیک نہادی کی یہ علامت ہی کہ ہم اپنے یاروں سے
زیادہ دوستوں کے اسرار کی حفاظت کریں دوست کو اپنے راز سے محرم کرنے
کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ ہم اُس پر اعتماد اور اعتبار کرتے ہیں دوستی جس کا نام ہی وہ
اسی باہمی اعتبار ہی کا نام ہی۔ دوست کو دوست اپنا اصلی حال دکھاتا ہی
اُس سے اپنی بات کو مخفی نہیں رکھتا۔ دوستی کا معیار رازداری ہی۔ ہمیشہ دوستوں
میں اس کی تجارت کا بازار گرم رہتا ہی۔ جن آدمیوں کو رازداری کی خصلت
نہیں ہوتی تب اُن سے زیادہ راز کی بات کہی جاتی ہی اور اُس کے خفا کی تاکید
زیادہ اُن کے دل پر ایسا بار معلوم ہوتا ہی کہ اُس کو وہ زبان پر لا کر ہلکا
کر دیتے ہیں ہم میں رازداری کی عادت بہت کم ہی۔ یہ ہماری تعلیم کا نقص ہی
ہم بچپنے میں جب کسی نوکر کی یا رشتہ دار کی مخفی بات کو ماں باپوں یا اُستاد پر ظاہر
کرتے ہیں تو ہماری ذہانت کی تعریف ہوتی ہے اور بہت پیار کیا جاتا ہے +

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۴	ہونبٹ	ہونٹ	۱۶	۱۴	تشخیص	تشخص
۴	۱۱	نیچے	پیچھے	۱۸	۱۴۰	نقرایر	تقریر
۶	۶	وبھی	وہ بھی	۲۰	۲۱	دولیے	دوسے
۱۰	۱۵	انکار	افکار	۳۰	۱۷	تناورخت	تناور درخت
۱۵	۴	طمع	طمع	۳۲	۲۱	جنگ	جنگ میں

دوست سے اس لئے کہدیتا ہے کہ جس سے بیر یا دوستی اور الفت ثابت ہو۔ اور اس کی وجہ سے قدر و منزلت ہو۔ غرض جو آدمی راز کہتا ہے اس میں اس کی شیخی اور نمود پائی جاتی ہے۔ اپنا راز کسی دوست سے کہہ دینا فقط حماقت ہے۔ مگر دوسرے کے راز کا افشا کر دینا سوا حماقت کے مکاری بھی ہے۔ بعض آدمی دوستی کے ایسے پکے اور دیوانے ہوتے ہیں کہ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ دوستی کے معنے یہ ہیں کہ من تو شدم تو من شدی۔ جو دوست کا ہے ہمارا ہے اور جو ہمارا ہے وہ دوست کا ہے۔ بس اس لئے اس سے کسی بات کا مخفی کرنا دوستی سے بعید ہے۔ دوست کوئی غیر نہیں ہے وہ بمنزلہ اپنی ذات کے ہے اس سے راز کہنے سے کوئی دوسرا رازدان زیادہ نہیں ہوتا۔ بس اگر دوستی کے معنے یہ سمجھے جائیں تو یہ ہوگا کہ میں نے اپنا راز ایک اپنے دوست سے کہا اور اس دوست نے یہ راز دوسرے دوست سے اور دوسرے نے تیسرے سے غرض رازداری کا دورہ چلتے چلتے طشت از بام کا نقشہ ہو جائے گا۔ اور اس شخص کو راز معلوم ہو جائیگا جس سے چھپانا منظور ہے اس کا حال بجلی کا سا ہوگا کہ زنجیر کے ایک حلقہ سے دوسرے حلقہ میں فوراً اچھلتی چلی جاتی ہے وہی باتیں جو دوستوں کی سرگوشیوں میں ہو رہی ہیں وہ بازاروں میں مشتہر ہوتی ہیں غرض رازداری کا مسئلہ بڑا مشکل ہے کہ آدمی کس پر اعتبار کرے اور کس پر نہ کرے۔ گو اس کے قاعدے بہت سے بیان ہوئے۔ مگر سب سے اچھا یہ قاعدہ ہے کہ کبھی آدمی کسی کے راز پر واقف ہونا ہی نہ چاہے۔ جب کوئی شخص اپنا راز کہنے بیٹھے تو اس کے سننے سے انکار کر دے اس میں آدمی کا بڑا اعتبار رہتا ہے نہ اپنا راز کہے نہ دوسرے کا سنے۔

(۲) جب دو یار محرم اسرار آپس سے جدا ہوتے ہیں تو ان کے حافظوں میں ایک دوسرے کے اسرار مقفل ہوتے ہیں جن کے قفلوں کی کنجیاں ایک کی دوسرے کے پاس ہوتی ہیں

(۳) اکثر ہم اس مقولہ کو نقل کرتے ہوئے سنتے ہیں کہ جب اپنے راز کو ہم خود نہیں چھپاتے تو دوسرے سے اس کے چھپانے کی توقع نہیں کرنی چاہئے۔ اس مقولہ کی بنا بالکل غلط ہے

خیال ہوتا ہی اور وہ چاہتا ہی کہ میری چیزوں پہ لوگوں کو التفات ہو۔ اسلئیے ہر پیشہ میں بڑی ترقی ہوتی ہی +

رازداری۔

کہتے ہیں کہ جو شخص رازداری کے قواعد کے خلاف افشاء راز کرتا تھا اس سے ایرانیوں کو سخت نفرت ہوتی تھی ان کا قول یہہ تھا کہ ایک شخص صفات سے تو وہ گو ناقص ہو مگر اُسکے اختیار میں یہہ ہوتا ہی کہ وہ کوئی کام نیکی کے منافی نہ کرے مثلاً ایک شخص کو اچھی طرح بولنا نہ آتا ہو مگر اُس کو چپ رہنا تو ضرور آتا ہے بہت سے آدمی مخفی باتوں کو اس سبب سے نہیں ظاہر کر دیتے کہ کوئی اُن کو دھمکاتا ہی یا رشوت دیتا ہی بلکہ فقط اپنی بکواس کی عادت کے سبب سے ساری باتیں دل کی کہہ دیتے ہیں نہیں پیٹ کے ہلکے ہوتے ہیں کہ کوئی بات اُنکو ہضم نہیں ہوتی مُنہ پر آئے بغیر وہ نہیں رہتی۔ اُن کا حال کیتلی کا سا ہوتا ہی کہ جس کی پینیدی ٹپکتی ہو اگر اُس کے سب سوراخ بند کیٔے جائیں تو بھی سر پر اُس کے اندر کی چیز نکل جاتی ہی اُن کے اختیار میں نہیں ہی تا کہ وہ اپنے راز کو یا دوسرے کے راز کو مخفی رکھیں +

بہت سے طریقے ہیں کہ آدمی راز کی باتیں کہہ دیتا ہی اور یہہ جانتا ہی کہ کوئی میں گناہ نہیں کرتا وہ اپنے مربیوں اور دوستوں کے رازوں کو ان لوگوں کے سامنے کہہ دیتا ہے جن سے کہ وہ اپنے راز نہیں چھپاتا۔ ان لوگوں پر بھی اُن کا اعلان کر دیتا ہی جن سے وہ چاہتا ہی کہ وہ کچھ غرض رازوں کے افشا سے نہیں رکھتے باوجودیکہ اُس کو یہہ خوف ہی لگا رہتا ہی کہ اگر یہہ راز شائع ہو جائیگا تو اُس سے دوستی میں فرق آجائیگا۔ ہر شخص چاہتا ہی کہ میں جس سے محبت رکھتا ہوں یا جن سے باتیں کیا کرتا ہوں یا جن سے دل لگی کرتا ہوں یا جن سے فرصت کے وقت ملتا ہوں وہ میری قدر و منزلت کریں اس لیٔے محبت اور مہربانی کے جوش میں آن کر وہ اپنا راز

عیب و صواب دیکھی جائیں اور عدالت کے حوالہ ہوں اور دانائی کے محل میں پرورش
پائیں تو تصنیفات کے حق میں کوئی امر اس سے زیادہ مفید نہیں ہو سکتا لیکن افسوس تو یہ ہے
کہ تصنیفات کو راستی کی شمع سے نہیں دیکھتے جن سے کچھ ہاتھ لگ گیا یا آیندہ امید منفعت ہے اُن
خوشامد کے مارے غلام بن گئی اُن کے پیچھے پیچھے جھاڑ کرتے کی طرح لپٹ گئی۔ اس کا
بڑا نقصان یہ ہوتا ہی کہ اُن کے خوف سے بعض مصنف اپنی تصنیف کو نہیں دکھلاتے اور
بعض دل شکستہ ہوکر اس کام سے ہاتھ اُٹھاتے ہیں +

خوشی پابند کسی فرقہ انسان کے ساتھ

انسان کے ہر فرقہ کو اپنا فن ہنر پیشہ
بزرگ بتلانے کا ادعا ہی۔ خواہ اُس کو کیسی ہی مشکل
پیشہ کی طرف داری کرتا ہی اور اُس سے خوش رہتا ہی
دُھوم دھام سے ظاہر ہوتی ہی۔ جہاں تہذیب و شائستگی و تصنع کم ہوتا ہی
پیشہ وروں کو کبھی دیکھا ہوگا کہ وہ اپنے پیشوں کی تعریف اور دوسروں کی
ہجو اور بدگوئی کرتے ہیں ایک لوہار جانتا ہی کہ مجھے سارے دن ہتھوڑے کا
اور سخت محنت کرنی پڑتی ہی پھر بھی وہ اپنے پیشہ کو مردانہ جانتا ہی اور کہتا
بیٹا گلی میں نکلے گا تو کوئی اُس کو یہ نہیں کہیگا کہ وہ درزی کا لڑکا ہی بلکہ
پیشہ ور کا بیٹا کہے گا۔ بری اور بحری سپاہیوں میں بھی آپس میں
ہی۔ بحری لڑائیوں کی فتحیابی پر جب افسروں اور سپاہیوں کے
بری سپاہی کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ کیا بیہودہ حرکت ہوگی کہ یہ
بحری سپاہیوں کو دی جاے۔ بہادری کے سبب سے سپاہی عزت کا مستحق
یہ سب جانتے ہیں کہ بحری لڑائیوں میں کوئی کام بہادری کا نہیں ہوتا ہی۔
پیشہ وروں میں جو محاسدت ہوتی ہی اس سے ہر پیشہ ور کو اختراع اور ایجاد